وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ

اٰلِ عِمْرٰن: ۱۶۹

شام و ہند

کے

اولیاء عظام

مجموعہ ارشادات

شیخ یوسف متالا حفظہ اللہ

فہرست

رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

۱؍رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

۲؍رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

۵/رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

۶/رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

۷ر رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

۸ر رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

۹ر رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

۱۰؍ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

۱۱؍ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

۱۲؍ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

۱۶/رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

۱۷/رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

۱۸ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

۱۹؍رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

۲۰؍رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

۲۱؍رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

۲۲ / رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

۲۳ / رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

۲۴ / رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

۲۵ر رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

۲۶ر رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

۲۷/رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

۲۸/رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

۲۹ / رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

۱؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

۲؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

۳ / رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

۴؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

۵؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

۶؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

۷؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

۸؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

۹؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

۱۰؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

۱۱؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

۱۲؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

۱۳؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

۱۴؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

۱۵؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

۱۶؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

۱۷؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

۱۸/رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

۱۹/رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

۲۰؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

۲۱؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

۲۲؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

۲۳ر رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

۲۴؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

۲۵ / رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

۲۶؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

۲۷؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

۲۸؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

۲۹ / رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

۱؍رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

عَنْ سَلْمَانَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ آخِرِ يَوْمٍ مِّنَ شَعْبَانَ فَقَالَ يَا اَيُّهَاالنَّاسُ قَدْ اَظَلَّكُمْ شَهْرٌ عَظِيْمٌ مُبَارَكٌ، شَهْرٌ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ. شَهْرٌ جَعَلَ اللّٰهُ صِيَامَهُ فَرِيْضَةً وَقِيَامَ لَيْلِهِ تَطَوُّعًا. مَنْ تَقَرَّبَ فِيْهِ بِخَصْلَةٍ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ. وَمَنْ اَدّٰى فَرِيْضَةً فِيْهِ كَانَ كَمَنْ اَدّٰى سَبْعِيْنَ فَرِيْضَةً فِيْمَا سِوَاهُ. وَهُوَ شَهْرُ الصَّبْرِ وَالصَّبْرُ ثَوَابُهُ الْجَنَّةُ وَشَهْرُالْمُوَاسَاةِ وَشَهْرٌ يُزَادُ فِيْهِ رِزْقُ الْمُؤْمِنِ. مَنْ فَطَّرَ فِيْهِ صَائِمًا كَانَ مَغْفِرَةً لِذُنُوْبِهِ وَعِتْقَ رَقَبَتِهِ مِنَ النَّارِ. وَكَانَ لَهُ مِثْلُ اَجْرِهِ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُنْقَصَ مِنْ اَجْرِهِ شَيْءٌ. قَالُوْا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ: لَيْسَ كُلُّنَا يَجِدُ مَا يُفَطِّرُ الصَّائِمَ. فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُعْطِی اللّٰهُ هٰذَا الثَّوَابَ مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا عَلٰی تَمْرَةٍ اَوْ شَرْبَةِ مَاءٍ اَوْ مَذْقَةِ لَبَنٍ. وَهُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهُ رَحْمَةٌ، وَأَوْسَطُهُ مَغْفِرَةٌ وَآخِرُهُ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ. مَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوْكِهِ فِيْهِ غَفَرَ اللّٰهُ لَهُ وَاَعْتَقَهُ مِنَ النَّارِ. وَاسْتَكْثِرُوْا فِيْهِ مِنْ اَرْبَعِ خِصَالٍ. خَصْلَتَيْنِ تُرْضُوْنَ بِهِمَا رَبَّكُمْ وَخَصْلَتَيْنِ لاَ غِنَاءَ بِكُمْ عَنْهُمَا. وَاَمَّا الْخَصْلَتَانِ اللَّتَانِ تُرْضُوْنَ بِهِمَا رَبَّكُمْ فَشَهَادَةُ اَنْ لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَتَسْتَغْفِرُوْنَهُ.

وَاَمَّا الْخَصْلَتَانِ اللَّتَانِ لاَغِنَاءَ بِکُمْ عَنْهَافَتَسْئَلُوْنَ اللّٰهَ الْجَنَّةَ وَتَعَوَّذُوْنَ بِهِ مِنَ النَّارِ. وَمَنْ سَقىٰ صَائِمًا سَقَاهُ اللّٰهَ مِنْ حَوْضِيْ شَرْبَةً لاَيَظْمَأُ حَتّٰى يَدْخُلَ الْجَنَّةَ.

رمضان المبارک کی ایک ساعت بھی ضائع نہ ہواس کے لئے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہتمام سے شعبان کے مہینہ میں یہ خطبہ ارشاد فرمایا اوراس خطبہ میں رمضان المبارک کے فضائل بیان فرمائے تاکہ ایک لمحہ ضائع نہ ہو۔حق جل مجدہ کی رحمتیں ہی رحمتیں اس مہینہ میں برستی رہتی ہیں۔ رحمتوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ زحمتوں کے بند کردیئے جاتے ہیں۔

آسمان کی طرف نگاہ

قریب میں ہمارے جتنے جاننے والوں کو دیکھا گیا، جیسے ہمارے بھائی جان، آسمان کی طرف پوری گردن اٹھی ہوئی ہے اور 'السلام علیکم' فرمارہے ہیں، اور چند لمحات میں گردن ایک طرف جھک گئی اور جو دروازے کھلے اس میں سے داخل ہوگئے۔

دوستو! ہم مومن ہیں، مسلمان ہیں۔ ہم کیا تھے، کیا ہیں، آئندہ کیا حال ہونے والا ہے، ہر چیز ہمیں تفصیل سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتادی۔ کوئی چیز چھوڑی نہیں۔ انہی نبوی تعلیمات میں حق جل مجدہ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جگہ جگہ ہمیں بتایا۔ احادیث ہمیں بتاتی ہیں، قرآن بتاتا ہے قرآنی آیات جگہ جگہ بتاتی ہیں کہ یہ عقل پرست جسے منتہائے نظر کہتے ہیں، کہ یہ آسمان صرف منتہائے نظر کا نام ہے۔ جہاں نظر پہنچ کر ختم ہوجائے، وہاں اس طرح کا نیلگوں نظارہ ہوتا ہے یہ رنگ انسان کو دکھائی دیتا ہے۔

یہ سب دھوکہ ہے۔ ان کی نظر کا دھوکہ ہوگا ہمیں تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آسمان بھی حق ہے، حق نے بنایا ہے، اوپر تلے سات آسمان بنائے ہیں اوران آسمانوں کے باقاعدہ دروازے ہیں جہاں سے اوپر کی مخلوق اوپر سے نیچے آتی ہے، نیچے سے چیزیں

اوپر جاتی ہیں۔ مرنے والے اسی لئے اوپر دیکھتے ہیں۔

ابھی حضرت مولانا ابراہیم ڈیسائی صاحب نوراللہ مرقدہ کی اہلیہ محترمہ کا انتقال ہوا۔ آسمان کی طرف نگاہ تھی۔ ہمارے داماد مولانا جنید صاحب کے چچا کا انتقال ہوا، آسمان کی طرف نگاہ تھی۔ بولٹن میں ایک خاتون کے ہاتھ میں زمزم کا گلاس ہے، دعا پڑھ رہی ہیں آسمان کی طرف نگاہ ہے۔ ابھی باٹلی میں ہمارے عزیز دوست یوسف بھائی کرولیا صاحب کی ہمشیرہ کا انتقال ہوا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے جارہے ہیں، پیچھے پیچھے یہ خاتون ہیں۔ اللہ! اللہ! کوئی فکر ہی نہیں کہ ہمیں کس جہان میں لے آئے۔ سرکار کے پیچھے پیچھے دامن پکڑ کر چل دیئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسے بندوں میں شامل فرمائے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے معراج میں آسمانِ اوّل کا دروازہ کھولا گیا۔ پھر دوسرے آسمان کا، پھر تیسرے آسمان کا۔ دوستو ہمیں تمام تفاصیل مجمل نہیں بلکہ تفاصیل بتادی گئیں بہت شرح وبسط کے ساتھ۔ کاش کہ ہم پڑھیں۔ ان آیات کو ہم پڑھتے بھی ہیں لیکن گذر جاتے ہیں۔ ہمیں فرصت نہیں ہوتی کہ ہم سوچیں کہ ہم نے کیا پڑھا۔ کاش کہ ہم اس چیز کو سمجھ پائیں۔

ایمانِ مفصّل

ہم نے اقرار کیا ہے 'اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ' خدا بھی ہے۔ 'وَمَلٰئِکَتِہٖ'۔ اس کے فرشتے بھی ہیں۔ ان گنت تعداد میں ہیں، ہر جگہ ہیں، اوپر نیچے، ملاء اعلیٰ میں، آسمانوں پر، زمین پر، گھروں میں ہیں۔ کن کیفیتوں میں وہ ہم سے دور بھاگتے ہیں وہ بھی ہمیں بتایا گیا۔ جھوٹ اور غیبت زبان سے نکلی اور وہ بھاگے۔ اللہ تعالیٰ ایسی بلاؤں سے ہمیں بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہ ملائکہ بھی ہیں وہ اوپر نیچے چڑھتے ہیں۔ ارواح کو لے کر جاتے ہیں۔ ہمارے نامہ اعمال کو لے کر

جاتے ہیں۔

'اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ' اس نے کتابیں انبیاء پر نازل فرمائیں اس پر ہمارا ایمان ہے۔ 'وَرُسُلِهٖ' جن انبیاء کے ہاتھوں یہ کتابیں ہم تک پہنچیں ان پر ہمارا ایمان ہے۔ 'وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ' اورآخری دن کہ جس میں یہ دنیا ختم ہوجائے گی اور میدان محشر میں سب خدا کے حضور پیش ہوں گے، اس پر ہمارا ایمان ہے۔ اور 'وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى' تقدیر پر ہمارا ایمان ہے کہ خیر اور شر جو کچھ بھی دنیا میں سرزد ہوتا ہے سب خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ مقدر ہو چکا ہے، لکھا جا چکا ہے۔ اسی ڈائری کے مطابق جو لوح محفوظ میں ہے کائنات کا ایک ایک لمحہ گذر رہا ہے۔

'وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ'۔ اور جس طرح یہ مرنے والے چلے گئے اور ہم جائیں گے، اس سے معاملہ ختم نہیں ہوجاتا۔ ایک زمانہ تک، لکھو کھا، ان گنت برسوں تک پڑے رہنا ہے۔ نہ معلوم یہاں سے اٹھائے جانے کے بعد میرا کیا ہوگا۔ کتنی مشکل گھڑیاں ہوگی اور کتنا لمبا زمانہ گذارنا ہے پھر اس کے بعد کہیں جا کر حشر ہوگا۔ اور یہ تمام چیزیں حق تعالیٰ شانہ نے ہمیں جگہ جگہ بتا دیں۔

قیامت کا وقوع

ہم قرآن حکیم میں پڑھتے ہیں: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا. وَأَخْرَجَتِ الْاَرْضُ أَثْقَالَهَا. وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَهَا. يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا. بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحٰى لَهَا. يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِّيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ. فَمَن يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهُ. وَمَن يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَه۔

حق تعالیٰ شانہ نے اس میں کس انداز میں قیامت کو ذکر فرمایا۔ کہ زمین ہلا دی جائے گی۔ زمین اپنے پہاڑوں اور ہر چیز سمیت، بسنے والوں سمیت وہ ہلے گی۔ اور کب ہلے گی؟ جب

اس کا ملنے کا وقت آئے گا اور اس کے زمانے، اور سال، اور مہینے، اور دن، اور دن کے گھنٹے، اوران گھنٹوں کی ساعتیں، اوراس کے سیکنڈز اور لمحات جب ختم ہوں گے تب یہ دنیا ملے گی۔

پہلے حق غالب تھا اور پھر ایک وقت آئے گا کہ مغلوب ہوجائے گا۔ باطل ہی کا ہر جگہ دور رہے گا۔حق کا کہیں نام ونشان نہ رہے گا۔ 'وَرَکِبُوْاا لْمَآثِمَ وَاسْتَحَلُّوْا الْمَحَارِمَ' ۔کہ گناہوں پر گناہ۔نئ نئ ایجادیں گناہوں کیلئے سوچی جائیں گی۔اس کو عملی جامہ پہنایا جائے گا اور انسان کے ایک جیسے ناک ہیں، ایک جیسی آنکھیں ہیں، ایک جیسے کان ہیں، ایک جیسے بال ہیں، ایک جیسی حاجتیں اور ضرورتیں ہیں۔لیکن وہ آپس میں ایک دوسرے کیلئے وحشی جانوروں سے زیادہ خطرناک بن جائیں گے۔

'وَظَهَرَ الْفَسَادُ وَفَشَا الرِّبَا وَكَثُرَ اللِّوَاطُ وَالزِّنَا وَرَكِبُوْا الْفَوَاحِشَ وَالْفُجُوْرَ وَاسْتَعَانُوْا عَلٰى ذٰلِكَ كُلِّهِ بِشُرْبِ الْخُمُوْرِ' ۔تا کہ انسانیت جو جگاتی ہے، کبھی متنبہ کرتی ہے کہ ارے میں نے اس کو کیوں تھپڑ مارا؟ میں نے اس کا کیوں مال کھایا؟ میں کیوں اس کو ستا رہا ہوں؟ اس کی طرف ذہن نہ جائے اس کیلئے انواع واقسام کی شرابیں ایجاد کی جائیں گی۔ وہ پیو اور اس کو بھلا دو۔ جو انسانیت کی ایک رگ حرکت کررہی ہے اس کو بھی سلا دو۔

یہاں تک فرمایا کہ جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہوں گے وہ بھی ایک ڈھونگ ہوگا۔اللہ! کہ خود ان کا حال اس کے برعکس ہوگا۔ وہ ایک ڈھونگ ہوگا۔ 'وَكَرِهُوْا الْحَقَّ وَاتَّبِعُوْا اَهْوَائَهُمْ' ۔حق تو ناپسند ہوجائے گا اور جس طرح نفس نے چاہا کرگذرو۔ 'وَقُرِأَ الْقُرْآنُ فَلَمْ يُعْمَلْ بِهِ' اور قرآن بھی پڑھا جائے گا۔قرآن بھی سنتے ہوں گے مگر صرف دکھاوے کیلئے، صرف ڈھونگ رچانے کیلئے، 'وَاسْوَدَّتِ الْقُلُوْبُ' قلوب بالکل سیاہ ہوجائیں گے 'وَكَثُرَتِ الْفَوَاحِشُ وَالْعُيُوْبُ وَتَزَيَّنَ الْفُسَّاقُ بِالْمَعَاصِيْ وَالذُّنُوْبِ ۔ فَاِذَا كَانُوْا كَذٰلِكَ اِشْتَدَّ غَضَبُ الْجَبَّارِ' ۔کہ جب نوبت یہاں تک پہنچ جائے گی، حق

تعالیٰ شانہ کا غضب بھڑک اٹھے گا۔ کیا ہوگا؟ 'فَعِنْدَ ذٰلِکَ یَقُوْلُ' ۔ وہ جلیل و جبار اسرافیل سے کہے گا 'یَااِسْرَافِیْلُ اِنْفَخِ الصَّعَقَ' پھونک دو!۔

حضرت اسرافیل

جیسے ہم نے اقرار کیا ابھی کہ 'اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰئِکَتِہٖ'، ان ملائکہ میں سے اسرافیل بھی ہیں۔ اور اسرافیل کون ہیں؟ اوہو! اس کے قد و قامت اور شکل وصورت کی عظمت کے سامنے یہ زمین، آسمان، یہ تمام چیزیں ہیچ ہیں۔ ایک جس طرح ہم چٹ کرتے ہیں کسی چیز کو، ان کی اس طرح کی ایک چٹ سے بھی آسمان پھٹ پھٹا کر رہ جائے گا۔ ایسی عظیم مخلوق اللہ عزوجل نے پیدا کی ہے اس کا نام ہے 'اسرافیل'۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا کی کسی نعمت سے کوئی فائدہ کوئی لذت نہیں اٹھائی۔ نہ کھانے کی چیزوں سے نہ پہننے کی چیزوں سے، نہ رہنے سہنے سے اور ہمارا حال دیکھئے کہ ہم اس میں سے دن رات نکلتے ہی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اس کی طرف نظر نہیں فرمائی۔ حق تعالیٰ شانہ نے قرآنی آیات میں فرمایا 'لَاتَمُدَّنَّ عَیْنَیْکَ' کہ اے میرے محبوب! آپ نگاہ بھی نہ اٹھائیں ان چیزوں کی طرف جس سے یہ مزے اڑا رہے ہیں۔

اس کی وجہ بیان فرمائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے، 'کَیْفَ أَنْعَمُ وَصَاحِبُ الصُّوْرِ قَدْاِلْتَقَمَ الصُّوْرَ'، کہ میں کیسے مزے سے رہوں کہ اسرافیل نے تو صور کو اپنے ہونٹوں کے درمیان لے لیا ہے، اس کو لقمہ بنالیا ہے اور لئے ہوئے کھڑے ہیں۔

'وَحَنَا جَبْھَتَہٗ' اور سیدھے کھڑے ہوئے نہیں ہیں، ان کی پیشانی اور سر ایک طرف جھکا ہوا ہے۔ جس طرح ہم کسی سے سرگوشی کر رہے ہوں اور چپ چاپ بات کرنی ہو تو اس کی بات سننے اور سمجھنے کیلئے گردن کو موڑتے ہیں اس طرح امرالٰہی سننے کیلئے اپنی گردن انہوں نے موڑ رکھی ہے۔

آواز پہنچنے سے پہلے ادھر سے کوئی اشارہ ہو جائے، اس لئے 'وَشَخَصَ بِبَصَرِہٖ نَحْوَ الْعَرْشِ' کہ نگاہ بھی ادھر، کان بھی ادھر، سر بھی ادھر جھکا ہوا ہے۔ اور کوئی چیز میرے کان میں داخل نہ ہو اس کا تہیہ کیا ہوا ہے، 'وَاَنْصَتَ بِأُذُنَیْہِ'۔ خاموشی کے ساتھ ایک ہی طرف توجہ ہے کہ میرا رب کس وقت مجھے صور پھونکنے کا حکم دیتا ہے۔ 'مَتیٰ یُؤْمَرُ'، کب مالک حکم دیتا ہے کہ صور پھونک دیا جائے۔

نفخ صور

فَاِذَا نُفِخَ فِیْہِ مَاتَ اَھْلُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ ۔ جیسے ہی انہوں نے صور میں پھونکا کہ ساری کائنات کا ایک ذرہ ذرہ ختم ہو جائے گا۔ کسی چیز کا وجود نہیں رہے گا 'اِلَّا اَرْبَعَۃ اَمْلَاکٍ'۔ کہ تمام مخلوقات ختم ہوں گی صرف چار فرشتے رہ جائیں گے جبرائیل، میکائیل، اسرافیل اور ملک الموت۔ 'فَأِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ' جب صور میں پھونکا جائے گا، اس وقت ہوگا 'اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَھَا' ، ان کی آواز سے یہ زلزلہ آئے گا اور زمین ہلے گی۔ ہر چیز ختم ہو جائے گا۔

'فَلَایَبْقیٰ عَلَیْھَا بِنَاءٌ اِلَّا انْھَدَمَ'۔ کوئی ٹیلہ، کوئی پہاڑ، کوئی چیز باقی نہیں رہے گی، نہ شجر، نہ حجر، نہ درخت 'اِلَّا الْمَسَاجِدَ'۔ جس میں حق تعالیٰ شانہ کی عبادت ہوتی رہی اس کی توحید کی اذانیں بلند ہوتی رہیں، اس کا کلام پڑھا جاتا رہا۔ تمام چیزیں ختم ہوں گی اور یہ مساجد، ان کی بنیادیں، زمین کے وہ ٹکڑے باقی رہیں گے۔ کیسے؟

قرآن میں فرمایا 'کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ' ۔ تفاسیر بیان کرتی ہیں کہ 'اِلَّا وَجْھَہٗ' سے مراد تمام چیزیں ختم ہوں گی مگر جن میں رضائے الٰہی مقصود ہو، یُرَادُ بِہٖ وَجْہُ اللّٰہِ ، وہ عمل باقی رہ جائیں گے۔ وہ چیزیں باقی رہ جائیں گی۔

زندگی بھر کا مراقبہ

حق تعالیٰ شانہٗ ہمیں ہماری مساجد کو آباد کرنے کی توفیق دے، نماز کی توفیق دے۔ ہم مسجد میں ہوں تب ہمارا رخ اور قبلہ، تصور، دل، دماغ اس خالق کائنات کے چہرہ کی طرف رہے۔ اسی کو ہم تکیں کہ وہ راضی ہے، خوش ہے، ناراض ہے؟ یہ مراقبہ زندگی کے ہر لمحہ اور سانس میں اللہ ہمارے لئے مقدر فرمادے۔ زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہ ہو جس میں ہم مالک کو یاد نہ کر رہے ہوں۔

کسی کا بچہ ابھی اگر گم ہو گیا، کھانا پینا، سونا، اس کو اچھا لگے گا؟ وہ تو ہر وقت چلاتا رہے گا۔ مجھے تو مزدلفہ کی وہ خاتون اور اس کی آواز ہر وقت ستاتی ہے۔ کہ وہ اپنے کسی بچی کو بیٹے کو آواز دیئے جارہی ہے۔ پورے مزدلفہ کا چکر ماررہی ہے۔ صبح تک یہی آواز ہم سنتے رہے۔

کاش کہ اسی طرح ہماری توجہ مولیٰ کی طرف رہے۔ جس طرح اس خاتون نے ساری رات مزدلفہ کی، اپنے بیٹے یا بیٹی کی تلاش میں گذاری، اسی کی تسبیح زبان پر رہی اور بھاگ رہی ہے، کسی چیز کی طرف توجہ نہیں۔ یہی حال ہمارا رمضان المبارک میں رہے۔ کاش کہ ہم اس مالک کو ڈھونڈ پائیں اور وہ ہم سے راضی ہو۔ کوئی لمحہ رمضان المبارک کا ہم سے ضائع نہ ہو۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۲؍رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کے لمحات کی قدر کی ہمیں توفیق دے۔توفیق ہی سے سب کچھ ہوتا ہے۔توفیق نہ ہوتو رمضان مل جائے،شب قدر مل جائے،حرم مل جائے،غفلت کی عادت ہے اسے چھوڑ کر خیر کی طرف آ نہیں سکتا توفیقِ الٰہی کے بغیر۔ وما توفیقی الا باللہ۔ اللہ عزوجل ہمارے لئے اپنے محبوب بندوں کی طرح سے اس کو آسان فرمادے کہ ہم اپنا کوئی لمحہ کوئی سانس ضائع نہ کریں ہم ہروقت مولیٰ کی یاد میں رہے اس کے محبوب کو یادرکھیں۔

غفلت

ہمارا حال تو ایسا ہے کہ **نَهَارُکَ یَا مَغْرُوْرُ صَحُوٌ وَغَفْلَةٌ** کہ دن بھی ہمارا خراب،غفلت ہی غفلت ہے،اور رات کو بھی کوئی کام نہیں سوائے سونے کے **لَیْــــلُکَ نَــوْمٌ**۔اس کا نتیجہ تو ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔اور یہ سب حقائق ہیں۔کہ مرنا ہے،وہ تو ہم روز دفن کرتے ہیں،روز قصے سنتے ہیں۔ بیمار ہو کر مرنے والوں کے بھی اچانک مرنے والوں کے بھی لیکن ہم ہیں کہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال تھا؟ **کَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا هَبَّتِ**

الرِّیحُ تَغَیَّرَ لَوْنُہٗ ۔کہ ہوا اگر تیز چلے، پریشان ہوجاتے۔خوبصورت چہرۂ انور کی سرخی زردی میں تبدیل ہوجاتی۔رنگ مبارک بدل جاتا۔وَکَانَ یَخْرُجُ وَیَدْخُلُ مَرَّۃً بَعْدَ اُخْرٰی ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ سے باہر تشریف لا رہے ہیں پھر اندر تشریف لے جا رہے ہیں کہ کہیں قیامت تو نہیں آگئی۔ یہ اتنی تیز ہوا کیوں چل رہی ہے۔اور ہم ہیں کہ زلزلہ کی خبریں روز سنتے ہیں لیکن کوئی اثر نہیں ۔ انسانوں کو جگانے ہی کیلئے ہوتے ہیں یہ زلزلے کہ جب آخری زلزلہ ہوگا، کیا حال ہوگا؟۔

اللہ تعالیٰ کائنات میں بسنے والے تمام انسان اور اپنی تمام مخلوق کو اس سے بچائے کہ یہ کتنی پریشانی، کتنی ہولناکی، کتنی گھبراہٹ کا موقع ہے۔ زلزلوں کی خبریں آتی ہیں اس کو سن کر ڈرنا چاہئے، ہر وقت اپنی تیاری اور اپنی غفلت پر ندامت کے دو آنسو بہانے چاہئیں کہ جو ان کے ساتھ پیش آیا وہ ہمارے ساتھ بھی پیش آسکتا ہے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اتنے صرف ایک ہوا چلنے پر کیوں ڈرتے تھے؟ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنی دنیوی آنکھوں سے معراج کے سفر میں حضرت اسرافیل علیہ السلام کو دیکھ کر آئے کہ جس سے قیامت کا زلزلہ ہوگا، جن کے صور سے ہوگا اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا ہے۔ بیداری کی آنکھوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس منظر کو دیکھا ہے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی امت کیلئے بیان فرمایا۔

یہ بیان کیوں فرمایا؟، تاکہ وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں، جس چیز کو ہم معمولی سمجھتے ہیں کہ چلو یہ ہوا تو معمول کے مطابق کبھی یہ تیز چلتی ہے کبھی آہستہ چلتی ہے، اس کو معمولی نہ سمجھیں۔اس سے اس زبردست زلزلہ کی تباہی کو سوچیں۔ بہادر نہ بنیں کہ اوہو یہ تو بے چارہ بچے کی طرح ڈر جاتا ہے۔نہیں بچے کی طرح ڈر کر رہنا یہی عقلمندی ہے۔ بڑا بن کر رہنا کوئی عقلمندی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ معصوموں کی طرح، چھوٹے بچوں کی طرح ہمارے دلوں کو بنائے۔ گناہوں کے

پردے کی وجہ سے جو سیاہ ہو چکے ہیں ان سیاہ پردوں کی وجہ سے یہ سخت دلی ہمارے اندر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ اِذَا هَبَّتِ الرِّيْحُ تَغَيَّرَ لَوْنُهُ۔ کیوں؟ میں نے عرض کیا کہ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسرافیل کو دیکھا ہے جس کو بیان فرمایا۔ اس کی ہو بہو منظر کشی فرمائی تاکہ میری امت اسے پڑھے، سنے اور ڈرے۔

معراج کا منظر

فرمایا کہ اِنْتَهَيْتُ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ اِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ۔ فَرَأَيْتُ اِسْرَافِيْلَ قَدْ حَنَا جَبْهَتَهُ ۔ کہ ساتویں آسمان پر اسراء اور معراج میں مجھے لے جایا گیا، میں نے اسرافیل کو دیکھا کہ اپنی گردن کو دائیں طرف ٹیڑھا کئے ہوئے ہیں اور 'وَقَدَّمَ رِجْلاً وَأَخَّرَ اُخْرٰی' کہ ایک قدم آگے بڑھا ہوا ہے اور ایک قدم پیچھے ہے۔ جس طرح دوڑ لگانے کیلئے قدم آگے پیچھے کئے جاتے ہیں۔

دوسری روایت میں یمنیٰ اور یسریٰ کی بھی وضاحت ہے۔ کہ کون سا پیر آگے اور کون سا پیچھے اس کی بھی وضاحت ہے۔ اس روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسرافیل کو میں نے دیکھا کہ وہ اپنا داہنا پیر آگے بڑھائے ہوئے ہیں اور بایاں پیر پیچھے رکھے ہوئے ہیں۔ 'وَالْعَرْشُ عَلٰى مَنْكِبِهِ' جو ملائکہ عرش کو اٹھائے ہیں ان میں یہ اسرافیل بھی ہیں کہ ان کے کندھے پر عرش ہے۔ 'وَالصُّوْرُ فِي فِيْهِ بَيْنَ شِدْقَيْهِ وَقَدْ تَهَيَّأَ لِلنَّفْخِ فِي الصُّوْرِ' ۔ کہ صور ان کے منہ میں ہے، دونوں جبڑوں کے درمیان ہے۔ کتنی منظر کشی فرمائی، تاکہ امت کو یقین آئے۔ تمام باتوں پر مکمل یقین امت کو پیدا ہو اس لئے اتنی وضاحت سے اس کو بیان فرمایا۔

آگے ارشاد فرمایا کہ اسرافیل صور میں پھونک مارنے کیلئے بالکل تیار ہیں۔ اور وہاں بھی مہمان ہیں، اسراء اور معراج میں کیا کیا دکھایا گیا مگر جب اس منظر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ملاحظہ فرمایا، ارشاد فرماتے ہیں کہ 'فَمَا ظَنَنْتُ اَنْ اَبْلُغَ الْاَرْضَ' کہ میں نے گمان کیا یہ منظر دیکھ کر کہ ابھی میں یہاں ہوں ساتویں آسمان پر، عرش کے سامنے ہوں اور میں ابھی زمین تک نہیں پہنچوں گا کہ صور پھونک دیا جائے گا۔ اللہ ایسا یقین، ایسا قیامت کا خوف، زلزلہ کا خوف ،صور کا خوف ہمیں بھی عطا فرمائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری روایت میں اسرافیل علیہ السلام کی شکل وصورت بیان فرمائی۔ کہ ان کا ایک پر مشرق میں ہے ایک پر مغرب میں ہے، ان کے پیر ساتویں زمین کے نیچے تک ہیں۔ ان کے کندھے پر ایک کنارہ عرش کا ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر خوف کیوں پیدا نہ ہو؟۔ فرماتے ہیں کہ اس حال میں اسرافیل علیہ السلام وہاں موجود ہیں سامنے پھر بھی دن میں تین گھڑیاں ایسی آتی ہیں کہ اسرافیل علیہ السلام بھی رب تعالیٰ شانہ کی عظمت اور ان کے جلال ، ان کے خوف ، ان کی جباریت ، قہاریت کے خوف سے روتے ہیں۔ جس سے آنسوؤں کا سمندر بہنے لگتا ہے۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام کا سکڑنا

اور روتے روتے ،جس طرح آدمی ڈر جاتا ہے، اپنے ہاتھ پیر سب کو سکیڑ کر ایک دم کانپنے لگتا ہے، اس طرح جو اتنا عظیم ان کا جسم ہے کہ ایک پر مشرق میں ہے ایک مغرب میں ہے، وہ روتے روتے خوف کے مارے سکڑنے لگتے ہیں، ان کا جسم کم ہونے لگتا ہے یہاں تک کہ ایک چھوٹے سے پرندہ کی طرح بن جاتے ہیں جو خوف کے مارے کہیں اپنے پروں کو بند کئے ہوئے ہو۔

وضع ایک پرندہ ہے جو عندلیب کی شکل کا ہے۔ اردو کا ایک شعر ہے:

آ عندلیب مل کے کریں آہ وزاریاں

آ عندلیب ! تو آجا۔

آ عندلیب مل کے کریں آہ وزاریاں
تو پکار ہائے گل، میں پکاروں ہائے دل

اس عندلیب کی شکل پر سکڑ کر اسرافیل علیہ السلام بن جاتے ہیں۔ یہ ڈر اور خوف جو محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ شانہ نے عطا فرمایا، اسرافیل علیہ السلام کو عطا فرمایا کاش اس کا کوئی حصہ ہمیں بھی مل جائے۔

حضرت مولانا احمد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے جامعہ حسینیہ راندیر میں ہمیشہ تو طلبہ نماز پڑھاتے تھے اور وہاں کوئی امام متعین نہیں تھا ہمارے زمانے میں۔ ابھی تو حال معلوم نہیں ۔ ہمارے مولانا مانجو صاحب جونگراں تھے، سپروائزر، وہ کسی نہ کسی کو اشارہ فرمادیتے۔ اور وہ نہ ہوتے تو طلبہ ایک دوسرے کو اشارہ کر کے کسی نہ کسی کو آگے بڑھادیتے اور وہ نماز پڑھادیتا۔ جہری نمازوں میں جب وہ مجھے اشارہ فرماتے اور میں ذرا سا سکڑ کر بیٹھ جاتا، ماشاء اللہ میں تو چھوٹا سا بچہ، وہ ایک انگلی سے پکڑ کر اٹھا کر زبردستی کھینچ کر مصلیٰ تک پہنچادیتے۔

حضرت مولانا سعید صاحب راندیری رحمۃ اللہ علیہ کبھی کبھی جب مغرب کی نماز میں ہوتے، وہ خود اپنی طرف سے اشارہ فرماتے کسی طالب علم کی طرف۔ ایسے ہی کسی موقعہ پر ہم نے دیکھا کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس دن کسی وجہ سے مدرسہ میں ٹھہر گئے تھے، حضرت مولانا سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے درخواست کی، جیسے ہی وہ وہ مصلیٰ پر تشریف لائے ، اور الحمد شریف کے بعد انہوں نے قرأت شروع فرمائی 'اِذَا زُلْـزِلَـتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا' ،ان کے پڑھنے کا انداز ایسا تھا کہ جس طرح ابھی یہ محراب پھٹے گا۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم پڑھنے کا ہمیں حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یہ اِذَا زُلْـزِلَـتِ الْاَرْضُ زِلْـزَالَهَا ہم بھی پڑھتے ہیں لیکن سوچتے نہیں کہ اس میں کیا کیا

خبریں دی جارہی ہیں۔ حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ یہ زلزلہ قیامت کا ہے اور قیامت قائم ہوگی اس کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ 'اِنَّمَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ عَلٰی شِرَارِ الْخَلْقِ' کہ دنیا میں خیر کا کوئی ذرہ باقی نہ رہے گا، ساری خیر اٹھالی جائے گی، اہل خیر اٹھالئے جائیں گے تب جاکر قیامت قائم ہوگی۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کَانَ النَّاسُ یَسْئَلُوْنَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَیْرِ وَ کُنْتُ اَنَااَسْئَلُہُ عَنِ الشَّرِّ مَخَافَةَ اَنْ یُصِیْبَنِی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں فتنوں کے متعلق پوچھا کرتا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ فِی آخِرِ الزَّمَانِ فِتَنٌ کَقِطَعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمِ. فَاِذَا غَضَبَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ اَھْلِ الْاَرْضِ اَمَرَ اللّٰہُ تَعَالیٰ اِسْرَافِیْلَ ' کہ اللہ غضب ناک ہوں گے اور اسرافیل علیہ السلام کو حکم ہوگا اور صور پھونک دیا جائے گا۔فرماتے ہیں کہ اچانک یہ حادثہ آجائے گا۔

قیامت کا زلزلہ

جتنے زلزلے آپ نے سنے ہیں، اس میں پہلے ، بارش سے پہلے جس طرح ہوائیں چلتی ہیں، بادل آتے ہیں اور کیا کیا ہوتا ہے اس طرح وہاں کبھی کوئی علامت کسی سے سنی؟ کوئی بھی نہیں۔البتہ یہ تمام مخلوق سمجھ دار ہے۔ ان کو ہر چیز کی سمجھ حاصل ہے۔لکھا ہے کہ کہ فلاں فلاں پرندوں اور فلاں جانوروں کو اس کا پتہ چل جاتا ہے کہ زلزلہ آنے والا ہے کوئی بڑی چیز پیش آنے والی ہے۔گھوڑے کے متعلق بھی اور مختلف جانوروں کے متعلق بھی لوگوں کے تجربات ہوں گے۔اچانک ایک دم زلزلہ آجاتا ہے اور تباہی مچ جاتی ہے۔

اسی طرح یہ جو قیامت کا زلزلہ ہوگا، کوئی وطن میں ہوگا، کوئی سفر میں ہوگا، کوئی بازار میں ہوگا، کوئی کھیتی میں ہوگا، کسی نے لقمہ اٹھایا، حدیث پاک میں ہے، منہ کی طرف لقمہ اٹھایا ہے ابھی منہ میں نہیں گیا اور اسی حال میں قیامت آگئی اور لقمہ لئے ہوئے اِس عالم سے اُس عالم

میں وہ پہنچ گیا اور مر گیا۔ کوئی کسی سے بات چیت کر رہا ہے کلمہ آدھا زبان سے نکلا پورا نہیں ہوا کہ وہ مر جائے گا۔

یہ ایک دھماکہ کی طرح سے کوئی ایک آواز نہیں ہوگی وہ صور کی آواز تو لمبی چلتی رہے گی۔ ان کی پھونک تو لگاتار چلتی رہے گی اور تمام چیزیں ختم ہونے تک چلتی رہے گی۔ صرف زمین میں بسنے والے انسان اور جن اور چرند اور پرند اور جاندار چیزیں نہیں بلکہ ہر چیز، نباتات، جمادات، حیوانات، تمام چیزیں، مرمرا کر ختم ہو جائیں گی وہاں تک یہ زلزلہ کی آواز مسلسل چلتی رہے گی۔

ان چیزوں کے ختم ہونے کے بعد پھر ساتوں آسمان کے ملائکہ، وہاں کے آسمان کے دروازوں کے نگران اور دربان فرشتے، تسبیح کرنے والے، رکوع والے، سجدے والے، قیام والے، ذکر والے، تمام فرشتے، یکے بعد دیگرے، یہاں تک کہ جو عرش کے قریب 'کرّ و بیون' وہ بھی سب مر مرا جائیں گے۔ کون رہ جائے گا؟ صرف حق تعالیٰ شانہ کی ذات عالی اور جبریل، میکائیل، اسرافیل علیہم السلام اور ملک الموت، چار فرشتے رہ جائیں گے۔

آخری چار فرشتے

حدیث پاک میں آتا ہے کہ حق تعالیٰ پوچھیں گے کہ ملک الموت! کون باقی رہ گیا؟ حالانکہ حق تعالیٰ شانہ کو تو علم ہے پھر بھی پوچھیں گے۔ وہ عرض کریں گے کہ میرے سوا جبریل، میکائیل اور اسرافیل رہ گئے۔ ان فرشتوں میں سے سب سے پہلے نمبر آئے گا جبریل امین کا۔ حکم ہوگا کہ جبریل کے پاس جاؤ۔ ان کی روح قبض کرلو۔ جب وہ پہنچیں گے، جبریل علیہ السلام سجدہ کی حالت میں، رکوع کی حالت میں ہوں گے۔

الحمدللہ آج کل بہت اچھے احوال سنے جا رہے ہیں جانے والوں کے۔ بتایا تھا کہ حضرت مولانا ابراہیم دیسائی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ نے انتقال سے پہلے پڑھا 'یَا اَیَّتُهَا

النَّفُسُ الْمُطْمَئِنَّةُ. اِرْجِعِیْ اِلیٰ رَبِّکِ' ۔والسال میں ہمارے مدینۃ العلوم کی خدمت انجام دینے والے خاندان، سلّو خاندان کے ایک فرد مسجد میں نماز کی حالت میں ہیں، نماز میں ان کی روح قبض ہوئی۔

ملک الموت جب جبریل امین کے پاس پہنچیں گے، وہ کس حال میں ہوں گے؟ یہ سجدہ اور رکوع کی حالت میں ان کو پائیں گے اور حق تعالیٰ شانہ کے حکم کے مطابق ان کی روح قبض کر لی جائے گا۔ وہ بھی جس طرح دو انسان معانقہ کرتے ہیں، اس طرح کا ایک معانقہ ہوگا، اسرافیل علیہ السلام کا جبریل علیہ السلام سے، اور اسی معانقہ میں ان کی روح قبض کر لی جائے گی۔

اس کے بعد پھر حق تعالیٰ شانہ پوچھیں گے کہ اب کون باقی ہے؟۔ وہ عرض کریں گے کہ میرے سوا میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام باقی ہیں۔ ملک الموت کو حکم ہوگا کہ میکائیل کی روح قبض کر لی جائے، ملک الموت میکائیل کے پاس جائیں گے۔ ان کی روح قبض کریں گے جس طرح حضرت جبریل کی روح قبض کی گئی ایک معانقہ کی شکل کے ذریعہ، وَیَضُمُّهُ ضَمَّةً یَقْبَضُ فِیْهَا رُوْحًا فَیَخِرُّ صَرِیْعًا مَیِّتًا ۔ کہ جس طرح ماں زور سے بچے کو پیار میں دباتی ہے، ایسے معانقہ میں ان کی روح ملک الموت قبض کریں گے۔

پھر سوال ہوگا ملک الموت سے کہ کون باقی ہے؟۔ جواب دیں گے کہ اسرافیل اور میں دو باقی رہ گئے۔ اسرافیل کی روح قبض کرنے کا حکم ہوگا۔ اسی انداز میں ان کی روح معانقہ کے ذریعہ قبض کریں گے۔ اب سوال ہوگا ملک الموت سے، وہ عرض کریں گے الٰہی صرف تنہا میں رہ گیا۔ حق تعالیٰ شانہ کا امر ہوگا براہ راست، ڈائرکٹ کہ تجھے بھی میرے تمام بندوں کی طرح موت کا مزہ چکھنا ہے۔

یہ سنتے ہی ایک چیخ ماریں گے کہ جو صور کی چنگھاڑ ہے اس انداز کی ہوگی کہ اگر زمین آسمان اور اس میں بسنے والے تمام فرشتے اور ملائکہ اور انس اور جن ہوتے اور وہ سنتے، وہ اس

آواز سے مرجاتے۔ اتنی زبردست چیخ کے ساتھ وہ ملک الموت بھی گر پڑیں گے۔

اب حق تعالیٰ شانہ کی ذات عالی کے سوا کوئی چیز نہیں مخلوقات میں سے۔ سب فنا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ سوال کریں گے۔ 'لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ؟' آج کس کی سلطنت ہے؟

میں کے گلے پر چھری

دنیا میں ہر جگہ انسان اپنی دادا گیری دکھاتا ہے۔ کوئی چھوٹی سی جگہ میں، کوئی دو ایک آدمی کے ساتھ زبردستی کر رہا ہے۔ کوئی پانچ آدمیوں پر، کوئی پچاس پر، کوئی ہزاروں پر، کوئی لاکھوں پر، کوئی بیوی پر، کوئی بچوں پر اپنی سلطنت، رعب دکھانا چاہتا ہے۔ اسی لئے حضرت شیخ قدس سرہ ہمیشہ فرماتے تھے کہ میرے پیارو! میں کے گلے پر چھری۔

یہ جو بکری کو ذبح کیا جاتا ہے، اس وقت بھی وہ بے چاری بولتی ہے 'میں، میں، میں'۔ حضرت فرماتے ہیں کہ یہ جو ہمارے اندر انانیت ہے، کبر اور دوسرے پر بڑائی دماغ میں جو گھسی ہوئی ہے کہ میں اس سے اعلیٰ ہوں، اس سے بڑا ہوں، جو ابلیس نے ہمارے دماغوں میں گھسا رکھی ہے۔

حق تعالیٰ شانہ کی بارگاہ سے اسے مردود قرار دیا گیا پھر بھی اس نے کیا کہا؟ 'لَأُضِلَّنَّهُمْ وَلَأُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ'۔ میں، میں، میں۔ میں انہیں گمراہ کروں گا۔ میں انہیں میرے حکم دوں گا اور میرے حکم مان کر وہ میرے حکم پر چلیں گے تیرے حکم پر نہیں چلنے دوں گا اور میں ان سے یہ حرکتیں کراؤں گا۔ ابلیس کے پیچھے ہم چل کر اس کے اوامر پورے کر رہے ہیں۔ جو اس نے چیلنج کیا تھا کہ میں ایسا کروں گا۔

اس لئے حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے تھے کہ میرے پیارو! میں کے گلے پر چھری۔ کبھی میں نہ کہنا۔ اللہ تعالیٰ ہماری انانیت کو ختم فرمائے۔ ہمارے اندر تواضع، عاجزی، انکساری پیدا فرمائے۔ 'لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ' جس دن کسی کی 'میں' نہیں رہے گی۔ اس آیت کو بار بار

دہرا کر ہمارے عقیدہ کو محفوظ فرمائے۔ اور اس کو ہمارا حال بنادے۔

حضرت رائپوری قدس سرہ

تمام مشائخ کے لوگوں کا کوئی الگ الگ انداز ہوتا ہے کسی کے حلقہ میں علم پایا جاتا ہے، کسی کے یہاں اتباع سنت کا غلبہ ہے، کسی کے ہاں ذکر کا شور ہے، کسی کے ہاں قرآن کی تلاوت کا زور ہے۔ تمام مشائخ کے انداز الگ الگ ہیں۔

حضرت رائپوری قدس سرہ کے لوگوں کو ہم نے دیکھا کہ وہ بیٹھتے تھے، وہ جو حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اکڑوں بیٹھنا ہوتا، ان کا سر اور ٹھڈی گھٹنوں پر رکھی ہوئی ہے اور رو رہے ہیں۔ یہ انداز وہاں حضرت گنگوہی قدس سرہ کی خانقاہ سے چلا اور رائپور کی خانقاہ میں پہنچا۔ وہاں کے مشائخ کو ہم نے دیکھا، بڑے بڑے بزرگوں کو۔ ان کا بولنے کا انداز بھی نہایت آہستہ، مسکین کی طرح، کوئی زور کی آواز نہیں، کوئی بڑائی کا انداز نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ابلیس اور شیاطین کی صفات سے بچنے کی توفیق دے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز اپنانے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ 'اَنَا اٰکُلُ کَمَا یَأْکُلُ الْعَبْدُ' کہ میں کھانا کھاتا ہوں، ایسے کہ کسی کا کوئی غلام ہو آقا سر پر کھڑا ہے وہ جس طرح بے چارہ ڈرتے ڈرتے کھاتا ہے اس طرح ہمیں رہنے کی توفیق دے۔ رمضان المبارک کے ایام کو وصول کرنے کی حق تعالیٰ شانہ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۳؍رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دعا کا بڑا اہتمام کیجئے ہر وقت مالک سے توفیق مانگتے رہئے کہ الٰہی یہ رمضان المبارک ہماری مغفرت کا سبب بنے، گناہوں کی معافی کا سبب بنے۔ تیری طرف رجوع ہمیں میسر ہو۔ تیرے اور میرے درمیان جو میں نے فاصلہ بنا رکھا ہے، یہ فاصلہ ختم کرکے، نفس پر ایک پیر رکھ کر میں تیری طرف بڑھ سکوں، تیری رحمتوں کے سائے میں آجاؤں۔ مالک ہی کے مانگنے سے توفیق بھی ملے گی، ہمت بھی ملے گی، قوت بھی ملے گی، نفس پر کنٹرول اور نفس پر قابو بھی پاسکو گے۔ اللہ تعالیٰ ان گھڑیوں کے ضائع کرنے سے ہمیں بچائے۔

لمن الملک الیوم؟

یہ چھوٹی سی ہماری زندگی ہے اور اس میں بھی ہم نے اپنی ایک سلطنت سمجھ رکھی ہے جس طرح بچہ کہتا ہے کہ یہ تو میرا ہے، اس کو تو ہم ڈانٹتے ہیں کہ کوڑا کرکٹ کیلئے لڑتے ہو؟ لیکن وہی حرکت تو ہم کررہے ہیں کہ یہ میرا ہے، یہ میرا ہے، یہ میرا ہے۔ کس کا ہے؟ اسکندر جیسے بڑے بڑے سلاطین چل بسے۔ ان کی سلطنتیں رہیں؟ سلطنتوں کے مالک، دولتوں کے انبار بھی جن کی ملکیت میں تھے نہ وہ رہے، نہ ان کی سلطنتیں رہیں نہ ان کا نام رہا۔ کروڑوں اس

طرح کہ انا، انا کا نعرہ لگانے والے ابلیس کی طرح سے آئے اور چلے گئے جن کے نام ونشان بھی مٹ گئے۔ کہ نام بھی ان کے نہیں ملتے تھے، نشانات بھی نہیں ملتے۔

اسی طرح تمام کائنات کے خاتمہ کے بعد حق تعالیٰ شانہ پوچھیں گے لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ؟ پھر خود ہی جواب دیں گے۔ ’لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ‘۔ یہ کیفیت ہوگی کہ سب ختم ہیں آسمان خالی زمین خالی، کچھ نہیں ہے۔ نہ کوئی متنفس ہے، نہ کوئی بولنے نہ سننے والا ہے۔

روایات میں آتا ہے کہ ’اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا‘ چالیس دن تک یہ کیفیت رہے گی۔ وہ دن دنیا کے ہیں؟، آخرت کے ہیں؟ ، برزخ کے ہیں؟، حشر کے ہیں؟ اور وہاں کا حساب کیا ہے؟ کچھ نہیں معلوم۔ ’اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا‘ ۔ یہ کیفیت رہے گی چالیس دن تک اور اب اس کے بعد حق تعالیٰ شانہ ساتویں آسمان سے ماءِ حیات برسائیں گے۔

ماءِ حیات

وہ ماءِ حیات چالیس دن تک برستا رہے گا اور فنا ہونے والوں کے ذرات جہاں کہیں زمین میں پڑے ہوئے ہیں، وہاں زمین میں داخل ہوکر وہ ان ذرات کو چھوئے گا، جیسے حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ ’وَھُوَالَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیَاحَ بُشْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِہٖ‘ کہ ہم ہوائیں چلاتے ہیں، ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں، پانی برستا ہے پھر اس سے جو زمین میں نباتات مر چکے تھے کوڑا کرکٹ ہوکر ختم ہو چکے تھے دوبارہ پھر وہ زندہ ہوتے ہیں لہلہانے لگتے ہیں۔ فرمایا کہ ’کَذٰلِکَ نُخْرِجَ الْمَوْتیٰ‘ ،جس طرح بارش سے ہم نباتات کو اگاتے ہیں، اسی طرح ہم مائے حیات سے مردوں کو زندہ کریں گے۔ کہ وہ مائے حیات پہنچتے ہی دوبارہ ان کی ہڈیاں، ان کے گوشت، تمام اعضاء بن جائیں گے آپس میں جڑنا شروع ہوں گے۔

اب یہ اعضاء بن گئے، تمام اجسام بن گئے لیکن وہ اسی طرح پڑے ہوئے ہیں۔ پتہ نہیں کب تک وہ جسم بن کر پڑا رہے گا۔ پھر حق تعالیٰ شانہ کا حکم ہوگا جو مرے ہوئے پڑے ہیں،

ختم ہو چکے ہیں، مٹ چکے ہیں ان سے فرمائیں گے کہ اٹھو۔ دوبارہ ان کا دھندہ، ان کا کام، ان کا مشغلہ، ان کی ڈیوٹی پھر وہی شروع ہو جائے گی۔ 'اِلْتَقِمُ الصُّوْرَ'۔ پھر اسرافیل علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ صور کو منہ میں لقمہ کی طرح لے لو۔ 'وَازْجُرْ عِبَادِیْ لِفَصْلِ الْقَضَاءِ'۔ جس طرح ڈانٹ کر کسی کو کسی کام کیلئے جھڑک کر بلایا جاتا ہے اس طرح فرمایا کہ جھڑک کر ان کو بلاؤ۔ کس کیلئے؟ فرمایا کہ 'لِفَصْلِ الْقَضَاءِ'، انصاف کی عدالت قائم ہونے والی ہے۔ اس حکم سے اسرافیل اٹھیں گے۔ اب صور امر الٰہی کے مطابق منہ میں لے لیا۔

صور

صور ایک نورانی چیز ہے، نور سے بنی ہوئی چیز ہے۔ اس صور میں جتنی ذوی الارواح ہیں، جتنی ذی روح چیزیں ہیں، جن میں روح پائی جاتی ہے، ان سب کی ارواح اس صور کے اندر بھر دی جائیں گی۔ اور اس صور میں جتنی ارواح ہیں اتنے اس میں سوراخ ہیں۔ اور مالک کا حکم ہوگا کہ اسرافیل علیہ السلام بیت المقدس کی صخرۃ کی جگہ پر کھڑے ہو جاؤ۔ کیوں؟ کہتے ہیں کہ یہ آسمان سے اقرب ترین جگہ ہے۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج یہاں سے شروع کی گئی۔ اور وہاں کھڑے ہو کر ایک ندا لگاؤ۔ قرآن کریم کہتا ہے 'وَاسْتَمِعْ یَوْمَ یُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّکَانٍ قَرِیْبٍ'۔

اسرافیل علیہ السلام یہاں کھڑے ہو کر اسی صور کے ذریعہ، دوسری مرتبہ یہ صور پھونکیں گے۔ پہلے ختم کرنے کیلئے، اب دوبارہ زندہ کرنے کیلئے پھونکا جا رہا ہے اور اس میں آواز لگائیں گے کہ اے بوسیدہ ہڈیو! گوشت کے بوٹیو، بکھرے ہوئے کٹے ہوئے بالو! تم ملک دیان منصف بادشاہ کے سامنے پیشی کیلئے کھڑے ہو جاؤ۔ تاکہ وہ تمہیں تمہارے اعمال کی جزا اور سزا دے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جزا والوں میں سے بنائے سزا والوں سے ہماری حفاظت فرمائے۔

جیسے ہی یہ آواز لگے گی کہ اس صور میں ، ان سوراخوں میں سے ہر ایک کی روح نکل کر اپنے اپنے جسم پر پہنچ جائے گی۔ مالک کا کتنا زبردست انتظام ہے کہ وہ اپنے ہی جسم میں جا کر داخل ہو جائے گی۔ اور وہاں تک پہنچنے کیلئے تشبیہ دی گئی ۔جس طرح شہد مکھیاں چھتے میں سے اڑ کر ادھر ادھر بھنبھناہٹ کے ساتھ ادھر ادھر جاتی ہیں، اسی طرح وہاں صور میں سے نکل کر ارواح منتشر ہوں گی۔

نورانی ارواح

دو انداز ہوں گے نکلنے کے۔ دو قسم کی ارواح صور میں سے نکل رہی ہوں گی۔ ایک ارواح وہ ہوں گی کہ جن کے ساتھ نور ہے روشنی ہے۔ **اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ** ۔کہ اے اللہ! ہمیں ان میں سے بنا کہ جس کے ساتھ نور ہوگا۔ صور میں سے نکل رہی ہیں اور ساتھ نور ہے۔ اور دوسری قسم وہ ہوگی کہ صور میں سے وہ ارواح نکل رہی ہیں اور ان کے ساتھ ظلمت ہی ظلمت ہوگی ، اندھیرا ہی اندھیرا ہوگا۔ اللہ ان میں سے بننے سے ہماری حفاظت فرمائے۔ہمیں ان میں سے نہ بنائے۔

جو دنیا میں ایمان کا ، ایمانی اعمال تھے ان کا نور ہوگا۔ کیوں؟ کہ جہاں کہیں قبر میں مردے کو رکھا، آپ نے حدیث میں پڑھا کہ جب فرشتے آتے ہیں، نماز ایک طرف کھڑی ہو جاتی ہے، صدقہ ایک طرف کھڑا ہو جاتا ہے، روزہ ایک طرف کھڑا ہو جاتا ہے، حج ایک طرف کھڑا ہو جاتا ہے، تمام اعمال کھڑے ہو جاتے ہیں اس قبر والے کی حفاظت کرتے ہیں، آگے سے پیچھے سے، دائیں سے بائیں سے، وہ نورانی اعمال نور بن کر ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔

ادھر کفار کی ارواح ، ان کے کفر اور کفریہ اعمال کی ظلمت ان ارواح کے ساتھ ساتھ چل رہی ہے۔ اور ادھر اسرافیل کی آواز لگا تار چل رہی ہے اور وہ ارواح اپنے اپنے مقام، اپنی منزل کو تلاش کر کے اپنے اپنے جسم کے پاس پہنچ گئیں اور اس کے بعد جسم میں داخل کیسے

ہوں گی؟ اس طرح جیسے یہ سانپ اور بچھو ڈنک دیتے ہیں۔

سانپ کا ڈنک

بچپن میں ہماری والدہ محترمہ کی ایک دوست تھیں، سہیلی تھیں وہ بھی ڈیسائی خاندان تھا، ان کے متعلق سنا کہ وہ چولہے پر ہیں۔ ہاتھ بڑھایا، ماچس کی ڈبیہ اٹھانے کیلئے، ماچس کی ڈبیہ پر ہاتھ گیا۔ اور ماچس کی ڈبیہ لے کر ہاتھ واپس ابھی لوٹا نہیں کہ دھڑم سے گریں اور وصال ہوگیا۔ وہاں انتہائی زہریلا کوئی سانپ ایسا ہوگا کہ جس کے صرف ایک ڈنک سے ان کی موت واقع ہوگئی۔

حضرت مولانا یوسف کارا صاحب کے والد صاحب مرحوم قاری جاڑا صاحب رحمۃ اللہ علیہ، باتھ روم میں باتھ لے رہے ہیں، غسل فرما رہے ہیں، کھڑکی کھلی ہوئی تھی وہاں سانپ نمودار ہوا۔ ابھی تھوڑے پیچھے ہٹتے ہیں کہ اس نے پھونکار ماری۔ برسہا برس اس کے بعد زندہ رہے مگر آنکھوں میں سانپ کے زہر کی وجہ سے جو تکلیف تھی اس کا بار بار علاج کروانا پڑا۔

مدینہ طیبہ میں آسمان کے نیچے حضرت شیخ قدس سرہ کی مسجد نور میں چارپائی ہے۔ زمین پر ریت ہے۔ کہیں کہیں چٹائی بچھی ہوئی ہے۔ انہی کھجور کی پتیوں کی چٹائی پر ہم لیٹے ہوئے ہیں۔ سخت ترین گرمی کا زمانہ ہے۔ پچاس ڈگری کے قریب وہ گرمی رہی ہوگی۔ حضرت کو لٹایا۔ ہم بھی لیٹ گئے، سو گئے۔

اچانک آنکھ کھلی، دیکھا کہ دائیں ہاتھ کی بیچ والی انگلی پر کوئی چیز لپٹی ہوئی ہے اور پورے جسم میں آگ لگ رہی ہے۔ دیکھا تو اوہ! بہت بڑا ایک بچھو ہے۔ پھر میں نے زور سے ہاتھ ہلایا، وہ دور جا کر گر گیا مگر اتنی ہمت نہیں تھی کہ اٹھ کر اس کو جا کر ماریں، میں نے انگلی کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ دائیں بائیں سب سوئے ہوئے ہیں۔ میں حضرت کی چارپائی کے قریب سویا ہوا ہوں۔ اب سوچ رہا ہوں کہ میں کسی کو جگاؤں گا حضرت کی آنکھ کھلے گی، تکلیف کے

اظہار میں کوئی اوں آں کروں گا، آواز سے حضرت کی آنکھ کھلے گی۔ حضرت کی چارپائی کے برابر میں اپنے بستر پر لیٹا ہوا تھا وہاں۔

دیوان

مدرسہ صولتیہ کے ایک کمرے کا نام تھا دیوان جس میں سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا قیام رہا۔ دیوانہ بننا ہو تو ایسی جگہوں کو تلاش کر کے وہاں وقت گذارو۔ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ اپنے خواص کو لوہاری شریف بھیجا کرتے تھے۔ حضرت نور محمد جھنجھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں چلے کیلئے بھیجتے۔ کہ وہاں جا کر چلہ کرو، چلے کا اعتکاف کرو۔

جو حجرہ تھا دیوانہ بننے کیلئے، حضرت شیخ قدس سرہ کا قیام ہمیشہ اسی کمرے میں رہا۔ وہ بھی سخت ترین گرمی کا زمانہ۔ پنکھے اور بجلی تو وہاں تھی مگر اس زمانے میں ائر کنڈیشن نہیں تھا۔ پانی والا، جس میں پانی ڈالا جاتا ہے، وہ کولر ہم چلاتے تھے۔ چھوٹا سا ایک کولر تھا، حضرت کو سب سے زیادہ گرمی دماغ پر محسوس ہوتی تھی۔ اس لئے حضرت کے سر کی طرف اس کو کر دیا جاتا، اسی چارپائی کے نیچے میں سو جایا کرتا تھا۔

یہاں مدینہ طیبہ میں میری آنکھ کھلی تکلیف سے کہ بچھو نے کاٹا۔ اور دیکھا کہ ابھی تو کافی وقت باقی ہے تہجد میں۔ بیٹھا رہا بستر پر، زور سے انگلی کو دبا کر پکڑے ہوئے۔ جیسے ہی تہجد کے وقت حضرت اٹھے، بھائی ابوالحسن مجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ بچھو نے کاٹا۔ حضرت کو اٹھاتے ہی انہوں نے بتادیا کہ یوسف کو بچھو نے کاٹا۔ حضرت وضو سے فارغ ہوئے، اشارہ فرمایا گردن مبارک سے کہ میرے قریب آؤ۔ پہنچا، حضرت پڑھتے رہے اس کے بعد حضرت نے لعاب مبارک میری انگلی پر لگایا ساری رات کی تکلیف سب کافور، اس لعاب مبارک سے۔

حضرت مولانا حسین کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

کاش! ابھی تو یاد پڑتا ہے کہ میں نے انگلی کو، جیسے ہی حضرت نے لعاب لگایا، اس کو چاٹ کیوں نہیں لیا تھا۔ جیسے کہ حضرت مولانا حسین کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا تھا۔ غالباً ترمذی شریف ان کے ہاں ہوتی تھی۔ ۶۷ء میں وہ حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں پہنچے اور ایک پرچہ لکھا کہ حضرت! جس طرح حضرت امام ابوداؤد سے سوال کیا گیا کہ اجازت دیجئے کہ میں آپ کی زبان، جس زبان مبارک سے آپ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث شریفہ بیان فرماتے ہیں، میں اس زبان کو چوسنا چاہتا ہوں۔ یہاں بھی مولانا حسین کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے جب حضرت سے اس تبرک کی درخواست کی، حضرت نے شکر کی ڈلی منگوائی۔

شکر ہمارے یہاں تو پیکٹ میں پوڈر سا ملتا ہے، وہاں چھوٹی چھوٹی ڈلیاں بھی ملتی ہیں کہ جتنی ایک چمچ کسی کو ڈالنا ہو، ایک چمچ کی شکل کی ڈلی ہوتی۔ حضرت نے اس ڈلی کو تھوڑی دیر اپنے منہ میں رکھا۔ جب لعاب سے آلودہ ہوگئی، نکال کر ان کو پیش کر دیا۔ اور حضرت مولانا حسین کشمیری صاحب نے اپنی تمنا پوری فرمالی۔

کرنٹ کا قصہ

یہ زہریلے جانور جس طرح کاٹتے ہیں اور وہ زہر سارے جسم میں سرایت کرتا ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے بجلی کا کرنٹ۔ اس کا بھی قصہ ہے۔ اسی لئے میں طلبہ سے کبھی کبھی چیلنج کیا کرتا تھا کہ اطراف میں نگاہ کرو۔ یہ دیوار ہے، یہ کھڑکی ہے، یہ دروازہ ہے، یہ curtain ہے، یہ پردہ ہے، یہ تکیہ ہے، یہ چادر ہے۔ دسترخوان پر ہوں تو یہ چاول ہے، سالن ہے، پاپڑ ہے، اچار ہے، کسی چیز کے متعلق پوچھو، میں ایک قصہ حضرت شیخ قدس سرہ کا سنا سکتا ہوں۔

کرنٹ کا قصہ یہ ہے کہ گرمیوں کے دن تھے، فارغ ہوئے حضرت ظہر کی نماز سے۔ حضرت کو لے کر ہم کچا گھر پہنچے۔ اور حضرت کا معمول یہ تھا کہ جتنا سبق کیلئے پہنچنے میں وقفہ

ہوتا تھا اس وقفہ میں حضرت ڈاک سنتے اور جواب لکھتے۔ حضرت کو استنجا کا تقاضا ہوا۔ حضرت کو ہم نے استنجا میں بٹھایا اور جہاں حضرت کی نشست ہوتی تھی اس جگہ پر جو قبلہ رخ دیوار تھی حضرت کے استنجا خانے کے متصل وہاں ایک پنکھا تھا، بجلی کا پنکھا۔

وہ بجلی کا پنکھا سارا بجائے پلاسٹک کے اسٹیل سے بنا ہوا ہے اور بجلی کے تار جو تھے جگہ جگہ سے اس میں سے پلاسٹک نکلا ہوا ہے اور جہاں پنکھا ہے اس جگہ بھی تار کا کچھ حصہ ایسا ہے کہ پلاسٹک وہاں سے بھی نکلا ہوا ہے، میں نے پلگ ڈال دیا اور پلگ ڈال کر کے جونہی پنکھے کی طرف ہاتھ بڑھایا، چونکہ وہ لائیو وائر سے بجلی کا پنکھا، اسٹیل کا وہ ٹچ ہوگیا، وہ سارا مجسم آگ بن گیا۔ میں نے جونہی اسے ہاتھ لگایا، دھڑام سے بے ہوش ہو کر گرا۔ شکر ہے کہ بے ہوش کر کے اس نے مجھے پھینک دیا۔

اس وقت میرے منہ سے زور سے چیخنے کی آواز نکلی۔ بھائی ابوالحسن دوڑ کر آئے۔ حضرت استنجا سے شاید فراغت سے قبل ہی نکل گئے ہوں۔ پوچھا کہ کیا ہوا؟ کیا ہوا؟ بتایا کہ ان کو کرنٹ لگا۔ کرنٹ کیا لگا کہ مزے ہو گئے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی لسی کا ایک گلاس پلا رہے ہیں، پھر دوسرا لاؤ، پھر تیسرا لاؤ۔ اس وقت پلا رہے ہیں عصر کے بعد پلا رہے ہیں۔ عصر کی مجلس میں وہی یوسف کے کرنٹ لگنے کا قصہ، اس پر افسوس۔ شام کے کھانے میں یہ لایا جا رہا ہے۔ اوہ! ماں سے زیادہ شفیق تھے۔

حضرت نے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ یہ یتیم جیسے دونوں بھائی ہیں، باپ نہیں ہے، ماں یہاں نہیں ہے افریقہ میں ہے۔ کبھی یہ بدحالی، زبوں حالی اور فقر و مسکنت بھی کام آجاتا ہے۔ اس سے بھی کام بن جاتا ہے۔ اسی لئے حضرت کی توجہ زیادہ تھی۔

حشر ونشر

جس طرح یہ کرنٹ سرایت کرتا ہے اور جانوروں کا زہر سرایت کر جاتا ہے، اسی طرح وہ

ارواح اپنے اپنے جسم تک پہنچیں گی، اس کے اندر سرایت کریں گی جس طرح کہ یہ زہر باڈی میں سرایت کر جاتا ہے وہ روح جسم میں داخل ہوجائیں گی۔ اور جس طرح دنیا میں مرنے سے پہلے ہمارے جسم تھے اسی طرح سالم انسان بن کر وہ کھڑے ہوجائیں گے۔

زمین پھٹے گی۔ وہ بھی بتایا گیا ہے کہ قبریں کہاں سے پھٹیں گی۔ زمین کہاں سے پھٹے گی۔ سر کی طرف سے پہلے۔ جب انسان اٹھیں گے دیکھیں گے کہ اوہ! یہ تو حشر ہے۔ کھڑے ہوجائیں گے اور یہاں سے گھبراہٹ شروع ہوگی قیامت اور حشر کی۔ اب رب جل جلالہ کی بارگاہ میں حاضری اور پیشی کا خوف سوار ہے۔ اور اسرافیل وہ اپنی ندا جاری رکھے ہوئے ہیں۔ وہ مسلسل جاری ہے۔

جدھر سے آواز آرہی ہے ادھر سب بھاگ رہے ہیں۔ اور جو ڈر کے مارے اٹھنا نہیں چاہ رہے وہاں آگ ہوگی۔ آگ ساتھ ساتھ چل رہی ہے کہ نہیں چلو گے، ابھی جلاتے ہیں یہیں پر۔ پیچھے پیچھے آگ ہوگی جو انہیں ہانک رہی ہے۔ جو نہیں چلنا چاہتے ان کو بھگا رہی ہے۔ جہاں حشر ہونا ہے اس جگہ پہنچا کر چھوڑے گی۔ لیکن قبروں سے نکلیں گے، کوئی ایک ساتھی بھی پیچھے ہوگا۔ ہر ایک کا اپنا ساتھی ہوگا۔ کون ساتھی؟ ایمان اور ایمانی اعمال۔

میں نے عرض کیا کہ شروع میں مرتے ہی جو فرشتہ آیا تھا، قبر میں، نماز، روزہ، زکوۃ، حج، قرآن کی تلاوت، یہ تمام چیزیں، اللہ کا ذکر، وہاں قبر میں حفاظت کرتی رہیں، وہ حشر میں بھی حفاظت کریں گی وہ پیچھے پیچھے ہوں گی۔ اگر وہ مطیع ہے اور اعمال صالحہ اس کے ساتھ ہیں، جس طرح اس کے قبر میں انیس بن کر رہے، اس طرح یہاں بھی انس پہنچانے کیلئے حشر میں بھی ساتھ ساتھ ہوں گے۔

ایک تو صور کی آواز مسلسل جاری ہے اس کی گھبراہٹ، سب بھاگ رہے ہیں اس کی گھبراہٹ، پیچھے آگ لوگوں کو بھگا رہی ہے اس کا فکر اس کا ڈر اور خوف۔ یہ دوست اور یہ ساتھی، یہ ایمان اور اعمالِ صالحہ، ایمانی اعمال یہ اس کو تسلی دیں گی کہ گھبراؤ نہیں۔ میں تمہارے

ساتھ ساتھ ہوں۔ کبھی میں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑنے والا ہوں۔ میں تمہارے ساتھ رہوں گا۔

جو کفر پر رہے، کفریہ اعمال پر رہے، کفریہ عقائد پر رہے، کفریہ حرکات پر رہے، منافقین کے ساتھ رہے، ان کے پیچھے پیچھے وہ آگ ہی ہے۔ ادھر جانا نہیں چاہتے وہ آگ پیچھے سے انہیں بھگا رہی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ حشر کی ہولنا کیوں سے ہماری حفاظت فرمائے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا اتباع نصیب فرمائے۔ رمضان المبارک کو وصول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہروقت قرآن، قرآن، زبان پر ہروقت قرآن رہے۔ قرآن ہم پڑھتے رہیں۔ حق تعالیٰ شانہ صحابہ کرام، تابعین، ہمارے اکابر کی طرح روز ایک ایک ختم کی، دو دو ختم کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين.

۴ر رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

أعوذ بالله من الشیطان الرجیم.

بسم الله الرحمن الرحیم.

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا . وَأَخْرَجَتِ الْاَرْضُ أَثْقَالَهَا.

یہ زلزلہ کیسا ہوگا؟ 'اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ' کہ یہ زبردست زلزلہ ہوگا۔ صور پھونکا جائے گا، زلزلہ ہوگا۔ پھر سب ختم کردیئے جائیں گے۔ آسمان خالی، زمین خالی، چٹیل میدان۔ صَعِیْدًا جُرُزًا۔ چٹیل میدان بن جائے گی زمین۔ پہاڑ، درخت، بچے جس طرح چھوٹا سا پیاز کا پودہ اکھیڑ دیتے ہیں اتنی آسانی سے ہمالیہ جیسے پہاڑ اکھیڑ دیئے جائیں گے۔ اس کی بھی جڑیں ہوں گی اکھڑ کر ساری دنیا فنا۔ 'لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ' ۔ اعلان فرمائیں گے خود حق تعالیٰ، پھر خود جواب دیں گے 'لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ'۔

حضرت شیخ قدس سرہ

یہ میرا، یہ میرا، یہ میرا۔ حضرت شیخ قدس سرہ تو ابھی بچے ہیں، دو تین سال کے ہیں اور ابا جان نے تکیہ مانگا۔ 'میں میرا تکیہ لاتا ہوں' تکیہ لائے۔ تکیہ ایک ہاتھ میں لیا اور دوسرے سے تھپڑ پڑا کہ ابھی سے میرا، میرا کرنے لگے؟ حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اس وقت

سے، اس تھپڑ نے مالک بننے کا شوق دل سے ایسا نکالا کہ ہمیشہ کیلئے نکل گیا۔ کیسی توجہ رہی ہوگی؟ احمق لوگ تو سوچتے ہوں گے کہ معصوم بچے کو پیٹا۔ وہ تو ایک تھپڑ بہانہ ہوتا ہے۔ اس سے ہمیشہ کیلئے کتنا کچھ پلا دیا کہ حضرت کے دل سے یہ چیز نکل گئی۔

حضرت فرماتے ہیں کہ نیرانہ یا کیرانہ میں بڑی جائیداد تھی حضرت کے خاندان کی۔ وہاں کے لوگ آئے ایک جماعت بن کر کہ فلاں جگہ آپ کے خاندان کی جائیداد ہے۔ آپ صرف اس پر دستخط کر کے ہمیں دے دیں وہ ساری ہم حاصل کریں گے اور اس کے عوض میں آپ کو یہ یہ دیں گے۔ حضرت سنتے رہے۔ حضرت نے فرمایا کہ جن کے پاس ہے ان کیلئے مبارک ہو۔ وہ جائیداد مجھے نہیں چاہئے۔ مجھے تو حق تعالیٰ شانہ نے جہاں بٹھا رکھا ہے وہ میرے لئے کافی ہے۔

اس کے علاوہ کتنے امتحان آئے حضرت کیلئے لیکن اس تکیہ کی وجہ سے، کہ میرا تکیہ لاؤں؟ اس پر ایک تھپڑ نے دماغ سے سب کچھ نکال دیا تھا مالک بننے کا شوق۔ اور یہاں سارے جھگڑے اسی پر ہوتے ہیں۔ یہاں دوست ساری ساری رات جاگ کر فیکٹریوں میں کام کرتے رہے۔ جائیدادیں بنائیں انڈیا میں، پاکستان میں، بنگلہ دیش میں اور وہاں کسی نے قبضہ لیا۔

حضرت کا مزاج یہ تھا کہ یہ شوق کیوں ہو مالک بننے کا۔ اور حضرت ظرافت میں فرمایا کرتے تھے کہ جب شوق ہو تو اس وقت انسان سوچ لے کہ یہ فیکٹری میری ہے تھوڑی دیر کیلئے۔ پھر دلیل کے طور پر فرمایا کرتے تھے کہ جو سمجھتے ہیں کہ میری ہے ان کی بھی نہیں ہے۔

اس لئے کہ اس وقت جب دنیا میں کمیونزم کا زور تھا، اس وقت اسٹرائیک بہت ہوتی تھیں۔ بے بس ہو کر رہ جاتے تھے مالکان۔ اس کی مثال دے کر حضرت فرماتے کہ جو سمجھتے ہیں کہ میری ہے اور واقعتہ ان کی ہے ہر اعتبار سے لیکن وہ بے بس ہیں۔ نہ ان سے کوئی فائدہ اٹھا سکتے ہیں نہ ان سے انہیں کوئی منفعت مل سکتی ہے اور پھر سچ مچ کسی وقت بھی موت آکر

دبوچ لے، میرا، میرا۔ کوئی چیز ساتھ جاسکتی تھی؟

مالک حقیقی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، پچھلے زمانے کے دستور کے موافق، اس کی شان و شوکت دکھانے کیلئے قبر تک ساتھ لے جاتے تھے۔ پھر وہ مال سارا وارثوں کے پاس واپس آجاتا تھا۔ جب خالی ہاتھ اس دنیا سے جانا ہے، پھر انسان کیوں اس حماقت میں رہے۔ اس لئے دوستو! حقیقی مالک تو حق تعالیٰ شانہ کی ذات ہے، چاہے کوئی شہنشاہ ہو، بادشاہ ہو، امیر ہو، حقیقی ملک حق تعالیٰ شانہ جسے چاہے دے دیں۔ یہ مادی دنیا اور اس کی جائیدادیں بھی اور روحانی مملکت اور اس کی بادشاہت بھی کبھی اِس کو دے دی، کبھی اُس کو دے دی۔ کتنے روحانی دولتوں کے مالک ایسے تھے کہ اس کے مالک بننے کے بعد بھی کھو بیٹھے۔ بلعم باعوراء کا قصہ خود قرآن کریم میں مذکور ہے۔

حق تعالیٰ شانہٗ ہمیں حقیقی مالک سے لو لگانے کی توفیق عطا فرمائے، جو مالک ہے اب بھی، ازل میں بھی تھا، ابد میں بھی، اور ہمیشہ کیلئے وہی مالک۔ وہ اعلان کرے گا '**لمن الملک الیوم**' ؟ آج سلطنت کس کی ہے؟ مالک کون ہے؟ '**للہ الواحد القھار**'۔

یہ منظر ہوگا کہ آسمان خالی ہے، زمین خالی ہے، چٹیل میدان ہے۔ یہ حال چالیس دن تک رہے گا اس لیے کہ پہلے صور اور دوسرے صور پھونکے جانے کے درمیان چالیس دن کا فاصلہ ہوگا۔ پہلا صور جب پھونکا جائے گا، اس وقت '**اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا**'۔

دوسری مرتبہ پھر صور پھونکا جائے گا چالیس دن کے بعد، '**وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا**'، اس وقت مردے نکل کر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اور مردوں کے ساتھ ساتھ جو ان کے اعمال اچھے اور برے قبر میں ساتھ تھے، اچھے اعمال عذاب سے بچانے والے، حفاظت کرنے والے تھے اور برے عمل کی وجہ سے قبر میں بھی عذاب ہوتا رہا، یہ اچھے اور برے عمل وہ بھی ساتھ

ساتھ ہیں۔

قبروں سے ننگے

جب حشر ہوگا، قبر سے نکلے، وہ عمل بھی پیچھے پیچھے چل رہا ہے۔ نیک تھا دنیا میں ایمان پر تھا، نور کی شکل میں وہ عمل ہوں گے۔ اور وہ نور کیسا ہوگا کہ جو 'یَسْتُــــرُہٗ' کہ جو اس کیلئے پردہ کرے گا۔ اس لئے کہ حق جل مجدہ کی طرف سے جب یہ صور پھونکا جائے گا اور قبروں سے سب کے سب اٹھ کھڑے ہوں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب ننگے ہوں گے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! سب ننگے نکلیں گے قبروں سے؟۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ 'جی ہاں سب ننگے ہوں گے'۔ فرمایا کہ ایک دوسرے کے ستر پر نگاہ پڑے گی۔ کتنی حیا! جو عالم کوئی لکھوکھا کروڑوں برس کے بعد آنے والا ہے، وہاں کی عریانی کا ابھی سے امی جان کو فکر۔ کہ یارسول اللہ! ایک دوسرے کو ننگا کیسے دیکھ پائیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ تو ایک عجیب وغریب ہولناک منظر ہوگا کہ ہر انسان اپنی پریشانی میں مبتلا ہوگا کہ میں ننگا ہوں، وہ ننگا ہے اس کو سوچ بھی نہیں سکے گا، اس کی طرف ذہن بھی نہیں جائے گا۔ قیامت کی ہولناکی اس تصور کو آنے نہیں دے گی کہ انسان اپنے بارے میں یہ سوچے کہ میں کیوں ننگا ہوں اور وہ کیوں ننگا ہے۔

دنیا میں جنہوں نے اپنا فکر کیا، اپنے آپ کو سوچتے رہے کہ میرا کیا بنے گا اور کیا ہوگا، ان کیلئے وہ نور ایسا زبردست ہوگا، اس کی چوند اور تیز روشنی ایسی ہوگی کہ اس میں کوئی دوسرا دیکھ نہیں سکے گا انہیں۔ کیسا پردے کا حق تعالیٰ شانہ نے انتظام فرمایا۔ یہ الگ ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ترتیب بیان فرمائی کہ ' اَوَّلُ مَنْ یُکْسیٰ' کہ سب سے پہلے کپڑے کسے پہنائے جائیں گے لیکن جب یہ اول وہلہ میں نکلیں گے، اس وقت سب ننگے ہوں گے۔ جو

اس میں مستثنٰی ہیں اسے بھی بیان فرمایا گیا۔

خواب میں زیارت

پہلے بھی قصہ عرض کیا تھا کہ حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں ایک مرتبہ فضائل درود شریف کی تراویح کے بعد کی تعلیم میں وہ قصے پڑھے گئے جن میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت سے جو حضرات مشرف ہوئے ان کا بیان تھا۔ حق تعالیٰ شانہٗ ہمیں بھی یہ دولت نصیب فرمائے۔ اس لئے کہ بہت بڑی دولت ہے خواب میں دیدار ہوجانا آقا کا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا، **كُنْتُ لَهُ شَفِيْعًا**۔ آخرت میں شفاعت کا وعدہ ہے اس شخص کیلئے۔ اور بعض روایت میں ہے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا، عنقریب وہ مجھے دیکھے گا۔ یعنی میرے پاس آخرت میں بھی پہنچے گا اور دیکھے گا۔ شفاعت پائے گا وہاں۔ حوض کوثر، جام کوثر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے میسر آئے گا۔ یہ قصے پڑھے گئے تعلیم ختم ہوئی۔

بھائی خالد منیار

حضرت شیخ قدس سرہ کے معتکف کا پردہ ڈال دیا گیا سب اپنے اپنے معمولات میں مصروف ہونے جارہے ہیں اتنے میں حضرت پیر صاحب دام مجدہم کی خدمت میں بھائی خالد صاحب منیار نے عرض کیا کہ حضرت اس کی ساری عمر تمنا رہی، دعائیں بھی کرتے رہے۔ ہمارے لئے بھی دعا فرمادیں۔ اتنے میں حضرت نے آواز دی 'طلحہ!'، حضرت پیر صاحب جواب دینے سے پہلے اٹھ کر یہاں سے حضرت شیخ قدس سرہ کی خدمت میں پہنچے۔

اب بیداری کی حالت میں ہیں بھائی خالد صاحب، اپنے لئے فکرمند ہیں کہ آقا کی زیارت نہیں ہوئی۔ کیسے زیارت ہو۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں۔ اب تک تو دارِ جدید میں تھے، سہارنپور میں تھے، اعتکاف والی مسجد میں تھے۔ چاروں طرف ہزاروں کا مجمع، مشائخ علماء،

حفاظ، قراء، مفتیان کرام، شیخ الحدیث، بڑے بڑے مشائخ چاروں طرف ہیں، یہ منظر تھا کہ اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ میدان حشر ہے، سب بھاگ رہے ہیں پریشانی میں۔ یہ بھی بھاگ رہے ہیں۔

اتنے میں عرشِ الٰہی نظر آیا۔ عرشِ الٰہی کے سائے میں مرحومین رشتہ داروں میں سے کسی کو دیکھا، وہ اشارہ فرما کر بھائی خالد کو بتا رہے ہیں کہ اس طرف بھاگو۔ دیکھا اس طرف، ایک روشنی کی چمک اس طرف تھی، جدھر اشارے سے انہوں نے بھاگنے کیلئے بتایا بھائی خالد صاحب کو۔ اس طرف بھاگ رہے ہیں۔ جیسے جیسے قریب پہنچتے گئے، روشنی بڑھتی گئی۔ جب وہاں پہنچے دیکھا سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ کیا فیض تھا حضرت شیخ قدس سرہ کا۔

وہ دن بڑے عجیب تھے۔ عجیب وغریب فیض تھا ساری دنیا میں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں ہم زندگی بسر کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے اتباع کی ہمیں توفیق ہو۔ اس کے ہم شیدائی بنیں۔ اسی میں زندگی ہماری گذرے، اسی میں موت آئے۔

اعمالِ نیک واعمالِ بد

میں عرض کر رہا تھا کہ جب قبروں سے سب نکلیں گے، ننگے ہوں گے اور جو نیک اعمال کا نور ہوگا وہ ساتھ ساتھ ہوگا اور وہ نور تمام عذاب سے اور وہاں کی ہولناکیوں سے بچا کر حق تعالیٰ شانہ کی بارگاہ تک پہنچائے گا۔ اور جو بدعمل ہوں گے، بے ایمان ہوں گے، وہ چلنا نہیں چاہیں گے مصائب کی طرف، ہولناکیوں کی طرف، عذاب کی طرف۔ آگ ان کو ہانکے گی اور جھڑکتے ہوئے ہانکے گی۔ اور وہ بھاگ رہے ہوں گے کہ آگ بول رہی ہے، جھڑک رہی ہے، ڈانٹ رہی ہے اس کی آواز سن رہے ہیں۔ وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا کہ زمین اپنے

بوجھ نکال دے گی۔ زمین نے جو اپنے اندر چھپا رکھا ہے، اب زمین برداشت نہیں کر پائی۔
قارون کو دھنستا چلا گیا۔ کتنے قصے ہیں دھنسنے والوں۔ ابھی کچھ عرصہ پہلے اس کے قصے بھی ایک جگہ بیان کئے تھے کہ کس طرح زمین میں انہیں دھنسا دیا گیا اور قیامت سے پہلے جو علامات قیامت بیان کی گئیں ان میں سے ایک بڑی نشانی کہ حق تعالیٰ شانہ کا غضب زوروں پر ہوگا۔ ان بدعملوں کو حق تعالیٰ شانہ زمین میں دھنسا دیں گے۔ خسف اور مسخ، کہ ابھی تک انسان تھے اب بد سے بدتر حیوان کی شکلیں ان کو دے دی جائیں گی، صورتیں مسخ کر دی جائیں گی۔ **اللھم احفظنا منه**۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے حفاظت میں رکھے اور وہاں کی ہولناکیوں کو ہر وقت سوچنے کی اور اس سے ڈرنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

مطیع و عاصی

میں نے عرض کیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہوا تیز چلتی، پریشان ہوجاتے کہ کہیں قیامت تو نہیں آرہی ہے۔ اور اس سے کیوں ڈرتے تھے کہ

اَیُّ یَوۡمٍ یَکُوۡنُ یَوۡمَ النُّشُوۡرِ   یَوۡمٌ فِیۡهِ یَفُوۡزُ اَهۡلُ الۡقُبُوۡرِ
یَوۡمٌ فِیۡهِ الۡجَزَاءُ جَنَّةُ عَدۡنٍ لِمُطِیۡعٍ   وَمَنۡ عَصیٰ فِيۡ سَعِیۡرٍ
خَابَ مَنۡ قَدۡ عَصیٰ وَفَازَ مُطِیۡعٌ   رَاقَبَ اللّٰهَ فِیۡ جَمِیۡعِ الۡاُمُوۡرِ

کہ وہ دن قبروں سے اٹھنے کا دن اور حشر کا دن ایسا زبردست ہوگا کہ اس میں دو طبقے ہوں گے۔ مطیع اور عاصی، فرمانبردار اور نافرمان، مومن اور کافر۔ ایک کیلئے جنت عدن کا اور نور کا فیصلہ ہوگا۔ **وَمَنۡ عَصیٰ فِيۡ سَعِیۡرٍ**، اور جو عاصی اور نافرمان ہوں گے ان کیلئے آگ ہی آگ ہوگی۔ قبر سے اٹھنے کے ساتھ ہی وہ پیچھا شروع کر دے گی۔ حق تعالیٰ شانہ ہماری بد عملیوں کو معاف فرمادے۔ اس کو یاد رکھ کر رونے کی دھونے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ

حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ کا قصہ بارہا سنایا۔ کہ ذکر آیا کہ کچھ لوگ اپنے پیر و مرشد کی مجلس میں بیٹھ کر ذکر اللہ کرتے ہیں، تسبیح کرتے ہیں، کوئی تلاوت کرتے ہیں، کوئی مراقبہ کرتے ہیں۔ کوئی تصور کرتے ہیں کہ میرے شیخ کے دل سے نور کی شکل میں فیض میرے دل میں آرہا ہے۔ تمام چیزیں سن کر حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ میں تو حضرت شیخ قدس سرہ کی مجلس میں ہوتا ہوں، میرے گناہوں کا پہاڑ میرے سامنے ہوتا ہے کہ یہ پہاڑ میرے سر پر اب گرا، تب گرا اور میں اس سے ڈرتا رہتا ہوں۔

واقعی ہم دیکھتے کہ آنسوؤں کی لڑی جاری ہے اور ایک انگلی سے آنسوؤں کو ناک کے پاس سے ہٹا رہے ہیں۔ یہ جو ہم نے بوجھ، اور گناہوں کے انبار اور پہاڑ اپنے لئے تیار کئے ہیں اسے معاف کرانے کی اور اس کیلئے رونے دھونے اور توبہ کی حق تعالیٰ شانہ ہمیں توفیق دے۔

قَـدْ سَـوَّدَتْ وَجْهِي الْـمَعَـاصِيْ وَأَثْـقَـلَـتْ ظَهْـرِي الـذُّنُـوْبُ
أَوْرَثَـنِـيْ ذِكْـرُهَـا سِقَـامًـا وَلَيْـسَ لِـيْ فِـى الْـوَرىٰ طَبِيْـبُ

کہ گناہوں نے میری صورت شکل بدل دی۔ میرا چہرہ سیاہ کر دیا۔ جو نور اور ظلمت کو پہچانتے ہیں وہ صرف شکل دیکھ کر معلوم کر لیتے ہیں۔ نحوست برستی ہوئی انہیں نظر آتی ہے۔ اسی لئے شاعر کہتا ہے کہ 'قَدْ سَوَّدَتْ وَجْهِي الْـمَعَاصِيْ وَأَثْقَلَتْ ظَهْرِي الذُّنُوْبُ'، کہ میرے معاصی نے میرے چہرے کو سیاہ کر دیا اور گناہوں نے میری پیٹھ کو بوجھل کر دیا۔

گناہوں کا بوجھ

اوہو! يَحْـمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ۔ قرآن کریم نے اس کو بھی بیان کیا۔ اب یہ جو نیک عمل جس نے کئے اس کے وہ نیک عمل تو نور کی شکل میں ہوں گے اور اس کی حفاظت بھی کریں گے اور محفوظ حق تعالیٰ شانہ کی بارگاہ تک اس کو پہنچائیں گے۔ اور جو بد عمل گناہوں کے انبار

جنھوں نے اکٹھے کئے، معافی اور توبہ کے ذریعہ اسے دھویا نہیں، یہ معافی غرغرہ سے پہلے اور موت سے پہلے دنیا میں ممکن ہے اور اس کے بعد وہ انبار قبر میں ساتھ چلیں گے اور حشر میں پھر ساتھ ہوں گے۔

خود نہیں چلیں گے وہ گناہوں کے انبار، بلکہ ان کے گٹھڑ ہوں گے، فرشتے ماریں گے کہ اس کو اٹھاؤ۔ وہ آگ مارے گی کہ اس کو اٹھا! اور وہ اس کو اٹھا کر چلے گا۔ اسی لئے جو گناہ اپنے ہیں وہ بھی اس میں ہوں گے اور دوسروں کے گناہ بھی اس میں ہوں گے۔ اور کچھ گناہوں میں تو انسان وقتی لذت پاتا ہے، شراب پینے والا، زنا کرنے والا، چوری کر کے کھانے پینے والا، خیانت کر کے کھانے پینے والا، وقف کی جائیدادوں، مالوں کو ہڑپ کرنے والا، کھا پی رہا ہے اور اس کو سمجھتا ہے۔ لیکن کچھ گناہ ایسے ہیں کہ بے لذت ہیں۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ کتنا اچھا نام دیا گیا غیبت کو گناہِ بے لذت۔ جو ہر وقت غیبت میں مبتلا رہتے ہیں، سوائے اپنا حلق سکھانے کے کیا منفعت اسے میسر آئی، کیا فائدہ ملا۔ اور وہاں گناہوں کا وہ انبار ہوگا، کہ اپنے گناہ بھی اور جس کی غیبت کی گئی اور جتنی دیر کی گئی، اس کے گناہ بھی اس کے گناہوں کے ساتھ شامل کئے جائیں گے۔ اور جب قبر سے اٹھ کر چلے گا، وہ آگ اس کو مار رہی ہوگی کہ اس کو اٹھاؤ اور اٹھا کر چلو، اس کو شاعر نے بیان کیا

قَدْ سَوَّدَتْ وَجْهِي الْمَعَاصِيْ   وَأَثْقَلَتْ ظَهْرِي الذُّنُوْبُ

أَوْرَثَنِيْ ذِكْرُهَا سِقَامًا   وَلَيْسَ لِيْ فِى الْوَرىٰ طَبِيْبُ

کسی شاعر نے یہ بھی کہا

كَيْفَ احْتِيَالِىْ اِذَا جَاءَ الْحِسَابُ غَدًا   وَقَدْ حُشِرْتُ بِاَثْقَالِىْ وَاَوْزَارِىْ

کہ میرے پاس کیا تدبیر ہوگی کل جب مجھے ان گناہوں کا حساب دینا پڑے گا۔ میرا جب حشر ہوگا، یہ سارے بوجھ اور میرے گناہوں کا بوجھ مجھے خود اٹھا کر چلنا پڑے گا۔ اور میرے سیاہ نامہ اعمال مجھے دیکھنے پڑیں گے۔ پرانے اور نئے گناہوں کی نحوست سے وہ سیاہ ہو چکی

میری عمل کی کتاب اور میرے نامہ اعمال۔حق تعالیٰ شانہ گناہوں سے ہمیں بچائے۔آئندہ کیلئے ہمیں بچائے اور جو ہو چکے ہیں ان پر رونے کی ، ندامت کی ، اسے دھونے کی حق تعالیٰ شانہ ہمیں توفیق دے۔

دوستو! یہ جو حق تعالیٰ شانہ نے رمضان المبارک کا مہینہ رکھا ہے وہ رحمت ہی رحمت ہے کہ دھولو۔عہد کرلو، جن گناہوں کی عادت پڑی ہوئی ہے، مالک سے مانگو کہ وہ عادت چھوٹے اور جو اب تک ہوتا رہا، اس کو رو دھو کر حق تعالیٰ شانہ سے معافی کا پروانہ لے کر یہاں سے جاؤ۔ ورنہ احادیث کہتی ہیں کہ وہ انبار بڑھ رہے ہیں، بن رہے ہیں، جسے اٹھا کر حشر میں چلنا ہوگا۔

حق تعالیٰ شانہ ان مبارک ایام میں ہمیں بخش دے۔ یہ رمضان المبارک ہماری بخشش کا ذریعہ بنے۔ ہم سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا کے مستحق نہ بنیں کہ جس میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ پاپی، وہ گنہگار، وہ عاصی کہ رمضان المبارک کا مہینہ آیا اور گذر گیا اور اس نے اپنی مغفرت حق تعالیٰ شانہ سے نہیں کرائی۔حق تعالیٰ شانہ ہماری دعاؤں کو قبول فرمائے اور ہمیں معافی دے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۵؍رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

بسم الله الرحمن الرحیم

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا

کائنات کا سارا نقشہ ایک آواز کے ساتھ، صور کے پھونکے جانے کے ساتھ ختم کر دیا جائے گا۔ آسمان خالی کر دیا جائے گا۔ زمین خالی کر دی جائے گی۔ اور اس کے چالیس دن کے بعد دوسرا صور پھونکا جائے گا کہ جس میں تمام کائنات پھر کھڑی ہو جائے گی۔ جن و انس جو مکلّف ہیں وہ بھی زمین سے نکل کر کھڑے ہو جائیں گے 'وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا'۔ اور جنات و انسانوں کے ساتھ وحشی جانور اٹھ کھڑے ہوں گے۔ جتنے پالتو جانور، چوپائے ہیں وہ بھی اٹھ کھڑے ہوں گے۔ جتنے کیڑے مکوڑے، پرندے ہیں، یہاں تک کہ فرمایا 'حَتّٰـی الذُّبَـابِ'، مکھیاں، ٹڈیاں ہر چیز، ایک ہی جگہ پر ساری مخلوق موجود ہے۔ کتنی بھیڑ ہوگی۔

تبدیلی ارض

قرآن کریم کہتا ہے 'یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ' کہ یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی۔ اس میں ایک قول یہ ہے کہ زمین کا یہ نقشہ بدل جائے گا زمین یہی رہے

گی۔ اوراس کو بدل دیا جانا یہ ہے کہ مکانات ختم، درخت پودے، نباتات کسی چیز کا وجود نہیں۔ نہ پانی ہے، نہ سمندر ہیں، نہ درخت ہیں، نہ نہریں ہیں، نہ پہاڑ ہیں، نہ جھیلیں ہیں، کوئی چیز نہیں، سب ختم۔ نہ سورج ہے نہ چاند ہے اس کو بھی، جس طرح آپ دیا بجھا دیتے ہیں پھونک مار کر کے، اسی طرح نہ ستاروں کی چمک ہے وہ بھی بجھے پڑے ہیں۔

ایک قول تو یہ ہے کہ یہ زمین یہی رہے گی۔ لیکن سوچئے آپ کہ ایسا ہولناک منظر ہوگا کہ اسی زمین پر جتنے انسان پیدا ہوئے، جتنے جن پیدا ہوئے جتنی دوسری ساری مخلوق اور حیوانات پیدا ہوئے، وہ سب کے سب اکٹھے ہوں گے۔ کیا منظر ہوگا، کتنا ہولناک منظر ہوگا، کتنی بھیڑ ہوگی۔

دوسرا قول یہ ہے کہ زمین سچ مچ بدل دی جائے گی۔ اور وہ جو زمین بدلی ہوئی زمین بنائی جائے گی وہ چاندی کی ہوگی لیکن بالکل ہموار چٹیل میدان کی طرح۔ نہ اس میں پہاڑ ہے نہ کوئی عمارت ہے، نہ سمندر ہے، نہ نہر ہے نہ درخت ہے۔ اوراس کی خوبی ایک یہ بیان کی گئی کہ اِس زمین میں اور اُس زمین میں فرق یہ ہے، کہ اس زمین کو کفر اور شرک اور حق تعالیٰ شانہ کی حکم عدولی، نافرمانی اور گناہوں کے ذریعہ ناپاک کیا گیا ہے۔ اور وہ زمین بالکل صاف ستھری پاک ہے۔ '**مَاسُفِکَ عَلَيُهَا دَمٌ وَلاَ عُصِیَ اللّٰهُ عَلَيُهَا**'۔

اُس زمین میں اور اِس زمین میں فرق وسعت کے اعتبار سے بھی ہوگا، لمبائی چوڑائی کے اعتبار سے بھی ہوگا۔ کتنا فرق ہوگا؟ بیان کیا گیا ہے کہ یہ زمین اس زمین کے مقابلہ میں اتنی چھوٹی ہے، کہ جس طرح ایک کالے بیل میں ایک سفید بال ہو، اتنی بڑی وہ زمین ہوگی۔ کہ یہ زمین اس زمین کے مقابلہ میں صرف اتنی حیثیت رکھتی ہے جتنا ایک بال ہو۔

حشر کے مناظر

یہ جو دوسرا صور پھونکا جارہا ہے وہ continue چالو رہے گا۔ اور کب تک چالو رہے گا

جب تک کہ سب جمع ہو جائیں، تمام مخلوقات جمع ہو جائیں۔ کیوں؟ یہ سب گواہ ہیں۔ یہ ساری چیزیں گواہ ہیں۔ یہ مکھی، مچھر، ٹڈیاں، جو کچھ اڑتا ہوا نظر آ رہا ہے وہ بھی ہمیں دیکھ رہا ہے۔ وہ بھی کل قیامت میں گواہ کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ ہمارے اعضاء تو گواہ ہیں ہی، زمین گواہ ہے، زمین کے ٹکڑے گواہ ہیں، یہ در و دیوار یہ سب گواہ ہیں۔ یہ جو سب اکٹھے ہوں گے، بھیڑ ہے۔ نہ ادھر بھاگ سکتے ہیں نہ ادھر۔

پہلے شروع میں حشر جب شروع ہوگا، مختلف مناظر ہوں گے، مختلف اوقات ہوں گے۔ پہلے تو ٹڈیوں کی طرح، مکھیوں کی طرح یہاں سے وہاں بھاگ رہے ہیں، یہاں سے وہاں دوڑ رہے ہیں، ہر ایک کا یہ حال ہوگا۔ **اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ** ۔ لیکن جب سب اکٹھے ہو جائیں گے اور صور کی آواز بند ہو جائے گی، یہ سب ٹھہر جائیں گے اپنی جگہ۔ اس لئے اس کو موقف کہا گیا، وقوف کی جگہ۔ جنہوں نے وقوف کیا ہوگا، عرفات میں اور وہ قبول ہوا، وہاں وہ امن سے ہوں گے۔ **اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ**۔

وہ وقوف ایسا ہوگا کہ میرے دائیں کون، بائیں کون، سامنے کون، اس کا خیال تک نہیں آئے گا۔ بھیڑ میں تو اتنے زیادہ جانور اور تمام چیزیں وہاں موجود ہیں وہاں کیا تناسب ہے کہ آپ کو کوئی مل پائے جن کو آپ نے دنیا میں دیکھا ہے، رشتہ دار اور اہل خانہ اور فیملی کا تو سوال نہیں۔ اس لئے ہر ایک کی نگاہ کہاں ہوگی؟ **یَنْظُرُ اِلَی السَّمَاءِ**۔ کہ اب کیا ہوگا؟ اب کیا ہوگا کے جواب کیلئے سب کی گردنیں آسمان کی طرف اٹھی ہوں گی۔

اسی لئے انسان جب چاروں طرف سے بہت پریشان ہو جاتا ہے، کافر ہو، مومن ہو، ملائے اعلیٰ کی چیزوں پر اس کا عقیدہ ہو یا نہ ہو، جب مایوس ہو جائے انسان، گردن اوپر کی طرف اٹھا لیتا ہے۔ میرا کون؟ وہ منظر وہاں ہوگا کہ ہر ایک کی، فرشتوں کی، انسانوں کی، جنات کی سب کی نگاہ آسمان کی طرف ہوگی کہ اب کیا ہونے والا ہے اس کے بعد۔ ہر ایک اپنی ہولناکی، پریشانی، مصیبت اور سوچ میں مبتلا ہوگا۔ بس ایک ہی فکر سوار ہوگا۔ کس چیز کا؟

اوہو! تمام میموری بحال ہوجائے گی کہ میں نے فلاں وقت میں یہ حرکت کی تھی ، فلاں وقت میں یہ گناہ کیا تھا۔اس وقت وہ اسی کوسوچ رہاہے کہ میں نے جوحق تعالیٰ شانہ کی جواب میں ،اوامر الٰہی کے بجالانے میں یہ کوتاہیاں کیوں کیں کہ اب میرے متعلق وہاں سے کیا فیصلہ ہوگا۔کیا میں اشقیاء میں ہوں گا، سعداء میں ہوں گا ، نیک بختوں میں میرا شمار ہوگا یا بدبختوں میں میرا شمار ہوگا؟

سورج گرہن

دوستو! یہ قریب میں جوسورج گرہن ہوا تھا اور نماز ہوئی، ہمارے یہاں ایک بچہ بے ہوش ہوکر گرگیا، دوسرا بے ہوش ہوکر گرگیا۔کوئی دوتین طلبہ نماز میں کھڑے ہیں اور بے ہوش ہوکر گرگئے۔ جب اگلے دن میں پہنچا، میں نے دورہ والوں سے عرض کیا کہ یہ تجلیات الٰہی کا اثر تھا ان پر۔اس لئے کہ ہمارے یہاں نہ اس سے پہلے کوئی بیان ہوا، نہ ایک ہفتہ پہلے، نہ اس دن کوئی بیان ہوا۔ نہ تفاصیل بیان کی گئیں۔سیدھا سادہ کسوف کی نماز پڑھنی ہے، کھڑے ہوگئے۔اور وقوف،سری نماز میں لمبا رہا تھا۔

چونکہ وہ تمام آیات اور احادیث جن میں وہ دن بیان کیا گیا ہے کہ وہ دن حشر کا اور موقف کا اور خدا تعالیٰ کے سامنے پیشی اور تیاری کا وہ بہت لمبا ہوگا ،بہت طویل ہوگا ، اور اس میں کھڑا ہی رہنا ہے۔اس لئے دن کی ساری نمازیں ہماری سری رکھی گئیں۔تاکہ اس کی مشق ہو کہ وہاں خدا کے بلاوے پر جو کھڑا ہونا ہے اس پر تمہارا یقین بنتا چلاجائے ۔ روز اس کو دہرائیں کہ میں ظہر کی نماز میں کھڑا ہوں، عصر کی نماز میں کھڑا ہوں، چپ چاپ کھڑا ہوں۔

اس لئے حنفیہ کے یہاں قرأت بھی نہیں بلکہ چپ رہنا ہے بالکل **’لَایَتَکَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ‘** ۔جس مالک نے امام کو بولنے کی اجازت دی وہی بولے باقی سب چپ۔ اب سب چپ کھڑے ہوئے ہیں ۔کتنی دیر تک کھڑے ہونا ہے؟ روایت میں بیان کیا گیا

ہے کہ دنیا کے برسوں میں سے تین سو برس تک اسی طرح وقوف رہے گا۔سیدھے کھڑے رہنا ہے، اس وقوف کی حالت میں سب کے سب اوپر ہی دیکھ رہے ہوں گے کہ اب کب نجات ملے گی، کب حساب شروع ہوتا ہے اور ہمارا کیا بنے گا۔

کم ہنسنا

لَیْسَ فِی الدُّنْیَا لِمَنْ اٰمَنَ بِالْبَعْثِ سُرُوْرُ　　اِنَّمَا یَفْرَحُ بِالدُّنْیَا جَھُوْلُ اَوْ کَفُوْرُ

اِنَّمَا الدُّنْیَا مَتَاعٌ کُلُّ مَافِیْھَا غُرُوْرُ　　فَتَذَکَّرْ ھَوْلَ یَوْمٍ السَّمَاءُ فِیْہَ تَمُوْرُ

جس کا ایمان ہے کہ مجھے مرنا ہے، قبر میں یہ ہوگا۔ پھر اس کے بعد اٹھنا ہے اور حشر میں یہ ہوگا اور وہاں وقوف ہوگا، اتنا لمبا ہوگا، ان تمام چیزوں پر جو ایمان رکھتا ہے اسے دنیا میں کبھی ہنسی نہیں آئے گی۔

لَیْسَ فِی الدُّنْیَا لِمَنْ اٰمَنَ بِالْبَعْثِ سُرُوْرُ

اسی لئے تھوڑی سی اجازت دی گئی کہ کم ہنسو وَلِیَبْکُوْا کَثِیْرًا۔زیادہ روؤ۔اور دنیا میں ہنستا کون ہے؟ اسی لئے بچپن میں ہم ہنستے تھے بچوں کو بڑے بوڑھے روکتے تھے کہ اتنا مت ہنسو، زیادہ رونا پڑے گا۔

اِنَّمَا یَفْرَحُ بِالدُّنْیَا جَھُوْلُ اَوْ کَفُوْرُ

دنیا میں خوشی کون مناتا ہے کہ جو اس سے جاہل ہے کہ آخرت میں کیا ہونے والا ہے۔ اس سے اپنے آپ کو جاہل یا متجاہل رکھا ہے اس نے یا جو اس پر ایمان نہیں رکھتا۔ جو ایمان رکھتا ہے وہ تو ہر وقت خائف اور ترساں رہتا ہے۔

اِنَّمَا الدُّنْیَا مَتَاعٌ کُلُّ مَافِیْھَا غُرُوْرُ

دنیا میں جتنی چیزیں ہیں یہ سب دھوکہ ہی دھوکہ ہیں۔ وقتی طور ایک گھونٹ پانی کا لے لیا۔ دو چار کھجور کے لقمے منہ میں ڈال لئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری عمر یہی غذا، یہی انداز ان کے کھانے پینے کا رہا۔ وہ سمجھتے تھے کہ یہ سب تو

دھوکہ ہے، مکان، دکان، سامان، کھانا، پینا ان کی لذتیں۔

فَتَذَكَّرُ هَوُلَ يَوُمٍ السَّمَاءُ فِيُهَ تَمُوُرُ

فرمایا کہ اس دن کی ہولنا کی کو یاد کرو۔جس دن آسمان تیز تیز حرکت کر کے گھومے گا۔ اور گھومتے گھومتے کیا ہوجائے گا؟ آپ کوئی چیز تیل میں، آئل میں پکاتے ہیں، نیچے جو کالا کالا اس کا تلچھٹ رہ جاتا ہے 'کَالُمُهل' ،اس طرح اس کی شکل ہوجائے گی آسمان کی۔

وعدۂ مغفرت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جبریل نے اھوال قیامت بیان فرمائے۔ میں رونے لگا اور روتے ہوئے پھر مجھے وعدے حق تعالیٰ شانہ کے یاد آئے کہ ہم نے آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف فرمادیئے۔ میں نے پوچھا جبریل سے کہ کیا اللہ نے میری مغفرت نہیں کردی اگلے پچھلے گناہوں کی؟ جبریل امین عرض کرتے ہیں 'یا محمد! وہاں کی ہولناکی، پریشانی اور مصیبتیں اتنی زبردست ہوں گی کہ جس سے مغفرت کا وعدہ بھی دماغ سے اوجھل ہوجائے گا'۔ یادنہیں رہے گا کہ مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے۔**فَبَكىٰ رَسُوُلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيُهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى بَلَّ دُمُوُعُهُ لِحُيَتَهُ**۔کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی۔

جب اللہ کے پیغمبر، محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم ان احوال قیامت کوسن کر، اور اس کی یاد تازہ فرما کر اتنے روتے ہیں، ہمیں کیا کرنا چاہیۓ؟ اللہ تبارک وتعالیٰ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس رونے کی سنت کوادا کرنے کی بھی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔اللہ تعالیٰ ہمیں رونے والوں میں بنادے۔

حضرت شیخ قدس سرہ کا رونا

حضرت شیخ قدس سرہ کو لے کر ہم پہنچتے۔ جیسے ہی مسجد نبوی میں، اپنی نماز کی جگہ، جالی

مبارک کے متصل اقدام عالیہ میں حضرت کو بٹھایا، جسم شیک کررہا ہے، ہل رہا ہے۔ رو رہے ہیں، رو رہے ہیں۔ اگر آپ اپنے کام سے فارغ ہوکر تھوڑی دیر میں، آدھ گھنٹہ میں پہنچیں گے تو بھی اسی طرح رو رہے ہیں۔ دونوں جیب میں کپڑے کے ٹکڑے بڑے بڑے رکھے ہوئے ہوتے تھے آنسوؤں کو پونچھنے کیلئے۔

میں دورہ کے سال میں تھا اور حضرت کا سفر ہوا حج کیلئے۔ حج کے فوراً بعد حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ واپس تشریف لائے ۔حضرت نے ان کے ہاتھوں ایک عظیم الشان ہدیہ ارسال فرمایا۔ اوراس میں ایک گرامی نامہ تھا کہ یہ میرے احرام کی لنگی تمہاری نذر ہے۔ مگراس کا اہتمام رہے کہ یہ کبھی ناپاک نہ ہو۔

جب حضرت شیخ قدس سرہ حج سے واپس سہارنپور تشریف لائے، حضرت کو کار سے اتارکر وضو استنجا سے جب حضرت فارغ ہوئے، فوراً سیدھے بغیر کسی اور مشغولی کے سیدھے دفتر کی مسجد میں تشریف لے گئے۔ ہزاروں کا مجمع چاروں طرف ہے۔ اور حضرت وہاں نماز میں روتے رہے، روتے رہے۔ آدھ پون گھنٹہ کے بعد جب فارغ ہوئے، فرمایا اٹھاؤ بھائی۔

جب حضرت کو میں اٹھانے لگا، حضرت کا آنسو پونچھنے کیلئے جو کپڑا میں نے عرض کیا کہ جیب میں ہمیشہ رہتا تھا، وہ حضرت کے برابر میں تھا۔ میں نے حضرت کو اٹھایا دو ہاتھوں سے، ایک طرف سے میں نے اٹھایا، دوسری طرف سے کسی اور ساتھی نے اٹھایا۔ اب کپڑا جو میں نے پکڑ رکھا ہے آنسوؤں والا، اس کو حضرت ناک والا کپڑا فرماتے تھے، وہ میں نے پھر، چند قدم چلنے کے بعد آہستہ سے جب جیب میں ڈالا۔ حضرت نے فرمایا، ارے عرفات کے سارے آنسو اسی میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ ہمیں آنسو بہانے کی جو سنت ہے اس پر عمل کی توفیق دے۔

حضرت مولانا فقیر محمد صاحب نور اللہ مرقدہ

حضرت مولانا فقیر محمد صاحب نور اللہ مرقدہ کی آخری زیارت تو وہاں کراچی میں ان کی قیام گاہ پر ہوئی۔ کنٹینز، یا کسی کا بزنس تھا اور وہاں کوئی بنگلہ تھا، اس میں حضرت مقیم تھے۔ ہمارے یوسف بھائی وراچھیا کے ساتھ میں حاضر ہوا۔ بڑے عجیب وغریب کلمات حضرت نے اس وقت ارشاد فرمائے۔ حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نشست کا انداز بھی وہی جو میں بار بار عرض کرتا ہوں۔

دوستو! یہ سنت بیٹھک بچوں کو سکھایئے کہ اکڑوں باندھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے۔ اکڑوں تشریف رکھتے تھے اور کبھی دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں کے ساتھ ملا لیتے، حبوہ جسے کہا جاتا ہے عربی میں۔ حبوہ باندھنے کیلئے کبھی پٹہ، دو کھڑے زانوؤں پر ڈال دیتے تھے اور کبھی دونوں دست مبارکہ کو پٹہ بنا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے۔ یہ جو بیٹھک ہے یہ سنت ہے۔ ہمارے بچوں کا یہاں نشو ونما کا جو انداز ہے، اس سے ان کے جسم کی ساخت ایسی ہو جاتی ہے کہ وہ بیٹھ ہی نہیں پاتے۔ آپ گھر جا کر جو ورزش وغیرہ کے عادی نہ ہوں، ان سے کہئے کہ تم ذرا بیٹھ کر دکھاؤ، وہ اکڑوں نہیں بیٹھ سکتے۔

اکڑوں بیٹھ کر حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ کعبہ شریف کی چھت پر ہے آسمان کی طرف۔ وہاں ٹکٹکی بندھی ہوئی ہے اور آنسوؤں کی لڑی مسلسل جاری ہے۔ کبھی کسی خادم نے پوچھا ہوگا کہ حضرت! اتنا روتے ہیں اور ایک ہی طرف ٹکٹکی، آنکھ کھلی ہوئی ہے دیکھ رہے ہیں، دیکھ رہے ہیں۔ ہم تو تھک جاتے ہیں۔ ذرا سا کسی ایک طرف دیکھیں، گردن تھک جائے گی، آنکھیں اتنی دیر کھلی نہیں رہ سکتیں۔ ہر دو چار سیکنڈ کے بعد اپنے آپ بند ہو جائیں گی۔

حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو ایک سو بیس رحمتیں کعبۃ اللہ پر

نازل ہوتی ہیں میں ان کا نظارہ کر رہا ہوتا ہوں۔ ہماری نظروں کو، آنکھوں کو اللہ تعالیٰ پاکیزگی عطا فرمائے۔ گناہوں کی نحوستوں سے ہم نے جو اسے آلودہ کیا ہے، سیاہ کیا ہے، ہماری بینائی کو جو رب نے، حق نے ہمیں عطا فرمائی تھی اسے ہم نے گناہوں کے پردوں کے ذریعہ ڈھانپ دیا ہے اس لئے ہم نہیں دیکھ پاتے کہ وہ رحمتیں برس بھی رہی ہیں کہ نہیں۔ پھر عقیدہ میں تزلزل آتا ہے کہ یہ تو سب ویسی ہی کہانیاں ہیں۔

والد صاحب نور اللہ مرقدہ

ہم نے اپنے والد صاحب نور اللہ مرقدہ کو برسہا برس تک دیکھا۔ ابھی بھی دیکھنے والے گاؤں میں موجود ہیں۔ کینیڈا میں موجود ہیں، ساؤتھ افریقہ میں ہیں۔ ہمارے والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے ہاتھ سے آنکھ کھینچ کر اس تشتری میں رکھ دی تھی۔ اس قصہ کے شاہد موجود ہیں بولٹن میں ہمارے ماسٹر صاحب ہے جو اس زمانہ میں اسکول کے ٹیچر ہوا کرتے تھے۔ یہ سب گواہی دیں گے کہ ہم نے انہیں دیکھا، ہمیشہ آپ دیکھیں گے کہ سامنے دیوار کی طرف آنکھیں پوری کھول کر دیکھ رہے ہیں۔ آپ سامنے ہیں، بلا رہے ہیں، ابا! ابا! ابا! مگر نہ گردن ادھر ہو رہی ہے نہ انہیں پتہ چل رہا ہے۔ نہ آنکھ جھپکتے ہیں۔ کھلی ہوئی ہے آنکھ۔

اللہ تعالیٰ ہمارے قلوب کے پردوں کو دھو دے جو ہم نے گناہوں کے پردے اس پر لٹکا دیئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رونے دھونے کی توفیق عطا فرمائے جس سے ہماری آنکھوں کی سیاہی دھل جائے۔ ہماری بینائی ختم ہو چکی ہے، آنکھیں پھوٹ چکی ہیں۔ ہماری بینائی واپس عطا فرمائے اور اب تک ہم نے بدنظری کے ذریعہ جھوٹی شہوتیں دیکھتے رہیں اور اس سے مزہ آ رہا ہے۔ ان جھوٹے مزوں کے ذریعہ حق تعالیٰ کو، مالک کو جو ناراض کیا، حق تعالیٰ شانہ اس کے عذاب اور اس کی خفگی سے ہمیں حفاظت میں رکھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب جبریل امین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ سے بے

شک وعدہ کیا گیا ہے کہ 'اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُبِیْنًا، لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ' کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے تو وعدہ کیا ہے کہ آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف ہیں۔ لیکن وہ منظر ایسا ہوگا کہ اس وقت آپ کو یاد نہیں رہے گا کہ مجھ سے یہ وعدہ ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور رونے لگے 'حَتّٰی بَلَّ دُمُوْعُہُ لِحْیَتَہُ' ۔ آپ کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ اس رونے کی سنت کو زندہ کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ ہمارے گناہوں کو معاف فرمائے۔ قلب کے گناہوں کو معاف فرمائے، سوچ کے، تصور کے، دل اور دماغ کے گناہ ہمارے معاف فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۶ / رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رونے کی سنت زندہ کرنے کی حق تعالیٰ شانہ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ یہ سب سنتیں ہم نے بھلا رکھی ہیں۔ اور طرح طرح کے حیلے، بہانے تراش کر ہم کوشش کرتے ہیں کہ بھلا دیں۔

اب علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علہ بخاری شریف کی شرح تصنیف فرما رہے ہیں، اپنی اس تصنیف بخاری شریف کی شرح کے مسودہ کو لے کر جامع ازہر کی شب جمعہ کی درود شریف کی مجلس میں علامہ شونی رحمۃ اللہ علہ کے یہاں پہنچتے تھے۔ ان کے حالات میں لکھا ہے کہ اس مسودہ کو لے جا کر مجلس کے بیچ میں رکھ دیتے تھے کہ اوہ! اللہ والوں کی مجلس ہے۔ شب جمعہ میں ساری رات یہاں درود شریف پڑھا جاتا ہے۔

نماز باجماعت

حق تعالیٰ شانہ نے نماز باجماعت کا حکم فرمایا۔ یہ بہت بڑی رحمت ہے کہ اگر اپنے اپنے طور پر پڑھنی ہوتی، میرے بندے دنیا کے جھمیلوں میں الجھ کر بھول جائیں گے۔ اس کے اوقات متعین فرما دیئے۔ اس کیلئے اذان متعین فرمائی، جگہ متعین فرمائی، اس کے فضائل بیان

فرمائے۔ اس کے مستقل احکام بیان کیئے گئے کہ مسجد جتنے حصے کی نیت کی گئی جس کو مسجد کو بنایا گیا اس کے یہ احکام ہیں۔ اور یہ ساری تفاصیل کس کی خاطر تا کہ ہم پانچ وقت کی نماز ادا کرسکیں۔ کیا ضرورت تھی کہ وقت بھی متعین ہو، جگہ بھی متعین ہو، اذان بھی دی جائے اور اس کیلئے اتنے سارے احکام بھی دیئے جائیں؟ اس کی مصلحت یہ تھی کہ تا کہ میرے بندے غفلت میں پڑ کر اس کو بھول نہ جائیں۔ بار بار یاد دہانی ہوتی رہے۔

اسی کے خاطر علماء نے اجازت دی کہ ایک جگہ اکیلے اکیلے گھروں میں جا کر ٹیوشن کوئی پڑھاتا رہے، اس کی بھی تو صورت تھی، مدارس کی کیا ضرورت؟ درس گاہوں میں اکٹھا کرنے کی کیا ضرورت؟ دار ارقم کا مدرسہ، صفہ کا مدرسہ، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جاری فرما کر ایک سنت بتادی کہ اکیلے اکیلے یہ کام انجام نہیں دیا جاسکتا۔ مدارس بناؤ۔

حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ

حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حفظ قرآن کی طرف توجہ دلائی، انہوں نے وہاں عراق میں اور شام میں جگہ جگہ اس کے مدارس کھول دیئے۔ جتنے فوج میں کام کرنے والے ہیں ان کے الگ مدارس، بچوں کیلئے الگ مدارس۔ اور حفظ کا اتنا بڑا مدرسہ تھا کہ حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ جب اس مدرسہ میں نگرانی کیلئے چکر لگاتے تھے، چل پھر کر اس کو نہیں دیکھا جاسکتا تھا۔ وہ ہماری طرح بیمار ہر وقت، اوں آں کرنے والے نہیں تھے۔ ماشاء اللہ، حق تعالیٰ شانہ نے انہیں صحت بھی عطا فرمائی تھی۔ عزم اور حوصلہ اور جرأت اور ہر چیز کیلئے ہمت مردانگی عطا فرمائی تھی۔ پھر بھی وہ چل کر نہیں دیکھ سکتے تھے، سواری کے ذریعہ، گدھے پر سوار ہوکر تمام کلاسوں کو ملاحظہ فرمارہے ہیں، دیکھ رہے ہیں۔

وہاں تو یہ بھی کہا جاسکتا تھا کہ جبریل امین آکر سنادیتے تھے۔ اچھا ہے وہ سنت ادا ہوگی

ایک طالب علم ہو اور ایک استاذ۔ نہیں اس کیلئے دار ارقم کا مدرسہ اور صفہ کا ہمیں بتاتا ہے کہ کچھ چیزیں اجتماعی طور پر حاصل کی جاسکتی ہیں، اکیلے کرنا مشکل ہوتا ہے۔

حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں اعتکاف

جب ہمارے حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں رمضان بھر کے اعتکاف کا سلسلہ شروع ہوا، ایک اخبار نکلتا تھا انڈیا میں دیوبند سے 'تجلی' اس کا نام تھا۔ اور وہ اللہ کا بندہ، دیوبند کے ہمارے بزرگوں کے متعلق بھی اور جمعیت کے متعلق بھی، اور کیا اور کیا، ادھر ادھر لکھتا رہتا تھا۔

اس طرح کے لکھنے والوں نے مذاق اڑایا اعتکاف کا اور اس اعتکاف میں کون ہوتے تھے؟ دنیا بھر کے مشائخ۔ بڑے بڑے شیخ الحدیث، بڑے بڑے مصنفین۔ جنہوں نے ساری ساری عمر بخاری شریف پڑھائی ہے۔

شیخ یونس صاحب قدس سرہ کیلئے جگہ ہر سال کیلئے مختص تھی۔ وہیں پر مصلیٰ، وہیں پر بستر ہوتا۔ وہیں کھانا پینا، رہنا سونا ہوتا۔ حضرت مفتی محمود الحسن صاحب ہوتے ان کیلئے جگہ متعین تھی۔ حضرت مولانا معین الدین صاحب یہاں تشریف لاتے تھے ان کی بھی جگہ متعین تھی۔ تمام مشائخ کی جگہیں متعین تھیں۔ آپ کے یہاں بھی علماء ہیں جنہوں نے وہ منظر دیکھا ہے۔

اور وہاں کیا ہوتا تھا؟ ہر وقت، اللہ اللہ، اللہ اللہ۔ اور قرآن شریف کی ہر وقت تلاوت۔ کوئی ایک سے زیادہ ختم کر رہا ہے روزانہ، یومیہ۔ ایک قرآن سے زیادہ پڑھنے والے کوئی پانچ سات نہیں ہوتے تھے، دس بیس نہیں ہوتے تھے، سینکڑوں کی تعداد میں۔ اور الحمد للہ ان میں بڑی تعداد وہ تھے جن کا عمر بھر کا معمول تھا۔

حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ دھامپوری۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ حضرت! آپ یہ روز ایک قرآن شریف پڑھتے ہیں کب سے یہ معمول ہے؟ فرمایا ساٹھ برس سے۔ یہ

تلاوت حق تعالیٰ شانہ ہمارے لئے بھی آسان فرمائے۔ حضرت شیخ قدس سرہ کی اس خانقاہ کے خلاف لکھا گیا کہ وہ سہارنپور میں جو آج کل میلہ لگا ہوا ہے۔ میلہ میں جانتے ہو کیا کیا ہوتا ہے؟ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

شبِ جمعہ

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں سوچا گیا کہ اوہو! یہ روایات کہ جمعہ کا دن اور شب جمعہ کو خاص طور پر مختص کیا گیا محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف کیلئے کہ جمعہ کے دن میں بھی درود شریف پڑھتے رہو اور رات میں بھی پڑھتے رہو۔ ان حضرات نے سوچا کہ لاؤ ہم بیٹھ کر اس رات میں درود شریف پڑھتے ہیں۔ کوئی فیصلہ تو نہیں کیا گیا لیکن کسی نے توجہ دلائی، پہلے علامہ شونی کے ساتھ چند افراد تھے۔ ایک اپنی لوکل مقامی مسجد میں سلسلہ شروع ہوا۔

پھر ازہر والوں نے دیکھا۔ وہاں کے مشائخ، وہاں کے علماء نے دیکھا کہ اوہو! یہ تو بڑا مبارک کام۔ دعوت دی وہاں تو ہمیشہ کیلئے وہاں ہوتا رہا۔ پھر اس کے بعد یہ سلسلہ منتقل ہوا، یمن، حجاز، تیونس، اسپین تک کے علاقوں میں، ہر جگہ یہ سلسلہ پھیل گیا۔ اور ہر جگہ شب جمعہ میں ایک بہار رہی۔ جیسے رمضان المبارک میں ماشاء اللہ اب بہار ہے۔ اخیری عشرہ میں یہ اپنے شباب پر ہوگی، انشاء اللہ ہر جگہ۔

وہ کتنا مبارک زمانہ ہوگا، کتنے مبارک ایام ہوں گے کہ جگہ جگہ، عرب اور عجم کے کتنے ملکوں میں شب جمعہ میں ساری رات درود شریف پڑھا جا رہا ہے۔ مساجد میں اکٹھے ہو کر بھی پڑھ رہے ہیں، گھروں میں بھی پڑھ رہے ہیں اور خاص طور مدینہ طیبہ میں اس کا مرکز 'ریاض الجنۃ' رہا۔ اس کی تصریح آتی ہے اس وقت کے حالات میں۔ یہ سب کیوں کیا گیا؟ اکیلے اکیلے پڑھو۔

ذکر کے حلقے

اسی طرح جب ہمارے مشائخ نے ذکر کی تاکید فرمائی۔ حضرت تھانوی قدس سرہ کے یہاں، حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ کے یہاں، حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں، ذکر کے حلقے جگہ جگہ لگنے لگے، ان اکابر کی تحریض اور ان کی تاکید کی وجہ سے۔ اس کے متعلق شور شروع ہوگیا، جیسا ایک جگہ بیٹھ کر قرآن کریم ختم کرلو، پڑھ لو۔ ارے یہ نعرہ کیوں؟

اسی طرح ان حلقوں کے خلاف تحریرات شروع ہوئیں، تقریرات شروع ہوئیں، جگہ جگہ اس فتنہ کی تردید میں کتابیں لکھی گئیں، رسائل لکھے گئے کہ ذکر کے حلقے تو بڑے بابرکت ہیں ان کے خلاف لب کشائی اپنے لئے ہلاکت کو دعوت دینا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان تمام فتنوں کو ختم فرمائے اور ہمیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر سنت کو زندہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی روزمرہ یومیہ ختم قرآن کی سنت زندہ کرنے کی ہمیں توفیق دے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہمیں رونے والا بنائے، رونے کی دولت ہمیں عطا فرمائے۔

کثرتِ بکاء

حضرت حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ کے پاکستان کے آخری خلیفہ حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس قدر روتے تھے کہ اسی رونے کے صدقے ان کی بینائی وا ہوگئی، ان کی بصیرت کھول دی گئی کہ وہ دیکھ سکیں کہ رحمتیں ایک سو بیس کس طرح کعبہ پر اترتی ہیں۔

یہ جو رونا ہے یہ بڑا بابرکت ہے۔ دوستو! یہ بڑا ضروری ہے۔ جس طرح ہم سوچتے ہیں کہ کھانا ضروی ہے، پینا ضروری ہے، سونا ضروری ہے، آرام ضروری ہے۔ یہ ساری چیزیں نفس کیلئے ضروری ہیں۔ جسم کیلئے ضروری ہیں۔ روح کو کوئی فائدہ نہیں۔ روح کیلئے ایک مصیبت کا

سامان ہیں یہ تمام چیزیں۔ جتنا آپ روئیں گے روح کو فائدہ پہنچے گا۔ روح میں جلا پیدا ہوگا۔ اس کی ظلمتیں دور ہوں گی۔

اسی لئے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ 'اذا خَافَنِيْ عَبْدِيْ فِي الدُّنيَا اٰمَنْتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ' ۔ کہ میرا بندہ دنیا میں مجھ سے ڈرتا رہتا ہے، میں قیامت کے دن اسے امن دوں گا۔ یہ جو تمام ہولنا کیاں بیان کی گئیں، ان ہولنا کیوں میں اور مصیبتوں میں، پریشانیوں میں امن والا کون ہوگا؟ جو دنیا میں خدا سے ڈر کر روتا رہا۔ 'اِذَا خَافَنِيْ عَبْدِيْ فِي الدُّنيَا اٰمَنْتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ. واذا آمَنَنِيْ فِي الدُّنيَا أَخَفْتُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ' ۔ اس نے دنیا میں اپنا اپنا مفوضہ کام پورا نہیں کیا رونے دھونے والا، حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ آؤ حشر کا دن ہے روؤ یہاں۔

جو دنیا میں امن سے آرام سے زندگی گذارنے والا ہوگا، اسے وہاں آخرت میں رونا پڑے گا۔ اسی لئے میں نے عرض کیا تھا کہ ہمارے بڑے بوڑھے بچوں کو روکتے تھے کہ زیادہ مت ہنسو، رونا پڑے گا۔ اسی لئے 'اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ، اِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ' ۔ اور 'اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ' ۔ کتنے زبردست ہلا دینے والے انداز میں 'اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا، دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا ۔ وَحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً۔ كَلَّا اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۔' مختلف انداز میں اس کو بیان کیا گیا اور ڈرایا گیا۔ اور 'اِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ' ۔ کیا الفاظ ہیں قرآن کریم کے جس طرح اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا۔

آسمان کا پھٹنا

آسمان پھٹ جائے گا اور پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے گا اور جتنی مخلوق ہے، انسانوں اور جناتوں اور تمام مخلوقات سے زیادہ وہ آسمانی مخلوق ہے۔ وہ آسمان پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے

ہوکرختم ہو جائے گا۔اب جو آسمان ہمیں نظر آ رہا ہے اس کے تمام فرشتے، وہاں کی ساری مخلوق زمین پر اتر پڑے گی۔ اور زمین والے جو اوپر دیکھ رہے ہیں ان کو اترتا ہوا سوچتے ہیں کہ یہاں ابھی جگہ نہیں ہے۔

اتنی ساری مخلوق تمام حیوانات، انواع واقسام کے تمام طیور، چرند، پرند، کیڑے مکوڑے اتنے سارے یہاں جمع ہیں اب ان کیلئے گنجائش کہاں؟ وہ ان کو اترتا ہوا دیکھ کر ہی ڈر جائیں گے صرف جگہ کی وجہ سے۔ وہ فرشتے ان کو سمجھائیں گے کہ 'لَا تَجْزَعُوْا'۔ ہم تمہیں ڈرانے کیلئے نہیں اترے۔ ہم تو خود ڈر رہے ہیں جس سے تم ڈر رہے ہو مالک کے غضب کی نگاہ کی وجہ سے۔ مالک کے جلال کی وجہ سے ہم تو خود ڈر رہے ہیں جیسے تم ڈر رہے ہو۔

جو اترنے والے فرشتے ہیں، تعداد میں وہ زمین کے انسانوں، جناتوں، پرندوں، وحشی جانوروں، تمام بر و بحر کی مخلوقت سے ستر گنا زیادہ ہوں گے۔ کتنے زیادہ؟ ستر گنا زیادہ!۔ بھیڑ کا وہاں کیا حال ہوگا۔ پانی کی جو موج ہوتی ہے، پانی ایک دوسرے کے ساتھ ٹکراتا ہے، اس طرح موج کی طرح ٹکرائیں گے۔ اس کو موج سے تعبیر کیا گیا وہاں کی بھیڑ کو۔

پہلے آسمان کے فرشتے جو اتریں گے وہ تعداد میں اتنے زیادہ ہوں گے کہ یہاں جو مخلوق کھڑی ہے اوپر نگاہ کیئے ہوئے، ان مخلوق کے مقابلہ میں ستر گنا زیادہ ہیں۔ اسی پر معاملہ ختم نہیں ہے، اس کے اوپر جو دوسرا آسمان ہے، وہ آسمان اب پھٹا۔ اور اس آسمان کے پھٹنے کی وجہ سے، اِس وقت جو پہلے آسمان کی مخلوق اور زمین کی مخلوق تمام ملا کر جتنی تعداد میں ہیں اس سے ستر گنا زیادہ فرشتے، دوسرے آسمان کے اتر کر زمین پر پہنچ جائیں گے۔

موت و بعث

اسی لئے علامہ جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں ڈرایا 'یَا غَافِلِیْنَ! اَفِیْقُوْا قَبْلَ بَعْثِکُمْ!' کہ اے غافلو! جس طرح مرنے سے پہلے موت سے تم ڈرو اسی طرح بعث سے تم ڈرو کہ جس

طرح قبر سے تم اٹھائے جاؤ گے اس سے ڈرو۔ بعث بعد الموت جو تمہارا دنیا میں عقیدہ تھا' اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ'، تمہارا جو عقیدہ تھا 'وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ'، اس کو دہراتے رہو اور اس سے ڈرتے رہو۔ 'يَاغَافِلِيْنَ! اَفِيْقُوْا قَبْلَ بَعْثِكُمْ!' کہ تمہارا قبر سے اٹھنا ہو اور حشر ہو اور قبر سے تم اٹھو، اس بعث سے پہلے تم ہوش میں آجاؤ۔

'يَاغَافِلِيْنَ! اَفِيْقُوْا قَبْلَ بَعْثِكُمْ! وَقَبْلَ يُؤْخَذُ بِالْاَقْدَامِ وَاللَّمَمِ' کہ وہاں کیا ہوگا کہ تم ہوش میں آجاؤ اس سے پہلے کہ وہاں حشر ہو اور حشر میں تمہارا حساب ہو۔ کس کا؟ ایک ایک قدم کا حساب۔ آگے قدم اٹھایا اور آگے جس چیز کا ارادہ تھا وہ بھی تیرے خدا کو معلوم کہ یہ قدم کہاں کیلئے اٹھا تھا، چاہے واپس رکھ دیا ہو وہ کام سرزد نہ ہوا ہو۔ اور جو دل میں ذرہ سا ایک خیال گناہ کا آیا اور چلا گیا، اسے بھی تیرا خدا جانتا ہے اس پر وہاں پکڑ ہوگی۔

'وَالنَّاسُ اَجْمَعُ طُرًّا شَاخِصُوْنَ غَدًا' کہ تمام کے تمام انسان، ان کی نگاہیں اوپر کی طرف پھٹی ہوئی ہوں گی۔ اس منظر سے ڈرو۔ تمام مرنے والے آسمان کی طرف دیکھتے ہیں۔ پوری آنکھ کھلی ہوئی ہے، دیکھتے ہیں۔ وہ کیوں دیکھتے ہیں؟ کیوں کہ ان کو ایک لمبے زمان تک جو وقوف ہے محشر کا وہاں دیکھتے رہنا ہے۔ فرمایا کہ تین سو برس گردن اوپر اور آسمان کی طرف دیکھتے رہنا ہے۔

وَالنَّاسُ اَجْمَعُ طُرًّا شَاخِصُوْنَ غَدًا لَايَنْطِقُوْنَ بِلَا بَكَمٍ وَلَا صَمَمٍ

کہ تمام کے تمام انسان ان کی نگاہیں اوپر کی طرف پھٹی ہوئی ہیں اور زبان بند ہے۔ اسی کی تیاری کیلئے سری نماز ہے بغیر قرأت کے۔ جس طرح ظہر کی نماز ہے، اسی طرح عصر کی نماز ہے۔ اس وقوف کو یاد کرو۔

وَالنَّاسُ اَجْمَعُ طُرًّا شَاخِصُوْنَ غَدًا لَايَنْطِقُوْنَ بلا بكم ولا صمم
وَالْخَلْقُ قَدْ شُغِلُوْا وَالْحَشْرُ جَامِعُهُمْ وَاللّٰهُ طَالِبُهُمْ فِى الْحِلِّ وَالْحَرَمِ

کہ خدا ایک ایک حرکت کے مطالبہ کیلئے، اس کے حساب کیلئے ان سب کو، ساری مخلوق کو جمع کرنے والا ہے۔ اور وہ سب اس کیلئے اکٹھے کئے جائیں گے۔

وَقَدْ تَبَدّٰى لِاَهْلِ الْجَمْعِ كُلِّهِمْ وَعْدُ الْاِلٰـهِ مِنَ التَّعْذِيْبِ وَالنِّقَمِ

کہ جتنے عذاب کے، ہولناکیوں اور مصیبتوں کے متعلق انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام تفصیلات بیان فرماتے رہے ان تمام آیات اور احادیث میں جس طرح حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا ہے، اس کے پورے ہونے کا وقت آ چکا۔ اور حشر میں حق تعالیٰ شانہ سب کو اکٹھا کرے گا۔

وَكُلُّ نَفْسٍ لَدٰى الْجَبَّارِ شَاخِصَةٌ لَايَنْطِقُوْنَ بِلَا رَوْحٍ مِنَ الرَّحِمِ

سب کے سب حق جل مجدہ کی بارگاہ میں پہنچیں گے۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں:

مَقَامُ الْمُذْنِبِيْنَ غَدًا عَسِيْرُ اِذَامَا النَّارُ قَرَّبَهَا الْقَدِيْرُ

آئندہ آنے والا کل، اور کل، غداً، کہ آج کا دن تو خیر سے گذر گیا ہے یہ کل ہی ہے جو تمہیں پیش آنا ہے۔ تمام نافرمان عاصیوں کو خدا کے حضور کھڑا ہونا ہے۔ وہ بڑا مشکل، سخت ترین دن ہوگا جب قدیر اعلیٰ اور مالک دوزخ کو قریب کر دے گا۔ حشر میں اکٹھا کرنے کیلئے وہ آگ دوزخ کی پیچھے پیچھے ہوگی۔ اس میں سے آواز بھی آئے گی۔ 'چلو آگے' ۔ جھڑکتے ہوئے وہاں انسانوں کو اکٹھا کرے گی۔

وَقَدْ نَصَبَ الصِّرَاطَ لِكَيْ تَجُوْزَ فَلَا يَنْجُوْ الْكَبِيْرُ وَلَا الصَّغِيْرُ

صغیر کبیر، چھوٹا بڑا سب کو وہاں پل صراط سے گذرنا ہوگا۔

وَقَدْ نُسِفَتْ جِبَالُ الْاَرْضِ نَسْفًا وَبُسَّتِ الْبُحُوْرُ فَلَا بُحُوْرُ

کہ پہاڑ ذرہ ذرہ ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے اور تمام سمندر خشک ہوں گے۔

وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِكُلِّ عَبْدٍ عَلٰى عَهْدِ الْمَعَادِ لَهَا زَفِيْرُ

اور جہنم کو جب چلانا شروع کیا جائے گا حشر والوں کو دکھانے کیلئے، دور سے، کئی سو برس کی

مسافت کی دوری سے اس کی آوازیں آنا شروع ہوجائیں گی۔ اور اہل محشر سنیں گے کہ اوہ! جہنم آرہی ہے۔

اس دنیوی زندگی میں ہم نے اپنے اوپر ایک امان اور امن طاری کر رکھا ہے اس کو خوف سے بدلنے کی حق تعالیٰ شانہ ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنے امن کو خوف سے بدل دیں۔ ہر وقت خوفِ الٰہی اور مالک سے ڈرتے رہیں اور وہ مالک کا ڈر اور خوف ہمیں رلاتا رہے اور آنسو ہم برساتے رہیں۔

یہ جو ماہِ مبارک کی ساعتیں ہیں، رمضان المبارک کی گھڑیاں ہیں اس کی ایک ایک لمحہ کو ہم ضائع ہونے سے بچائیں۔ ہر وقت ہمارا دل دماغ روزے کی حالت میں افطاری کے بعد ہر وقت مالک کی طرف ہماری توجہ رہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں حشر کی ہولناکیوں سے بچائے، موت کی سختیوں سے بچائے۔ قبر سے اٹھنے کے وقت ہماری رسوائی سے ہمیں بچائے۔ حق تعالیٰ شانہ پل صراط پر ہمیں تیز ہوا کی طرح سے گذار دے، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دامن شفاعت میں حق تعالیٰ شانہ ہمیں جگہ عطا فرمائے۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۷؍رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا

جو کچھ قرآن کریم ہمیں بیان کرتا ہے، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہمیں خبر دیتی ہیں یہ ساری خبریں سچی ہیں۔ زلزلے جو دنیا میں جگہ جگہ ہوتے رہتے ہیں یہ بھی اسی قیامت کے بڑے زلزلے کی خبر ہے۔ یہ چھوٹے زلزلے ہیں اور وہ قیامت کبریٰ، زلزلۂ کبریٰ ہوگا بڑا زلزلہ۔ اللہ تعالیٰ ہمارا عقیدہ مضبوط فرمائے۔

جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ مرنا ہے، مرنے کے بعد پھر زندہ ہونا ہے، قیامت آنی ہے، قبروں میں پڑے رہنا ہے، پھر صور پھونکا جائے گا پھر زندہ ہوکر خدا کے حضور پیش ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام پر ہمیں یقین کامل عطا فرمائے جیسا کہ صحابہ کرام کو اس کا یقین تھا کہ یہ دین سچا ہے ساری خبریں سچی ہیں۔

لیکن افسوس کہ خود مسلمانوں کی صفوف میں ایسے بھی گذرے اور آئندہ بھی ہوں گے کہ جن کا عقیدہ ان چیزوں میں متزلزل رہا ہے۔ علامہ مودودی نے اپنی کتابوں میں ایک عنوان قائم کیا 'روایت اور درایت' کہ روایت اور دینی خبروں کو درایت اور عقل سے ناپا کرو۔ جسے عقل قبول کرے اسے مان لو۔ اور جو روایت عقل نہ مانے، عقل میں نہ آئے اسے پھینک دو۔

اسی سلسلہ کی لمبی تحریر کئی سوصفحات اس نے سیاہ کئے اس میں ایک عجیب کلمہ اس نے لکھا ہے۔ پہلے لکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دجال آنے والا ہے۔اس روایت کو بیان کر کے آگے اس نے لکھا کہ کیا چودہ سو سال کی تاریخ نے یہ ثابت نہیں کر دیا کہ دجال کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازہ غلط تھا۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

گویا کہ صرف ایک اندازہ سے بغیر سچی پکی خبر کے یقین کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا اور اب تک دجال تو آیا نہیں۔ پھر سنئے کہ اس نے کیا لکھا کہ ’کیا چودہ سو سال کی تاریخ نے یہ ثابت نہیں کر دیا کہ دجال کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازہ غلط تھا‘۔اسے یہ نہیں معلوم کہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بیداری کی حالت میں جسمانی آنکھوں سے معراج میں جب آپ کو بلایا گیا وہاں جنت کو بھی دیکھا، جہنم کو بھی دیکھا، فرشتوں کو بھی دیکھا، ملائے اعلیٰ کو بھی دیکھا، خود خدا کو بھی دیکھا۔

رؤیتِ باری تعالی

حضرت شیخ قدس سرہ جب یہاں کے دوسرے سفر میں بیمار ہوئے ، ہسپتال لے گئے۔ ساتھ ایک کتاب سننے کیلئے حضرت نے فرمایا کہ ایک کتاب لے لو۔ وہ کتاب جب سنائی جارہی تھی، اس میں رؤیت باری تعالیٰ کا ذکر تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج میں تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کو دیکھا یا نہیں۔

اس کتاب کے مصنف لکھتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے یہاں عرش پر بلایا، اللہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیدار ہوا، زیارت ہوئی، اللہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جسمانی آنکھوں سے دیکھا۔حضرت شیخ قدس سرہ نے اسی وقت مولانا نجیب اللہ صاحب جو سنا رہے تھے ان سے فرمایا کہ یہاں لکھ دو کہ میری بھی یہی رائے ہے کہ معراج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کو دیکھا ہے۔

دیکھ کر تمام خبریں ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائیں۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی، بقیہ انبیاء بھی ان چیزوں کی خبر دیتے رہے۔ جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے خلافت کا منصب سنبھالا۔ ابتدائی کچھ مہینے پریشانی میں گذارے۔ جب آپ نے ردت کے فتنہ کا قلع قمع کیا، مرتد ہونے والوں کو ٹھکانے لگایا۔ اور حالات اطمینان بخش اور مستحکم ہوگئے، پھر آپ نے فوجیں بھیجنا شروع کردیں۔ ایک فوج شام کی طرف روانہ ہوئی۔ جس کے سپہ سالار یزید بن ابی سفیان تھے۔ وہاں پہنچے مقابلہ ہوا رومی فوج سے۔ رومی فوج نے اپنا نقصان دیکھ کر جنگ کو روک دیا۔ اور انھوں نے مسلمانوں سے کہا کہ ہمیں تم سے بات چیت کرنی ہے۔

سسلی پادری

اب جنگ روک دی گئی ہے۔ بات چیت کیلئے حضرت ربیعہ تشریف لے گئے۔ اور فوجی پہلے ان سے گفتگو کرتے رہے جرجیس سے جو ان کے بڑوں میں تھا۔ اس سے گفتگو ہوئی۔ پھر رومیوں نے یہ طے کیا کہ ہم میں سے کسی پادری کو بلایا جائے جو ہمارا اور ان کا مذہب جانتا ہو اور اس کا مطالعہ وسیع ہو۔

چنانچہ صقلیہ، سسلی نامی پادری کو، جو اٹلی کے قریب جزیرہ ہے صقلیہ اور سسلی، اسی نام کے پادری کو بلایا گیا۔ یہ پادری عالم ہونے کے ساتھ مناظرہ میں بہت مشاق تھا، اسے بلوا کر جرجیس نے کہا کہ ہولی فادر! آپ اس آدمی سے، ربیعہ سے، اس کے دین کے مذہب کے بارے میں معلوم کرکے ہمیں بتائیں۔

چنانچہ سسلی پادری نے ربیعہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے بڑے پیارے، میٹھے انداز میں گفتگو شروع کی کہ عربی بھائی! ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک نبی عربی ہاشمی قریشی پیدا کرے گا جس کے نبی ہونے کی علامت یہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اسے آسمانوں پر بلائے گا۔ کیا

تمہارے نبی کے ساتھ ایسا ہوا ہے کہ اللہ نے آسمانوں پر انہیں بلایا ہو۔

آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ ہمارے پیغمبر سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو باری عزوجل نے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے آسمانوں پر بلایا۔ جس کا تذکرہ ہماری کتاب میں، ہمارے قرآن کریم میں ان الفاظ سے ہے 'سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ' کہ پاک ہے وہ ذات کہ جس نے اپنے بندہ کو رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سفر کرایا۔ وہ مسجد اقصیٰ جس کے ارگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں'۔ ایک سوال اور اس کا جواب ہوگیا۔

اب پادری نے پوچھا کہ ہماری کتابوں میں یہ بھی ہے کہ اس نبی اور اس کی امت پر ایک ماہ کے روزے فرض ہوں گے۔ اور اس ماہ، روزوں کے مہینہ کا نام بھی ہمارے یہاں موجود ہے۔ کہ اس مہینہ کا نام رمضان ہوگا۔

یہ سن کر حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بالکل ٹھیک ہے۔ ہم پر ایک مہینہ کے رمضان کے روزے بھی فرض کئے گئے ہیں۔ ہمارا قرآن کہتا ہے 'شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ' اور روزوں کے متعلق آگے چل کر ارشاد ہے کہ 'کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ' ۔ کہ رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن شریف اتارا گیا۔ اور تم پر روزے فرض کئے گئے جیسا کہ پہلے والوں پر فرض کئے گئے۔ اس سوال کا بھی اسے جواب مل گیا۔

تیسرا سوال اس نے یہ کیا کہ یہ روزے کی طرح جتنے عمل ہیں، ان کا حساب اس نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے بارے میں مالک اور خالق نے نیکیوں کا اور بدی کا یہ رکھا ہے کہ ان کی امت میں سے کوئی شخص ایک نیکی کرے، دس نیکیوں کا ثواب۔ اور ایک بدی اور برائی کرے ایک ہی برائی لکھی جائے گی۔ کیا تمہارے یہاں ایسا ہی ہے؟

آپ رضی اللہ عنہ نے اس کیلئے آیت پڑھی 'مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَمَنْ

جَاءَ بِالسَّیِّئَةِ فَلَا یُجْزیٰ اِلَّا مِثْلَھَا' کہ جو ایک نیکی لے کر آئے گا، دس نیکیوں کا ثواب پائے گا۔ اور جو ایک برائی لے کر آئے گا، اسی جیسی ایک ہی برائی کی سزا اسے دی جائے گی'۔

چوتھا سوال اس نے حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ سے یہ کیا کہ ہماری کتابوں میں یہاں تک لکھا ہے کہ اس نبی کی امت کو یہ حکم ہوگا کہ وہ اپنے نبی کیلئے رحمت کی دعا کرتے رہیں۔

یہ سن کر حضرت ربیعہ نے آیت پڑھی '**اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلیٰ النَّبِیِّ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا**'۔

یہ چاروں سوال اور ان کے جواب سن کر وہ پادری بہت گہری سوچ میں ڈوب گیا اور اس نے تعجب کرتے ہوئے اپنی فوج اور ان کے سرداروں سے کہا کہ حق اس قوم کے ساتھ ہے۔
دوستو! دیکھئے یہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہمیں خبریں دیں کہ خدا اپنے محبوب کیلئے رحمتیں موسلا دھار بھیج رہا ہے، اس خالق اور مالک کی صفت میں تم بھی شریک ہو جاؤ اور تم بھی رب سے دعا کرو کہ الٰہی تیری رحمتیں ہمارے نبی پر اور زیادہ ہوں، اور زیادہ ہوں۔ درود شریف پڑھتے رہو۔ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے رحمتیں مالک سے مانگتے رہو۔

اسی طرح جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں رمضان المبارک کی خبر دی کہ اس میں روزے فرض ہیں، نیکی اور بدی کا جو حساب مالک کے یہاں ہمارے لئے انوکھا بنایا گیا جو اس امت کے خصائص میں سے ہے اور دوسری امتیں رب تعالیٰ کے اس انعام سے محروم رہیں کہ نیکی ایک اور اس کا ثواب دس گنا زیادہ۔ دس نیکیوں کے برابر ایک۔ کہ ایک کو دس بنا کر لکھا جائے اور بدی ایک کے بدلے میں ایک ہی لکھی جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان کے یہاں نشانیوں میں یہ بھی لکھا گیا تھا کہ حق تعالیٰ شانہ انہیں آسمانوں پر بلائیں گے۔ بہرصورت آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ جتنی چیزیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتائیں اس میں سے جو بڑی بڑی نشانیاں کہی جاسکتی ہیں، بڑے بڑے واقعات کہے جاسکتے ہیں وہ سارے کے سارے کتب سابقہ میں نشانی کے طور پر بیان

کئے گئے تھے۔ اور یہ غیر مسلم وہ تو اس کی تصدیق کریں اور مودودی کی یہ جرأت کہ وہ یہ لکھے کہ 'کیا چودہ سو سال کی تاریخ نے یہ ثابت نہیں کر دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازہ دجال کے بارے میں غلط تھا' ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حالانکہ جیسے دجال کا ذکر قرآن کریم میں فتنوں کے ذیل میں ہے اسی طرح احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحتاً اس کو بیان فرمایا اور قرآن کریم تو صرف اشارات دیتا جاتا ہے احادیث مبارکہ اس کی تشریح وتفسیر کرتی ہیں۔

یہ خبر دجال کی تو ایسی ہے جو سابق انبیائے کرام علیہم والسلام بھی اس کی اطلاع اپنی اپنی امت کو دیتے رہے۔ حالانکہ دجال کے آنے میں اور ان انبیاء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں تو کتنا زیادہ ہزاروں برس کا فاصلہ ہے۔

اس روایت کو جھٹلانے اور فن حدیث میں تشکیک کی کوشش کی، اور کہا 'کیا چودہ سو سال کی تاریخ نے ثابت نہیں کر دیا..' انا للہ وانا الیہ راجعون ۔حق تعالیٰ شانہٗ ہمیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر خبر پر اطمینان اور یقین نصیب فرمائے۔

ہرقل کی تصدیق

جیسے اس جگہ سسلی یا صقلیہ نامی پادری نے چار پانچ سوال کر کے ان تمام کی تصدیق کی کہ ہماری کتابوں میں بھی اسی طرح خبر دی گئی ہے، اسی طرح اور بے شمار چیزیں آپ کو ملیں گی کہ جس میں پچھلے انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام بھی اس کی خبر دیتے رہے۔

یہ جو یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا رومی فوج سے مقابلہ ہوا اور انہیں فتح ہوئی رومیوں کو شکست ہوئی جب اس شکست کی خبر رومیوں کے بادشاہ ہرقل کو ہوتی ہے، فوراً ہرقل نے اپنے ارکانِ دولت اور جنگ کے ماہرین اور پادریوں کو سب کو پھر اکٹھا کیا۔

ان سب کو اکٹھا کر کے ان کو پھر وہ یاد دہانی کراتا ہے کہ میں مدت سے تمہیں ایک چیز کی

خبر دیا کرتا تھا کہ نبی آخرالزمان کے آنے کا وقت قریب آچکا ہے اور نبی آخرالزمان آکر رہیں گے اور جب وہ نبی آخرالزمان آئیں گے، ان کے خدام، ان کے صحابہ، ان کے نام لیواؤں کے ہاتھوں ہماری حکومت چلی جائے گی۔ ہمارا تخت و تاج ان کے قبضہ میں چلا جائے گا۔ اور یہ جو ہماری فوج کو ان کے مقابلہ میں پہلی شکست ہوئی ہے یہ اسی خطرہ کی خبر ہے اور یہ اس کی علامت اور اس کی نشانی ہے۔ اور میری اس خبر کی صداقت ہے جو میں تمہیں دیا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ نبی آخرالزمان آئیں گے اور ان کے مقابلہ پر تمہیں شکست ہوگی اور ہمارا ملک ان کے قبضہ میں چلا جائے گا۔

اس قدر ان کو یقین اس پر جو ان کی کتابوں میں دوسروں کے متعلق ہے اور جو ان کے اپنے برے دنوں کے متعلق ہے لیکن افسوس کہ جو خبر صادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دی اس کے بارے میں امت کے کسی فرد کا عقیدہ متزلزل رہے۔

صادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم پر یقین

یہ جو آج کل جگہ جگہ بری خبریں آرہی ہیں مسلمان ہر جگہ پریشان ہیں، علامات قیامت کی کتابیں کھول کر دیکھ لیجئے، مطالعہ کیجئے ایک ایک چیز آپ کو ملے گی کہ جیسے سرکار نے فرمایا تھا اسی طرح دین سے دوری، اسلام سے دوری، حق تعالیٰ شانہ سے دوری، رب کے احکام ماننے سے یہ امت کیسے دور چلی جائے گی اور کتنا مالک میں اور امت میں فاصلہ ہو جائے گا اور کیا کیا فتنے آئیں گے کہ جن میں یہ مبتلا ہو کر اپنے دین کو چھوڑتی چلی جائے گی وہ روز روشن کی طرح آشکارا ہے۔

ہم میں سے ہر ایک پڑھا لکھا اور ان پڑھ ہر شخص جان سکتا ہے کہ اوہو! آج سے پچاس برس پہلے یہ چیزیں نہیں تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تسبیح ٹوٹ جائے، اس کے دانے جس طرح گر کر تیزی کے ساتھ پھیل جاتے ہیں اسی طرح یہ تمام فتنے یکے بعد دیگرے

ٹوٹی ہوئی تسبیح کے دانوں کی طرح گریں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جتنے فتنوں کی خبر دی ، اللہ عزوجل ان تمام پر یقین عطا فرمائے۔جس میں ترقی کی خبریں ہیں اس پر بھی ہمیں یقین ہو کہ ایسا ہی ہوا جیسا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔اب تنزل ہے ، فتنے ہیں تو جیسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی طرح ہو رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ہر حال میں اپنے مولیٰ سے راضی رہنے کی توفیق دے۔اس سے خوش رہنے کی توفیق دے کہ مالک تو نے ہمیں خبر دی تھی پھر بھی ہم نہ سنبھلے اور ہم نے اپنے آپ کو نہ سنبھالا۔ تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ان تمام چیزوں کی خبر دی تھی ۔ ہزاروں رحمتیں اور سلام اور درود ہو اس اللہ کے پاک نبی پر جو سچا دین لے کر ، جنہوں نے سچی کتاب ہم تک پہنچائی، جنہوں نے سچی خبریں ہمیں پہنچائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر دانی کی توفیق دے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۸؍رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ موضوع چل رہا تھا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے آنے کی جو خبر دی اس روایت کو درایت کے ساتھ تول کر مودودی نے لکھا کہ کیا چودہ سو سال کی تاریخ نے یہ ثابت نہیں کردیا کہ دجال کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازہ غلط تھا۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام برابر دجال کے بارے میں خبر دیتے رہے۔

اور یہ حق تعالیٰ شانہ کی رحمت ہے کہ اس نے اپنے محبوب بندوں کے ذریعہ، انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے ذریعہ اور جو کتابیں ان پر نازل کی گئیں ان کے ذریعہ ہمیشہ آنے والی خیرات اور برکات کی اچھی خبریں بھی دی ہے اور مصائب، آلام، فتنے آنے والے ہیں اس کی بھی خبر دی ہے۔ اس لئے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دونوں قسم کی خبریں آپ احادیث پاک میں بھی پائیں گے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پیشگوئی

یہ سلسلہ چونکہ دیگر امتوں میں ان کے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی رہا اور جو کتابیں ان

انبیاء علیہم السلام پر نازل کی گئیں اس میں بھی یہ خیر وشر کی مستقبل کی خبریں دی جاتی رہیں۔ جیسے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے رومیوں سے جنگ کیلئے جو فوج بھیجی تھی تبوک میں مقابلہ ہوا۔ رومیوں نے نقصان اٹھایا۔ اس پر ہرقل نے اپنے ارکانِ دولت اور پادریوں کو جمع کر کے کہا کہ یہ تو وہی معاملہ اور قصہ ہے جس کی میں تمہیں خبر دیا کرتا تھا کہ نبی آخر الزمان کے اصحاب میرا یہ تخت وتاج چھین لیں گے۔

اس مایوس کن خبر پر انہیں اشکال نہ رہے اور وسوسہ کا وہ شکار نہ ہوں اور اس کو وہ نہ جھٹلائیں اس لئے بطور گواہ کے ہرقل نے ایک آدمی کو مجمع کے سامنے پیش کیا۔ زمانہ اسلام سے پہلے اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے بعد بھی مدینہ طیبہ میں ملک شام سے کھانے پینے کی اجناس کثرت سے آتی تھیں جیسے گیہوں، جو، زیتون کا تیل، منقی، سیب، انجیر۔ یہ تمام چیزیں شام سے مدینہ طیبہ میں لاکر تجار فروخت کیا کرتے تھے۔

اتفاق یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جس وقت تبوک کی طرف یہ فوج روانہ فرما رہے تھے اس وقت بھی یہ تجار یہاں مدینہ طیبہ میں پہنچے ہوئے تھے اور انہوں نے فوج کی تیاری اور اس کی شام کی طرف روانگی کو سب نے دیکھا تھا۔

اسی لئے ہرقل نے ان تجار میں سے ایک تاجر کو مجمع کے سامنے پیش کیا۔ ہرقل کا ایک سپاہی جو خود بھی کٹر نصرانی تھا وہ ایک شخص کو جو مدینہ طیبہ میں تجارت کیلئے گیا تھا اور اس نے اس فوج کی روانگی کو وہاں سے دیکھا تھا اور وہ قومِ لخم سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کو ہرقل کے سامنے پیش کیا۔

ہرقل نے اس سے پوچھا کہ مدینہ طیبہ چھوڑے ہوئے تجھے کتنے دن ہوگئے؟ اس نے کہا پچیس روز۔ پوچھا کہ مسلمانوں کا سردار کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ابوبکر۔ پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، آپ کے اوامر کی بجا آوری میں مسلمانوں کی مستعدی اور چستی دکھانا وغیرہ یہ تمام اوصاف اس نے بیان کئے مگر مرکزی نکتہ پر لانے کیلئے ہرقل نے دوبارہ اس سے

پھر پوچھا کہ تو نے ابوبکر کو بھی دیکھا ہے؟

اس نے کہا ہاں دیکھا ہے۔ انہوں نے تو مجھ سے ایک چادر بھی خریدی ہے۔ ابوبکر نے مجھ سے ایک چادر خریدی اور میرے سامنے اپنے شانوں پر، کندھوں پر ڈالی تھی۔ وہ عام انسانوں کی طرح سادہ کپڑوں میں بازاروں میں بھی پھرتے ہیں۔نگرانی بھی فرماتے ہیں اور ان کی مدد بھی فرماتے ہیں۔ ہرقل نے پوچھا کہ اچھا ان کا حلیہ بیان کرو۔اس لخمی نے بتایا کہ ان کا قد لمبا ہے، گندم گوں ہیں۔آپ کے رخسار ہلکے پتلے ہیں۔انگلیوں کے جوڑ کشادہ ہیں اور آپ کے اگلے دانت نہایت خوبصورت ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پیشنگوئی

یہ حلیہ سن کے ہرقل ہنس پڑا۔اور کہا کہ یہ تو وہی نبی آخر الزمان کے خلیفہ ہیں جن کو ہم نے اپنی کتابوں میں لکھا ہوا دیکھا ہے۔ان کے بعد جو امر خلافت کو سنبھالنے والے ہیں ان کی بھی تفصیل ہماری کتابوں میں لکھی ہوئی ہے کہ ابوبکر کے بعد جو منصب خلافت پر آئے گا وہ سیاہ چشم ہوگا، دراز قد ہوگا، گندمی رنگ ہوگا، شیر ببر کی مانند ہوگا اور اس کے ذریعہ فتوحات ہوں گی اور جو ان کے مقابل اور سد راہ ہوگا اس کیلئے جلا وطنی مقدر ہوگی ۔ یہ سن کر وہ تاجر کہتا ہے کہ جو حلیہ بادشاہ سلامت نے بیان فرمایا اس حلیہ کا آدمی میں نے ان کے ساتھ ہی دیکھا ہے اور میں دیکھتا تھا کہ ہر وقت دونوں ساتھ ساتھ ہوتے تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رفاقت

اسی لئے جب سیدنا امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی اور آپ کا جنازہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ شریفہ میں لانا طے ہوا اور یہ فیصلہ ہوگیا کہ جہاں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہیں ، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جس جگہ دفن کیا گیا ہے اسی جگہ، اسی حجرہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دفن کیا جائے گا۔

جنازہ پر صحابہ کرام کھڑے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو تک رہا ہوں، رو رہا ہوں اتنے میں میں نے دیکھا کہ میرے کندھے پر آ کر کسی نے سر رکھ دیا اور وہ بھی روئے جا رہے ہیں اور روتے ہوئے وہ کہہ رہے ہیں کہ میں ہمیشہ دیکھتا تھا اور سنتا تھا کہ جہاں کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جاتے، ساتھ ابوبکر وعمر ہوتے، تینوں ساتھ ساتھ ہوتے۔ خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ، دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وَاَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ، ذَھَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْبَکْرٍ وعُمَرُ۔ ہر جگہ دیکھتا کہ یہ تینوں ساتھ ساتھ ہیں۔

جب میں یہ عمر بھر دیکھتا رہا تو مجھے یقین تھا کہ دفن بھی تینوں ساتھ ہی ہوں گے، ایک ہی جگہ پر ہوں گے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب یہ جملہ میں نے سنا، میں نے مڑ کر دیکھا کہ میرے کندھے پر سر رکھ کر کون رو رہا ہے، دیکھا کہ وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔

اسی طرح یہ جو لخمی تاجر جو اپنے سفر کی داستان بادشاہ ہرقل کے سامنے بیان کرتا ہے، وہ بھی کہتا ہے کہ میں نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو چار درہم میں چادر بیچی تھی، انہوں نے اپنے کندھے پر ڈالی تھی اور ان کا حلیہ یہ تھا اور جب ہرقل نے بتایا کہ ابوبکر کے وصال کے بعد جو خلیفہ بننے والے ہیں ان کا حلیہ یہ ہے، حلیہ سنتے ہی وہ تاجر کہنے لگا کہ بادشاہ سلامت آپ نے جس شخص کا حلیہ بیان فرمایا ہے اس کو میں نے ابوبکر کے ساتھ وہاں عام بازار میں بھی دیکھا۔

آگے ان کے الفاظ ہیں کہ وہ کسی وقت ان سے جدا نہیں ہوتے۔ ہر وقت عمر ابوبکر کے ساتھ ہیں۔ یہ سب بیان کر کے اور مجمع کے سامنے تاجر کے ذریعہ تصدیق کروا کر پھر ہرقل نے کہا کہ مجھے کامل یقین ہو گیا، میں نے پہلے ہی رومیوں کو سمجھایا تھا، اور فلاح و بہبود کی دعوت دی تھی مگر انہوں نے میری ایک نہ سنی اور اطاعت سے انکار کر دیا۔ اور اب رومیوں کو بہت جلد

سوریا سے نکلنا ہوگا۔ چنانچہ یہ جو کچھ ہرقل سمجھا تھا ان پیشین گوئیوں کی روشنی میں وہ بالکل صحیح نکلا۔

جیسے یہاں ہرقل نے بتایا کہ ہماری کتابوں میں نبی آخر الزمان کے بعد خلیفہ کون ہوں گے۔ان کا حلیہ کیا ہوگا۔ دوسرے نمبر پر خلیفہ کون ہوں گے ان کا حلیہ کیا ہوگا یہ سب ذکر کیا، اسی طرح بے شمار اس طرح کی شہادتیں ہیں، کہ ایک شور مچ گیا تھا، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے اور تمام انسانوں کو ہر طرح سے خبردار اور چوکنا کیا گیا تھا کہ حق کو قبول کرلو، حق کی طرف آجاؤ۔

ارکہ کی فتح

انہی دنوں کا واقعہ ہے کہ ایک جگہ ملک شام میں ہے 'ارکہ'۔ وہاں کے باشندے ایک حاکم کے ظلم کی وجہ سے قلعہ بند ہوگئے تھے۔ اور اس حاکم کی طرف سے ظلم سے تنگ ہوکر انہوں نے مورچہ قلعہ کے اندر سنبھال لیا تھا۔ وہاں ارکہ میں بھی کتب سابقہ کا ایک عالم اور ایک حکیم رہتا تھا جسے فن ملحمہ پر دسترس حاصل تھی۔

وہاں جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ارکہ میں داخل ہوئے، اس نے اسلامی فوج کو دیکھا، اس کو وہ تمام تحریرات جو اس نے کتب سابقہ کی پیشین گوئیوں میں جو پڑھی تھیں وہ تحریرات اور وہ پیشین گوئیاں ساری اس لشکر کو دیکھ کر یاد آگئیں اور اس لشکر کو دیکھ کر اس کا رنگ فق ہوگیا۔

ایک تو وہاں کے مقامی حاکم کے ظلم کی وجہ سے وہاں والے پریشان تھے۔ اب یہ نئی افتاد اچانک ظاہر ہوئی۔ اس نے کہا کہ میں اپنے دین کی قسم کھا کر کہتا ہوں وہ وقت آگیا۔ ارکہ والے عوام پوچھتے ہیں کہ کیسا وقت؟ اس نے کہا کہ یہ جن کو تم دیکھ رہے ہو ارکہ میں نئے لوگ اس قوم کا میں نے علم ملحمہ میں ذکر پڑھا ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ عراق کی طرف سے جو سب

سے اول جھنڈا یہاں آئے گا وہ فتح اور نصرت لے کر آئے گا۔ اور یہ رومیوں کی بربادی اور ہلاکت کا پیش خیمہ ہوگا۔

دیکھو اس میں جتنی نشانیاں ہیں وہ سب ان میں پائی جاتی ہیں کہ ان کا جھنڈا یہ بھی سیاہ ہے۔ اور ان کا جو سپہ سالار ہے خالد بن ولید چوڑا، چکلا، دراز قد، لحیم شحیم اور اس کے شانے کشادہ اور قوی ہیکل ہیں اور چہرہ پر کسی قدر چیچک کے کہیں کہیں داغ ہیں اور گندم گوں رنگ ہے۔ یہی علامات اس شخص کی بیان کی گئی ہیں جس کے ذریعہ یہ شام رومیوں کے ہاتھوں سے نکل جائے گا۔

اس حکیم جس کا نام شاید شمعون یا شمعان بیان کیا گیا ہے، اس نے تمام نشانات خالد بن ولید رضی اللہ عنہ میں دیکھ لئے۔ لوگ اکٹھے ہوئے اور کہا کہ ہم سب کو معلوم ہے کہ یہ حکیم شمعان بغیر حکمت کے کوئی بات نہیں کہتے۔ اس لئے ہماری رائے یہ ہے کہ اب ہم ان مسلمانوں کی فوج سے صلح کر لیتے ہیں۔

دیکھئے یہاں بھی۔ جگہ جگہ ہرقل کی طرح سے یہ پیشین گوئیاں جاننے والے موجود تھے اور جیسے ہی مسلمان وہاں پہنچے، ان علامات کے ذریعہ انہوں نے محسوس کیا کہ ہماری کتابوں میں جو خبر دی گئی تھی وہ بالکل سچی خبر ہے۔ اور یہاں خود مسلمانوں میں ایسے لوگ پیدا ہوگئے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دجال کی پیشین گوئیوں پر کہتے ہیں کہ کیا چودہ سو سال کی تاریخ نے ثابت نہیں کر دیا کہ دجال کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازہ غلط تھا۔ **لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔**

حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ

اسی سفر میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کسی موقعہ پر حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو ڈانٹا کہ آپ نے اپنے ساتھیوں کو یہاں کیسے پھنسا دیا؟ انہوں نے عرض کیا کہ

یہ ہمارے سپہ سالار حضرت ابوعبیدۃ رضی اللہ عنہ کا حکم تھا، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے انہیں سمجھایا کہ وہ ہمارے بزرگ ہیں، بڑے ہیں لیکن سیدھے سادے خدا ترس ہیں، لڑائی کے پینتروں کو اور اس کی نزاکتوں کو نہیں جانتے۔

وہیں پر حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ سے دعا کی تھی 'یَاحَيُّ یَا قَیُّوْمُ یَا بَدِیْعَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ. اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ وَعَدْتَنَا عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّکَ بِفَتْحِ الشَّامِ وَفَارِسٍ. اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مَنْ یُوَحِّدُکَ عَلٰی مَنْ یَکْفُرُ بِکَ. اَللّٰھُمَّ انْصُرْنَا عَلٰی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ'۔

جنرل روماس

وہاں ایک عجیب قصہ پیش آیا۔ دیکھا کہ سب سے بڑا سپہ سالار رومیوں کا اچانک اپنی فوجوں سے الگ ہوکر دونوں فوجوں کے درمیان آ کر کھڑا ہے۔ ایک قوی ہیکل انسان ہے۔ زبردست فوجی اور اس نے بہت شاندار فوجی لباس پہن رکھا ہے جس پر سونا چاندی، یاقوت چمک رہے ہیں۔ بیچ میں سے اس نے آواز دے کر مسلمانوں کی فوج سے کہا کہ میں تمہارے سردار سے مقابلہ کرنا چاہتا ہوں تمہارے سپہ سالار سے یعنی خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے۔

جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے، اس نے پہلا اپنا تعارف کرایا اور کہا کہ میں رومی فوج کا سپہ سالار روماس ہوں۔ چونکہ یہ دونوں اپنی فوج سے دور بالکل دونوں کے بیچ میں کھڑے ہیں کوئی ان کی آپس کی گفتگو کو سن نہیں سکتا تھا۔

وہ کہتا ہے کہ میں رومیوں میں سب سے عقلمندترین اور سب سے زیادہ تعلیم یافتہ انسان ہوں۔ میں نے کتب سابقہ کو اچھی طرح پڑھا ہے اور علم ملحمہ کا میں ماہر ہوں جس میں ہمیں ایک پیشین گوئی دی گئی تھی کہ نبی آخر الزمان، جن کا نام محمد ہوگا اور وہ مبعوث ہوں گے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم انہی کے غلاموں میں سے ہیں۔ وہ

ہمارے نبی ہیں۔ روماس نے پوچھا کوئی کتاب بھی ان پر اتری؟ کہا ہاں قرآن کریم ان پر نازل ہوا۔

تیسرا سوال اس نے یہ کیا کہ کیا شراب کی تمہارے ہاں حرمت ہے؟ تمہارے یہاں شراب ممنوع ہے؟ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سیدھے سادہ طریقہ سے ممنوع نہیں بلکہ جو شراب پیئے اس پر ہمارے یہاں حد جاری کی جاتی ہے۔ اسی طرح زنا حرام ہے، اس پر حد جاری کی جاتی ہے۔ اور اس نے تفاصیل پوچھیں، آپ نے فرمایا کہ ہمارے ہاں پنج وقتہ نمازیں فرض کی گئی ہیں۔ اس نے پھر تعداد پوچھی کہ دن میں کتنی رات میں کتنی۔ اور فرائض کے بارے میں پوچھا۔ بتایا کہ ہمارے یہاں حج فرض ہے۔

یہ تمام تفاصیل سن کر وہ کہنے لگا کہ جب سے میں نے آپ لوگوں کو دیکھا اور آپ لوگوں کے مقابل ہم لوگ آتے رہے اور ظاہری مادی حساب سے تو کوئی جوڑ نہیں بیٹھتا۔ نہ فوجوں کی تعداد کہ ہماری فوج کی تعداد لاکھوں میں ہے، اور آپ کی ہزاروں میں بھی نہیں ہے بلکہ چند سو ہوتے ہیں ہمیں شکست دے دیتے ہیں اور آپ کے پاس اسلحہ کوئی نہیں۔

اس لئے میں نے ان رومیوں کو سمجھایا کہ یہ حق پر ہیں ان کی پیشین گوئیاں ہم پڑھ چکے ہیں ان سے صلح کرلو مگر وہ مانتے نہیں اور میں، دل سے تمہارے مذہب کی صداقت پر یقین رکھتا ہوں۔

پھر اخیر میں اس نے اپنے متعلق ترتیب بتائی کہ کس طرح کرنا ہے، کیا کرنا ہے اور میں دل سے مسلمان ہو چکا ہوں۔ اگر ابھی میں واپس جاؤں گا بغیر تم سے مقابلہ کے، کہیں ان کو کوئی شک شبہ نہ ہو اس لئے ہم تھوڑی سی جنگ کر لیتے ہیں، مقابلہ کر لیتے ہیں پھر مقابلہ میں میں اٹھ کھڑا ہوں گا، یہاں سے جان بچا کر بھاگ نکلوں گا تا کہ انہیں یقین ہو جائے کہ میں تم سے لڑنے ہی کیلئے آیا تھا اور مشکل سے میری جان بچی۔ پھر اخیر میں بڑی لمبی تفصیل ہے جنرل روماس کی کہ وہ کس طرح علانیہ طور پر مسلمانوں کی فوج میں آ کر مشرف بہ اسلام ہوتے

ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو علوم حاصل ہوئے ان تمام علوم پر یقین نصیب فرمائے، اس کی صداقت کا ہمیں یقین ہو۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احکام الٰہی ہمیں سنائے اللہ ہمیں یقین عطا فرمائے، ان کی بجا آوری کی ہمیں توفیق دے۔ رمضان المبارک کے روزوں کو ہم وصول کریں، راتوں کو ہم وصول کریں، دنوں کو ہم وصول کریں اور ماہ مبارک کے ضائع ہونے سے اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۹/رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جیسا کہ عرض کیا تھا کہ عددی کثرت اور مادیت میں فوقیت کی وجہ سے نہ بدر میں فتح ہوئی نہ احد میں ہوئی۔ تمام مقامات پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو فتوحات ہوئیں وہ اس دین کے حق ہونے کی وجہ سے، اس کی صداقت کی بنا پر، اسی حقانیت اور صداقت کی بنا پر تمام انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو مامور کیا گیا کہ نبی آخرالزمان کی اپنی امتوں کو بشارت سنائیں، پیشین گوئیاں کریں۔

روماس مشرف بہ اسلام

ہرقل کا سب سے بڑا سپہ سالار جنرل روماس، ان پیشین گوئیوں کو اس نے ایک طرف رکھا۔ پھر ان علامات کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں اچھی طرح پایا تب جا کر وہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے میدان جنگ میں دونوں فوجوں کے بیچ میں اپنے اسلام کا اظہار کرتا ہے اور پورے اطمینان کے بعد، جیسا کہ عرض کیا کہ سوالات میں اس نے یہ بھی پوچھا کہ جو شراب پیئے اس کے متعلق کیا حکم ہے، زنا کرے اس کے متعلق کیا حکم ہے، نمازیں کتنی فرض ہوئیں، اور کیا کیا فرائض ہیں۔ پھر ان سب کے بارے میں اطمینان جب حاصل کرلیا تب

جا کر اس نے اسلام قبول کیا۔
اس وقت کیسا تنزل، کیسی زبوں حالی، کیسی بد حالی اور کیسی ذلت کی امت شکار ہے۔ کیوں؟ اس کیوں کے جواب کیلئے آپ حضرت شیخ قدس سرہ کی کتاب 'اسلامی سیاست' پڑھئے جس کا عربی نام ہے 'الاعتدال'۔ اس 'الاعتدال' کو پڑھئے اور اس میں اس ذلت کے اسباب آپ کو ملیں گے۔ کہ جب میری امت یہ حرکت کرے گی تو یہ ہوگا۔ نافرمانی یہاں تک پہنچے گی، ذلت یہاں تک پہنچے گی۔
ورنہ ایک زمانہ تھا کہ جب مطلوب اوصاف جو اس امت کے خصوصی اوصاف ہیں وہ اکمل طریقہ سے صحابہ کرام میں موجود تھے، ایک ایک صحابی کہیں چلا جاتا ملک کے ملک مسلمان ہو جاتے۔ یہ جو پیشین گوئیوں سے، معجزوں سے مسلمان ہو جاتے۔
کتنی تیزی سے یہ فتوحات ہو رہی تھیں کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو عریضہ لکھتے ہیں اور اپنی کارکردگی اور اپنے سفر کی داستان پیش خدمت کرتے ہیں۔ عرض کرتے ہیں کہ 'جناب کے حکم کے مطابق میں شام کی طرف چلا۔ اللہ عزوجل نے تدمر، ارکہ، حوران، سخنہ، بُصریٰ میرے ہاتھ سے فتح کرایا'۔
لکھتے ہیں کہ 'میں آج جب کہ آپ کو یہ عریضہ لکھ رہا ہوں دمشق جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اللہ عزوجل سے مدد چاہتا ہوں۔ تمام مسلمانوں کی خدمت میں سلام کہہ دینا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔
یہ آپ نے خط روانہ فرمایا اور دمشق کی طرف چل دیئے۔ اور اس کے برعکس جب وہاں پہنچے ہیں دمشق تو مؤرخین نے لکھا ہے کہ ایک رات ایسی بھی گذری دمشق والوں پر کہ جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کو گھیر رکھا تھا۔ اس وقت جو اہلِ دمشق تھے انہوں نے ہرقل کو خط لکھا اور لکھنے والے کا نام شاید طوما ہے۔
طوما نے ہرقل کو لکھا کہ رحیم بادشاہ کی طرف ان کے داماد طوما کی طرف سے۔ ہمیں

چاروں طرف سے گھیر لیا گیا ہے اور اجنادین اور مختلف جگہوں پر ہمیں ہزیمت ہوئی، شکست ہوئی۔ یہاں تک کہ میری آنکھ بالکل چلی گئی اس لئے یہاں والوں نے ابھی عربوں سے صلح کرنے کی ٹھان لی ہے۔ اور انہوں نے صلح کا تہیہ کرلیا ہے۔

اب یہ دیکھئے کہ جب حق تعالیٰ شانہ کے اوامر کی بجا آوری اکمل طریقہ سے صحابہ کرام فرما رہے تھے اس وقت کیا حال تھا اور ہم نے مالک کو چھوڑا، مالک کو ناراض کیا، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کو چھوڑا۔ خدا اور رسول کو ناراض کرکے کبھی سوچا جاسکتا ہے کہ حالات اچھے ہوں۔

یہ مبارک مہینہ ہے اس میں ہمیں اپنے متعلق تہیہ کرلینا چاہئے کہ ہم اپنے آپ کو تو ٹھیک کریں۔ اللہ عز وجل اس ذلت کے اسباب معلوم کرکے حق تعالیٰ شانہ کی طرف رجوع ہونے کی توبہ کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ ہم اس کے بن کر رہیں، وہ ہمارا بن کر رہے گا۔

جب یہ دمشق والوں کی طرف سے طوما نے خط لکھا ہے بادشاہ کو، اسی مجمع میں کہتے ہیں کہ ایک بوڑھا شخص جو سابقہ کتب کا عالم تھا اس نے بھی کہا کہ میں نے کتب سابقہ میں پڑھا ہے کہ نبی آخر الزمان جب تشریف لائیں گے تو ان کا دین سب پر غالب ہوکر رہے گا۔ اس لئے اس نے پھر اپنی طرف سے مشورہ دیا کہ بہتر یہ ہے کہ ہم ان سے صلح کرلیں۔ غرض اہل دمشق نے فیصلہ کرلیا کہ ہم نے ان سے صلح کرنی ہے۔

اب صلح کیلئے سو آدمی منتخب ہوئے کہ وفد جاکر ان کے سپہ سالار سے گفتگو کرے۔ ان کے بازیرک اور عقلمند افراد کہنے لگے کہ دیکھو! کیسے ان سے صلح کی بات کریں گے کہ سب سے قریب یہاں پر جو متعین ہے وہ اتنا سخت ترین انسان ہے کہ وہ کوئی چیز سننے کیلئے تیار نہیں ہے۔ صلح کی بات چلائی کیسی جائے۔

پھر کسی نے مشورہ دیا کہ جو دمشق کے دوسرے دروازہ، باب جابیہ پر متعین ہے، مراد ان کی حضرت ابو عبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کی تعریف کرنے لگے کہ بڑے عقل

مند، بہت سمجھ دار، بہت نرم دل، خوش اخلاق انسان ہیں۔ ادھر سے جا کر ان سے صلح کی بات چلائی جائے اور ان سے گفتگو کی جائے۔

چنانچہ وہ وفد ان کے یہاں جب پہنچا، حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہم کی خدمت میں جب یہ پہنچے، انہوں نے سب سے پہلے مجمع کو، مسلمانوں کو حدیث سنائی 'اِذَا اَتَاکُمْ کَرِیْمُ قَوْمٍ فَأَکْرِمُوْہُ'، جب کسی قوم کا کوئی معزز فرد تمہارے یہاں پہنچے تو اس کا اکرام کرو۔

یہ جب پہنچے ہیں سو آدمی صلح کی خوش خبری لے کر اہلِ دمشق کی طرف سے حضرت ابوعبیدہ کی خدمت میں، آپ نے ان کی تسلی کیلئے، ان کو ویلکم کرنے کیلئے، ان کو خوش کرنے کیلئے کہ اتنے عرصہ سے دکھی ہیں یہ جنگ کی وجہ سے تنگ ہو گئے۔ حالات سے تنگ ہو چکے ہیں۔ ان کو خوش کرنے کیلئے فرمایا کوئی گھبرانے کی ضرورت نہیں "اِذَا اَتَاکُمْ کَرِیْمُ قَوْمٍ فَأَکْرِمُوْہُ'۔ ان شاء اللہ ہم تمہارا اکرام کریں گے، عزت کریں گے اور آپ لوگوں سے صلح کی جائے گی۔

انہوں نے سب سے پہلے شرط اپنی طرف سے یہ رکھی کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی طرف منسوب کنیسہ چرچ، حضرت مریم علیہ السلام کی طرف کنیسہ اور چرچ، پولس کی طرف منسوب کنیسہ چرچ، اسی طرح کوئی آٹھ کے قریب بڑے بڑے چرچوں کے متعلق انہوں نے خاص طور پر درخواست کی کہ یہ ہماری تولیت اور تحویل میں اور استعمال میں رکھے جائیں۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نہیں، تمام کنیسے بالکل محفوظ بدستور اسی طرح رکھے جائیں گے۔

جو بھی انہوں نے صلح کی شرائط پیش کیں، ساری آپ نے منظور فرمالیں اور منظور فرما کر صلح نامہ لکھ کر کے ان کو دے دیا گیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور جلیل القدر، بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بڑی جمعیت ساتھ موجود تھی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، سلمہ بن ہشام، نعیم بن عدی، ہشام بن عاص، عبد اللہ بن عمرو الدوسی، عمرو بن طفیل، سعید بن جبیر، ذوالکلاع، حضرت

حسان۔کوئی پینتیس کے قریب جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام لئے جاتے ہیں۔

وہ بڑا عجیب سفر تھا۔لکھا ہے کہ صلح کیلئے اہل دمشق جب آرہے تھے، اسی رات حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنا خواب سنایا۔فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا۔سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ 'تَفْتَحُ الْمَدِيْنَةُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ'۔کہ آج رات یہ شہر فتح ہوجائے گا۔چنانچہ اسی طرح، اسی رات وہ سو آدمی صلح لے کر پہنچے۔

لیکن اس خواب کا ایک دوسرا جزو بھی تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا ارشادفرمایا اور فوراً تشریف لے جارہے ہیں واپس۔عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ بہت جلدی میں ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں مجھے عجلت ہے۔جلدی ہے اس لئے کہ مجھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں شریک ہونا ہے۔اوہ! ایک طرف یہ خوشخبری کہ دمشق فتح ہورہا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمائی۔اور دوسری خبر بجلی کی طرح، قیامت کی طرح، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اس جہان سے تشریف بری اور آپ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر سنائی۔

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ

ایک لطیفہ مجھے یاد آیا کہ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے محدث ہیں۔ایک دفعہ ان کے پاس کوئی حدیث کی سند لینے کیلئے پہنچا، دارقطنی نے 'نِعْمَ الشَّيْءُ الْهَدِيَّةُ اَمَامَ الْحَاجَةِ' یہ حدیث سنائی اور سترہ سندوں سے سنائی۔کہ فلاں سے بھی میں نے سنا، فلاں سے بھی سنا، فلاں سے بھی سنا۔الگ الگ سندیں سنا کر ایک حدیث سنائی۔

وہ طالب علم حدیث کا یہ ذخیرہ سن کر خوش ہوگئے۔لوٹے اور کوئی ہدیہ لے کر پہنچے۔جب پیش کیا استاذ کو دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کو تو انہوں نے فرمایا کہ بیٹھو تمہیں ایک اور حدیث سناتا

ہوں۔ ’اِذَا اَتَاکُمْ کَرِیْمُ قَوْمٍ فَأَکْرِمُوْہُ‘ اور یہ حدیث بھی بیس سندوں سے سنائی۔

ان کے تیقظ کا یہ حال تھا کہ ہر وقت حدثنا، اخبرنا زبان پر جاری رہتا۔ دارقطنی، امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ، جبھی کہتے ہیں۔ دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہوا، انہیں خواب میں دیکھا گیا۔ پوچھا کہ کیا گذری؟ فرمایا کہ مجھے جنت میں امام کہہ کر پکارا گیا، امام دارقطنی۔

میئر کا لقب

ہمارے یہاں جب میں دارالعلوم میں خود سارے کام سنبھالتا تھا، ہر سال میئر کو سال میں ایک دفعہ بلاتے تھے۔ خط آتا تھا پہلے کہ کون سے رنگ کے کپڑے پہنے جائیں، کون سا لباس پہنا جائے۔ پھر تو بعد میں انہیں پتہ چل گیا تھا کہ یہ ایسی چیزیں نہ تو سمجھتے ہیں، نہ ان میں اس طرح کی کوئی چیز ہے بلکہ سیدھے سادے گاؤدی قسم کے ہیں۔ پھر عام حالت میں آتے تھے لیکن ہمیشہ وہ جو کوئی دس کلو سونے کا جو ہار ہوتا تھا کونسل والا، وہ وہ ضرور پہن کر آتے تھے۔ ہر دفعہ ان سے پوچھا جاتا تھا کہ جناب یہ اتنا وزن آپ کیسے پہنتے ہیں۔ وہ بتاتے تھے کہ اس کیلئے یہ پٹھوں کی ورزش کرنی پڑتی ہے۔

اس وقت آداب کونسل کی طرف سے لکھ کر بھیجے جاتے تھے کہ جس طرح عام طور پر کہا جاتا ہے کہ مسٹر فلاں آئے ہیں، مسٹر فلاں تشریف رکھتے ہیں، اس طرح نہیں کہہ سکتے، بلکہ مخصوص لقب کے ساتھ ان کو پکارنا ہوگا میئر صاحب کو۔ اسی طرح جس کو بھی حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے جو لقب دیا گیا ہو انہیں اسی لقب کے ساتھ پکارنا چاہئے۔

قطب الاقطاب کا لقب

حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں جس وقت حضرت جنوبی افریقہ، زمبیا اور انگلینڈ کے سفر پر روانہ ہونے والے تھے، اس سے کچھ دن پہلے جب میں وہاں پہنچا، حضرت نے فرمایا کہ وہ خط تو نے سن لیا؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں حضرت۔ حضرت نے پھر خود سنایا۔

ارشاد فرمایا وہاں مدرسہ علوم شرعیہ کے حجرہ میں۔ حضرت اپنی چارپائی پر ہیں، داہنی طرف اشارہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ یہاں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور یہاں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف رکھتے تھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ تمہیں قطب الاقطاب بنایا اور لوگوں میں اس کا اعلان فرمادیں۔

حضرت فرماتے ہیں کہ خواب ہی میں مجھے خیال آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت شاہ صاحب کو کیوں واسطہ بنا رہے ہیں؟ میں سامنے حاضر خدمت ہوں، براہ راست مجھے خطاب کیوں نہیں فرمایا؟ واسطہ کے ذریعہ یہ پیغام کیوں بھجوایا؟

اسی وقت ذہن میں یہ جواب بھی آیا کہ کبھی کبھی مجھے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بعض عبارتوں پر خیال ہوتا تھا کہ اپنے متعلق حضرت فرماتے ہیں کہ میں قائم الزمان ہوں، میں یہ ہوں۔ اپنے متعلق حضرت القاب خود کیوں ذکر فرماتے ہیں؟

ذہن میں آیا کہ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جب فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ تمہیں قطب الاقطاب بنایا گیا اور لوگوں میں اس کا اعلان کردو، جیسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ 'لوگوں میں اعلان کردو'، اسی طرح شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اس پر مامور کیا گیا ہوگا کہ اس کا اعلان فرمائیں۔

موقعہ بموقعہ جہاں تقریر میں تحریر میں اس کا ذکر آئے، اس کو صاف صاف بیان فرمائیں، چھپائیں نہیں۔ جو القاب کسی کو دیئے گئے ہوں انہی سے انہیں یاد کرنا چاہئے۔ دنیا میں بھی یہی دستور ہے۔ میں نے میئر صاحب کے قصے کو ذکر کر کے بتایا۔

دوران نماز اصلاح

یہ حضرت امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ طلبہ اپنے کام میں مصروف ہیں

اور کسی نے عمرو بن شعیب کی بجائے ، شعیب کو چھوڑ کر اور نام پڑھا۔ اور دارقطنی نماز میں مصروف ہیں۔ پہلے تو آہستہ قرأت فرمارہے تھے۔ جب انہوں نے غلطی کی، انہوں نے زور سے 'قَالُوْا یٰشُعَیْبُ اَصَلٰوتُکَ تَأْمُرُکَ' میں 'قَالُوْا یٰشُعَیْب' کو دہرایا، طلبہ کا ذہن گیا کہ اوہو! ہم یہاں غلطی کررہے تھے اسی لئے یہ پڑھ رہے ہیں۔

اسی طرح کا ایک قصہ ہے کہ ایک دفعہ طلبہ نام میں غلطی کر رہے تھے۔ یُسَیر پڑھ رہے تھے۔ صحیح نام نون کے ذریعہ تھا 'نُسَیر'۔ اب کیسے ان کی اصلاح کریں۔ یہ لفظ شعیب کی طرح سے قرآن کریم میں آیا نہیں۔ نماز ہی میں سب ہورہا ہے۔ سوچ رہے کہ کیسے ان کی غلطی کی نماز میں میں اصلاح کرو۔ اس لئے اب اپنی قرأت چھوڑ کر انہوں نے پڑھنا شروع کیا 'نون والقلم وما یسطرون'۔ کہ نون والقلم۔ تو ادھر طلبہ نے سن کر سوچا کہ یہ ہمیں متنبہ فرمارہے ہیں کہ اچھی طرح دیکھو تحریر کو یہ یُسَیر نہیں ہے، نُسَیر ہے۔ حضرت امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو متنبہ فرمایا تب جاکر انہیں تنبہ ہوا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم سے خوش رکھے۔ مالک کو خوش کرنے کی حق تعالیٰ شانہ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ ہم اپنی ذلت کے اسباب تلاش کریں کہ ہم نے مالک کو کتنا ناراض کیا، انفرادی طور پر، اجتماعی طور پر۔

اب یہ جو پوچھا گیا تھا اسلام کی خوبیوں میں کہ تمہارے یہاں کیا کیا ہے؟ وہ بتایا گیا۔ پوچھا گیا شراب کے بارے میں، زنا کے بارے میں، وہ بھی بتایا گیا۔ اب یہ چیز کتنی عام ہے؟ کتنی عام ہے؟ تعجب تو یہ ہے کہ یہ جو متمول طبقہ ہے، اصحاب مال ہیں ان میں بھی یہ نحوستیں ہیں اور جو مزدوری کرتے ہیں، مشکل سے پیٹ بھرتے ہیں، ان میں بھی یہ دونوں چیزیں ہیں، شراب بھی اور زنا بھی۔

اللہ تعالیٰ تمام اسباب کو دور فرمائے اور ہمیں حق تعالیٰ شانہ اپنی ذات عالی کی طرف رجوع کی توفیق عطا فرمائے۔ اس ماہ مبارک میں امت کے رونے دھونے کو حق تعالیٰ شانہ قبول فرما

کر ہمیں معافی دے دے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۱۰؍رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیشنگوئی کی حکمت

بشارت ہو یا انذار ہو، خوشخبری ہو یا بری خبر خواب میں دی جائے، یہ تمام پیشین گوئیاں ہوتی ہیں، اس کا مقصد سمجھ لیجئے کہ مسلم غیر مسلم سب خدا کی مخلوق ہیں۔ ہر ایک کی طرف رحمت الٰہی متوجہ ہوتی ہے۔ مخلوق ہونے کے ناطے تو سب کو خیر اور شر کے موقعہ پر تنبہ کیا جاتا ہے، تنبیہ کی جاتی ہے، کبھی خبر دی جاتی ہے۔ اچھی خبر بھی سب کو دی جاتی ہے، بری بھی دی جاتی ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب سنانے والے جیل میں، قید خانے میں غیر مسلم تھے۔ خواب ان کے سچے ثابت ہوئے۔ اس لئے کہ رحمتِ خداوندی انہیں اپنی طرف کھینچنا چاہتی ہے کہ اپنے کفر اور شرک کو چھوڑ کر میری طرف آؤ۔

ہمارے بھائی جان نور اللہ مرقدہ کا جس شب وصال ہوا، کہیں افریقہ میں، کہیں انڈیا میں، کہیں انگلینڈ میں، مختلف جگہ جگہ عجیب عجیب چیزیں دکھائی گئیں، عجیب عجیب طریقے سے اس حادثہ کو دکھایا گیا۔ اب حافظ نواز صاحب کی سالی صاحبہ نے نام بھی بھائی جان کا بہت کم سنا

ہوگا، دیکھا تو یقیناً کبھی نہیں، کوئی تعارف نہیں، کوئی جان پہچان نہیں مگر اس شب جیسے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وصال کی خبر سنائی اسی طرح اس خاتون کو خواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کی اطلاع دی گئی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خاص خادم مولانا مفتی ایوب صاحب کو اطلاع دی گئی۔ عین اسی وقت جب وصال ہورہا ہے۔ وہ دیکھ رہے ہیں کہ بھائی جان نور اللہ مرقدہ کی چارپائی پر دونوں جہانوں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ ایک طرف بھائی جان ہیں، ایک طرف مجھے دیکھا کہ میں بیٹھا ہوں اور تھوڑی دیر میں کسی نے انہیں جگایا کہ تم سوئے ہو اور ادھر حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب کا وصال ہوگیا۔

یہ تمام پیشین گوئیاں جو خوابوں کے ذریعہ، قرآن کے ذریعہ اور حدیث کے ذریعہ پیشگی متنبہ کیا جاتا ہے وہ اسی لئے کیا جاتا ہے کہ اے عقل پرستو! باز آجاؤ، خدا ہے اس کا نظام ہے۔ اس نے مخلوق کو پیدا کیا۔ وہی اس کا خالق و مالک ہے۔ وہ جس طرح جب جہاں جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ اس پر یقین کرلو۔

ادھر ایسے سنگین حالات میں اہلِ شام کے نصرانی جگہ جگہ اپنی کتبِ سابقہ کی پیشین گوئیوں کو تلاش کر کے منطبق کرنے کی کوشش کررہے ہیں اور اس کو سچا پاتے ہیں اور ادھر مسلمانوں میں سے اسلام کا دعوی دار کہتا ہے کہ کیا چودہ سو سال کی تاریخ نے ثابت نہیں کردیا کہ دجال کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازہ غلط تھا۔ **نعوذ بالله۔**

یوشع بن مرقش

اسی طرح جو مشرقی حصہ تھا دمشق کا، ایسٹرن گیٹ اس کا، مشرقی دروازہ اس کی دیوار کے متصل، شہر پناہ کی دیوار کے متصل ایک پادری تھا، جس کا نام بھی لکھا گیا ہے، یوشع بن مرقش،

جو حضرت دانیا علیہ السلام کی کتاب الملاحم کا بڑا عالم تھا، اس نے دیکھا کہ نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان خدام کے ہاتھوں جیسے یہ علاقہ ہمارا فتح ہوگا، اسی طرح ساری دنیا پر یہ دین غالب ہوکر رہے گا۔ اسے اس پیشین گوئی پر اتنا یقین تھا کہ وہ ایک نقب لگا کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گیا اور اس نے اسلام قبول کیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عقل پرستی سے باز رکھے، دور رکھے۔ سیدھا سیدھا اپنے رب کو پہچاننے کی توفیق دے۔ جیسے اس نے جو احکام ہمیں دیئے اس کو بسر وچشم قبول کرنے کی ہماری عادت بنائے۔ اسی میں خیر ہے۔ انفرادی اور اجتماعی بھلائی کسی کو اگر چاہئے، وہ اس کے اسباب تلاش کرے کہ امت کا حال ایسا کیوں ہے۔

آپ کو جواب ملے گا کہ ہم احکام خداوندی سے برگشتہ ہوئے۔ ہم نے احکام خداوندی کو چھوڑا۔ مالک ہم سے ناراض ہے۔ اللہ عز وجل ہمیں ایسے افعال سے، اقوال سے، ایسی حرکتوں سے ہمیں بچائے کہ جس سے مالک ناراض ہوتا ہے۔ خدا اور رسول کو خوش کرنے والے افعال کرنے کی مالک ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ

یہ ہمارے صحابۂ کرام جہاں کہیں جاتے رہے، ہر جگہ ان کی مدد اور نصرت کیلئے، اللہ والے لوگ جو پچھلی کتابوں کے عالم تھے، ان کو القاء کیا گیا۔ حق تعالیٰ شانہ نے ان کے دل میں ڈالا کہ یہ سچے لوگ ہیں تم ان کی طرف لپکو اور ان سے استفادہ کرو۔

اہل شام کا اس زمانے کا ایک اور قصہ لکھا ہے کہ جنگِ موتہ میں سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ ہیں عبداللہ، حضرت عبداللہ بن جعفر الطیار رضی اللہ عنہ۔ ان کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت اسماء ہے۔ جن سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا تھا۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی کی کفالت میں یہ رہے۔

حضرت عبد اللہ بن اُنَیس جہنی رضی اللہ عنہ کی امارت میں شام کی طرف ایک فوج بھیجی گئی جس میں یہ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے۔ جیسے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ ہر چیز میں شکل، صورت، اداؤں میں نزاکتوں میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے، یہی حال آپ کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ کا بھی تھا۔

شام پہنچنے کے بعد حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے انہیں کسی مہم پر بھیجا۔ حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہ وہاں پہنچے تھے۔ جب آپ کو بھیجا گیا، اس میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام تھے۔ حضرت ابوذر الغفاری رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن اوفیٰ رضی اللہ عنہ۔ خود حضرت عبداللہ بن انیس جہنی رضی اللہ عنہ جن کی امارت میں شامل ہوکر یہ پہنچے تھے۔ انہیں بھی حضرت ابوعبیدہ نے ان کی ماتحتی میں کرکے بھیجا۔ کئی ایک بدری صحابہ حضرت عبداللہ کی امارت میں کام کررہے تھے۔

ان حضرات کا بیان ہے کہ پندرہویں شعبان ہے، نصف رات گذر چکی ہے اور حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل رہا تھا اور نصف شعبان کی مبارک رات کی برکتوں کا ذکر آیا۔ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار، یا ابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ! یہ نہایت مبارک رات ہے۔ اس میں روزی لکھی جاتی ہے، موت لکھی جاتی ہے، گناہ بخشے جاتے ہیں، آج میرا شب بیداری کا ارادہ بھی تھا۔ اس طرح کی گفتگو کرتے ہوئے ہم چل رہے ہیں اتنے میں ایک پہاڑی کے قریب ہم پہنچے۔

وہاں ہمیں عیسائیوں کا ایک خلوت خانہ نظر آیا۔ جب ہم اس کے قریب پہنچے، وہاں سے ایک راہب نکل کر آیا جس نے سیاہ ٹوپی پہن رکھی تھی اور بہت غور سے ہمیں تاکنے لگا۔ دیکھتا رہا، دیکھتا رہا۔ پھر پوچھا کہ تم کون لوگ ہو؟ ہم نے کہا کہ ہم اہلِ عرب ہیں۔ پھر اس نے صاف صاف پوچھا کہ تم محمدی ہو؟ انہوں نے کہا ہاں ہم محمدی ہیں۔ یہ سن کر اور زیادہ غور سے

دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو غور سے دیکھنے کے بعد اس نے پوچھا کہ یہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ہیں؟ ہم نے عرض کیا کہ نہیں بیٹے تو نہیں ہیں۔ کہنے لگا کہ ان کی آنکھوں سے میں نورِ نبوت ٹپکتے ہوئے دیکھ رہا ہوں، کیا ان سے کوئی قرابت ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ ہاں، یہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی کے بیٹے ہیں۔ کہنے لگا کہ ہاں۔ کسی درخت کے سب پتے ایک ہی جیسے ہوتے ہیں، یہ ایک ہی درخت کے ہیں اسی لئے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر مشابہت رکھتے ہیں۔

پھر ہم نے پوچھا کہ راہب! یہ بتاؤ کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تم کیسے جانتے ہو؟ اس خلوت خانے کے راہب نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام تفاصیل توریت، انجیل، زبور تمام کتابوں میں موجود ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی علامت کے طور پر بیان کیا گیا کہ آپ کی سواری سرخ رنگ کا اونٹ ہوگا اور شمشیرِ برہنہ، صاحب السیف آپ کا لقب بیان کیا گیا، مجھے کیوں نہیں معلوم کہ وہ کون ہیں۔

پھر ہم نے اس سے کہا کہ اچھا بھائی کہ جب تم اس درجہ میں بالیقین کہتے ہو، پھر تم ہمارے مذہب میں داخل کیوں نہیں ہوجاتے؟ آسمان کی طرف اشارہ کر کے اس نے کہا کہ اس نیلگوں گنبد کا مالک جب چاہے گا، یہ بھی ہوگا۔

ان پیشین گوئیوں پر ہمارا موضوع چل رہا ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کتب سابقہ میں پیشین گوئیاں آئی ہیں۔ حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے کرام کی خبریں دیتے رہے اور جس طرح وہ پوری ہوئیں، اسی طرح سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو پیشین گوئیاں ہیں وہ بھی اپنے اپنے وقت پر پوری ہوں گی۔

یہ کب کہا گیا کہ دجال اتنے ہزار برس کے بعد نکلنے والا ہے یا اتنے سو برس کے بعد نکلے گا۔ وہ تو ایک بہت بڑی مصیبت ہے اس لئے پچھلے تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام بھی اپنی امتوں کو ڈراتے رہے۔ اور جو چیز جتنی عظیم ہوتی ہے اتنی عظمت اور کثرت کے ساتھ اس کی خبر دی جاتی ہے۔

جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام پیشین گوئیاں آپ 'اسلامی سیاست' کتاب پڑھیں گے حضرت شیخ قدس سرہ کی، اس میں جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی ڈگر پر یہ امت چل رہی ہے کہ میری امت یہ کرے گی، یہ کرے گی، یہ کرے گی ۔لیکن مصیبتوں کو دعوت دینے والی حرکات ہمیں بتادی گئیں،ہمیں علم ہے، ہم پڑھتے ہیں مگر ہم ہیں کہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتے۔

اللہ تعالیٰ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہمیں عطا فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہمیں عطا فرمائے۔ جیسا رمضان آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گذارا اس طرح کے قیام لیل کے ساتھ رمضان گذارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جس طرح جبریل امین کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور قرآن کریم کے ہوتے رہے اس طرح قرآن کریم کو حق تعالیٰ شانہ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے ہر وقت پڑھتے رہنے کی توفیق ہمیں عطا فرمائے۔

فلنپا نوس

جیسے یہاں حضرت عبداللہ بن جعفر الطیار رضی اللہ عنہ سے وہ راہب بیان کرتا ہے کہ ہماری کتابوں میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی پیشین گوئیاں ہی نہیں بلکہ تمام تفاصیل موجود ہیں، اسی طرح اور دیکھئے کہ رومۃ الکبریٰ کا والی تھا فَلَنْپَا نُوس۔ اس نے جب ہرقل کیلئے کمک بھیجنی چاہی، اس نے خزانہ کھولا، اس کا ایک حصہ خزانہ کا ایسا تھا کہ جو صدیوں میں کھولا نہیں گیا۔ لیکن ایسے مشکل وقت میں سب کے منع کرنے کے باوجود اس نے جب

اصرار کر کے اس کو کھلوایا اور اس کو دیکھا گیا تو یونانی زبان میں وہاں سے ایک مضمون لکھا ہوا ملا۔

اس میں صاف صاف بتا دیا گیا کہ جب روئے زمین پر ظلمت کا خیمہ نصب ہو جائے گا اور ظلمتوں کے سایوں میں چاروں طرف ضلالت اور گمراہی چھا جائے گی، تہامہ کی سرزمین سے ہدایت کا ایک چراغ روشن ہوگا جس سے ساری ظلمتیں ختم ہو کر رہیں گی اور جہالت جس نے ساری دنیا کو تاریک کر رکھا تھا اس کے دن ختم ہو جائیں گے اور دنیا میں جگہ جگہ علم اور نور ہی ہوگا۔ ان کی دعوت میں اس قدر زور ہوگا کہ انسان اور جن تو ہیں ہی مکلّف لیکن آسمان اور زمین اور پہاڑ ہر چیز ان کی دعوت پر لبیک کہے گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی ان الفاظ سے اس میں خوشخبری دینے کے بعد پھر آگے اور بھی، جس طرح پیچھے جو پیشین گوئیاں ذکر کی گئیں اس میں بیان آیا کہ وہ دونوں جہان کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی جانتے اور پہچانتے تھے اور آمد کے منتظر تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ کون ہوگا، اور ان کے بعد کون ہوگا ان خلفائے کرام کی تفاصیل کو بھی وہ جانتے تھے۔

چنانچہ یہاں بھی یونانی زبان کی اس تحریر میں لکھا ہوا ملا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین جو ہوں گے، وہ بہت دبلے پتلے ہوں گے لیکن ان کا قلب سچائی کے نور سے منور ہوگا اور صفاء وصداقت کی وجہ سے وہ انتہائی قوی القلب انسان ہوں گے اور شریعت اور ملت کو وہ استحکام عطا فرمائیں گے۔ پھر آگے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کام کرنے والوں اور آپ کی ماتحتی میں کام کرنے والوں کا اس میں ذکر تھا۔

اللہ عزوجل ہمیں ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئیاں جو اس زمانے کے متعلق ہیں ان کو پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کی توفیق دے۔ اور ہماری ذلتوں کے جو اسباب ہیں ان اسباب سے ہمیں توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے کہ ہم پنج وقتہ نمازوں کی طرف

آئیں، احکام خداوندی بجالائیں۔حق تعالیٰ شانہ کے دیئے ہوئے مال میں سے ہم غریبوں کو نہ بھولیں۔

جہاں انسانیت ایک ایک لقمہ کیلئے ترس رہی ہے، ایک ایک گھونٹ پانی کیلئے پیاسی ہے۔ مالوں کے انبار لے کر بیٹھنے والوں کو حق تعالیٰ شانہ توبہ کی توفیق دے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔جن مقدس جگہوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پڑے وہاں بار بار حاضری کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ یہ رمضان المبارک میں ہم چل رہے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو وصول کرنے کی ہمیں توفیق دے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۱۱؍رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِی النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِیْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ

دنیا میں ہر جگہ فساد ہی فساد ہے۔ کیوں؟ یہ انسانوں کے اپنے عمل کی سزا اور جزا ہے۔ اور اس سے بڑی حرکت اور کیا ہو سکتی ہے کہ انسان آقائے نامدار، تاجدارِ مدینہ، فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پاک کو اپنی عقل سے ٹھکرائے اور جھٹلائے۔ اس پر تو آسمان ٹوٹ سکتا ہے۔ اپنا گریبان، اپنا حال دیکھنے کے بجائے اپنی عقل پر اتنا اعتماد ہے، اتنا گھمنڈ ہے، اتنا تکبر ہے، اتنی بڑائی ہے کہ حدیث پاک میں نقص نکالنے لگے۔ یہ دعویٰ کر کے کہ یہ حدیث سچی ہے، صحیح ہے لیکن کیا چودہ سو سال کی تاریخ نے یہ ثابت نہیں کر دیا۔ اس طرح کی ہماری بد عملیاں عروج کو پہنچ گئیں ہر چیز میں۔

حضرت شیخ قدس سرہ سے سات سوال

ابھی آخری مجلس میں حضرت شیخ یونس صاحب قدس سرہ نے مجھ سے پوچھا کہ تم کتنے برس

کے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ ابھی ستر برس اسلامی اعتبار سے پورے ہونے کو ہیں۔ فرمایا 'اچھا ستر برس!'۔میری پیدائش سے بھی نو برس پہلے حضرت شیخ قدس سرہ سے کسی طالب علم نے اس وقت کے حالاتِ حاضرہ پر مشتمل ایک عریضہ تحریر کیا جس میں حضرت شیخ قدس سرہ سے سات سوال کئے گئے۔

ان سات سوالات میں سے چوتھا سوال یہ تھا کہ مسلمان تباہ ہوتے جارہے ہیں آخر انہیں کیا کرنا چاہیے؟ پانچواں سوال یہ تھا کہ اغراض آج کل زیادہ کام کر رہی ہیں، ہر شخص اپنی اغراض کے پیچھے پیچھے چل رہا ہے۔ چھٹا سوال یہ تھا کہ علماء کا وقار عمداً گرایا جارہا ہے۔ بے تکلف سب وشتم کیا جاتا ہے۔آخری سوال یہ تھا کہ علماء کے اختلاف سے بہت نقصان پہنچ رہا ہے۔

حضرت شیخ قدس سرہ نے اس وقت ارتجالاً لکھنا شروع کیا، کتابیں تصنیف کی جاتی ہیں اس طرح نہیں، بلکہ ارتجالاً لکھتے چلے گئے۔شعراء اپنے شعر پڑھتے چلے جاتے ہیں اس طرح حضرت لکھتے ہی چلے گئے۔کئی سو صفحات کی کتاب وجود میں آگئی سات سوالوں کے جواب میں۔ یہ بڑی عجیب وغریب کتاب تھی کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ کو وہ تحریر اتنی پسند آئی، اتنی پسند آئی کہ حضرت شیخ قدس سرہ سے وہ لے کر گئے اپنی بریف کیس میں۔

ہینڈ بیگ میں ہر وقت ساتھ رکھتے تھے۔ اور تقاضا کرتے رہے کہ جلدی اس کو چھپواؤ۔ جلدی اس کو چھپواؤ۔کب چھپے گی؟ تقاضا ہو رہا ہے ایسی عظیم الشان کتاب۔حضرت جس طرح خطوط تحریر فرماتے تھے،خطوط لکھواتے تھے اس انداز میں وہ کتاب وجود میں آگئی۔کیا ہمارے حضرت تھے۔حضرت کی شان میں کوتاہیاں کیں، گستاخیاں کیں، وہ اللہ جل شانہ ہمیں معاف فرمائے۔

آفات کی حکمت

یہ آیت ہمیں خبر دیتی ہے کہ جو کچھ فساد دنیا میں پیش آتا ہے وہ سارا کا سارا انسانوں کے ساتھ وابستہ ہے۔ اسی طرح اس وقت بھی جو کچھ ہو رہا ہے وہ سارا، سب کچھ ہمارا کیا کرایا ہے۔ **بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ** ۔جیسی کرو گے ویسی بھرو گے۔ **لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ** ۔ وہ بھی رحمت خداوندی ہے، رحمت ہی رحمت ہے۔

خداتعالیٰ نے تو لکھ دیا ہے اپنے عرش کی تختی پر، **سَبَقَتْ رَحْمَتِيْ غَضَبِيْ** ۔ یہاں بھی ان تمام بلاؤں، آفات، مصائب اور مشاکل کا نزول کیوں ہے؟ **لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ** ۔ تاکہ ہم واپس ٹرن کریں اپنی گاڑی کو، واپس لوٹیں۔ غلط راہ پر ہم چل پڑے ہیں، آگے رستہ روکا جاتا ہے کہ واپس جاؤ، رجوع کرو۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات حق کی طرف، اپنے دین حق کی طرف، نبی برحق کی سنتوں کی طرف، نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق حق کے اتباع کی طرف ہمیں رجوع ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

آیتِ پاک کی تفسیر

اس آیت کی تفسیر میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا 'اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کسی لکڑی کی خراش ہو، یا کسی رگ کا حرکت کرنا ہو یا قدم کی کوئی لغزش ہو، ٹھوکر کھا کر کہیں کوئی گر جائے، یا کہیں سے کوئی پتھر آ کر لگ جائے جو کچھ بھی ہوتا ہے کسی گناہ کی وجہ سے ہوتا ہے'۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ 'کسی بندہ کو کوئی زخم یا اس سے بھی کم درجہ کی کوئی چیز پہنچتی ہے وہ اپنی کسی کی ہوئی حرکت کی وجہ سے پہنچتی ہے'۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے بدن میں کوئی تکلیف

تھی۔لوگ عیادت کیلئے آئے اور افسوس کرنے لگے۔فرمایا کہ'افسوس کی کیا بات؟کسی گناہ کی وجہ سے یہ چیزیں پیش آتی ہیں'۔

حضرت ضحاک فرماتے ہیں کہ'جو شخص قرآن پاک پڑھ کر بھول جاتا ہے وہ کسی گناہ کی بدولت ہوتا ہے۔پھر یہی آیت تلاوت فرمائی'**ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ**'، پھر فرمانے لگے کہ قرآن شریف کو پڑھ کر بھول جانے سے بڑھ کر اور مصیبت کیا ہوگی۔حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے سر میں درد ہوا۔سر پر ہاتھ رکھ کر فرمانے لگیں کہ میرے گناہوں کی وجہ سے یہ سر درد ہے۔

قربِ قیامت

اچھائی برائی تو انسانوں میں ہوتی ہی ہے لیکن اچھائی غالب رہنی چاہئے۔ جب برائی غالب ہوجائے تب پھر بڑی بڑی مصیبتیں یہاں بھی وہاں بھی ہر جگہ ایک ساتھ نازل ہونے لگتی ہیں کہ یہ ملک چلا گیا وہ چلا گیا۔ یہاں یہ مصیبت ہے، وہاں یہ مصیبت ہے۔

اسی لئے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس امت کے آخر زمانے میں خسف ہوگا۔زمین میں انسان، جائیدادیں، مکانات سب دھنس جائیں گے۔خسف بھی ہوگا اور مسخ بھی ہوگا کہ ابھی انسان تھے، کتے بندر بنادیئے گئے۔قذف بھی ہوگا۔قذف، آسمان سے پتھر برسیں گے۔

کسی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آسمان سے پتھر برسیں گے، بچے بھی ہوتے ہیں معصوم، صلحاء اچھے لوگ بھی ہوتے ہیں؟ عرض کیا یارسول اللہ! ہم اس حال میں بھی ہلاک ہوسکتے ہیں کہ ہم میں صلحاء موجود ہوں؟ فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے'ہاں جب خباثت کی کثرت ہوجائے'۔اس وقت یہ بھی ہوگا۔

اسی لئے فرمایا کہ آپس میں ایک دوسرے کو امر بالمعروف، نیکیوں کا حکم کرو، برائی سے

روکو۔ ورنہ حق جل مجدہ تم پر اپنا عذاب مسلط فرمادیں گے۔ اس وقت کیا ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت اگر دعائیں بھی کی جائیں گی، قبول نہ ہوں گی۔ اس وقت کتنا ہم جگہ جگہ دعائیں کررہے ہیں، رو رہے ہیں۔

برگزیدہ بندے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ عز وجل کی طرف سے جبریل امین کو ایک دفعہ کسی آبادی کے الٹ دینے کا حکم ہوا کہ جاؤ اور الٹ دو۔ عرض کیا کہ الٰہی اس آبادی میں تو فلاں بندہ ایسا ہے کہ اس نے کسی وقت بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میری زبان سے کبھی غیبت کا کلمہ نہیں نکلا۔ اوہو! اتنا ستایا گیا پھر بھی۔ ہمارے قریبی مشائخ میں کیا کیا ان کا تقویٰ، تقدس، طہارت، پاک صاف زندگی تھی۔ آپ حیران ہوں گے۔

ایک مرتبہ دوپہر کے دسترخوان پر اس دن کا تازہ خواب حضرت مولانا منور حسین صاحب نے حضرت شیخ قدس سرہ کو سنایا۔ سن کر رونے لگے۔ عرض کیا کہ آج میں نے خواب دیکھا کہ اسی طرح حضرت یہاں تشریف رکھتے ہیں اور کوئی صاحب آئے۔ ان کے ہاتھ میں کوئی کتاب ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ کیا؟ حضرت شیخ کی طرف اشارہ فرما کر مولانا منور حسین صاحب کو وہ مالک ارض وسماء کا فرستادہ، ان کا بھیجا ہوا فرشتہ جواب دیتا ہے کہ یہ ان کا نامہ اعمال ہے۔ کہ حضرت شیخ کا یہ نامہ اعمال ہے۔

حضرت مولانا منور حسین صاحب قدس سرہ نے ان سے درخواست کی کہ میں دیکھ سکتا ہوں؟ فرمایا کہ اس میں کیا دیکھو گے؟ اس میں کوئی ایک گناہ نہیں ہے۔ اللہ! انبیاء علیہم الصلوۃ معصوم ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے بعد کوئی معصوم نہیں۔ سب سے خطا، لغزش، گناہ ہوسکتے ہیں لیکن یہ رونے اور دھونے کی طاقت اور مالک کے سامنے گڑگڑانے میں ایسی

زبردست طاقت ہے کہ وہ ہر چیز کو اپنے ساتھ بہا کر لے جاتی ہے۔

حضرت شیخ قدس سرہ کے آنسو

کسی نے ایک مرتبہ خط لکھا کہ خواب میں دیکھا ہے کہ حضرت شیخ قدس سرہ تشریف فرما ہیں۔ اور حضرت کے سامنے ایک تالاب ہے نہایت نورانی ہے،اور اس کے اندر سے انوارات نکل رہے ہیں۔ عجیب وغریب قسم کی روشنی، چمک، خوشنما منظر تھا۔ خواب دیکھنے والے نے یہ پر رونق منظر دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا ہے؟

بتایا گیا کہ یہ ان کے آنسو ہیں جو ہندوستان کے مسلمانوں کیلئے انہوں نے بہائے ہیں۔ جب ہندوستان کے مسلمانوں کی مظلومیت کی خاطر، ان پر جو مصائب آئے، تکالیف آئیں ان کیلئے اتنا روئے، پھر اپنے بارے میں وہ کتنا روئے ہوں گے۔

جیسے بار بار عرض کیا کہ حضرت مفتی محمود صاحب نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ میں جب حضرت شیخ قدس سرہ کی مجلس میں ہوتا ہوں، میرے سامنے گناہوں کا پہاڑ ہوتا ہے۔ میں ڈرتا رہتا ہوں کہ یہ پہاڑ مجھ پر اب گرا، تب گرا۔ جب مرید کا یہ حال، ان کے پیر ومرشد شیخ کا کیا حال ہوگا؟ اپنے لئے کتنا روئے ہوں گے۔

ایک مرتبہ سہارنپور کی تبلیغی جماعت کے امیر تشریف لائے کہ حضرت اجتماع میں تشریف لائیں۔ حضرت نے کوئی کلمہ معذرت کا فرمادیا۔ عرض کیا کہ آخری دعا میں شرکت ہو جائے۔ بھرائی ہوئی آواز میں حضرت نے کیا جواب دیا؟ حضرت نے فرمایا کہ میں ڈرتا ہوں کہ میرے وہاں موجود رہنے سے کہیں ان کی دعائیں بھی رد نہ ہو جائیں۔ جن کا یہ حال ہو، اپنے لئے وہ کتنا روئے ہوں گے۔ اور کوئی گناہ باقی نامہ اعمال میں رہ سکا ہوگا۔

اسی لئے وہ فرشتہ کہتا ہے کہ مولانا منور حسین صاحب قدس سرہ سے کہ اس کو کیا دیکھو گے۔ اس میں کوئی گناہ نہیں۔ گناہوں سے بالکل پاک صاف ہے۔ ان گناہوں سے، بدعملیوں

سے، بری حرکتوں سے، بری عادتوں سے اتنا ڈرایا گیا اور فرمایا کہ تم ایک دوسرے کو روکتے رہو، ٹوکتے رہو ورنہ حق تعالیٰ شانہ تم پر اپنا عذاب مسلط کر دیں گے۔ اس وقت اگر دعائیں بھی کی جائیں گی تو قبول نہ ہوں گی۔

اسی لئے ایک حدیث میں ہے کہ جس جماعت میں، مجمع میں علانیہ کوئی ناجائز بات جاری ہو اور وہ جماعت اس کے روکنے پر قادر ہو اور نہ روکے، مرنے سے پہلے پہلے حق تعالیٰ شانہ اس جماعت کو کسی عذاب میں گرفتار اور مبتلا فرما دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا مالک ہے جو ہم سے ناراض ہے، ہم پر غضبناک ہے، ہم پر خفا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام حرکتوں سے توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔

شراب کی حرمت

ہماری بدعملی ہر چیز میں انتہاء کو پہنچ گئی۔ کیا نماز، کیا روزہ، کیا زکوۃ، کیا حج۔ اللہ ہی رحم فرمائے۔ جیسا کل پرسوں عرض کیا تھا شراب اور زنا کے متعلق۔ صاف صاف قرآن کریم میں بار بار جن چیزوں کو دہرایا گیا ان میں سے یہ زنا ہے جس کی تصریح قرآن کریم میں ہے۔ اسی طرح شراب اور مسکرات کا حال ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی شراب پینے والے پر لعنت فرمائی۔ بنانے والے پر لعنت فرمائی اس کے بنوانے والے پر لعنت فرمائی۔ بیچنے والے پر لعنت فرمائی۔ خریدنے والے پر لعنت فرمائی۔ کوئی اس کو اپنی ٹیکسی میں لاد کر لے جائے اور کرایہ وصول کرے اس لاد کر لے جانے والے پر لعنت فرمائی۔ جس کے پاس لے جائی جائے اس پر لعنت فرمائی۔ اس کے پلانے والے پر لعنت فرمائی۔ بیچ کر اس کی قیمت کھا جانے والے پر لعنت فرمائی۔ کتنے ناراض! لعنت فرمائی یعنی دعا فرمائی اس شخص کے خلاف۔ اس کو بد دعا دی کہ اللہ اسے اپنی رحمت سے دور فرمائے۔ لعنت کے یہ معنیٰ ہیں۔

اب سرکار کتنے ناراض اس حرکت سے؟ اور کتنے سخت لہجہ میں اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔ اور کتنی عام ہے یہ چیز کہ امیر و غریب دونوں طبقے جگہ جگہ اس میں مبتلا ہیں۔ کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ بہت دیر میں انسانیت اسے سمجھ پاتی ہے۔

ہمیں یاد ہے کہ کہیں جانا ہو، سفر ہو ہندوستان، عمرہ کا، والدہ سے ملنے کیلئے افریقہ کا تو پہلا سوال دماغ میں یہ آتا تھا کہ سفر درپیش ہے کیا ہوگا۔ کیوں؟ کہ جہاز میں بیٹھے اور اترنے کے ساتھ ہی چلنا پھرنا مشکل ہے۔ اتنا سخت ترین سر درد ہوتا تھا کہ برداشت سے باہر ہوتا۔ پھر اللہ نے آسانی فرمائی، پچاس فیصد آسانی ہوگئی اس میں کہ دو طبقے جہاز کے ہوگئے کہ جو سگریٹ پینے والے ہیں انہیں سیٹیں پیچھے دی جائیں گی اور نہ پینے والوں کو آگے سیٹ مل سکتی ہے۔ لیکن پھر رحمت الٰہی نے خیر القاء فرمائی ان کے دلوں میں اور ہمیشہ کیلئے اس لعنت کو نکال دیا گیا۔ جہازوں میں، بسوں میں ہر جگہ اس کو موقوف کر دیا گیا ورنہ پہلے تو کوئی تصور نہیں کرسکتا تھا کہ اس لعنت سے انسانیت کیسے بچ پائے گی۔

اللہ ہی کی طرف سے ہوتا ہے یہ۔ اللہ کرے کہ جس طرح اس کو جلا وطن کیا گیا، انسانیت کو اس سے بچانے کی کوشش کی گئی، اسی طرح اس شراب کا بھی حال ہو۔ اللہ کرے کہ ایک وقت ایسا بھی آئے کہ اس کی سمجھ عطا ہو اور اسے بھی خیر باد ہمیشہ کیلئے کہہ دیا جائے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار احادیث اس کے بارے میں ہیں۔

فرمایا کہ میرے پاس جبریل امین آئے اور فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک اللہ نے شراب پر لعنت فرمائی ہے اور اس کے بنانے والے پر، بنوانے والے پر، پینے والے پر، اٹھا کر لے جانے والے پر، جس کے پاس لے جائی جائے اس پر، بیچنے والے پر، پلانے والے پر، پلوانے والے پر۔ سب پر لعنت فرمائی۔ اب دیکھئے کہ ایک شراب، ایک گناہ ہے۔ اور اس کی وجہ سے کتنوں پر لعنت۔ کتنے ملعون ٹھہرائے۔

صدقہ کا ثواب

اس کے برعکس نیکیاں کتنی پیاری ہیں۔حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہدیہ، صدقہ، زکوٰۃ، یا کسی اور کھانے پینے کی چیز کے ذریعہ کسی کو مدد دی جائے، یہ چیز، یہ پیسہ، یہ کھانا جتنے ہاتھوں سے گذرے گی، ان تمام وسائط کو بھی، جو بیچ میں کڑیاں ہوں گی، واسطہ بنیں گی ان سب کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا اس خرچ کرنے والے مالک کو ملتا ہے۔ پورا پورا ان کو ثواب ملے گا اور اس مالک کے خرچ کے حساب میں سے کوئی چیز کم نہ ہوگی۔سب کو پورا پورا اجر وثواب دیا جائے گا۔

حضرت شیخ قدس سرہ کبھی کبھی اس پر عمل فرماتے تھے کہ تو اس کو دے، وہ اس کو دے، وہ اس کو دے۔ مجھے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی ہر چیز مل گئی۔ایک بزرگ کے یہاں کہا گیا کہ فلاں ہمارے پیر ومرشد بزرگ، ہمارے استاذ محدث ان کو کوئی صدقہ نکالنا ہوتا، کوئی ہدیہ دینا ہوتا، تمام طلبہ کے ہاتھوں سے اس کو گذارتے تاکہ سب اس کے اجر میں شریک ہوں۔

اللہ تعالیٰ ان بابرکت اوامرِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچاننے، سمجھنے اور اس پر عمل کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔اس ماہ مبارک کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو چاہا، جس طرح یہ گذارنا چاہیئے، اس طرح گذارنے کی اور ہر وقت مالک کے کلام کو پڑھتے رہنے کی ہمیں توفیق دے، روز ایک ختم کریں، دو ختم کریں۔ انفرادی طور پر کریں، مل کر بیٹھ کر پڑھیں۔اللہ تعالیٰ ان خیرات اور عبادات کی لذت ہمیں عطا فرمائے کہ ہم اسے بوجھ نہ سمجھیں کہ اتنا لمبا روزہ ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۱۲ر رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اہل علم کا فتنہ

گناہوں کی اقسام کا ذکر تھا کہ کن گناہوں کے ذریعہ کس طرح کے عذاب آتے ہیں۔ ایک دو روز قبل یہ بھی عرض کیا تھا کہ نفسانی، شہوانی، شیطانی، الگ الگ گناہوں کی اقسام ہیں مگر جو علم وفکر کی لائن کی سیآت اور اس لائن کے جو گناہ ہیں وہ قیامت ڈھاتے ہیں اور اس میں جیسے مجاہد میدانِ کارزار میں جوشِ جہاد میں اور وہاں کے عقبٰی کے فضائل میں مست ہوکر تلوار چلاتا جاتا ہے، یہ شیطان جب کبر وعجب کسی عالم کے قلب میں ڈال دیتا ہے، وہ بھی اس میں آگے بڑھتے ہوئے اتنی دور نکل جاتا ہے جس کی کوئی انتہاء نہیں۔

اس کی مثال موجود ہے کہ مودودی نے روایت اور درایت کا ایک باب قائم کیا اور اس بحث میں اپنی عقل سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد گرامی کو چیلنج کیا۔ حالاں کہ یہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایسا عظیم ارشاد گرامی ہے جو ایسی صحیح احادیث میں آیا ہے کہ جسے کوئی چیلنج نہیں کرسکتا۔ لیکن اس نے لکھ دیا کہ کیا چودہ سو سال کی تاریخ نے یہ ثابت نہیں کردیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازہ دجال کے بارے میں غلط تھا۔

یہ مودودی کوئی منفرد شخص نہیں ہے جس نے یہ حرکت کی ہو۔ اس فتنہ میں جو اہل علم مبتلا ہو جاتے ہیں اگر چہ اس شخص کے پاس تو علم تھا یا نہیں، ہمیں اس کی تحقیق نہیں۔ ہم نے جو کچھ اس کے اپنے محدود سمجھ اور محدود وسائل کے مطابق اس کے بارے میں پڑھا ہے، وہ یہی ہے کہ نہ کسی صاحب علم کی اسے صحبت ملی، نہ کسی مستند محدث کی خدمت میں چند مہینے گذارنے کی اسے سعادت ملی ہو یا چند مجالس میں اسے حاضری کی سعادت ملی ہو۔ ایسا شخص جب یہ لکھے، تعجب ہوتا ہے کہ کیسی جرأت ہے۔ لیکن میں نے عرض کیا کہ اس لائن کے قصے سب اسی طرح ہیں۔

حضرت مولانا حکیم سید عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اسی لائن کا ایک قصہ بڑا عجیب وغریب سنئے۔ عالم اسلامی کے ہمارے عظیم مفکر حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے محبوب خلیفہ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم حضرت مولانا حکیم سید عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ آپ جس زمانے میں ندوہ کے ناظم تھے آپ نے ۱۸۹۴ء میں دہلی اور اس کے اطراف کا سفر فرمایا تھا۔ اس سفر میں آپ دہلی، پانی پت، سرہند، دیوبند، سہارنپور، انبیٹھ، گنگوہ، نگینہ، بجنور، ان تمام مقامات پر تشریف لے گئے۔

اس سفر میں آپ نے وہاں کے مشائخ، علماء سے ملاقات کی۔ مرورِ زمانہ کے ساتھ قیامتیں اس علاقہ میں آتی رہیں اور ان قیامتوں کے وقوع سے پہلے جو جو دینی مراکز تھے، علمی مراکز تھے ان تمام آثارِ قدیمہ تک پہنچنے کی کوشش فرمائی اور اس کی تاریخ مرتب فرمائی۔ اس کا نام انہوں نے کچھ اور رکھا تھا بعد میں نام کی تبدیلی کے ساتھ 'دہلی اور اس کے اطراف' کے نام سے وہ سفر نامہ شائع ہوا تھا۔

اس میں دہلی کا ایک مشہور مدرسہ ہے، اب بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ تا قیامت اس مدرسہ کو باقی

رکھے۔ وہاں ہمارے تمام دینی اداروں کو باقی رکھے، حرمین شریفین کی حفاظت فرمائے۔

مدرسہ حسین بخش

اب یہ حضرت حکیم صاحب دہلی کے مدرسہ حسین بخش میں پہنچتے ہیں اور اس مدرسہ کا محل وقوع آپ نے بیان فرمایا کہ یہ مدرسہ جامع مسجد بازار میں بختاور خان کی حویلی کے آگے ہے۔ اس لئے وہیں سے روشن الدولہ کے کٹرا ہوتا ہوا سیدھا جامع مسجد کے پاس میں نکلا اور جامع مسجد کی پشت پر ہوکر جامع مسجد بازار میں پہنچا۔

مدرسہ نہایت پرتکلف ہے۔ مسجد ہے۔ مسجد کے گرد اسی سے ملحق مکانات اور حجرے خوبصورتی کے ساتھ بنے ہوئے ہیں۔ ان میں مدرسین اور طلبہ رہتے ہیں۔ مدرسہ کا خرچ دوسو روپے ماہوار ہے۔ آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں۔ چندہ سے چلتا ہے۔ کچھ محدود آمدنی مقرر ہے۔ چار مدرس ہیں اور پانچ مددگار۔

مدرس اول مولوی عبد العلی صاحب ہیں۔ یہ مسجد کے شرقی اور جنوبی گوشہ کے مکان میں رہتے ہیں۔ وہیں درس دیتے ہیں۔ اسی سال ذی الحجہ کے مہینہ سے یہاں آئے ہوئے ہیں۔ اس سے پیشتر وہ مرادآباد سہارنپور میں مدرس تھے۔

مولوی فیض الحسن، مولانا قاسم اور مولانا احمد علی مرحومین کے شاگرد ہیں۔ مولانا محمد قاسم صاحب سے زیادہ تر تلمذ ہے۔ انہی کی صحبت میں زیادہ رہے۔ انہی سے ارادت ہے۔ انہی کے مرید ہیں۔ آدمی خلیق، سنجیدہ، بے تکلف، سادہ مزاج ہیں۔ عجب، پنداری اور پندار سے بالکل کنارہ کش ہیں، صورت سے علمائے دین کی شان معلوم ہوتی تھی۔

جب میں گیا صحیح مسلم کا سبق ہو چکا تھا۔ طلبہ سے باتیں کر رہے تھے۔ مجھ سے نہایت شگفتہ پیشانی کے ساتھ ملے۔ تعارف کے بعد مجھ سے کہا کہ اگر اجازت ہو، میں ایک سبق اور پڑھا دوں۔ اس کے بعد سنن ابن ماجہ کا سبق شروع ہوا۔ دیر تک پڑھاتے رہے۔ اسی اثناء

میں میں اٹھا۔ مجھ سے کہا کہ آپ تھوڑی تکلیف اور کیجیے۔ میں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں سبق ختم کیا اور طالب علموں سے کہہ دیا کہ باقی سبق سہ پہر کو ہوں گے۔ پھر مجھ سے نہایت لطف اور بے تکلفی سے باتیں کرنے لگے۔

میرے واسطہ چائے بنوائی اور اصرار کے ساتھ پلاتے رہے۔ پان خود نہیں کھاتے مگر میرے واسطہ خاص طور سے منگوائے باوجود اس کے کہ میں منع کرتا رہا۔ ان کے اس تواضع اور اکرام کی وجہ سے میں زیادہ بیٹھا۔ بارہ مجھ کو وہیں بج گئے۔ دیر تک حضرت سید صاحب نور اللہ مرقدہ کے حالات ذکر کرتے رہے۔

مولانا قاسم صاحب کے حالات بیان کرتے رہے۔ یہ بھی کہا کہ اگر مولانا قاسم صاحب کے حالات اور ان کے علم کا مشاہدہ میں نے خود نہ کیا ہوتا، اگلے زمانہ کے اکابر کے حالات افسانہ معلوم ہوتے۔ مولانا رشید احمد کی نسبت کہنے لگے کہ ایسے لوگ اب روئے زمین پر ڈھونڈھنے سے بھی نہیں ملیں گے۔

مولوی سعید الدین

یہ بھی قصہ انہوں نے بیان کیا کہ مولوی سعید الدین ایک معمولی استعداد کے آدمی سید صاحب کے دیکھنے والوں میں سے تھے، ان کے قافلہ کے تھے، سہارنپور میں رہتے تھے۔ وہ بھی، جیسا سید صاحب کے علی العموم مریدوں کا حال ہے، نہایت باخدا اور سچے مسلمان تھے۔

ان کے بیٹے سے کسی دوسرے شخص کا جھگڑا ہو گیا اور نوبت عدالت تک پہنچ گئی۔ فریقِ ثانی نے مولوی صاحب کا نام گواہی میں لکھ دیا۔ مولوی صاحب کو جانا پڑا اور بلا لحاظ واسطۂ پدری اپنے بیٹے کے خلاف گواہی دی۔ وہ آخر میں نابینا ہو گئے تھے اور باوجود پیرانہ سالی کے ہر روز کسی بچہ کو ساتھ لے کر مدرسہ پڑھانے آیا کرتے تھے۔ کچھ سنتے تھے، کچھ پڑھتے تھے۔ ہمیشہ ان کا یہ شغل رہا۔

میں نے ایسے وقت میں دیکھا ہے کہ نابینا ہوجانے کے بعد ان کی آنکھیں پھر روشن ہوچکی تھیں اور خود بلا وساطت کسی کے پھرتے تھے۔ اس کا قصہ مولوی ثابت علی صاحب عجیب بیان کرتے تھے۔ وہ سہارنپور میں مدرس ہیں اور میرے دوستوں میں ہیں۔ وہ کہتے تھے کہ مولوی صاحب مرحوم اکثر کلامِ مجید پڑھا کرتے تھے اور رویا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ میں کیا دیکھتا ہوں کہ وہ خود بخود چلے آرہے ہیں اور ان کی آنکھیں روشن ہیں۔ میں نے پوچھا حضرت یہ کیا بات ہے؟ معلوم ہوا کہ آج بھی حسبِ معمول پڑھ رہے تھے اور رو رہے تھے۔ آنسو جیسے ہی پونچھے کہ آنکھیں روشن ہوگئیں۔

اخلاقی انحطاط اور مذہبی تفریق کا ایک عبرتناک قصہ

یہاں تک تو گویا تمہید تھی کہ بہت بڑی سند سے یہ کربناک، دردناک، خطرناک واقعہ میں آپ کو سنانے جارہا ہوں۔ اب وہ قصہ سنئے اور روئیے اور رو کر مبارک مہینہ میں رو کر دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ جو اس لائن کے فتنے ہیں جن میں دین و مذہب کی بنیادیں اکھیڑی جاتی ہیں اس فتنہ سے امت کی حفاظت فرمائے۔ اسی لئے آپ نے سنا کہ 'خطرناک، دردناک، کربناک'۔ وہ اس لئے ہے کہ خود اس سفرنامہ میں اس کا عنوان دیا گیا ہے کہ 'اخلاقی انحطاط اور مذہبی تفریق کا ایک عبرتناک قصہ'۔ آگے وہ قصہ سنئے۔

یہ بھی قصہ مولوی عبد العلی صاحب نے بیان کیا کہ سبزی منڈی یہاں سے بہت قریب ہے۔ اس محلّہ میں ایک مولوی صاحب آکر رہتے تھے۔ وہ غیر مقلد تھے۔ دن کو میاں صاحب کے مدرسہ میں رہتے تھے اور رات کو وہاں کرایہ سے ایک مکان تھا وہاں رہتے تھے، اس میں ایک بیوی صاحبہ بھی تھیں۔ اسی محلّہ میں ایک کبیر السن میاں جی رہتے تھے۔ وہ اوقات کے بہت پابند تھے۔ محلّہ کے لوگ ان کی تعظیم کرتے تھے۔

ایک دن ایک بڑھیا نے ان میاں جی سے آکر کہا کہ مولوی صاحب کی بیوی نے آپ کو

بلایا ہے۔ کھڑے کھڑے ذری سی ان کی بات سنی جایئے۔ میاں صاحب گئے۔ پردے کے پاس بیوی صاحبہ نے آ کر کہا کہ آپ باخدا آدمی ہیں مجھ کو للہ اس ظالم کے پنجہ سے چھڑایئے۔ میاں جی نے کہا خیر تو ہے؟ اس خاتون نے کہا خیر کہاں شر ہے۔ یہ شخص میرا پیر ہے۔ میں اس کی مرید ہوں۔ میرے خاوند موجود ہیں زندہ ہیں۔ دھوکہ سے یہ مجھے نکال لایا ہے۔

میاں جی صاحب کو یہ سن کر نہایت ہی تعجب ہوا اور واقعی تعجب کی بات ہے۔ میں نے یہاں تک جب یہ قصہ سنا، مجھے عجب حیرت ہوئی۔ مولوی صاحب فرمانے لگے کہ میاں جی نے اس خاتون کی تسلی تشفی کی۔ اس کے بعد چلے آئے لیکن موقعہ کے منتظر رہے۔ ایک دن مولوی صاحب سے خلوت میں کہا کہ مجھ کو تنہائی میں آپ سے ایک راز کہنا ہے بشرطیکہ وہ کسی پر ظاہر نہ ہونے پائے۔ صرف آپ تک رہے۔ انہوں نے کہا فرمایئے!

میاں صاحب نے کہا کہ میں بھی آپ کا ہم مذہب ہوں۔ مگر حضرت کیا کہیئے اس محلّہ کے لوگ ایسے سخت ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ یہ لوگ آدمی کو مار ڈالتے ہیں اور کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوتی۔ اگر میں اظہار کروں، خدا جانے میری کیا حالت ہو۔ مولوی صاحب نے کہا خیر یہ بہت مناسب ہے۔ آپ اپنا مطلب کہیئے۔

انہوں نے کہا اصل یہ ہے کہ اس محلّہ میں مجھے ایک عورت سے کمال درجہ کی الفت ہے لیکن اس کا خاوند موجود ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ کوئی ایسی تدبیر ہو کہ وہ میرے قابو میں آ جائے اور شریعت میں بھی جائز ہو۔ اس امام صاحب نے کہا کہ یہ کوئی دشوار امر نہیں ہے۔ یہ لوگ، یعنی حنفی المذہب لوگ مستحل الدم ہیں۔ کہ ان کی جان ہمارے لئے حلال ہے۔ ان کا مال مالِ غنیمت ہے۔ ان کی بیویاں ہمارے واسطہ جائز ہیں۔ آپ قابو میں لا سکتے ہوں تو شوق سے لایئے۔ اب میاں جی نے کہا اس امام سے کہ بس مجھ کو یہی چاہیئے تھا۔

دوسرے وقت محلّہ کے عمائد سے یہ قصہ بیان کیا اور شرط کر لی کہ اس امام کو جان سے نہ ماریں۔ ان لوگوں نے، مصلیوں نے اس کے خاوند کو بلا بھیجا۔ جب مولوی صاحب نماز کے

واسطہ آگے بڑھے مصلیٰ پر، ایک شخص نے نہایت درشتی، سختی اور غصہ کے ساتھ ان کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا اور خوب مرمت کی۔ اس کے بعد خاوند اپنی جورو لے کر چلا گیا۔

یہ قصہ حال ہی کا ہے مجھ کو اس کے سننے سے عورت کے نکال لانے پر اتنا استعجاب نہیں ہوا جتنا ان کے حنفیہ کے مستحل الدم سمجھنے پر تعجب ہوا۔ باوجودیکہ اس میں کچھ نہیں۔ بھوپال میں عبد اللہ نابینا کہتا ہے کہ دنیا میں صرف ڈھائی مسلمان ہیں۔ مولوی محمد بشیر صاحب حنفیہ کو مشرک سمجھتے ہیں۔

یہ قصہ سنانا تھا کہ جب یہ مذہبی تعصب میں جو شیطانی علم، شیطان نے ان کے دماغوں میں صاحب علم ہونے کا جو شر پھونک رکھا ہے اس میں وہ آگے بڑھتے رہتے ہیں، ہم چومن ڈنگرے نیست، دیگرے کو ڈنگرے' یعنی میرے جیسا دنیا میں کوئی جانور نہیں، اس میں وہ آگے بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچتے ہیں کہ یہ غیر مقلد، یہ سلفی کہلانے والے، یہ اپنے آپ کو اصحاب حدیث اور اہل حدیث میں سے کہلانے والا امام وہ حنفیہ کو سمجھتا ہے کہ ان کو جان سے مار سکتے ہیں، یہ مستحل الدم ہیں، اور ان کی بیویاں جو دوسرے کے نکاح میں ہوں، اپنے شوہر کے نکاح میں ہیں، ان کو بغیر نکاح کے، بغیر خاوند کی طلاق کے اپنے قابو میں لانا جائز ہے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون، اناللہ وانا الیہ راجعون۔**

تحفیظ حرمین شریفین

حرمین شریفین کا نام زبان پر آنے پر مجھے ایک قصہ یاد آیا کہ ہم ۸۰ء میں فیصل آباد میں حضرت کے ساتھ معتکف تھے۔ ایک دن حضرت نے مجھے بلایا اور ارشاد فرمایا کہ مدرسہ کے دفتر میں جنرل ضیاء صاحب کا فون آیا ہے۔ صدر ضیاء نے حضرت کی خدمت میں سلام بھیجا اور درخواست کی ہے کہ یہ جو روس کے ساتھ جنگ جاری ہے اس کیلئے خاص طور پر دعاء فرمائیں۔

حضرت نے فرمایا کہ پیارے! فجر کی نماز میں قنوت پڑھا کرو۔ پوچھا کہ قنوت آوے؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں۔فرمایا کہ سناؤ۔ میں نے قنوت سنادی، حضرت نے فرمایا کہ آج سے پڑھتے رہو۔ فجر میں قنوت شروع ہوگیا۔ کیا تھے ہمارے حضرت! کیا تھے! کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا کہ اللہ عزوجل نے حضرت کو کن کن خوبیوں سے اوران خوبیوں کے نتیجے میں کن کن مقامات، مناصب روحانی سے نوازا تھا۔

ایک دو روز کے بعد حضرت فرمانے لگے پیارے! اس میں کہیں حرمین شریفین کی حفاظت کی دعا بھی بڑھا دے۔ میں نے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد عرض کیا کہ حضرت میں نے یہ جملہ اس جگہ پر بڑھایا ہے۔ پورا قنوت نازلہ سنایا اوراس میں یہ جملہ میں نے حضرت سے عرض کیا کہ میں نے بڑھایا ہے '**اَللّٰهُمَّ احْفَظِ الْحَرَمَيْنِ الشَّرِيْفَيْنِ وَاجْعَلِ اللّٰهُمَّ اٰمِنَةً مُطْمَئِنَّةً سَائِرَ بُلْدَانِ الْمُسْلِمِيْنَ**'۔حضرت نے فرمایا مناسب ہے۔

اب بھی حرمین کو خطرہ ہے، فتنے منڈلا رہے ہیں۔ اللہ عزوجل قیامت تک کیلئے اس کو محفوظ رکھے، مامون رکھے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کیلئے جوامن کی دعائیں فرمائی ہیں اللہ عزوجل ان دعاؤں کے صدقہ قیامت تک کیلئے اسے مامون بنائے۔

دعا کیجئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے خبیث فتنوں سے امت کی حفاظت فرمائے۔اورامت جن مصائب سے گذر رہی ہے۔ یہ مصائب ہی کیا ہیں غیروں کی طرف سے کہ یہ اسلام کا نام لینے والے شر، ضلالت اور گمراہی میں یہاں تک پہنچ جائیں کہ ان کی بیویوں کی عصمت کو تار تار کریں، ان کے بچوں اور بچیوں کے ساتھ زیادتیاں کریں۔ اللہ تعالیٰ تمام فتنوں سے امت کی حفاظت فرمائے۔ رمضان المبارک کی ان دعاؤں کو قبول فرمائے۔ہمیں آنسو بہانے کی مالک کے سامنے رونے کی توفیق دے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۱۳/رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

بسم الله الرحمن الرحیم

معافی چاہتا ہوں کہ مبارک مہینہ میں ، مبارک گھڑیوں میں حق تعالیٰ کی ہر آن ان گنت رحمتیں برس رہی ہیں اور اس میں ایسے دردناک عبرتناک واقعات ہم مذہبی تعصب کے سن رہے ہیں۔ اب حنفیہ کا جس کے نزدیک خون حلال ہے، ان کی مائیں، بہنیں، بیویاں، بچیاں وہ اس کے نزدیک حلال ہیں۔ اب وہاں کے یہ مصلی ،شریف انسان ، اس کو دو چار تھپڑ مار کر ذلیل کر کے اس کو زندہ واپس کر دیا۔

اسلامی حکومت ہوتی ، مقدمہ چلتا ، اس شخص کو قتل کیا جاتا ، سنگسار کیا جاتا جو پیر بھی بنا ہوا ہے، امام بھی بنا ہوا ہے۔ مذہبی آڑ اور مذہب کے کتنے پردے بنا کر اس نے عرصہ تک یہ گھناؤنی حرکت کی ۔ اس خاتون کو قید رکھا، اس پر ظلم کیا، اس سے زنا کیا۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون** ۔ اب اتنے عرصہ تک یہ اسے محلّہ کا سب سے بڑا مسلمان سمجھتے رہے اور اس نے ان سب کو سمجھا کہ یہ سب کافر مرتد۔

مکفر امام کی اقتدا

اسی لئے جتنے یہ فرقِ باطلہ ہیں ان کے بارہ میں عجیب عجیب جملے ہمارے مشائخ کے

ہیں۔ حضرت گنگوہی قدس سرہ سے شیعوں کے بارے میں کسی نے پوچھا، فرمایا کہ ’ان کے علماء کافر اوران کے عوام فاسق، لیکن مسلمان‘۔ اسی طرح جہاں کہیں امامت کے بارے میں سوال آتا ہے کہ امام بنایا جائے ایسے لوگوں کو؟ مختصر جملہ ہمارے مفتیان کرام کا ہے کہ ان فرقوں میں جو مکفر ہوں ان کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ جو مکفر نہ ہوں، ہمیں کافر نہیں کہتے ان کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہو۔

یہ اس لئے کہ جو شخص تمہیں مسلمان نہیں سمجھتا، اس کی اقتدا تمہارے کیلئے کیسے جائز ہے۔ اوراس کی اقتداء کرنے سے تمہیں کیا ملے گا؟ اس نے جب امامت کی نیت کی ہے، اس میں شامل ہے کہ جو جو اس عقیدہ اوراس فرقہ کے لوگ ہیں ان کا میں امام نہیں ان کو میں کافر سمجھتا ہوں، اس کے پیچھے نماز کیسے ہوگی؟ اب اس محلّہ کے لوگوں کو، جب سے وہ امام رہا اس کے پیچھے جتنی نمازیں پڑھیں، سب دہرانی پڑی ہوں گی۔

مذہبی تعصب

اس مذہبی تعصب میں اتنے آگے بڑھ جانا کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر وہ آرا چلائے۔ صرف اس لئے کہ دارالعلوم دیوبند میں یہ احادیث پڑھائی جاتی ہیں، دہلی کے مدارس میں پڑھائی جاتی ہیں، میں بھی حدیث جاننے والا ہوں۔ اور روایت اور درایت کا باب قائم کردیا کہ ان کے پاس اگر روایت ہے اور حدثنا، اخبرنا کہہ کر وہ روایتیں بیان کرتے ہیں، میرے پاس عقل ہے۔ ابلیس نے پھونکا اس کے دماغ میں اور وہ یہ دعویٰ کر بیٹھا۔

اس طرح کے پتہ نہیں اس نے مرزا کی طرح سے کتنے دعوے کئے ہوں گے۔ ایک ایک کر کے علماء اس کو گنواتے تھے۔ کیا یہ دعویٰ نہیں ہے ’روایت اور درایت‘ کہ جو میری عقل میں آئے گی روایت اسے میں مانوں گا۔ جو میری عقل میں نہیں آتی اسے میں ٹھکراؤں گا اور لوگ شوق سے پڑھتے تھے اور مزے لیتے تھے۔ اور نئی تحقیق سمجھتے تھے۔

یہ جو دہلی کی کسی مسجد کے امام کا قصہ بیان کیا وہ اپنے مصلیوں ہی کو مستحل الدم سمجھتا ہے ان کا خون حلال سمجھتا ہے۔ان کی بیویوں کو کام میں لانے کا مشورہ دیتا ہے۔ یہ مذہبی تعصب یہاں تک پہنچا تھا۔اوراس کے واقعات کی کتاب آپ بیان کرنا شروع کریں، اس طرح کے ریڈیو پر کوئی سال بھر روز بیان کرسکتے ہیں نئ نئ داستان کہ فلاں وقت میں یہ ہوا۔

اور کیا مذہب اسلام، اور کیا دوسرے مذاہب۔ ہر مذہب میں اس کی تاریخیں ملتی ہیں۔ جتنا ملک اور دولت کی خاطر خون نہیں بہا کہ ایک بادشاہ دوسرے کی سلطنت پر قبضہ کرنا چاہتا ہے اس نیت سے لڑائیوں میں جو انسان مارے گئے ، دولت کی خاطر اور ملک کی خاطر وہ کم ہیں ان کے مقابلہ میں کہ جو مذہبی تعصب میں جن کوشہید کیا گیا، جن کو مارا گیا۔

بشار نامی شاعر

اسی مذہبی تعصب کا، مشیخت اور علم کا دعویٰ کرنے والوں ہی کا قصہ سنئے۔ایک شاعر بہت مشہور ہیں جن کی کنیت ہے'ابو معاذ' اوران کا نام ہے'بشار'۔شعرائے اسلام حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ جوشعرائے اسلام کا طبقہ ہے اس طبقہ کے بعد جوشعراء پیدا ہوئے ان سب میں اول نمبر کے یہ شاعر ہیں بشار۔ ان کے متعلق علمائے سلف کے تذکرہ میں آتا ہے کہ شعرائے اسلام کے بعد اول درجہ کے یہ شاعر تھے اور بغداد کے خلیفہ مہدی کے مداحوں میں سے تھے۔ان کی مدح میں اشعار کہا کرتے تھے۔

یہ مہدی وہ خلیفہ ہے کہ جس کے دورِخلافت میں زندقہ کا بڑا زور اور شور تھا۔ ایک بڑی تعداد علماء میں ایسی پیدا ہوگئی تھی کہ جو ایک طرف علم میں دعویٰ کرتے ہیں اور بالخصوص علم کلام کا ان کا دعویٰ اور ان کا چیلنج رہا کہ آؤ ہم سے مقابلہ کرو۔ مناظرہ کا ہر وقت اعلان کرتے پھرتے تھے اور حال یہ تھا کہ ایمان بھی پاس نہیں۔ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں اوراس میں ایمان نہ ہو، خالی کافر۔اس سے اور آگے بڑھ کر جو درجہ ہے زندیقیت کا ہے۔اس درجہ تک

پہنچا ہوا ایک بڑا طبقہ تھا۔

یہ حکومت وقت مہدی کی تھی اور اس کا فرض تھا کہ زندقہ کو دبائے اور وہ اس زندقہ کے فتنے کو دبانے کی کوشش کر رہا تھا۔ انہی حالات سے فائدہ اٹھا کر کے اس غریب شاعر پر یہ الزام لگایا گیا کہ یہ بھی زندیق ہے۔ وہ نابینا معذور اور اس تہمت پر حکومت نے اس کو سزا سنائی کہ ستر درے انہیں مارے جائیں۔

اب یہ نابینا غریب شاعر یہ درے برداشت نہ کر سکا اور چل بسا۔ اس لئے کہ ویسے بھی اس جہان سے جانے کا وقت اس کا آ ہی چکا تھا۔ نوے برس کی عمر کو یہ پہنچ چکے تھے۔ پھر عزیز ان کی لاش وہاں سے لے کر بصرہ گئے اور وہاں جا کر اس لاش کو دفن کر دیا۔ یہ ۱۶۸ھ کا قصہ ہے جب مہدی خلیفہ تھا۔

جو ان پر تہمت دھری گئی تھی وہ یہ تھی کہ وہ زندیق ہیں مسلمان نہیں۔ یہ تہمت ان پر لگائی گئی کہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ آگ خاک سے بہتر ہے۔ جو ابلیس کے مقلدین کا عقیدہ ہے، جو ابلیس کو امام مانتے ہیں۔ آگ خاک سے بہتر ہے 'اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡہُ' اس نے کہا تھا۔ کہ میں آدم سے بہتر ہوں تو نے مٹی سے اسے پیدا کیا اور تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اسی لئے میں ان کو سجدہ نہیں کرتا ہوں۔

ان پر بھی الزام لگایا کہ یہ کہتے ہیں کہ آگ خاک سے بہتر ہے، اس لئے ابلیس نے آدم کو سجدہ نہیں کیا تو اچھا ہی کیا۔ اور ایک شعر ان کے خلاف بنا کر ان کی طرف منسوب کر دیا گیا۔

یہ اشعار کی نسبت کئے جانے کے بھی بے شمار واقعات ہیں۔ اس لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی یہ چلتا رہا۔ منافقین بھی یہ حرکت کرتے تھے، مکہ مکرمہ میں بھی، مدینہ طیبہ میں بھی یہ شرارت جاری تھی۔ اس ابلیسی شرارت کا تسلسل اس وقت بھی جاری تھا اور یہ شعر بنا کر بشار کی طرف منسوب کر دیا گیا:

اَلۡاَرۡضُ مُظۡلِمَۃٌ وَالنَّارُ مُشۡرِقَۃٌ   وَالنَّارُ مَعۡبُوۡدَۃٌ مُذۡ کَانَتِ النَّارُ

بعد میں ان کے بعد آنے والوں نے ان کی طرف منسوب قصائد کو چھانا، کتابوں کو دیکھا۔ ابن خلکان فرماتے ہیں کہ ہمیں ان کی کتابوں میں کہیں یہ مضمون نہیں ملا کہ کبھی ان کا یہ عقیدہ رہا ہو۔ وہ تو ایک سیدھے سادے مسلمان تھے بلکہ اس کے برعکس ان کا ایک عقیدہ ملا۔

ان کی ایک کتاب میں لکھا ہوا تھا کہ 'میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے سلمان کی اولاد کی ہجو لکھنے کو سوچ رہا تھا لیکن پھر مجھے بعد میں خیال آیا کہ اوہو! یہ تو بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنے قریب ہیں، اور اتنی قرابت رکھتے ہیں۔ نسبی اعتبار سے اتنے قریب ہیں۔ اس خیال نے مجھے اس ہجو لکھنے کے ارادہ سے باز رکھا'۔ خاندانِ عباسی کے ایک فرد کی ہجو لکھنے سے جو عقیدہ باز رکھتا ہو وہ کب زندیق ہوسکتا ہے۔

علامہ طبری نے اس فتنہ کی کھوج لگائی اور ان کو جو سزا دی گئی ستر دروں کی، اس کی وجہ یہ لکھی کہ بشار نے خلیفہ مہدی کے ایک وزیر کی ہجو اور برائی کی تھی۔ وزیر نے بدلہ لینے کیلئے خلیفہ مہدی سے جا کر کہہ دیا کہ ان اشعار سے بشار نے آپ کی ہجو اور برائی کی ہے۔ مہدی نے پوچھا کہ وہ کیا اشعار ہیں۔ وزیر نے سنائے، اب انصاف کے تقاضا نے مہدی کو مجبور کیا کہ پوچھا تو جائے بشار سے کہ آیا تم نے یہ اشعار کہے ہیں یا نہیں۔ چنانچہ حکم دیا کہ بشار کو میرے سامنے پیش کیا جائے۔

اب وزیر کو فکر ہو گیا کہ بشار آئے گا ان اشعار کا انکار کرے گا کہ خلیفہ نے نہیں کہے بلکہ اس کے برعکس مہدی کی مدح میں بشار نے جو اشعار کہے ہیں ان کو پیش کرے گا تو اس طرح ان کی خلاصی ہو جائے گی، لہذا مہدی کے سامنے پیش کرنے کی بجائے اس کو دریا میں ڈبو دیا گیا۔

ہمچو من دیگرے نیست

اسی لئے ہمارے حضرت شیخ قدس سرہ 'الاعتدال فی مراتب الرجال'، 'اسلامی

سیاست' نامی کتاب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھے حیرت ہوتی ہے ان لوگوں پر جو نہ پڑھے نہ لکھے، نام محمد فاضل ہے۔ کسی یونیورسٹی سے عالم فاضل بن گئے۔ دو اخبار پڑھ لئے یا ایک مہمل مضمون کسی اخبار میں لکھ دیا اور ان لوگوں پر تنقید شروع کر دیتے ہیں جو علم کے سمندر پیئے ہوئے ہیں۔ یاد رکھو کسی پر تنقید کرنے یا رد کرنے کے واسطہ اس کی بات کی حقیقت اور اس کے دلائل کی قوت معلوم ہونا ضروری ہے۔ یہ انتہائی حماقت ہے کہ بغیر بات سمجھے اناپ شناپ ہانکنا شروع کر دے۔

ہم لوگوں کی مثال تو اس بندر کی سی ہے کہ ایک ادرک کی گرہ کہیں سے اٹھالی اور اپنے آپ کو پنساری سمجھنے لگے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی علامات میں 'اِعْجَابُ کُلِّ ذِیْ رَأْیٍ بِرَأْیِہٖ' ارشاد فرمایا کہ ہر شخص سمجھے گا کہ میری رائے سب سے اچھی۔ اس کے بعد حضرت فرماتے ہیں کہ 'ہر شخص یہی سمجھتا ہے کہ 'ہیچو من دیگرے نیست' کہ جو میری سمجھ میں آ گیا وہی حق۔ چاہے کوئی بڑا کچھ کہے یا چھوٹا کچھ کہے۔ عالم کہے یا کوئی اور کہے جو میں سمجھا ہوں وہی حق ہے۔

اکابر کا احترام

چونکہ اس وقت حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہ بقید حیات تھے جس وقت حضرت نے یہ کتاب تصنیف فرمائی۔ یہ فرمایا کہ حضرت اقدس حکیم الامۃ ادام اللہ ظلال برکاتہ، ۱۳۰۱ھ میں فارغ التحصیل اور عالم فاضل ہوئے۔ اس کے بعد آج ۱۳۵۷ھ تک درس و تدریس قال اللہ وقال الرسول، استفادہ اور افادۂ باطنی میں انہماک ہے، یہ نصف صدی سے زیادہ کا زمانہ فقہ اور اصول قرآن کے غور و خوض اور افہام و تفہیم میں گذر گیا۔

جس مبارک ہستی کا اتنا وسیع وقت علوم میں تدبر میں گذرا ہو، نکات قرآنیہ اور دقائق فقہیہ میں اتنی مدت گذری ہو، کیا ان کی نظر ایسی چیز ہے جس کو بے دھڑک ہر آدمی لغو اور غلط کہہ

دے؟

اسی طرح امیر الہند حضرت مدنی قدس سرہ کے متعلق فرمایا کہ امیر الہند حضرت مدنی مدظلہ ۱۳۱۶ھ میں فارغ التحصیل ہوئے اور آج تک کا سارا زمانہ درس و تدریس استفادہ اور افادہ باطنی میں گذرا۔ سالہا سال حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ جیسے محقق متبحر کے زیر سایہ علومِ ظاہریہ باطنیہ میں مہارت حاصل کی۔ پھر عمر کا اکثر حصہ سیاسی مناظر اور قید و بند اور بیرونِ ہند کے تجربات میں گذرا۔

کیا یہ ہستیاں ایسی ہیں کہ ہر کہہ و مہ ان کی دقیق نظر کا مقابلہ کرنے لگے اور بے دھڑک ان پر رائے زنی شروع کردے۔ اور بالخصوص مجھ جیسا کوتاہ نظر جو ابھی طفل مکتب ہو اور کے آمدی اور کے پیر شدی کا مصداق ہو۔ میں تو جب ان اکابر کے نام اشتہارات اور اخبارات میں کھلے دیکھتا ہوں، محوِ حیرت ہو جاتا ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہوگئی۔ عالم میں کیسا انقلاب رونما ہوگیا۔ اکابر کا احترام بالکل جاتا رہا۔

اگر اہل علم اپنے علم کی روشنی میں ان کے خلاف کوئی بات کہیں تب بھی ایک درجہ میں گنجائش ہوسکتی ہے مگر وہ اہل قلم جن کا منتہائے علم ایک اخبار کا مضمون لکھ دینا ہے یا ایک شستہ تقریر کر دینا ہے ایسے بے جا الفاظ سے رد کرتے ہیں جو اپنوں سے چھوٹوں کیلئے بھی استعمال کرنا ناموزوں ہے۔ ان باتوں کو دیکھ کر میرے استعجاب کی انتہا نہیں رہتی۔

اہل حق پر انکار

میری ایک نصیحت بہت غور سے سنو۔ ہمیشہ ایسی چیزوں پر لب کشائی کرو جس کے پورے مالہ و ماعلیہ پر عبور ہو۔ البتہ کسی شرعی منصوص بات کے خلاف کوئی چیز ہو، اس میں کسی کی بھی رعایت نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف کوئی قول معتبر نہیں بلکہ فقہائے سلف کے منصوص اقوال کے خلاف بھی مقلد کیلئے کوئی گنجائش نہیں۔ جہاں مسئلہ استنباط سے تعلق رکھتا

ہو، نصوص شرعیہ ہر ایک کے ساتھ ہوں وہاں جلدی سے دخل در معقولات کر کے فوراً محاکمہ کر دینا بڑی حماقت ہے۔

میں تم کو بڑے زور سے روکتا ہوں کہ اہل حق پر انکار کرنے میں کبھی بھی جلدی نہ کرنا۔ بہت غور وفکر اور تدبر کے بعد لب کشائی کرنا۔ جہاں تک ممکن ہو اس سے گریز کرنا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ جن کو عمر ثانی کہا جاتا ہے انہوں نے حضرات صحابہ کرام کی آپس کی لڑائی میں کیسا بہترین فیصلہ کیا۔ فرمایا 'تِلْكَ دِمَاءٌ طَهَّرَ اللّٰهُ اَيْدِيْنَا مِنْهَا فَلَا نُلَوِّثُ اَلْسِنَتَنَا بِهَا'۔ اللہ نے ہمارے ہاتھ ان سے پاک رکھے، پھر ہم اپنی زبانیں ان کی برائی سے کیوں آلودہ کریں۔ یہ علاماتِ قیامت میں سے ہے کہ جاہل سے جاہل بھی دین کے بارے میں رائے زنی کرنے لگتے ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے دین کو، ایمان کو محفوظ رکھے۔ اور جن مسائل کو ہم سمجھ نہیں سکتے اور ہمارا دینی علم انتہائی محدود دو چار اشتہار دیکھ لئے ، پمفلٹ دیکھ لئے، ایک دو کتابیں، چھوٹے چھوٹے رسالے کہیں پڑھ لئے کسی موضوع پر، کسی ایسی گندی مجالس میں بیٹھ کر کسی موضوع پر بولنے والوں کی ادھر ادھر کی شیطانی باتیں سن لیں اور اس سے متاثر ہو کر ایسے امہاتی مسائل، بڑے بڑے مسائل کہ براہ راست جن مسائل کا تعلق لاکھوں کروڑوں انسانوں سے ہو، ایسے مسائل میں اپنی طرف سے رائے زنی؟ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

یہ عام مسائل میں کہ سحری کا وقت کب ختم ہوتا ہے۔ شفق اور عشاء کے مسئلہ میں آپ کی کیا تحقیق ہے؟ آپ کا کیا فتویٰ ہے؟ رؤیت ہلال اور چاند کے بارے میں دار العلوم کیا کہتا ہے؟، میں نے تو ہمارے دار العلوم میں کوئی پچیس برس سے ان کو بتا رکھا ہے کہ بے دھڑک ایسے سوال کے جواب میں لکھ دیں کہ اس پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ دو تین ہمارے بزرگوں کے فتاویٰ کے نام لکھ دیں۔ فلاں فلاں فتاویٰ لے کر آپ اس کا مطالعہ کر لیجئے کہ اس پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ کیا ضرورت ہے اس بحث کو طول دینے کی کہ اپنا ایک اور فتویٰ اس میں

جھونک دو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ دے۔مبارک اوقات، مبارک ساعتیں ان جھگڑوں میں ہم خرچ نہ کریں۔اس کی ہمیں سمجھ دے۔ ہروقت زبان، دل اور دماغ ذکر کو تلاوت، یادِ الٰہی اپنے گناہوں کا ڈر اورخوف، خدا کے حضور پیشی میں مصروف رہنے کی اور اس سے معافی مانگتے رہنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۱۴ر رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ عبرت ناک قصہ دہلی کا آج سے سو برس پہلے کا سنا، اہل سنت میں ہونے کا دعویٰ کر کے وہ اپنے مصلیوں کو کافر قرار دیتے رہے۔ انہیں نماز بھی پڑھاتے رہے، کافر بھی کہتے رہے اور ان کو مباح الدم بھی کہتے رہے کہ ان کا خون حلال ہے۔ حالانکہ تمام فقہاء محدثین نے سلفاً و خلفاً اس کی تصریح کی ہے کہ جو چیز اسلام میں قطعیت کے ساتھ ثابت ہو چکی ہے اس کا انکار کفر ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب 'شفاء' میں اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ 'مسلمانوں کا اجماع ہے اس شخص کے کفر پر جو مسلمان کے قتل کو جائز سمجھے'۔ اور یہ صرف تقلید اور عدم تقلید کی بنیاد پر ان کو مباح الدم قرار دے رہے ہیں اور ان کی خواتین پر زیادتی اور سب کچھ جائز قرار دے رہے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اختلاف امت

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ شرح مواہب میں لکھتے ہیں کہ اس امت کا اختلاف ان چیزوں میں جن میں اجتہاد کی گنجائش ہے وہ تو رحمت ہے۔ بہت بڑی نعمت ہے، بڑی عظیم فضیلت

ہے اور اس میں امت پر وسعت ہے اور اس اختلاف کے نتیجہ میں جتنے اقوال ہوں گے، جیسے ائمہ اربعہ کا آپس میں اختلاف، محدثین اور فقہاء کا آپس میں اختلاف، یہ سب رحمت ہی رحمت ہے، بہت بڑی نعمت ہے۔

یہ سب اقوال ایسے ہوں گے جیسے مختلف شریعتیں ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سب مجموعہ لے کر تشریف لائے۔ لہذا صحابہ کرام اور ان کے بعد کے علماء نے جو استنباطات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال سے کئے وہ سب اپنے اختلاف کے باوجود بمنزلہ مختلف شرائع کے ہیں۔ اور یہ بھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں داخل ہے۔

لیکن عقائد میں اجتہاد کرنا یہ گمراہی ہے۔ جیسے میں نے عرض کیا کہ روایت اور درایت، کہ جو روایت عقل کے خلاف نظر آئے اسے ٹھکرا دو۔ اور اجتہاد بھی کون کرتا ہے، جس طرح حضرت نے فرمایا کہ ایسے جنہیں روایت کی تعریف معلوم نہیں، حدیث کی تعریف معلوم نہیں، حدیث کی انواع کتنی ہیں، ہر نوع کی کیا تعریف ہے اور ان کا کیا درجہ ہے، یہ معلوم نہیں اور وہ آرا چلا دے روایات اور احادیث پر کہ جو عقل میں نہ آئیں وہ پھینک دو۔

لیکن یہ عقائد میں اجتہاد کرنا یہ گمراہی ہے۔ اور حق وہی ہے جس پر اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ حدیث میں جس اختلاف کی تعریف کی گئی ہے اور اس کو سراہا گیا ہے اس سے فروعی احکام کا اختلاف مراد ہے۔ اور تفریق کی جو ممانعت وارد ہوئی اس سے اصول کی تفریق مراد ہے۔

تقدیر کا انکار

اسی لئے علامہ سبکی فرماتے ہیں کہ اس میں ذرہ بھی شک نہیں کہ اصول کا اختلاف گمراہی ہے اور ہر فساد کا ذریعہ ہے۔ اور مثال کے طور پر دیکھئے تقدیر کا مسئلہ یہ اصولی مسائل میں سے ہے۔ شریعت نے اس میں بحث کرنے کی بھی ممانعت فرمادی کہ اس پر بحث بھی نہ کی جائے۔

اس میں اختلاف پیدا کرنے پر احادیث میں کس قدر سخت سے سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں کہ الامان الحفیظ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یہاں تک ہے کہ فرقہ قدریہ، کہ تقدیر کے انکار کرنے والے لوگ اس امت کے مجوس ہیں۔ وہ بیمار ہیں، ان کی عیادت بھی نہ کرو۔ مرجائیں، ان کے جنازہ میں شریک نہ ہو۔

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا کہ اس امت کے مجوس وہ لوگ ہیں جو تقدیر کا انکار کرتے ہیں۔ ان میں سے جو مرجائے اس کے جنازہ میں شریک نہ ہو، جو بیمار پڑے اس کی عیادت نہ کرو۔ وہ دجال کی جماعت ہے۔ حق تعالیٰ شانہ ان کو دجال کی جماعت کے ساتھ شریک کردیں گے۔

یحیٰ بن یعمر فرماتے ہیں کہ میں اور حُمید عمرہ یا حج کے سفر پر جارہے رہے تھے ہمیں تمنا ہوئی کہ حضرات صحابہ میں سے کسی کی زیارت ہوجائے، ان سے تقدیر کا انکار کرنے والی جماعت، فرقہ قدریہ، اس کے بارے میں کچھ سوالات کریں، پوچھیں، معلوم کریں۔

اتفاق سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوگئی، میں نے ان سے سوال کیا کہ ہمارے نواح میں ایک جماعت پیدا ہوئی ہے جو علم میں بڑی تحقیقات کرتے ہیں۔ قرآن بھی پڑھتے ہیں مگر تقدیر کا انکار کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان لوگوں سے کہہ دو کہ میں ان سے بری ہوں وہ مجھ سے بری ہیں۔ میرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

صبیغ بن عسل

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قصہ سنایا تھا کہ صبیغ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کس قدر پیٹا۔ آپ کے یہاں شکایت پہنچی کہ صبیغ بن عسل ایک عراقی شخص ہے، بصرہ میں رہتا ہے، متشابہات قرآنیہ میں بحث کرتا ہے۔ مصر پہنچا، وہاں بھی یہی بحث شروع کردی۔ چنانچہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے مدینہ منورہ طلب فرمایا۔

جب پہنچا، اس سے سوال کیا تو کون ہے؟ اس نے کہا 'انا عبد الله صبيغ'۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا 'انا عبداللہ عمر' کہ میں اللہ کا بندہ عمر ہوں۔ اور کھجور کی قمچیوں سے اسے مارنا شروع فرمایا اور وہ خون میں لت پت ہوگیا۔ جب وہ زخم اچھے ہوئے، پھر بلایا پھر مارا۔ جس سے بدن اور سر سارا خون ہی خون۔

اب اس نے عرض کیا کہ آپ میرے قتل کرنے کا ارادہ کر چکے ہیں، آرام سے قتل فرما دیجئے۔ اور میرے دماغ کے سودا کا جنون کا علاج مقصود ہے، میرے دماغ میں جو چیز تھی وہ نکل گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس توبہ پر اس کو چھوڑ دیا اور بصرہ اپنے گھر جانے کی اجازت دے دی۔ لیکن ساتھ یہ حکم بھی بھیج دیا کہ کوئی شخص اس کے پاس نہ بیٹھے۔

ابو عثمان نہدی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد پر اگر ہم سو افراد کا مجمع ہوتا اور صبیغ آ جاتا، سب اس جگہ سے چلے جاتے۔ پھر جب حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عریضہ لکھا سفارش فرمائی کہ اب اس کی حالت درست ہوگئی ہے وہ خیالات بالکل نہیں رہے، تب جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اس سے ملنے جلنے کی اجازت عطا فرمائی۔

رائے زنی

اس طرح کے سینکڑوں واقعات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت میں اختلاف کی حدود ہیں۔ یہ نہیں کہ تم کسی مسئلہ پر تحقیق کے زور میں جو دل چاہے لکھو اور اس کو علماء کا اختلاف کہہ دیا جائے، شریعت کے احکام کا مزاق اڑایا جائے، اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا مذاق کیا جائے۔

یہ تو دنیا کے مسلّمات میں سے ہے کہ جو جس چیز کا ماہر ہو وہی اس میں رائے زنی کر سکتا

ہے۔ اب مسئلہ میں عوام ہر گھر میں، ہر مجلس میں، مسجد میں، مدرسہ میں، کار میں، سفر میں، حضر میں جہاں کہیں آپ سنیں گے کہ عوام کو ایک قسم کی عادت ہوگئی کہ مسئلہ شریعت کا ہے اور اس میں اپنی طرف سے رائے زنی کرتے ہیں اور کرتے کرتے پتہ نہیں کہاں سے کہاں پہنچ جاتے ہیں۔ اعمال میں کس قدر نیکیاں ہوں گی سب خالی۔ اور جو ایمان ہے وہ بھی بعض دفعہ بعض کلمات پر چھین لیا جاتا ہے۔

اسی لئے حضرت شیخ قدس سرہ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ مذہبیات میں رائے زنی کیلئے مذہبیات سے پوری واقفیت کی ضرورت ہے۔ بغیر واقفیت کے محض عقل سے مسائل حل نہیں ہوتے۔ اور یہاں دیکھئے کہ اس نے عقل ہی کو بنیاد بنایا 'روایت اور درایت' اور ایسی ہی تحریرات وتقریرات کا عوام پر یہ اثر ہے کہ ان کو جرأت ہوتی ہے ہر مسئلہ میں، آپس میں بحث کر رہے ہیں۔ اللہ! کتنی جرأت! حالانکہ بہت سے مسائل ایسے ہیں جو عقل کے بالکل خلاف۔

خلافِ قیاس مسائل

فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص قربانی کیلئے جانور خریدے اور وہ گم ہو جائے اس کے بعد دوسرا جانور اسی نیت سے خریدے کہ ایک گم ہوگیا، اس کے بدلے میں اب اس کی قربانی کرنی ہے، خرید لیا اور پھر پہلا جانور بھی مل جائے، اگر یہ شخص غریب ہے جس پر قربانی واجب نہیں تھی، اب اس غریب کے ذمہ دونوں جانور کی قربانی کرنا ضروری ہے۔

اور اگر یہ صورت کسی امیر کو مالدار کو پیش آئی، اس امیر اور مالدار غنی کو صرف ایک جانور کی قربانی کافی ہے۔ دونوں میں سے منتخب کرے جس جانور کی چاہے قربانی کردے۔ دوسرا جانور چاہے بیچ دے، چاہے رکھے، اس کی مِلک ہے۔ مسئلہ بالکل صاف ہے لیکن اصول سے واقفیت پر مبنی ہے۔ محض ذہانت اس میں کیا تیر چلا لے گی۔

دوسرا مسئلہ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میں رکوع کرنا بھول جائے اور نماز کے بعد یاد آئے کہ اوہ، میں رکوع کئے بغیر قیام سے سیدھا سجدہ میں چلا گیا تھا، اگر اس نے ساری نماز سنت کے موافق پڑھی ہے اور جیسی نیک اور متقی لوگوں کی نماز ہوتی ہے اس طرح پڑھی ہے، اس کی نماز فاسد ہوگئی۔ اس کا اعادہ کرنا ضروری ہے، پھر دوبارہ نماز پڑھے۔

اور اگر بقیہ ساری نماز خلاف سنت اس نے پڑھی ہے، جاہل اور ناواقف لوگوں کے جیسی نماز پڑھی ہے جیسا کہ آج کل بہت سے لوگ عوام پڑھتے ہیں، اس کی نماز ہوگئی۔ دیکھئے! کہ کیا یہاں کوئی گنجائش ہے کہ عقل کے ذریعہ اس پر وہ بحث کر کے کوئی فیصلہ کرے؟۔ شامی نے دونوں مسئلے لکھے۔ یہ دونوں مسئلے قربانی کا بھی اور نماز کا بھی، دونوں عقل کے خلاف ہیں۔ لیکن ہمارا عقیدہ ہے کہ شریعت کا یہی حکم جو شامی نے لکھا، بالکل صحیح لکھا۔

موزے پر مسح

اسی لئے امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر دین رائے سے ہوتا اور جیسا عقل کہتی ہے اور سمجھتی ہے اس کے مطابق دین ہوتا ،موزے کے اوپر مسح کرنے کے بجائے نیچے تلوے کے اوپر مسح کرنے کا حکم ہوتا۔ کیوں کہ نیچے ہاتھ پھیریں گے، کچھ نہ کچھ تو گرد وغبار ہٹے گی ہی ،موزے کے اوپر کا حصہ تو ویسے ہی پاک صاف ہے۔ گرد وغبار اگر لگتا ہے تو نیچے لگتا ہے۔ اس لئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ موزوں کے اوپر مسح کرنے کے بجائے موزوں کے نیچے والے حصہ پر مسح کیا جاتا لیکن میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں کے اوپر کے حصہ پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

شرائطِ مجتہد

عجیب زمانہ ہے کہ یہاں تو ہر شخص مجتہد ہے اور کہتا ہے کہ میری رائے کیوں نہیں مانی گئی۔ اپنی رائے پر اصرار کرتا ہے، حالانکہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے 'ازالۃ الخفاء' میں لکھا

ہے کہ مجتہد کیلئے پانچ علوم جاننے ضروری ہیں۔ جو ان پانچ علوم کو نہ جانتا ہو وہ اجتہاد کر ہی نہیں سکتا، مجتہد ہو ہی نہیں سکتا۔

اول، قرآن پاک کی قرأت کا علم ضروری، کہ فلاں کلمہ میں قراء میں سے فلاں قاری، مثلاً ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ قرأت ہے، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی یہ قرأت ہے۔ اختلاف قرأت اسے معلوم ہو اور پھر تفسیر کا علم ہو۔ اب مکمل قرآن کریم کی تفسیر ان سارے مجتہدین کو معلوم ہیں جو تقلید کے خلاف تقریریں کرتے رہتے ہیں؟

دوسرے، حدیث کا علم ضروری ہے اور حدیث کا علم بھی ہے ان کی اسانید کے ساتھ، کہ فلاں حدیث فلاں سند سے مروی ہے۔ پھر اس سند میں رواۃ کے بارے میں جو کلام کیا گیا ہو اس سے بھی واقف ہو۔ جس سے کون سی روایت صحیح ہے، کون سی سند سے ضعیف ہے یہ اسے معلوم ہو۔

تیسرے، جو مسئلہ ہو اس میں سلف کے اقوال کیا ہیں یہ سب اسے معلوم ہو، تاکہ ان سے باہر ہو کر، یا ان کے خلاف فیصلہ کر کے اجماع کے خلاف نہ ہو۔ اور مختلف اقوال میں ان سلف کے اقوال سے باہر نہ جاسکے۔ اس لئے اس مسئلہ کے متعلق سلف کے تمام اقوال، صحابہ کرام میں سے فلاں فلاں کا اس میں یہ قول ہے، تابعین میں سے فلاں فلاں کا ہے، تبع تابعین میں سے فلاں فلاں کا ہے، ائمہ کرام مجتہدین میں سے، محدثین میں سے فلاں فلاں کا یہ قول ہے، اس کا اسے علم ہو۔

چوتھے، عربی زبان پر اچھی طرح عبور ہو، کہ اس لغت میں اس کے یہ معنیٰ ہیں اور نحو صرف وغیرہ اچھی طرح جانتا ہو۔

پانچویں، اب یہ تمام چاروں چیزیں اسے معلوم ہیں اور مسئلہ مستنبط کرنا چاہتا ہے، استنباط کے طریقوں سے واقف ہو۔ اور ایک آیت دوسری آیت کے متضاد بظاہر معلوم ہوتی ہے، ان میں تطبیق کیسے کی جائے۔ اور احادیث میں ایک حدیث دوسری حدیث سے ٹکرا رہی ہے، ان

میں کیسے تطبیق ہو اور کس کو کیسے ترجیح دی جائے۔ دونوں میں سے کون سی حدیث میں یہ ارشاد پہلے فرمایا اور کون سا بعد میں آیا۔

یہ تمام معلوم ہو تب جا کر وہ کوئی فیصلہ دینے کا مجاز ہو سکتا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ ان پانچ علوم کا وہ جامع نہ ہو وہاں تک وہ مجتہد بن ہی نہیں سکتا۔

متضاد روایات

دو چیزیں آپس میں ٹکرا رہی ہوں، جیسے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک جگہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بظاہر حکم عدولی ملاحظہ فرمائی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا، تو نہیں مانتا! تلوار سے اسے اڑا دیا فوراً اسی وقت۔ اور دوسری حدیث میں ایک معروف، بڑے صحابی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص ہیں وہ کوئی حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سنا رہے ہیں، حکم سنتے ہی انہیں دھکا دے کر گرا دیا۔

بظاہر جس میں عقل نہیں ہوگی، اس طرح روایت اور درایت کا موضوع جس نے کھڑا کیا، اتنی عقل اس کے پاس ہوگی، وہ تو الجھ کر رہ جائے گا کہ دونوں میں سے ایک میں ضرور حضرت عمر رضی اللہ عنہ غلطی پر ہیں۔ غلطی نکالے گا۔

وہ قصہ یہ ہوا کہ ایک مسلم اور غیر مسلم میں جھگڑا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ غیر مسلم کے حق میں فرما دیا۔ اب جو مسلمان تھا مسلمان ہونے کی وجہ سے اسے یہ خیال ہو گیا کہ میرے خلاف فیصلہ ملا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا ہوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میری رعایت کریں گے۔ اس لئے درخواست کی کہ عمر کے پاس ہمارا مقدمہ بھیج دیجئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمالیا۔

یہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے۔ غیر مسلم نے عرض کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں فیصلہ فرما دیا تھا اس نے قبول نہیں کیا اور آپ کی خدمت

میں مقدمہ لانے کی درخواست کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا یہی بات ہے؟ اس مسلمان نے عرض کیا کہ جی ہاں۔ بظاہر منافق رہا ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر تشریف لے گئے ،تلوار لائے اور اس مسلمان کی گردن اڑادی اور ارشاد فرمایا کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ نہ مانے اس کیلئے میرے یہاں یہی فیصلہ ہے۔

اس کے برعکس ایک دوسرا قصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نعلین شریفین عطا فرمائے بطور علامت کے اور نشانی کے۔ اور ارشاد فرمایا کہ باہر چلے جاؤ اور جو تمہیں ملے اور دل سے لا الہ الا اللہ کا اقرار کرتا ہو، یعنی منافق نہ ہو، اسے جنت کی خوشخبری سنادو۔ یہ باہر آئے۔ سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ مل گئے۔ پوچھا کہ یہ نعلین شریفین کیسے؟ انہوں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سنایا کہ یہ نشانی کیلئے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو تمہیں ملے اور دل سے لا الہ الا اللہ کا اقرار کرتا ہو، اسے جنت کی خوشخبری سنادو کہ تم جنتی ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سنتے ہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے سینہ پر زور سے دونوں ہاتھ مارے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ گر گئے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وہاں سے واپس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور زور زور سے رونا شروع کیا اور قصہ سنایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی پیچھے پیچھے حاضر ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ ایسا کیوں کیا؟ عرض کیا کہ یارسول اللہ! ایسا ہرگز نہ کیجئے لوگ اس خوشخبری پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے اور اعمال چھوڑ دیں گے۔

اب یہاں پہلے قصہ میں تو اس نے نہیں مانا، تلوار سے اڑادیا اور یہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بظاہر خود، آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو خوشخبری پہنچانا چاہتے ہیں، وہ نہیں مان رہے بظاہر، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جو رائے تھی اس پر مہر تصدیق ثبت فرمائی۔ اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فعل پر مہر تصدیق ہوگئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کی طرف سے۔ کہ ہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سچ فرما رہے ہیں، یہ ٹھیک ہے۔

اب جو بھی دو متضاد روایتوں کے بارے میں یہ تمام تفاصیل نہ جانتا ہو وہ تمام متضاد روایتوں میں، حدیثوں میں، اقوال میں تطبیق کیسے دے گا؟ اللہ تعالیٰ ہمیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اوامر کو بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمیں اپنی عقلوں کو ایک طرف رکھ کر، آنکھیں بند کر کے قرآنی آیات، قرآنی احکام، احادیث پاک، فقہی شرعی احکام سب کو ماننے اور اس پر عمل کی توفیق دے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۱۵؍رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت شیخ قدس سرہ کا علمی مقام

سیدی ومولای میرے پیر ومرشد قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہ اتنے عظیم انسان تھے کہ آپ کوئی چیز تصوف کی، علم کی، حدیث کی، قرآن کی، سنت کی، اجماع کی، اختلاف کی، کہیں کوئی تلاش کرنا چاہیں، ہر چیز حضرت کے یہاں آپ کو ملے گی۔

کوئی عوامی طبقہ کا انسان آسان زبان میں تلاش کرنا چاہے، حضرت کے تبلیغی رسائل، فضائل کے رسائل میں اس کو پائے گا۔ کوئی صاحب علم دیکھنا چاہے، اسے اوجز اور بذل میں ملے گا۔

اوجز کیا ہے؟ مؤطا کی شرح ہے، وہ سینکڑوں رسائل کا مجموعہ ہے۔ اس میں سے ایک ایک مضمون لے کر آپ چھوٹے چھوٹے رسائل میں شائع کریں، سینکڑوں رسائل بن سکتے ہیں۔

تقلید اور عدم تقلید کا اختلاف، عید اور بقرعید کا اختلاف، سحری اور افطاری کے ٹائم ٹیبل کا

اختلاف، ہر چیز آپ او جز میں، حضرت کی کتابوں میں پائیں گے۔اس اختلاف کو حضرت شیخ قدس سرہ نے کتنے آسان انداز میں بیان فرمادیا!۔کتنا جامع، کتنا جامع!

نرمی و سختی

قرآن سے شروع فرمایا۔حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے دو مختلف فیصلوں سے شروع فرمایا اور پھر اس کے بعد آگے حضرت نے فرمایا کہ آسمان میں دو فرشتے ہیں۔ایک فرشتہ سختی کا حکم کرتا ہے اور دوسرا فرشتہ نرمی اور سہولت کا فیصلہ کرتا ہے۔سختی کا فیصلہ کرنے والے جبریل ہیں۔آسانی کا فیصلہ کرنے والے، نرمی کا فیصلہ کرنے والے میکائیل ہیں۔

اسی طرح ارشاد فرمایا دو نبی ہیں۔ایک نبی نرمی کا حکم کرتے ہیں اور دوسرے نبی سختی کا حکم دیتے ہیں اور دونوں صواب پر ہیں۔فرشتوں کے اختلاف میں بھی فرمایا کہ ایک فرشتہ سختی کا حکم دیتا ہے دوسرا نرمی کا حکم دیتا ہے۔دونوں صواب پر ہیں، دونوں ٹھیک ہیں۔اور دو نبی میں سے ایک سختی کا دوسرے نرمی کا حکم دیتے ہیں۔دونوں اپنی جگہ درست ہیں، دونوں صحیح ہیں۔نرمی کا حکم دینے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور سختی کا حکم دینے والے حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے ارشاد فرمایا کہ میرے دو ساتھی ہیں۔ایک نرمی کا حکم دیتے ہیں جو ابوبکر ہیں اور دوسرے سختی کا فیصلہ فرماتے ہیں وہ عمر ہیں۔

اسی نظریہ میں آپ دیکھ لیجئے ۔ مذاہب اربعہ کو بھی دیکھئے،ان کے فیصلوں میں بھی ایک کے یہاں نرمی ہے ایک کے یہاں سختی ہے۔صوفیائے کرام میں دیکھ لیجئے، ان کے طریقے الگ الگ۔حق تعالیٰ شانہ تک پہنچنے کیلئے انہوں نے رستے بتائے وہ الگ الگ ہیں۔لیکن مقصود چاروں ائمہ کا ایک ہی ہے۔مقصود تمام روحانی طرق کا ایک ہی، وہ ذات حق جل مجدہ تک، پہنچنا ہے اور سب کے رستے حق تعالیٰ شانہ کی ذات تک پہنچانے والے ہیں۔

بدر کے قیدی

یہ وہی دن ہے، وہی گھڑیاں ہیں کہ جس سے رمضان المبارک میں آج ہم گذر رہے ہیں۔یَوْمَ الْفُرْقَانِ، یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعَانِ ۔اسی دن بدر کے میدان میں دو جماعتیں اکٹھی ہوئی تھیں جس میں حق اور باطل کا فیصلہ ہوگیا۔

اسی جنگ بدر کے قیدی، جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے گئے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نہایت نرمی سے، عاجزی سے، سفارش کے انداز میں عرض کیا کہ یارسول اللہ! یہ لوگ آپ کی ہی قوم ہیں، آپ کے رشتہ دار ہیں۔ان کو زندہ چھوڑ دیجئے۔کیا بعید ہے کہ یہ زندہ یہاں سے واپس چلے جائیں،توبہ کرلیں، پھر حاضر ہوں اسلام قبول فرمائیں۔کتنا پیارا نرم پہلو!۔کتنا نرمی کا انداز!

امیر المومنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ غصہ میں ہیں،غضبناک ہیں کافروں پر۔ عرض کیا یارسول اللہ! ان لوگوں نے آپ کو جھٹلایا۔آپ کو مکہ چھوڑنے پر، آپ کا وطن چھوڑنے پر مجبور کیا۔ان کی گردنیں اڑادیجئے۔

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان دونوں حضرات کی گذارش بارگاہِ رسالت مآب میں سنی، ان میں بھی دورائیں ہوگئیں۔جن کے مزاجوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح باطل کے خلاف سختی تھی، تشدد تھا، انہوں نے اس فیصلہ کو سراہا، اس سفارش کو سراہا کہ یہی ہونا چاہئے۔

اسی طرح جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرح رحمت والی طبیعت، نرمی والی طبیعت، سہولت والا مزاج، نرمی والا مزاج رکھتے تھے، انہوں نے عرض کیا کہ نہیں۔ان کو چھوڑ دیا جانا چاہئے۔صحابہ کرام میں بھی دوالگ الگ رائیں ہوگئیں۔دو جماعتیں ہوگئیں۔کچھ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، کچھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو محسوس فرما کر کتنے پیارے الفاظ میں اس فیصلہ کو بیان فرمایا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ ارشاد فرمایا کہ اللہ عز وجل بعض لوگوں کے دل نرم فرمادیتے ہیں۔ حتی کہ وہ دودھ سے بھی زیادہ نرم ہوجاتے ہیں۔ اور بعض لوگوں کے دل سخت فرمادیتے ہیں حتی کہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہوجاتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

ابوبکر! تمہاری مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی ہے جنہوں نے حق تعالیٰ شانہ سے عرض کیا 'فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّہٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ'۔ اے خدا جو میرا اتبع بنے، میرے پیچھے چلے، وہ میری جماعت میں سے ہے لیکن جو میری نافرمانی کرے میرا اتباع نہ کرے، ملت ابراہیمی کے خلاف چلے، اس کے بارہ میں بھی میں سفارش کرتا ہوں۔ فَاِنَّکَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۔الٰہی ان کے ساتھ بھی مغفرت اور رحمت کا انداز اختیار فرمائیں۔ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تشبیہ دی۔

پھر آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا کہ ابوبکر! تمہاری مثال حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام جیسی ہے۔ جنہوں نے مالک اور خالق عز اسمہ سے عرض کیا کہ 'اِنْ تُعَذِّبْھُمْ فَاِنَّھُمْ عِبَادُکَ وَاِنْ تَغْفِرْلَھُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ' ۔الٰہی آپ انہیں عذاب دیں تو آپ کو اختیار ہے۔ یہ آپ کے بندے ہیں، آپ کے مملوک ہیں، آپ کے غلام ہیں۔ جو چاہیں آپ ان کے ساتھ کر سکتے ہیں۔ وَاِنْ تَغْفِرْلَھُمْ فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۔لیکن اگر آپ ان کے ساتھ رحمت کا، مغفرت کا اور بخشش کا معاملہ فرمائیں تو فَاِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۔صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ 'ابوبکر تمہاری مثال تو حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہے'۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا 'تمہاری مثال حضرت نوح علیہ السلام جیسی ہے'۔ جیسے یہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! انہوں نے آپ کو جھٹلایا، آپ کو وطن سے بے وطن کیا، آپ کو ہجرت پر مجبور کیا، ان کی گردنیں اڑا دیجئے۔ اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام نے عرض کیا 'رَبِّ لَاتَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا'۔ اے خدا! ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑا جائے۔ سب کو تباہ کر دیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عمر! تمہاری مثال حضرت نوح علیہ السلام جیسی ہے۔

اسی طرح آگے ارشاد فرمایا کہ اے عمر! تمہاری مثال موسیٰ علیہ السلام جیسی ہے کہ جنہوں نے فرعون کے بارے میں حق تعالیٰ شانہ سے عرض کیا کہ 'رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ' بددعائیں دیں۔ ان کے خلاف دعا فرمائی۔ سفارش نہیں فرمائی بددعا فرمائی کہ اے خدا! ان کے مالوں کو نیست و نابود کر دے۔ ان کے دلوں اور زیادہ سخت کر دیجئے جس سے یہ ہلاکت کے جلد مستحق ہو جائیں کہ 'فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ'۔ پھر وہ ایمان نہ لائیں اور اپنے کفر میں بڑھتے رہیں یہاں تک کہ عذابِ الیم کے مستحق ہوں اور عذابِ الیم کو دیکھ لیں۔

یہ اختلاف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں ہو رہا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس اختلاف کا تجزیہ کتنے پیارے انداز میں فرما رہے ہیں۔ اور ہم ہیں کہ اوہو! برسوں سے ہمارے ماہ مبارک کے مبارک اوقات کو ہم ضائع کر رہے ہیں۔ کیا سحری کا وقت، کیا افطاری

کا وقت، کیا پڑھنے کا وقت، کیا مسجد، کیا حرم، ہر جگہ اپنی زبانیں اسی بحث میں ملوث کر کے اپنے لئے گناہوں کے انبار نہیں، گناہوں کے پہاڑوں کے پہاڑ صرف اسی ایک مسئلہ پر بنا دیئے ہوں گے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخین میں سے کسی کو نہ ڈانٹا بلکہ پیارے انداز میں ان کے اس اختلاف کو سراہا۔

اوہو! ابوبکر تم بھی صحیح ہو۔ تم ابراہیم علیہ السلام کے متبع ہو، عیسیٰ علیہ السلام کے متبع ہو۔ اور عمر! تم بھی اپنی جگہ صحیح ہو کہ جو تم نے سخت مشورہ دیا اور بدر کے قیدیوں کو قتل کا مشورہ دیا، ایسا ہی مشورہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے بارے میں رب کو دیا کہ 'رَبِّ لَاتَــــذَرْ عَـلَـى الْاَرْضِ مِنَ الْکَافِرِیْنَ دَیَّارًا' کہ ایک بھی زندہ نہ چھوٹے ان میں سے۔ اور ایسا ہی مشورہ اور ایسی ہی دعا موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے بارہ میں فرمائی کہ 'رَبَّـنَا اطْمِسْ عَلٰی اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْا حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ'۔

جیسے مجلس نبوی میں، بارگاہِ رسالت میں دونوں میں اختلاف رہا، بعد میں بھی یہ سلسلہ ایسے ہی چلتا رہا۔ وہ شریعت کا مزاج اور اسلام کا مزاج سمجھ گئے کہ یہ اختلاف کوئی بری چیز نہیں ہے۔ نہ ابوبکر نے برا منایا کہ عمر نے کیوں میری رائے کے خلاف رائے دی نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے محسوس فرمایا۔

منکرینِ زکوۃ

اسی لئے پھر بعد میں بھی جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ بن جاتے ہیں اس کے بعد بھی شیخین میں مختلف چیزوں میں اختلاف ہوتا رہا۔ اب جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد زکوٰۃ دینا بند کر دی، زکوٰۃ روک لی تو ان سے قتال کیا جائے یا نہ کیا جائے۔

ان کی طبیعتوں میں تشدد نہیں تھا۔ ورنہ جیسے بدر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سخت فیصلہ دیا تھا، یہاں مانعین زکوٰۃ کے بارے میں بھی، جنہوں نے زکوٰۃ روک لی تھی، ان کے بارے

میں بھی سخت فیصلہ دیتے اگر طبیعت کا نتیجہ ہوتا۔ وہاں تو فرمایا کہ ُایک کو بھی زندہ نہ چھوڑیں۔ سب کو قتل کردیں تمام قیدیوں کو۔ کہ یہ نالائق انہوں نے آپ کو وطن سے بے وطن کیا اور لڑنے کیلئے مکہ سے نکل کر بدر تک پہنچ گئے، قتل کردو سب کو۔ لیکن وہی عمر جنہوں نے زکوۃ دینا بند کردیا، وہاں فرماتے ہیں کہ نہیں نہیں ان کو مہلت دی جائے۔ قتال نہ کیا جائے۔

اس کے برعکس صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وہاں بدر کے قیدیوں میں کتنے نرم تھے کہ یارسول اللہ! ان کو زندہ چھوڑ دیں۔ اللہ ان کو اسلام دے۔ یہ جہنم سے بچ جائیں۔ ان کو ایک موقعہ ملے۔ اس کے بالکل برعکس یہاں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ تو کیا، ایک اونٹ کی رسی جس سے باندھ کر زکوۃ کے اونٹ کو لایا جاتا تھا وہ رسی نہیں دیں گے تو بھی ان سے قتال کروں گا۔ ایک بچہ نہیں دیں گے تو بھی ان کیلئے تلوار ہے۔ کتنا سخت فیصلہ!

یہ اختلاف بعد میں بھی رہا۔ اور کوئی بری چیز نہیں تھی ۔ اور ہو گیا ایک مسئلہ۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سراہا کہ ہمارے امیر المؤمنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ درست تھا۔ جو انہوں نے سوچا اسی میں خیر ہوئی، اسی میں بھلائی نکلی۔ دادا کی میراث میں اختلاف ہوا کہ وارث کہلائے جائیں یا نہیں۔ ام ولد کی بیع میں ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ شیخین میں اختلاف رہا۔ بے شمار مسائل ہیں جن میں اختلاف رہا۔

صحابہ کے درمیان اختلاف

یہی مزاج پھر آگے صحابہ کرام میں جو نوجوان طبقہ تھا ان میں بھی یہ منتقل ہوا۔ اس اختلاف کو کبھی انہوں نے برا نہیں جانا کہ میں نے یہ فتویٰ دیا انہوں نے کیوں یہ فتویٰ دیا۔ ایک فتویٰ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ دیتے ہیں، ان میں سختی کا پہلو نمایاں معلوم ہوتا ہے۔ وہی مسئلہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا جائے، سہولت اور نرمی کا پہلو وہ بتاتے ہیں۔ کہ کوئی بات نہیں ایسا کرلو۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ ان مسائل اور فتاویٰ کا اختلاف سن رہی ہوں گی، دیکھ رہی ہوں گی، انہوں نے فرمایا کہ 'مَارَأَیْتُ اَحَدًا اَلْزَمَ الْاَمْرَ الْاَوَّلَ مِنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ' ۔ کہ جو چیز جیسی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھتے ہیں، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ وہ چاہتے ہیں کہ اسی طرح کیا جائے۔ ذرہ بھی ادھر سے ادھر کرنے کی ان کے نزدیک کوئی گنجائش نہیں رہتی تھی۔ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جو فتویٰ دیتے تھے اس میں سہولت اور آسانی ہوتی تھی، لیکن آپس میں کدورتیں کسی طرح کی بھی نہیں۔

نقضِ طہارت

شیخین کی طرح دوسرے درجہ کے صحابہ کرام میں بھی اسی طرح کا اختلاف رہا۔ اور وہ اختلاف تو فقہی مسائل میں اور احکام میں بھی ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک کسی نے وضو کیا ہو اور اپنی ہی شرمگاہ سے ہاتھ لگ گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمہارا وضو ٹوٹ گیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ نہیں نہیں، جس طرح آپ کا گال ایک گوشت کا ٹکرا ہے اسی طرح وہ شرمگاہ بھی ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ وہاں اگر ہاتھ لگ گیا، وضو نہیں ٹوٹتا، جسم کے کسی حصہ پر ہاتھ لگنے سے وضو نہیں ٹوٹتا اسی طرح اس کو ہاتھ لگنے سے بھی وضو نہیں ٹوٹتا۔ سارا جسم ایک جیسا ہے۔

جیسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ شرمگاہ کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی فرماتے ہیں کہ وضو نہیں ٹوٹتا۔ زیادہ تر فقہ حنفی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہے۔ عراق میں، کوفہ میں یہی مسلک چلتا رہا۔

ماء البحر

اسی طرح سمندر کے پانی سے وضو سب کے نزدیک جائز ہے۔ سب ایک طرف ہیں اور

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جائز تو ہے لیکن مکروہ ہے۔ کسی نے انہیں نہیں ٹوکا کہ بھئی سب صحابہ ایک طرف ہیں تم کیوں ان کے خلاف فتویٰ دیتے ہو۔

تطییب یوم الجمعہ

جمعہ کے دن سب عطر لگاتے ہیں، خوشبو کا استعمال فرماتے ہیں۔ تمام صحابہ کرام کے نزدیک جمعہ کے دن خوشبو کا استعمال مستحب ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ واجب ہے۔ اگر کوئی چھوڑ دے اور خوشبو نہ لگائے، اس کے پاس ہے اور اس نے استعمال نہیں کی، اس نے گویا واجب کو چھوڑا۔

بکاء علی المیّت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور آپ کے صاحبزادہ، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک کسی مرنے والے پر اگر ورثاء اور زندہ پسماندگان آواز سے روئیں، وہ فرماتے ہیں کہ اس سے مرنے والے کو عذاب ہوتا ہے۔ اسے فرشتے کوستے ہیں۔ حرکت زندوں نے کی اور مرنے والا اس کو بھگتتا ہے۔ یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور امیر المؤمنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ ہے۔

لیکن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جب یہ مسئلہ پیش کیا گیا، آپ کی خدمت میں بیان کیا گیا، آپ نے سختی سے اس کا انکار فرمایا کہ ارے حرکت کو تو یہ زندہ کر رہے ہیں میت کا اس سے کیا واسطہ؟ اس کو کیوں عذاب ہوگا؟۔

الوضو ممّا مسّتہ النار

صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت کا مذہب یہ تھا کہ اگر کسی نے آگ پر پکی ہوئی چیز کھائی، اس سے اس کا وضو جاتا رہا، اس کا وضو ٹوٹ گیا۔ بہت سارے صحابہ کرام، حضرت انس رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی

اللہ عنہا، سب ان میں شامل کہ جن کے نزدیک وضوٹوٹ جاتا ہے۔لیکن خلفائے اربعہ، جمہور صحابہ، ان کا مذہب یہ ہے کہ وضونہیں ٹوٹتا۔

روزے کی قضا

یہ ابھی رمضان کے روزے ہیں۔ جو پاکی کی حالت میں مستورات نہیں ہیں۔ وہ روزہ کس طرح رکھیں؟ اس میں اختلاف تھا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے درمیان۔

ایک کی رائے یہ ہے کہ روزے بعد میں جب چاہیں ایک ایک، دو دو کر کے متفرق طور پر رکھیں۔ایک ہفتہ میں دو روزے رکھیں اگلے ہفتہ میں تین رکھیں۔

اور دوسرے کی رائے یہ تھی کہ نہیں، جیسے رمضان میں تسلسل ہے، اسی طرح تسلسل سے روزے رکھے جائیں، ایک ساتھ رکھے جائیں۔الگ الگ نہیں رکھے جاسکتے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں شریعت کے مزاج کو سمجھنے کی اور اس کے مطابق عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ اور یہ بدر کے ایام آج کل گذر رہے ہیں، حق تعالیٰ شانہ ان مبارک ایام کی قدر کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ مالک کے سامنے ہم گڑ گڑائیں، روئیں۔ اس کی ناراضگی کو اس کی رضا سے بدلوادیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۱۶/رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جیسے یہ مبارک ایام ہم یہاں انگلینڈ میں گذار رہے ہیں، کچھ ساتھی، نیک بخت سعادت مند، عمرہ پر پہنچے ہوئے ہیں۔ کوئی مکہ شریف میں گذار رہا ہے، کوئی مدینہ شریف میں گذار رہا ہے۔ کوئی اپنے پیر کی خانقاہ میں ہے، کوئی انڈیا گیا، کوئی پاکستان گیا۔

سہارنپور کی حاضری

ایک زمانہ تھا کہ ابھی ہدایہ تک بھی میں پہنچا نہیں تھا اور غالبًا کافیہ کا امتحان دیا ہوگا اور شرح وقایہ اگلے سال شروع ہونی تھی، اس سال پہلی مرتبہ سہارنپور حاضری ہوئی۔ شعبان کے آخری ہفتہ میں ہم وہاں پہنچ گئے۔

سردیوں کا زمانہ تھا اور حضرت شیخ قدس سرہ اپنے مہمانوں کے ساتھ یحیوی کتب خانہ کے سامنے، جہاں پر حضرت مولانا نصیر الدین صاحب نے بعد میں اس زمین میں 'ابو المدارس' کے نام سے مدرسہ قائم فرمایا تھا، اس کھلی زمین پر دسترخوان بچھایا جاتا۔

حضرت شیخ قدس سرہ اپنے مہمانوں کے ساتھ وہاں کھانا نوش فرماتے اور کھانے کے بعد اس زمانہ میں ہمیشہ کا حضرت کا معمول تھا کہ کھانے سے فراغت پر وہیں دھوپ میں حضرت

چار پائی پر آرام فرماتے۔

جب ہم گجراتیوں کے طلبہ کی یہ جماعت حضرت کے یہاں پہنچی، کھانے کے دوران حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا کہ 'اے گجراتیو! تم میں کوئی خوش خط ہے، کہ یہ ہمارے حضرت مولانا یعقوب صاحب مدراسی تو جانے کیلئے پر تول رہے ہیں'۔

حضرت مولانا یعقوب صاحب، اللہ تعالیٰ ان کی زندگی میں برکت دے، سارا علاقہ ماشاء اللہ ان کے نور سے منور ہے، ان کے فیوض و برکات سے مستفیض ہو رہا ہے۔میل وشارم میں گذشتہ سال حضرت کی زیارت کی، ملاقات برسوں بعد ہوئی۔

حضرت نے فرمایا کہ ہمارے مولانا یعقوب تو جانے کیلئے پر تول رہے ہیں۔تم گجراتیوں میں کوئی خوش خط ہے۔ہم سب نے عرض کیا بھائی جان کی طرف اشارہ کر کے کہ 'مولانا عبد الرحیم صاحب'۔ حضرت نے فرمایا کون؟ بھائی جان کھڑے ہوگئے۔ حضرت نے فرمایا کہ 'کھانے سے فارغ ہونے کے بعد مجھے اپنی تحریر کا نمونہ لکھ کر بتاؤ'۔

بھائی جان نے کھانے سے فراغت کے بعد جب اپنی تحریر کا نمونہ پیش کیا، حضرت نے فرمایا 'اولے، اولے! یہ تو کسی مشاق، خطاط کی تحریر ہے'۔ پھر اس کے بعد اس وقت سے، اسی مجلس سے، حضرت شیخ قدس سرہ کے بھائی جان کاتب متعین ہوگئے۔

ڈاک کی کثرت

اس زمانہ میں تو حضرت شیخ قدس سرہ کا مستقل قیام ہندوستان ہی میں تھا۔اور ڈاک کی کثرت کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی نور اللہ مرقدہ سہارنپور کچے گھر میں دسترخوان پر ہیں۔ ڈاک آئی، بہت بڑا پلندہ دیکھ کر حضرت مولانا علی میاں صاحب نے حضرت شیخ سے عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو میں ان کو گن لوں۔

اجازت لے کر حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وہ خطوط گنے، تقریباً

پینسٹھ خطوط اس دن حضرت کے نام سے پہنچے تھے۔اتنی ڈاک کی کثرت اور برسہا برس، دسیوں برس طویل زمانہ سفر میں ،حضر میں، ہند میں، مدینہ طیبہ میں، ہر جگہ بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ حضرت کے کاتب رہے۔

اس لئے کہ جب ایک دن کی اتفاق سے جو ڈاک آئی اس کو گنا گیا، وہ ۶۵ تھی،آپ اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کوئی مبالغہ نہیں ہے۔ اللہ عزوجل حضرت شیخ قدس سرہ کے درجات بلند فرمائے۔ بھائی جان نور اللہ مرقدہ کے درجات بلند فرمائے۔اس وقت سے،اسی مجلس سے حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ کاتب بنے۔

حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں خطوط کی کتابت بھی فرماتے رہے اور جو تصنیف کا وقت ہوتا تھا، حضرت مولانا عاقل صاحب مدظلہم العالی، حضرت شیخ، شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب قدس سرہ وہ اپنے مفوضہ دروس سے فارغ ہوکر، اپنی کلاسیں لے کر، اپنی کتابیں پڑھانے کے بعد پھر حضرت کے یہاں پہنچتے تھے۔

اور حضرت بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ تو مستقل وقف تھے چوبیس گھنٹے حضرت شیخ قدس سرہ کی خدمت کیلئے۔ان حضرات میں سے کسی کے آنے تک حضرت شیخ قدس سرہ کی، کتب خانہ میں تصانیف کے سلسلہ میں معاونت اور مدد، یہ بھی اس خدمت کا ایک حصہ تھا اور اس میں گاہے بگاہے ان حضرات کے آنے سے پہلے حضرت ان عظیم تصانیف کی کتابت بھی حضرت بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ سے کرواتے۔

ہم شعبان کے آخری ہفتہ میں پہنچے۔ جب رمضان المبارک شروع ہوا، حضرت شیخ قدس سرہ نے اس سال پورے ماہ مبارک کا دفتر والی مسجد میں اعتکاف فرمایا جو حضرت کے کچے گھر سے قریب تھی۔

ابھی سہارنپور حاضری کے موقعہ پر میں نے ساتھیوں کو بتایا کہ جیسے وہاں حرمین پہنچ کر مسجد نبوی میں مولانا انور نرما اور ساتھیوں سے میں نے عرض کیا اشارہ کرکے کہ یہاں فلاں قصہ

پیش آیا تھا، اس جگہ اس طرح ہم نے دیکھا۔

پچاس برس کے عرصہ میں مختلف اوقات میں کبھی چند دنوں، کبھی ہفتوں، کبھی مہینوں، کبھی سال بھر تک کیلئے حاضری رہی۔ بے شمار واقعات ہیں۔

ایک مرتبہ ظہر کی نماز ہوچکی تھی اور وہاں قاری عبدالباسط ریاض الجنۃ کے منتہیٰ پر کھڑے ہوئے ہیں اور وہاں سب لوگ مصافحہ کررہے ہیں اور مل رہے ہیں۔ اتنے میں مجمع ہی نے یہ فیصلہ کیا یہ موبائل ٹیلی فون وغیرہ تو عام نہیں تھے کہ فون کر کے اجازت لی ہوگی۔ ممکن ہے کہ کوئی ذمہ دار وہیں پر رہا ہوگا۔ آپ کو مکبرہ پر لے جایا گیا، جہاں سے اذان اور تکبیرات ہوتی ہیں۔ وہاں پھر آپ نے قرآن کریم کے ایک دو رکوع سنائے۔

اسی طرح تبلیغی جماعت کا ایک مرتبہ اجتماع ہوا تھا ریاض الجنہ میں۔ حضرت مولانا محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وہیں بیان ہوا تھا۔

وہاں پر اس زمانہ میں دستور تھا کہ عصر کی نماز کے بعد سے مستورات کیلئے مواجہہ شریف کھول دیا جاتا کہ وہاں مواجہہ شریف میں حاضر ہوکر سلام پڑھ سکتی ہیں۔ مغرب سے کوئی آدھ گھنٹہ پہلے عورتوں کی آمد، مستورات کی آمد بند ہوجاتی۔ وہ بھی ایک وقت ان کیلئے ہوتا تھا اور اس کے علاوہ دن کے اوقات میں، صبح میں، ظہر کے بعد بھی مستورات کیلئے مواجہہ شریف کا حصہ کھلا رہتا تھا۔ لیکن کبھی بھی رات کے وقت میں، مغرب کے بعد، مغرب کی نماز سے لے کر فجر کی نماز تک کوئی گنجائش نہیں تھی۔

ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ میں مغرب کی نماز کے بعد مواجہہ شریف پر سلام عرض کررہا ہوں۔ اس دوران میں نے محسوس کیا کہ مجمع کچھ معمول سے زیادہ پیچھے جمع ہورہا ہے۔ جب میں فارغ ہوکر مڑا تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی خاتون ہے اور اس کے ساتھ کچھ اور خواتین ہیں یا کچھ مرد حضرات ہیں اور سلام کیلئے انہیں لایا گیا ہے۔ باہر باب جبریل سے نکلنے پر معلوم ہوا یہ مصر کی مشہور مغنیہ ہے۔

اس طرح کے نامعلوم کتنے واقعات وہاں کے اب تک ذہن میں ہیں، ذہن کے خانوں میں ادھر ادھر موجود ہیں۔ دماغ کے خانوں میں محفوظ ہیں۔ میں نے مولانا انور صاحب سے کہا کہ میں یہاں کھڑے کھڑے کوئی پچاس یا سو قصے گنوا سکتا ہوں کہ یہاں یہ دیکھا اور وہاں یہ دیکھا۔

میں تو بیان کر رہا تھا کہ ہم حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں رمضان گذارنے کیلئے پہنچے اور حضرت نے پورے ماہ مبارک کا وہاں اعتکاف فرمایا۔ رمضان المبارک کے اخیر میں، آخری شب میں، جب مسجد کے مناروں پر، مسجد کی چھتوں پر چاند دیکھا جارہا تھا، مغرب کی نماز تک بھی کوئی اطلاع نہیں آئی، نماز پڑھ لی گئی۔ عشاء کی نماز تک بھی کوئی اطلاع نہیں آئی۔ عشاء پڑھ لی گئی۔

عشاء کی نماز کے بعد کافی دیر کے بعد ایک وفد دیہاتیوں کا پہنچا۔ کئی درجن حضرات پر وہ مشتمل تھا اور چاند کے گواہ لائے گئے۔ حضرت شیخ قدس سرہ اپنے معتکف میں تھے۔ حضرت سے عرض کیا گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ ان کو مفتی محمود صاحب کے پاس بھیجو۔ یہ گواہ یہاں سے حضرت حکیم ایوب صاحب نور اللہ مرقدہ کی مسجد میں لائے گئے۔

حضرت مفتی صاحب نے گواہی لی اور ان کی گواہی کی روشنی میں حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ، جو اخیر عشرہ کیلئے اعتکاف میں تھے، اپنے اعتکاف سے فارغ ہو کر اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے۔

جب حضرت شیخ قدس سرہ کو اس واقعہ کی اطلاع دی گئی کہ حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی گواہی قبول فرمائی اور ان کی گواہی کی روشنی میں کل عید ہوگی۔ حضرت شیخ قدس سرہ بھی کچے گھر تشریف لے آئے۔

جب اس واقعہ کی اطلاع شہر میں پہنچی، اختلاف ہوگیا۔ کسی نے اسے مانا، کسی نے اسے نہ مانا۔ یہاں تک کہ حضرت شیخ قدس سرہ نے پھر حضرت مفتی مظفر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو طلب

فرمایا اور حضرت کے ساتھ مفتی مظفر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں پہنچے۔ وہاں مفتی مظفر صاحب کو ان کی شہادت پر اطمینان نہیں تھا، ان کی رائے تھی کہ کل عید نہیں ہے۔

یہاں حضرت نے فرمایا کہ میرے مہمان تو یہاں دفتر کی مسجد میں اور حکیم ایوب صاحب کی مسجد میں عید کی نماز پڑھ لیں گے لیکن میں اگلے دن، کل کو وہاں مظاہر علوم کی مسجد کلثومیہ میں عید کی نماز پڑھوں گا، گویا عید کے ایک دن بعد میں پڑھوں گا۔

اختلاف رہا، لیکن حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں اور ان کے شاگرد حضرت مفتی مظفر صاحب میں کوئی ادنیٰ تلخی بھی اس کے بعد نہیں پائی گئی۔ جس طرح کا تعلق حضرت مفتی صاحب کا پہلے تھا حضرت مفتی مظفر صاحب سے وہی رہا۔ حضرت مفتی صاحب کی طرف حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعظیم وتکریم میں بھی کبھی کوئی فرق نہیں آیا۔ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی نہیں سوچا کہ میں نے فتویٰ دیا انہوں نے موافقت نہیں کی۔ اس کے خلاف فتویٰ کیوں دیا؟

جلال آباد کی حاضری

اور آگے چلئے! جب ہم عید کی نماز پڑھ کر مولانا اسمٰعیل بدات صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ سرہند شریف کے سفر کے ارادہ سے وہاں جانے کیلئے ٹرین اسٹیشن پر گئے، وہاں کی ٹرین نکل چکی تھی۔ چنانچہ پھر ہم بس اڈے پر گئے اور اب ہم نے سرہند شریف کے بجائے جلال آباد کی بس لی اور جلال آباد حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں پہنچے۔ اس وقت دوپہر بارہ بجے کے قریب کا وقت تھا۔ اس وقت مجلس ہو رہی تھی اور حضرت بیان فرما رہے تھے۔

مجلس کے بعد حضرت نے ہمیں قریب بلا کر پوچھا کہ کہاں سے آئے؟ کون ہو؟ جب ہم نے عرض کیا کہ ہم گجراتی طالب علم ہیں اور سہارنپور حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں رمضان

گذارنے آئے تھے اورعید کی نماز پڑھ کر وہاں سے چلے ہیں، حضرت نے اس کی پھر تفاصیل پوچھیں۔ وہ ہم نے عرض کیں، حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب نوراللہ مرقدہ نے ہم سے فرمایا کہ یہاں کسی سے اس کا ذکر نہ کیجئے کہ آپ عید پڑھ کرآئے ہو۔

دیکھئے! کتنی وسعت ظرفی۔ ظرف کتنا وسیع ہے کہ انہوں نے سوچا کہ وہاں چاند کی اطلاع آئی، شہادت مل گئی، حضرت مفتی صاحب نے اپنا اعتکاف ختم فرمایا، بلکہ عید کی نماز حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی اور حکیم ایوب صاحب کی مسجد میں پڑھائی۔ حضرت شیخ قدس سرہ نے باوجودیکہ اعتکاف ختم فرمایا لیکن اگلے دن نماز پڑھی تاکہ یہ اختلاف نزاع میں تبدیل نہ ہوجائے۔

اسی طرح یہاں بھی حضرت مولانا مسیح اللہ خانصاحب نوراللہ مرقدہ نے ہم سے فرمایا کہ یہاں کسی کے سامنے اس کا تذکرہ نہ آئے بہتر ہے، کہ آپ حضرات وہاں سے عید پڑھ کر آئے ہیں۔ کیوں کہ یہاں زوال کا وقت ہوچکا ہے ساری مخلوق روزہ سے ہے، اس سے سوائے انتشار کے اور کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ حضرت اپنے روزہ سے رہے۔

اگلے دن پھر ہم نے فجر کی نماز کے بعد دیکھا کہ جس طرح چارپائی ہوتی ہے اس طرح کے ایک تخت پر حضرت کو اپنے کندھوں پر اٹھا کرلے جارہے ہیں۔ اوہ! کتنا پیارا وہ منظر تھا۔ زندگی میں پہلی دفعہ دیکھا کہ حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہ کو علماء، صلحاء، مشائخ اپنے کندھے پر اٹھا کر مدرسہ سے، اور حضرت کے دولت کدہ سے عید گاہ تک لے گئے۔ پھر عید کی نماز کے بعد حضرت کے یہاں ہم نے کھانا کھایا پھر ہم لوہاری پہنچے۔

دوستو! نہ جلال آباد والوں نے سوچا کہ سہارنپور والے غلط ہیں، نہ سہارنپور والوں نے سوچا کہ عید کے دن کیسا روزہ ان کا۔ اللہ تعالیٰ اس اختلاف کی خوبیوں کو سمجھنے کی ہمیں توفیق دے اور اس اختلاف کے نتیجہ میں انتشار، نزاع اور جھگڑوں سے ہماری حفاظت فرمائے اور ہمارے اکابر کے نقش قدم پر، صحابۂ کرام کے نقش قدم پر ہمیں چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تیمّم میں اختلاف

مضمون تو یہ چل رہا تھا کہ یہ اختلاف تو رہا ہے اور یہ رحمت ہی رحمت ہے۔ اسی لئے جو ہم تیمّم کرتے ہیں اس میں بھی اختلاف رہا ہے۔ ابھی گذشتہ مہینہ بھائی اسماعیل کرولیا صاحب کی اہلیہ کا انتقال ہوا۔ جن کے متعلق بڑے بڑے مبشرات دیکھے گئے۔ ان مبشرات میں سے ایک خوشخبری یہ بھی تھی کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت انس رضی اللہ عنہ تشریف لائے ہیں اوران کے پیچھے پیچھے ان کی اہلیہ مرحومہ چل رہی ہیں۔ کتنی بڑی سعادت ہے!

ان کے متعلق اسماعیل بھائی نے بتایا کہ انہوں نے انتقال سے پہلے نماز پڑھنے کا ارادہ فرمایا۔ میں نے دیکھا کہ ان میں اتنی سکت نہیں ہے کہ وہ وضو کرسکیں، تیمّم کرسکیں۔ اس لئے اسماعیل بھائی نے ان کو تیمّم کرادیا کہ میں تیمّم کرادیتا ہوں لیکن مرحومہ کو اس سے اطمینان نہیں ہوا تو ازخود دوبارہ انہوں نے تیمّم کیا اور نماز پڑھی۔ اور آگے واصل بحق ہوئیں۔

اب یہ جو تیمّم کیا جاتا ہے تو اس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ تیمّم میں کہنیوں تک ہاتھ پھیرنا ضروری ہے، لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مذہب یہ ہے کہ صرف گٹوں تک، دونوں پہنچوں تک ہاتھ پھیرنا کافی ہے۔ تیمّم کیلئے کہنیوں تک ہاتھ پھیرنا ضروری نہیں۔ یہ اختلاف رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس اختلاف کی رحمت کو باقی رکھے۔ اس کی رحمتوں کو سمجھنے کی، رب کی رحمت کی وسعتوں کو سمجھنے کی ہمیں توفیق دے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۱۷؍رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت پیر صاحب دام مجدہم

حضرت پیر صاحب مولانا محمد طلحہ صاحب دام مجدہم کے یہاں کتنی بھیڑ ہوگی، اجتماع ہوگا، کتنی مخلوق ہوگی، کتنا بڑا وہ اجتماع ہوگا۔ خود میں اور آپ اور وہاں جتنے علماء، مشائخ، مفتیان کرام جو اعتکاف میں ہوں گے، وہ جب اپنی ضروریات کیلئے مسجد سے معتکف سے نکلتے ہیں، مسجد کی حدود سے باہر استنجا جاتے ہوئے، آتے ہوئے، وضو سے فراغت کے بعد، اس سے پہلے بات چیت وغیرہ کر لیتے ہیں، اس کی گنجائش سمجھتے ہیں۔

لیکن مجال ہے کہ حضرت پیر صاحب سے کوئی بات کر سکے۔ حضرت پیر صاحب فرماتے ہیں کہ چھٹی جیسے بچے کو دی جاتی ہے مکتب کی کلاس سے باہر جانے کی، استنجا وضو کیلئے، اس طرح کی معتکف کو چھٹی صرف استنجے کیلئے دی گئی ہے بات چیت کی تھوڑی دی گئی ہے، دوسرے کاموں کی تھوڑی ہی دی گئی ہے۔

اس لئے کوئی بات چیت وغیرہ قطعاً نہیں کرتے۔ شروع سے اعتکاف میں ان کی نرالی کیفیت رہی ہے۔ اور بتایا جاتا ہے کہ یہی حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزاج

تھا۔ حضرت شیخ قدس سرہ کا اور صاحبزادہ سلمہ کا عملی اختلاف اس میں ہے کہ معتکف سے استنجا کیلئے برابر والے حجرہ میں حضرت کو لے جاتے، وہاں حضرت گفتگو بھی فرماتے، بات چیت بھی فرماتے۔ لیکن حضرت پیر صاحب کا مزاج اس کے بالکل برعکس ہے۔ یہی حال تمام اختلافات کا ہے۔

نمازی کے سامنے گزرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ نمازی کے سامنے اگر گدھا گذر جائے تو نمازی کی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ یہی ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اس کے برعکس خلفائے اربعہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ نماز نہیں ٹوٹتی۔

دومقتدیوں کی امامت

اگر امام ہے اور امام کے ساتھ دو مقتدی ہوں تو امام کو کہاں کھڑا ہونا چاہئے؟ مسجد کی صفوف کی طرح اپنی جگہ پر کھڑا ہو، مقتدی پیچھے اپنی صف میں ہوں اس طرح کھڑا ہو؟ یا دو مقتدیوں کے بیچ میں اسے کھڑا ہونا چاہئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ دومقتدیوں کے بیچ میں امام کھڑا رہے۔ پھر اگر کوئی تیسرا مقتدی آجائے تو امام خود آگے بڑھ جائے۔ لیکن وہ دومقتدیوں تک بیچ میں کھڑا رہے۔ حالانکہ صحابہ کرام کے نزدیک امام کو معمول کے مطابق، عام نمازوں کی طرح، دو ہوں تو بھی، تین ہوں چار ہوں تو بھی صف سے الگ ہوکر آگے تنہا کھڑا ہونا چاہئے۔

وتر کی نماز

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور صاحبزادہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ میں،

باپ بیٹے میں بہت ساری چیزوں میں اختلاف ہے۔ کسی نے حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت ابن عمر وتر کی تین رکعتوں کے درمیان سلام پھیر دیتے ہیں اس کی کیا وجہ؟ کہ وہ دو رکعت علیحدہ پڑھتے ہیں اور دو رکعت پر سلام پھیر دیتے ہیں۔ پھر ایک رکعت علیحدہ پڑھتے ہیں اور ایک رکعت پر سلام پھیرتے ہیں۔

جب یہ ذکر آیا، حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ یہ تو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا عمل تم نے بتایا میں ان کے ابا کا عمل تم کو بتاتا ہوں۔ کہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ وتر کی تینوں رکعتیں ملا کر پڑھتے تھے، ایک سلام سے پڑھتے تھے۔ اور وہ بیٹے سے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ فقیہ تھے۔ اس طرح کے لاکھوں مسائل ہیں جن میں ڈیڑھ ہزار برس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر اب تک کے فقہائے کرام میں اختلاف رہا کہ کسی نے کیا فتویٰ دیا، کسی نے کیا فتویٰ دیا۔

نماز میں اختلاف

حضرت شیخ قدس سرہ نے اس پر ایک کتاب تصنیف فرمائی کہ چار رکعت نماز میں کہاں کہاں پر اختلاف ہے۔ حضرت شیخ قدس سرہ نے اس میں ڈیڑھ سو سے زیادہ جگہوں پر اختلاف ذکر کیا تھا۔ کہ نیت میں اختلاف ہے، پھر تکبیر میں اختلاف ہے، رفع یدین کہاں تک کرنا ہے اس میں اختلاف ہے۔ پھر آگے کہاں کہاں رفع یدین ہے اس میں اختلاف ہے۔

پھر ہاتھ کہاں باندھنے ہیں اس کی جگہ میں اختلاف ہے۔ باندھنے کی کیفیت میں اختلاف ہے۔ ہاتھ باندھنے کے بعد کیا پڑھا جائے؟ دعائے توجیہ پڑھی جائے، نہ پڑھی جائے؟ اس کے الفاظ کیا ہوں، ثنا کیسی پڑھی جائے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ ڈیڑھ سو سے زیادہ اختلاف مجھے ملے اور میں نے وہ جمع کیے۔ اور میں نے حضرت کی اس کاپی سے وہ ڈیڑھ سو اختلاف نقل کر کے میں یہاں بھی لایا تھا مگر پھر وہ کہیں ادھر ادھر ہوگئی، مل نہیں رہی،

کافی عرصہ ہوگیا۔

نماز جیسی اہم چیز اوراس میں ڈیڑھ سو جگہوں میں اختلاف ہے۔ کسی نے ایک دوسرے کو چیلنج نہیں کیا کہ ہم صحیح ہیں تم غلط ہو۔ اور بھی کتنی چیزوں میں شدید اختلاف ہے۔ بہت سارے اقوال ہیں۔ تفسیر جزء عم یتساء لون جو ہماری چھپی ہے، اس میں آپ دیکھیں گے کہ 'والسماء ذات البروج ، والیوم الموعود، وشاهد ومشهود' میں شاہد سے مراد کیا، مشہود سے مراد کیا، شاہد سے مصداق کیا، مشہود سے مصداق کیا ہے؟ کئی درجن اقوال اس میں لکھے ہیں۔

جمعہ کی ساعت

اسی طرح جمعہ کے دن میں ایک ساعت ہے کہ جس میں جو مانگو مل جاتا ہے۔ اگر اس گھڑی میں دعا انسان کرتا ہے، اس کی ہر دعا قبول اور مقبول ہوتی ہے۔ اب وہ ساعت کون سی ہے، سب کو تلاش ہے۔ اس کی تلاش ہے کہ کون سی وہ ساعت ہے، اس میں پچاس کے قریب اقوال ہیں۔ حضرت فرماتے ہیں کہ اس میں پچاس قول ہیں۔ اور وہ تمام پچاس اقوال حضرت شیخ قدس سرہ نے مؤطا کی شرح 'اوجز' میں لکھے ہیں۔

لیلۃ القدر

اسی طرح لیلۃ القدر ہے، اس میں پچاس قول ہیں۔ اتنا زیادہ اختلاف ۔ کسی نے ستائیسویں کو اختیار کیا ہے، کسی نے پچیسویں کو اختیار کیا ہے، کسی نے تئیسویں کو اور کسی نے اکیسویں کو اختیار کیا ہے۔ یہ اختلاف نزاع تھوڑا ہی ہے، ایک دوسرے کی تغلیط کیلئے تھوڑا ہی ہے۔ امت پر رحمت ہے، وسعت ہے۔

الصلوۃ الوسطیٰ

اسی طرح جس میں بہت زیادہ اقوال پائے جاتے ہیں اس میں یہ قرآنی آیت ہے

'حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلوٰةِ الْوُسْطیٰ' ۔ کہ تمام نمازوں کی پابندی کرو بالخصوص وہ نماز جو درمیان میں آتی ہے، کہ اس سے پہلے ظہر کی نماز سری، اور اس کے بعد والی نمازِ مغرب جہری اس لئے اسے وسطی کہا گیا ہے۔ اس لئے کہتے ہیں کہ صلوٰۃِ وسطیٰ یہ ہوئی، یہ عصر کی نماز ہے۔ اس طرح صلوٰۃِ وسطیٰ کا مصداق اور یہ درمیانی نماز کون سی نماز ہے، تو اس میں کئی درجن اقوال ہیں۔ کوئی مسئلہ شاید ہی ایسا ہو جس میں کم از کم دو قول نہ ہوں۔

حضرت شیخ قدس سرہ بخاری شریف کے سبق میں فرماتے تھے کہ میرے پیارو! ایک قصہ سنو۔ ایک مولانا صاحب نزع کی حالت میں تھے، آخری وقت ہے، بچوں کا فکر ہے۔ تو صاحبزادے سلمہ کو بلایا اور رونے لگے، کہ بیٹا میں نے بہت کوشش کی کہ تو کچھ پڑھ لے، لیکن تو نے پڑھ کے نہیں دیا۔

اب میں مر جاؤں گا، میرے بعد جتنے لوگ میرے پاس آتے ہیں، تجھ سے مسئلے پوچھیں گے۔ اب تو نے کچھ پڑھ کے دیا نہیں، تو کیا جواب دے گا؟ کیسے مسئلے انہیں بتائے گا؟

اچھا! ایک بات تو یاد رکھ۔ بیٹے! جب کوئی تجھ سے مسئلہ پوچھے، بے دھڑک کہہ دینا۔ حضرت شیخ قدس سرہ اس کو ذرا کھینچ کر بیان فرماتے۔ آواز کو ترنم کی طرح ایک لے میں، ایک خاص انداز میں اس کو ادا فرماتے تھے۔ فرماتے تھے کہ یوں کہنا کہ 'اس مسئلہ میں اختلاف ہے'۔

پھر ان مرنے والے مولانا نے اس کی دلیل بھی دی۔ بیٹے کو دلیل دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ بیٹا! یہ اس لئے ہے کہ سب سے اہم ترین مسئلہ خدائے وحدہ لاشریک، اللہ عزوجل کی ذات پاک کا ہے۔ اس کو بھی اختلاف کرنے والوں نے اختلاف سے بالا نہیں رہنے دیا۔

بلکہ کسی نے کہا کہ خدا ہے کہاں؟ ہے ہی نہیں۔ دو ہیں، کسی نے کہا تین ہیں۔ کسی نے کہا کہ ایک یزداں ہے، ایک اہرمن ہے۔ ان گنت، تمام ماننے والوں نے خود اس مسئلہ کو کیسے الجھا دیا۔ اس لئے فرماتے ہیں کہ بیٹا! تجھ سے جب کوئی مسئلہ پوچھے تو کہہ دینا کہ 'اس مسئلہ

میں اختلاف ہے۔

فلسفہ اور علمِ کلام

جو مسئلہ ہماری سمجھ میں نہیں آیا، یا ہم جس پر عمل پیرا ہیں کسی کو اس کے خلاف عمل پیرا دیکھا، تو بے دھڑک الجھنا شروع کر دیا۔ نہ کوئی علم پاس ہے اور گہرے اونچے مسائل میں رائے زنی شروع کر دی جاتی ہے۔ ہر جگہ کم از کم دو قول ہوں گے اور کئی کئی مذاہب علماء میں ہوں گے۔ یہ جو فروع کا اختلاف ہے یہ تو رحمت ہے۔ اور اصول کا اختلاف ذات وحدہ لاشریک کو کوئی مختلف فیہ ٹھہرائے اس میں رائے زنی کرے، یہ رحمت نہیں ہے۔

اسی لئے فلسفہ اور علم کلام وغیرہ کے پڑھنے سے، اس کے مطالعہ سے، ان کتابوں کے دیکھنے سے علماء نے بہت شدت سے منع فرمایا۔ اور یہاں بھی بعض جگہ بیانوں میں نوجوانوں کو میں نے اس سے منع کیا۔ کہ یہاں کی یونیورسٹیز میں فلسفہ کا موضوع نہ لیا جائے کہ ہمارے تمام جو اصولی مسائل ہیں، اصولی عقائد ہیں، ان سے انحراف، یہ اس کا نتیجہ ہوتا ہے۔

حق تعالیٰ شانہ کی ذات کا وجود مشکوک بنا دیا جاتا ہے۔ یہی ہدف ہوتا ہے اور اسی کی وجہ سے دنیا میں یہ الحاد اور کمیونزم اور یہ تمام فتنے جو آئے وہ اس رستے سے آئے۔

فروعی اختلافات

اصول کو چھوڑ کر جو فروعی مسائل ہیں، ان میں جو اختلاف ہے وہ ہمارا اس وقت کا موضوع ہے کہ وہ رحمت ہی رحمت ہے۔ کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو اس اختلاف پر کتنی مسرت ہے کہ میں نہیں چاہتا ہرگز کہ ایک ہی بات بیان کر دی جاتی۔ اگر ایک ہی بات بیان کر دی جاتی تو کتنی ضیق اور پریشانی ہوتی۔ اس اختلاف کی وجہ سے کتنی وسعت اور گنجائش مل گئی۔

مؤطا امام مالک

اسی لئے جب خلیفہ ابوجعفر منصور حج کو گئے، انہوں نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ آپ اپنی مؤطا کے بکثرت نسخے لکھوا کر ہمیں دے دیں، میں سلطنت میں اسے شائع کر دیتا ہوں اور ہر جگہ میں یہ حکم دے دوں گا کہ اسی کے موافق عمل کیا جائے اور اپنی عبادات میں اس پر عمل ہو اور اپنے معاملات میں اس کے مطابق فیصلے کئے جائیں۔

مگر حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نہیں نہیں ایسا ہرگز نہ کیا جائے۔ کیونکہ لوگوں کے پاس جو مختلف روایات حدیث پہنچی ہیں اور ہر جماعت نے ان روایات کے مطابق عمل شروع کر رکھا ہے، ان کو اسی پر چھوڑ دیا جائے کہ جو ان کو پہنچا وہ اسی کے پابند ہیں۔

ان کے بعد جو دوسرے خلیفہ، خلیفہ ہارون الرشید آئے، انہوں نے بھی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ میری دلی تمنا یہ ہے کہ مؤطا امام مالک کا ایک نسخہ لکھ کر کعبہ میں رکھ دیا جائے اور اعلان کر دیا جائے کہ سب اس کے موافق عمل کریں۔

جو جواب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ ابوجعفر منصور کو دیا تھا وہی جواب انہیں دیا۔ اور فرمایا کہ صحابۂ کرام کا فروعی مسائل میں اختلاف رہا ہے اور الگ الگ مسائل جو صحابہ کرام نے اپنے شاگردوں کو بتائے اس میں سب کے سب حق پر ہیں۔

بظاہر چاہے وہ متضاد معلوم ہوتے ہوں، لیکن وہ سب کے سب حق پر ہیں اور شہروں میں وہ مسائل شائع ہیں، لوگ ان پر عمل کر رہے ہیں۔ اس لئے اس دوسری مرتبہ میں بھی امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے خلیفہ کو بھی اس کام سے روک دیا۔

مذاہب اربعہ

ائمہ اربعہ کے مقلدین میں حنفیہ شوافع کا اختلاف، مالکیہ کے ساتھ حنابلہ کا اختلاف۔ یہ

جتنے اختلافات ہیں ان سب کے بارے میں چاروں مذاہب کے بانیوں کے طرف سے یہی اعلان ہے کہ ہمارا یہ فتویٰ ہے لیکن اس کے خلاف اگر تمہیں دلیل مل جائے، حدیث مل جائے، میرا دیا ہوا فتویٰ دیوار پر دے مارو۔ اور اس حدیث پر عمل کرو۔ میرے اس فتویٰ کے مقابلہ میں وہ دوسرا فتویٰ زیادہ مدلل ہو، اس پر عمل کرو۔

اسی لئے اختلاف دیکھنے کے باوجود حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اعلان تھا کہ جو فقیہ بننا چاہے، اسے چاہئے کہ وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں سے چمٹ جائے اور پھر خود اپنا واقعہ بیان فرمایا کہ میں خود جو فقیہ بنا ہوں وہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں سے بنا ہوں۔ اس پر نگاہ نہیں فرمائی کہ میرا اور امام محمد کا اختلاف ہے، میرا اور امام ابویوسف کا اختلاف ہے۔ وہ بے شمار مسائل میں کچھ اور فتویٰ دیتے ہیں اور میں کچھ اور فتویٰ دیتا ہوں۔ اس کو نہیں دیکھا۔ اور یہ کیوں؟ اس لئے کہ یہ اختلاف انہوں نے رحمت تصور فرمایا۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول صاحب درمختار نے بیان کیا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جہاں کہیں تمہیں میرے قول کے خلاف کوئی دلیل مل جائے، میرے قول کو اور میرے فتویٰ کو چھوڑ دو اور جو مدلل فتویٰ تمہیں مل گیا اس پر عمل کرو۔ صاحب درمختار اس کو نقل کرکے ارشاد فرماتے ہیں کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد اسی پر مبنی ہے کہ علماء کا اختلاف یہ رحمت ہے۔

رحمت نہ کہ زحمت

کاش کہ اس اختلافات کی دنیا کو ہم سمجھیں اور کیسے یہ سب کیلئے رحمت ہے، کتنی گنجائش ہے۔ اس کو سمجھنے کیلئے ہمارے یہاں جو آج کل ڈیڑھ بجے، ڈھائی بجے اور ساڑھے تین بجے، اور عید آج اور کل دو دن کیوں ہو رہی ہے اس کو ایک اختلاف اور جھگڑا سمجھنے کے بجائے اس کو ہم رحمت سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ نے کتنی گنجائش رکھی ہے کہ ان کی عید بھی درست ہے، ان کی بھی

درست ہے۔ان کے روزے بھی صحیح ہیں، ان کے بھی صحیح ہیں۔

عوام اس میں الجھتے ہیں اور ایسے ایسے جملے بول جاتے ہیں، ایسی ایسی حرکتیں کر جاتے ہیں کہ جس سے ان کی دنیا تو کیا آخرت بھی تباہ ہوسکتی ہے۔ اس میں زیادہ الزام، سارا الزام عوام پر ڈالنے کے بجائے بہت حصہ اس الزام کا علماء پر بھی آتا ہے۔ کہ وہ ایسے جزوی اختلافات کو، چھوٹے چھوٹے اختلافات کو علماء تک محدود نہیں رکھتے۔

یہ بہت چھوٹا مسئلہ ہے چاند کا اور عید کا اور ٹائم ٹیبل کا۔ مگر ایسے جزئی، چھوٹے سے اختلافات ان کو علماء تک محدود نہیں رکھتے بلکہ ان کی کوشش ہوتی ہے کہ اس کو عوام میں پھیلایا جائے اور عوام کی مدد ان کے ساتھ ہو، ان کی اکثریت ہمارے ساتھ ہو۔

اس کیلئے وہ اس سے بھی گریز نہیں کریں گے کہ ہم نام لے کر اہلِ حق میں سے دوسروں کی توہین کر رہے ہیں، ان کی تذلیل کر رہے ہیں، ان کی غیبت کر رہے ہیں، ان پر بہتان طرازی کر رہے ہیں۔

اگر ان میں اخلاص ہوتا، ایسا نہیں کرتے۔ بلکہ ایک مرتبہ انہوں نے مسئلہ بتادیا کہ بھائی میرا تو آج روزہ نہیں ہوگا، میری عید تو کل ہوگی، آج میں عید نہیں کروں گا۔ پھر اتنا کہہ کر وہ خاموش ہوجائیں اور اپنے کام میں لگیں۔ کیوں کہ انہوں نے اپنا فرض ادا کردیا۔ آگے اس کو پھیلانے کی اور دوسروں کو اپنے ساتھ ملانے کی انہیں کیا مجبوری اور کیا ضرورت پیش آئی۔

کسی کے ساتھ دوسرے لوگ نہ ہوں اور وہ دل سے اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہیں، وہ تنہا کریں کہ احادیث میں یہاں تک بھی آتا ہے کہ بعض انبیاء ایسے بھی ہوں گے کہ جن کی دعوت پر کسی نے لبیک نہیں کہا۔ بعض انبیاء ایسے ہوں گے کہ ان کا ماننے والا ایک ہی امتی تھا۔ کیا اس سے اس نبی کی شان گھٹ گئی؟

انہوں نے اکمل طریقہ سے اپنا فریضہ ادا کیا۔ یہ تو ماننے والوں کی قسمت کہ انہوں نے اپنے لئے جہنم کو پسند کیا، نبی کی شان میں کوئی نقص نہیں آیا۔ ان کے ماننے والوں کے کم رہ

جانے سے، اور کسی کے نہ ماننے سے اور ایک آدمی کے صرف ماننے سے، نبی کی شان میں کوئی نقص نہیں آیا۔ اکمل طریقے سے انہوں نے اپنے فریضۂ نبوت کو ادا فرما دیا۔

یہی حال حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا رہا ہے کہ ان کا صحابہ کرام سے شدید اختلاف تھا۔ دنیا جمع انسان کرسکتا ہے یا نہیں کرسکتا؟ زکوۃ فرائض وغیرہ ادا کردینے کے بعد انسان اس کا مجاز ہے یا نہیں؟

ابوذر رضی اللہ عنہ کے نزدیک وہ اس کے بعد مال جمع نہیں کرسکتا۔ تمام صحابہ کرام فرماتے تھے کہ نہیں مال جمع کرسکتا ہے۔ اس کے باوجود حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اکیلے یہ مسئلہ بیان کرتے تھے اور صحابہ کرام اس پر خاموش رہتے تھے۔

تفریق بین الزوجین کو قرآن نے بیان کیا ہے، ابلیس کیلئے تفریق بین الامۃ، اللہ کرے کہ ہم تفریق ڈالنے والے نہ بنیں۔ اللہ اس کی سمجھ ہمیں عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۱۸؍رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

بسم الله الرحمن الرحیم

دیکھئے ماہ مبارک کتنی تیزی کے ساتھ گذر رہا ہے۔ ایک عشرہ ختم ہوا۔ دوسرا عشرہ ختم ہونے کے قریب ہے۔ اب معتکفین اعتکاف کی تیاری میں ہیں۔ اور اعتکاف سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عظیم ترین سنت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعتکاف مسجد نبوی میں بڑے اہتمام سے ہمیشہ فرمایا ہے۔ اور اعتکاف کا عظیم ترین مقصد براہ راست حق جل مجدہ کی ذات عالی سے قرب اور مالک سے قریب ہونا ہے۔

ثواب سے محرومی

ابن قیم فرماتے ہیں کہ مقصد اصلی اعتکاف کا حق تعالیٰ شانہ کی ذات ہے۔ کاش کہ ہم اعتکاف کے مقصد کو پہچانیں اور ہر وقت مالک سے ہماری لو لگی رہے۔ ورنہ ہم مسجد میں پہنچ کر بھی بجائے نیکیوں کے کہیں گناہوں کے انبار اپنی پشت پر اٹھا کر نہ جائیں۔ مسجد کی بے ادبی، مسجد میں شور وشغب، مسجد میں دنیا کا کاروبار نہ ہو۔

جیسا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **رُبَّ صَائِمٍ لَیْسَ لَهُ مِنْ صِیَامِهِ اِلَّا الْجُوْعُ وَرُبَّ قَائِمٍ لَیْسَ لَهُ مِنْ قِیَامِهِ اِلَّا السَّهَرُ**۔ کہ کچھ روزہ دار ایسے بھی ہوتے ہیں

کہ جنہیں سوائے بھوکا رہنے کے اپنے روزے سے کچھ بھی نہیں ملتا۔ بہت سے رات بھر قیام کرنے والے، نماز میں کھڑے رہنے والے ایسے ہیں کہ سوائے رات جاگنے کے انہیں کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

یہاں تو میں نے عرض کیا کہ اس کا ڈر ہے کہ اعتکاف کی حالت میں مسجد اور اس کے آداب کی رعایت نہ رکھی جائے، انسان خالی ہاتھ صرف نہیں جاتا بلکہ الٹے اس پر گناہ لادے جاتے ہیں کہ عظیم جگہ ہے مسجد۔ اس کے مستقل آداب ہیں، احکام ہیں۔
جس کی عادت انسان کو باہر رہی، جیسے غیبت، حسد، تہمت، بغض، کبر، انانیت کی باتیں۔ یہ تمام گناہوں کے انبار وہاں بھی وہ اکٹھے کرسکتا ہے۔ اس سے بہتر تھا کہ وہ اپنے گھر ہی پڑا رہتا کہ نیکی نہ سہی، گناہوں کا انبار لے کر تو نہ جاتا۔
ورنہ یہ ایسا خیر و برکت کا مہینہ ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اِنَّ لِلّٰہِ تبَارَکَ وَتعَالیٰ عُتَقَاءُ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ يَعْنِىْ فِيْ رَمَضَانَ ۔ کہ ہر دن ہر رات میں گنہگاروں کو جہنم سے آزاد فرماتے ہیں اس ماہ مبارک کے دنوں میں بھی اور اس کی راتوں میں بھی۔ وَاِنَّ لِكُلِّ مُسْلِمٍ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ ۔ اور ہر مسلمان کیلئے دن اور رات میں ایک دعا ضرور قبول کی جاتی ہے۔

روزہ دار کی دعا

ایک اور روایت میں ارشاد فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ثَلَاثَةٌ لَاتُرَدُّ دَعْوَتُهُمْ ۔ کہ تین انسان ایسے ہیں کہ جن کی دعا رد نہیں کی جاتی۔ جن تین میں سے سب سے پہلے جسے ارشاد فرمایا 'الصَّائِمُ حَتّٰى يُفْطِرُ' پورا دن کا وقت، اس کی ہر گھڑی روزہ دار کیلئے قبولیت کی گھڑی۔ جو مانگے روزہ کی حالت میں اس کو پورا کیا جائے گا۔ جیسے بچے روزہ رکھتے ہیں، ماں باپ کو جو فرمائش کرتے رہتے ہیں وہ پوری کی جاتی ہے۔ اسی طرح روزہ دار کی ہر

دعا، جوبھی وہ مانگے گا اسے پورا کیا جائے گا۔ 'الصَّائِمُ حَتّٰی یُفْطِرُ' ۔

کوئی آخری افطار کی گھڑی نہیں کہ وہی قبولیت کی گھڑی ہو، ایسا نہیں بلکہ روزہ دار کیلئے تو سارا دن قبولیت کی گھڑی ہے۔ اب یہ اتنے لمبے روزے، لمبے روزے اس کی تسبیح ہم ہروقت رمضان آنے سے پہلے بھی پڑھتے رہتے تھے اور رمضان میں بھی اسی کا ورد رہا، اسی کا ذکر رہا، لیکن یہ اللہ کی کتنی عظیم رحمت ہے۔ یہ اتنے لمبے روزے تو اس میں انسان کتنا کچھ کما سکتا ہے، مانگ سکتا ہے، اپنے لئے اکٹھا کرسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان ساعتوں کی قدر کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا آدمی جس کی دعا رد نہیں ہوتی، 'اَلْاِمَامُ الْعَادِلُ، منصف حکمران۔ تیسرا 'دَعْوَۃُ الْمَظْلُوْمِ'. مظلوم کی دعا۔ ان تینوں کے متعلق ارشاد ہے کہ 'یَرْفَعُھَا اللّٰہُ فَوْقَ الْغَمَامِ وَیَفْتَحُ لَھَا اَبْوَابَ السَّمَاءِ' کہ تینوں کی دعاؤں کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ 'بادلوں کے اوپر ان کو اٹھا لیا جاتا ہے اور آسمان کے دروازے ان کیلئے کھول دیئے جاتے ہیں اور ادھر یہ دعا مانگتا ہے اور ادھر رب فرماتا ہے 'وَیَقُوْلُ الرَّبُّ وَعِزَّتِیْ لَاَنْصُرَنَّکَ وَلَوْ بَعْدَ حِیْنٍ'۔

اللہ تعالیٰ ماہ مبارک کی گھڑیوں کی قدر ہمیں عطا فرمائے اور اس میں ہم کمانے والوں میں ہوں۔ جن کے متعلق فرمایا کہ بھوکا رہنے کے سوا اسے کچھ نہیں ملتا، اللہ ہمیں ان میں سے نہ بنائے۔ معتکفین کے اعتکاف کو قبول فرمائے۔

اکابرین کا اختلاف

چاند اور ٹائم ٹیبل اور ہمارے دینی مسائل کے بارے میں جھگڑوں کا ذکر تھا۔ جس میں سہارنپور میں عید کا اعلان اور جلال آباد میں روزہ کا ہونا ایک اچھی مثال ہے۔ اسی طرح بے شمار مثالیں ہمارے مشائخ کے یہاں ملتی ہیں۔ حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میرے شیخ

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور میرے والد محترم نور اللہ مرقدہ کا متعدد مسائل میں اختلاف تھا اور بعض مسائل میں تو حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہ لوگوں کو فرمادیتے تھے کہ میرے یہاں فلاں چیز جائز نہیں لیکن مولوی یحییٰ کے نزدیک جائز ہے۔تمہارا دل چاہے تو اوپر جاکر ان سے پوچھ لو اور اس کے موافق عمل کرلو۔

حضرت فرماتے ہیں کہ خود میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اخیر رمضان المبارک میں شعبان کے چاند کی گڑ بڑ سے یہ بحث شروع ہوئی کہ آج مطلع صاف ہے۔تیس روزے ہوجانے کے بعد اگر شام کی رؤیت نہ ہوئی، کل کو روزہ رکھنا چاہئے یا نہیں۔

حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد مبارک تھا کہ شعبان کے چاند میں جس شہادت پر مدار تھا بعض وجوہ سے شرعی حجت نہیں تھی۔اس لئے روزہ رکھنا چاہئے۔اور حضرت فرماتے ہیں کہ میرا ناقص خیال یہ تھا کہ وہ شہادت شرعی حجت سے صحیح تھی اس لئے کل کا روزہ نہیں ہے۔اب دن بھر یہ مسئلہ چلتا رہا۔

شام کو چاند نظر نہیں آیا۔حضرت نے اپنے متعلق طے فرمادیا کہ 'میں کل روزہ رکھوں گا'۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت میرے لئے کیا ارشاد ہے؟ فرمایا کہ میرے اتباع کی ضرورت نہیں۔سمجھ میں آگیا ہو، روزہ رکھو ورنہ نہ رکھو۔

پیر و مرشد کے ساتھ تعلق اور محبت اور فریفتگی اور فدائیت جیسی حضرت شیخ قدس سرہ اور حضرت سہارنپوری قدس سرہ کے مابین تھی یہ شاید و باید کہیں مرید اور پیر میں، شاگرد اور استاذ میں ملے گی لیکن یہاں دیکھئے کہ حضرت سہارنپوری قدس سرہ نے روزہ رکھا اور حضرت شیخ قدس سرہ نے روزہ نہیں رکھا۔اس سے کوئی تعلق میں فرق آیا؟

شریعت کہتے ہی اسی کو ہیں کہ جو حکم تمہیں جس طرح پہنچے اسی پر عمل کرو۔اسی لئے تو موازنہ فرماتے ہوئے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ جملہ فرماتی ہیں کہ 'مَارَأَیْتُ اَحَدًا اَلْزَمَ الْاَمْرَ الْاَوَّلَ مِنْ عَبْدِ اللّٰہِ

بُـنِ عُـمَـرَ' ۔ان کی یہ خوبی ہے کہ جو حکم جیسے پہنچا، چاہے کوئی کچھ کہے، اسی کو پکڑے رہنا ہے اسی پر عمل کرنا ہے۔لیکن وہ ان کی اپنی حد تک تھا۔ ہماری طرح سے دوسروں سے منوانے کی کوشش نہیں کی۔

یہاں حضرت سہارنپوری قدس سرہ نے فرمادیا کہ جس میں تمہیں اطمینان ہو اسی پر عمل کرو۔اور یہاں تو اس میں بحث اور رائے زنی ہورہی ہے اور اپنی رائے پر اصرار ان لوگوں کو ہے جو ایک حرف بھی نہیں جانتے، عوام کو کیا تعلق اس میں رائے زنی سے۔ تینوں ٹائم ٹیبل دیکھ لے جس پر اطمینان ہو عمل کرنا شروع کردیں۔ مقابلے اور محاکمے کی کیا ضرورت ہے؟ اور جن کے ناموں کے ساتھ امام یا عالم کا لیبل لگا ہوا ہے، وہ بھی اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھیں کہ علم ان کے پاس کتنا ہے۔

حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دُھلیوی نور اللہ مرقدہ

حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دُھلیوی نور اللہ مرقدہ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد جب سہارنپور اپنے دل کی تسلی کیلئے طویل عرصہ ٹھہرے، میرا وہ طالب علمی کا زمانہ تھا۔ وہ کثرت سے حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب کے قصے سنایا کرتے تھے۔قریب میں پیر کا وصال ہوا ہے جن کے ساتھ عشق اور محبت کے درجے کا تعلق ہے، ان کے قصے سناتے رہتے تھے۔

حضرت مولانا فرماتے تھے کہ حضرت شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کبھی علماء پر ناراض ہوتے اور ڈانٹتے ہوئے فرماتے تھے کہ انہوں نے اپنے آپ کو سمجھ کیا رکھا ہے۔ کس چیز کو انہوں نے علم سمجھ کر اپنے دماغ میں کبر اور گھمنڈ کو جگہ دے رکھی ہے اور عجب اور پندار سے وہ نکلتے نہیں۔

دونوں عوام اور ان کے ائمہ اور مقتدیٰ سب ایک ہی رَو میں بہے جارہے ہیں۔ اللہ تبارک

وتعالیٰ ماہ مبارک کے ضیاع سے ہماری حفاظت فرمائے اور ہمیں شریعت کا مزاج سمجھ کر اس پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے جیسے حضرت شیخ قدس سرہ نے سمجھا، حضرت سہارنپوری نور اللہ مرقدہ نے سمجھا۔ شاگرد کا روزہ نہیں ہے حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کا روزہ ہے۔

اختلاف قرائت

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو قرآن پاک کی ایک آیت پڑھتے ہوئے سنا۔ جس طرح میں نے سنی تھی سرکار سے وہ آیت اس کے خلاف وہ قرأت تھی۔ میں ہاتھ پکڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دونوں نے صحیح پڑھا۔ تم لوگ آپس میں اختلاف نہ کرو۔ سابقہ امتوں میں پہلے لوگ بھی اختلاف ہی کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔

ایسا ہی قصہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آیا کہ حضرت ہشام رضی اللہ عنہ کو سورۂ فرقان پڑھتے ہوئے سنا اور حضرت ہشام کی قرأت اس کے خلاف تھی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں آیا کہ میں انہیں نماز پڑھتے ہوئے پکڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤں مگر میں نے نماز سے فارغ ہونے تک صبر کیا۔ پھر میں نے ان کی چادر کو گلے سے پکڑ کر کے ان کو کھینچ کر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا۔

پہلے میں نے پوچھا کہ یہ سورت تمہیں کس نے پڑھائی؟ اس طرح کیوں پڑھتے ہو؟ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی لیا۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ جھوٹ ہے۔ پھر میں اسی حال میں پکڑ کر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا۔ عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جس طرح آپ نے مجھے پڑھایا اس کے خلاف یہ پڑھ رہے تھے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کا پڑھنا سنا اور دونوں کو صحیح بتایا۔ دیکھئے دونوں صحیح

ہیں۔

فروع میں اختلاف

جیسا پیچھے بھی متعدد شراح کا قول بیان کیا تھا کہ وہ فرماتے ہیں کہ فروع میں اختلاف کی گنجائش ہے۔ یہ اختلاف فروع کا رحمت ہی رحمت ہے۔ اسی طرح علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں کہ اس امت کا اختلاف رحمت ہے، بہت بڑی نعمت ہے، بڑی عظیم فضیلت ہے، امت پر وسعت ہے ان چیزوں میں جن میں اختلاف کی گنجائش ہے، اجتہاد کی گنجائش ہے۔

یہ الگ الگ اقوال جتنے ہوں گے ایسے ہیں جس طرح کہ مختلف شریعتیں ہیں، ان سب کا مجموعہ لے کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، ان میں سے جس پر چاہو تم عمل کرو۔ اسی لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور صحابہ کرام کے بعد مجتہدین نے جو استنباطات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال سے کئے، وہ سب اپنے اختلاف کے باوجود بمنزلہ مختلف شریعتوں کے ہیں۔ ہاں اصول میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں۔

اس لئے اپنے روزے خراب نہ ہوں، اعتکاف خراب نہ ہو، اس کا بہترین حل، آسان یہ ہے کہ ہم سال بھر تو سب سے ملتے ہیں، جلتے ہیں، باتیں کرتے ہیں، مزے اڑاتے ہیں، مجلسیں کرتے ہیں، اعتکاف میں تو کم از کم حضرت پیر صاحب کی طرح سے استنجا کیلئے باہر نکلے ہوں تو بھی کوئی سوال پوچھے، کوئی جواب نہیں دیتے۔ اس طرح کسی کو دیکھنے سے آنکھ بند کرلو، بولنے سے زبان بند کرلو۔ ہر وقت زبان بند رکھو، کسی سے کوئی بات نہ کرو۔

بات پر پابندی

حضرت شیخ قدس سرہ کا کوئی دن خالی نہیں جاتا تھا کہ سہارنپور میں اعلان نہ فرماتے ہوں کہ میرے پیارو! بات ہرگز مت کرو۔ اور کبھی کبھی نہایت غصے اور جلال میں ممانعت فرماتے،

ڈانٹتے۔ حضرت کو قطعاً گوارا نہیں تھا کہ ذکر اللہ یا تلاوت کے سوا کوئی آواز حضرت کے کان میں معتکفین کی طرف سے پڑے۔ یہ سب اہتمام کیوں تھا؟

پھر حضرت فرماتے کہ میرے پیارو! میرے یہاں کسی چیز پر پابندی نہیں۔ نہ کھانے پر، نہ سونے پر۔ جتنا انتظام ہم نے کیا ہے اس سے زائد کسی کو اگر ضرورت ہوتو بازار قریب ہے وہاں سے منگوا کر کھاپی سکتا ہے۔ اور سونے پر کوئی پابندی نہیں۔ صرف ایک چیز پر پابندی میرے یہاں ہے کہ بات کسی سے نہ کرو۔

ہماری باتیں کیا ہوتی ہیں؟ یہ جھگڑے کی باتیں ہوتی ہیں، اور یہی جھگڑے تو کہاں سے کہاں پہنچاتے ہیں۔ یہ جو تمام جماعتوں کے آپس میں اختلاف اور مذہبی تعصّبات ہیں اس سے امت مسلمہ کو ہی صرف نہیں بلکہ تمام قوموں کو کتنا نقصان پہنچا۔ ملک کے ملک تباہ ہوگئے، قوموں کی قومیں تباہ ہوگئیں۔

اس لئے یہ مبارک ایام تو اب رونے دھونے کے ہیں کہ یا اللہ! کیا عظمت اور کیا رفعت اور بلندی تھی اور ہم قعرِ ذلت میں کہاں سے کہاں گر گئے۔ رونے دھونے کے سوا اور کوئی کام نہ ہو۔ اور یہ گھڑیاں، کہ دن کی گھڑی، رات کی گھڑی، ہر وقت ذکر اللہ ہو، تلاوت ہو۔

کثرتِ تلاوت

لیلۃ النور میں اکثریت، تمام تر لوگ ایک ایک قرآن تو پڑھتے ہی ہیں۔ دو دو پڑھنے والے بھی ہیں، تین تین پڑھنے والے بھی ہیں۔ اور چار اور پانچ تک پڑھنے والے بھی ہیں۔ چوبیس گھنٹوں میں جنہوں نے پانچ قرآن ختم کئے، شیخ یونس صاحب کے سامنے جب اس کا ذکر آیا، فرمایا کہ مجھے ذرا ان کا نام اور تعارف لکھوا دینا کہ کون ہیں اور کہاں کے ہیں تاکہ میں اسے اپنے یہاں نوٹ کرلوں۔ جو کرنا چاہیں ان کیلئے کتنی آسانی ہے کہ چوبیس گھنٹوں میں پانچ قرآن شریف ختم کئے۔

جس طرح یہ ہم نماز میں قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہیں اس انداز میں آپ تلاوت کرتے جائیں، آپ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ پانچ نہ سہی تو چار، چار نہ سہی تو تین، دو، ایک تو پڑھ سکتے ہیں۔

حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں اعتکاف میں کوئی سینکڑوں کی تعداد میں اہل علم، اور حفاظ اور قراء وہ ہوتے تھے جو روز ایک قرآن شریف پڑھ لیتے تھے۔ اور بہت سارے جن کی قرات کا اکثر حصہ نماز میں ہوتا تھا۔ حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ کو ہم نے اتنے سالوں میں کبھی قرآن کھول کر پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ہمیشہ دیکھا، نماز میں پڑھتے اور اتنا لمبا لمبا قیام اور وہ قیام بھی ایسا کہ کوئی حس و حرکت نہیں ہوتی تھی۔

اللہ تعالیٰ ان اکابر کے نقش قدم پر چلنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ کاش کہ ہم ان مبارک ایام سے کچھ کما کر نکلیں۔ کچھ نہ کمائیں تو اپنی مغفرت تو کروالیں۔ اللہ تعالیٰ اس ماہ مبارک میں ہم سب کو بخش دے۔ امت مسلمہ کو بخش دے۔ امت مسلمہ سے حق راضی ہو جائے۔ مالک راضی ہو جائے۔ بقیہ جتنے ایام ہیں، اخیر عشرہ آرہا ہے، سر پر ہے، اس کی بھی ہمیں قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

۱۹؍رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہ مبارک عَلٰی وَشْکِ الِاخْتِتَامِ ہے۔آخری عشرہ شروع ہوگا اورشروع ہونے کے ساتھ ہی اتنا تیز تیز چلے گا۔اللہ تبارک وتعالیٰ گھڑیوں کی ہمیں قدر کی توفیق دے۔ بالخصوص معتکفین اپنے آپ کو ہروقت مشغول رکھیں اور مشغولی کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ کسی سے کوئی گفتگو بات چیت ہرگز نہ ہوجس کی حضرت شیخ قدس سرہ بار بار روزانہ تاکید فرماتے تھے۔ وہی وقت ذکر وتلاوت اور مالک کی یاد میں صرف ہواور پڑھتے رہیں۔

اندازِ تلاوت

جیسا کہ عرض کیا تھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ 'وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ' پڑھ رہے ہیں۔جب اس آیت پر پہنچے 'يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ'، اسی کو پڑھتے رہے۔ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ ایک ایک آیت کو دہراتے ہوئے رات گذاردیتے تھے۔ یہ بھی ایک ادا ہے۔اور پڑھتے رہیئے جیسے حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں سینکڑوں کی تعداد میں روزمرہ ایک ختم پڑھنے والے معتکفین میں ہوتے تھے۔

اس پر عرض کیا تھا کہ لیلۃ النور میں ایک ایک ختم تو ہرکوئی پڑھتا ہےمگر دو دو اور تین تین

اور چار چار تک نوبت پہنچی۔ کسی نے تین تین چار چار ختم پڑھے چوبیس گھنٹے میں۔ ہمارے استاذ محترم حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب قدس سرہ نے جب یہ سنا تو فرمایا کہ جس نے یہ پانچ ختم پڑھے ہیں، ان کا نام ذرا مجھے لکھوادیں میں نوٹ کرلوں۔

محدثین کا احتیاط

یہ محدثین کے یہاں احتیاط ہے۔ کہ صرف سنی سنائی چیزوں میں کبھی ہوسکتا ہے کہ انسان بھول جائے۔ اسی لئے احادیث کی کتابت کا دستور رہا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے زمانہ میں اور اس کے بعد بھی ایسے غیر معمولی حافظہ کے انسان تھے کہ انہیں لکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ یہ تحقیق اور تتبع ہے کہ بالکل واقعہ صحیح ہے۔

یہ چیز محدثین کے یہاں خاص طور پر پائی جاتی ہے کہ ایک ایک چیز میں تتبع کریں گے، ایک ایک کلمہ میں تحقیق کریں گے کہ یہ کلمہ اس طرح نہیں اس طرح فلاں نے روایت کیا۔ ورنہ اناپ شناپ کوئی آدھی بات سن لی اور آگے اسے نقل کرنا شروع کردیا، اس بے احتیاطی نے بہت نقصان پہنچایا۔

غلط بیانی

اس کی ایک تازہ مثال ہمارے سامنے ہے۔ چند ماہ پہلے مجھے کسی نے بتایا کہ کوئی کتاب لکھی گئی ہے جس کا گارڈین (guardian) وغیرہ میں اشتہار بھی ہے، میں نے ایک ساتھی سے منگوانے کو کہا۔ جب وہ آئی تو میں نے کہا کہ میں تو انگلش نہیں پڑھ سکتا، کہیں کہیں سے کھول کر ہمارے اکابر کے جہاں نام نظر آئیں وہ مجھے تھوڑا سناؤ۔ اس کتاب کا نام ہے: Madina in Birmingham, Najaf in Brent, Inside British Islam' اور لکھنے والے کوئی خاتون ہیں Innes Bowen۔

جب چند ایک جگہ سے انہوں نے مجھے سنایا، میں حیرت میں رہ گیا کہ جو کتاب جس کی اتنی

پبلسٹی اور شہرت ہو، اور کہیں خدانخواستہ بطور ریفرنس کے بھی استعمال ہو، اس میں اس طرح کی فحش غلطی ہے کہ ہمارے پیرو مرشد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہ کی ذات عالی تو ایسی ہے کہ آپ کے متعلق کوئی ریسرچ کرنا چاہے، ہر زبان میں آپ کو حضرت کی کتابوں کا ذکر ملے گا، آپ کا ذکر ملے گا۔ اور خود آپ نے تو بڑی تفصیل سے کئی جلدوں میں آپ بیتی تصنیف فرمادی جس کے محرک ہمارے بھائی جان نوراللہ مرقدہ تھے۔

حضرت شیخ قدس سرہ کا آپریشن ہوا علی گڑھ میں، آنکھ پر پٹی بندھی ہوئی ہے ہمارے بھائی جان خادم ہیں۔ حضرت سے پوچھتے رہے اور نوٹ کرتے رہے۔ جب حضرت نے اس کو محسوس فرمایا تو پھر باقاعدہ حضرت نے ان حالات کو تصنیف فرمانا شروع فرمایا۔ اور پھر حضرت نے بھائی جان نوراللہ مرقدہ سے پوچھا کہ اصل محرک وہی تھے کہ اس کا نام کیا رکھا جائے۔ بھائی جان نے 'یادِ ایام' کا مشورہ دیا۔ پہلے جب کتاب چھپی، اس میں 'آپ بیتی' اور 'یادِ ایام' دونوں نام لکھے جاتے تھے۔

اس طرح کئی جلدوں میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی اپنی تاریخ ساری عمر کے حالات پر وہ محیط ہے اور اس میں تمام اطراف کے بڑے بڑے اداروں، کئی شہروں سہارنپور، دہلی، کاندھلہ، مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ ان سب کے حالات ہیں۔ کیونکہ کبھی حضرت یہ کتاب سہارنپور میں بیٹھ کر تصنیف فرمارہے ہیں، کبھی سفر میں تصنیف ہورہی ہے کبھی مدینہ طیبہ میں ہورہی ہے۔ حضرت کے حالات میں کلی اور جزئی طور پر تمام چیزیں مل سکتی ہیں۔

لیکن مجھے حیرت ہے کہ اب ریسرچ کرنے والوں نے جن سے مدد مانگی ہوگی کہ وہ تو اردو یا عربی وغیرہ نہیں پڑھ پاتے ہوں گے، جنہوں نے مواد سپلائی کیا انہوں نے کتنا ظلم کیا۔ بغیر تحقیق کے کتنی غلط بیانی ہے کہ حضرت کے چچا ہیں بانی تبلیغ، جنہوں نے تبلیغی کام شروع فرمایا، حضرت جی مولانا محمد الیاس صاحب نوراللہ مرقدہ۔ حضرت کے چچا کو حضرت شیخ کا son in law بتایا۔ جب یہ میں نے سنا، میں حیرت میں رہ گیا۔

پھر دوسرا ایک قصہ اس سے بھی اور آ گے، اس میں معلوم ہوا کہ کتنی غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے۔ حضرت شیخ قدس سرہ کے حالات کا ذکر فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ مصنف تھے، محدث تھے، دینی تدریس کا کام سرانجام دیا۔ روحانی طور پر حضرت کے مسترشدین دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے بیچ میں لکھا کہ یہ پالیٹکس میں بھی حصہ لیتے رہے۔ اور لکھا کہ پاکستان میں فلاں جگہ کے گورنر یا وزیراعلیٰ بنائے گئے۔

یہ سن کر میں نے ان سے کہا کہ بھئی کتاب رکھ دیجئے کہ اس نے کوئی مزہ نہیں دیا کہ حضرت شیخ قدس سرہ کا اسم گرامی 'محمد زکریا کاندھلوی' ہے۔ کاندھلہ میں پیدائش ہوئی، پھر بچپن کا کچھ حصہ گنگوہ میں گذرا۔ پھر سہارنپور منتقل ہوئے، ساری عمر سہارنپور میں قیام رہا۔ اس لئے کاندھلوی، سہارنپوری بنے۔ اور پھر مدینہ طیبہ میں آخری زندگی گذری۔ کوئی تیرہ چودہ برس۔ یہ پھر مہاجر مدنی حضرت بنے۔ اب یہ پاکستان کی پالیٹکس اور وہاں کی سیاست اور وہاں کے وزیراعلیٰ اور وہاں کے گورنر کیسے بنے؟

یہ سن کر میں نے کہا کہ کتاب بند کر کے رکھ دو اور میں سمجھ گیا کہ یہ لکھنے والی خاتون نے جن سے مدد مانگی ہوگی، غلط بیانی تو شاید نہیں کہہ سکتے، یہاں تو جن سے پوچھا گیا ہوگا انہیں مغالطہ ہوا ہوگا، یا جنہوں نے ریسرچ کیا انہیں مغالطہ ہوا ہوگا۔ اس لئے کہ جیسے حضرت شیخ قدس سرہ کا نام محمد زکریا سہارنپوری ہے۔ اسی نام کے کراچی میں مولانا محمد زکریا سہارنپوری تھے وہ وہاں کی سیاست میں حصہ لیتے رہے۔ اس نام کے مغالطہ کی وجہ سے ان کا سیاست میں حصہ لینا، وہ حضرت شیخ کی طرف منسوب کر دیا گیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ وہ محمد زکریا سہارنپوری اور ہیں۔

انہی چیزوں سے بچنے کیلئے یہ محدثین اتنی احتیاط برتتے ہیں۔ میں نے بھی جب اس مجلس میں حضرت کو بتایا ہی تھا، اس کے فوراً بعد حضرت شیخ یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ عمرہ کیلئے تشریف لے گئے۔ لیلۃ النور کے دوران چوبیس گھنٹے میں پڑھنے والے اور پانچ ختم کرنے

والے صاحب نے مجھے ٹیکسٹ کیا تھا، وہی ٹیکسٹ میں نے پھر مکہ مکرمہ بھیجا کہ حضرت شیخ یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ ٹیکسٹ بتادیں کہ لیلۃ النور میں ہمارے ایک دوست نے پانچ قرآن ختم کئے تھے۔

ایک بڑے میاں کا خواب

اسی طرح کا واقعہ حضرت شیخ یونس صاحب کا ہے جب وہ ہمارے بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد چپاٹا پہنچے۔ وصال کی شب وہاں کے مقامی ایک بڑے میاں جو اصلاً زامبین افریقن ہیں، انہوں نے خواب میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم معہد تشریف لائے اور بھائی جان نور اللہ مرقدہ کو اپنے ساتھ لے کر تشریف لے گئے۔ حضرت شیخ یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں چپاٹا میں ارشاد فرمایا کہ ان بڑے میاں کو لایا جائے۔

ان کو لایا گیا انہوں نے اپنی زامبین زبان میں وہ قصہ بیان فرمایا۔ ان کا حلیہ، بات چیت کا انداز دیکھ کر حضرت شیخ یونس صاحب کو اطمینان ہوا کہ بالکل سچا اور صحیح واقعہ ہے۔ کہ اس عمر میں جو دنیا میں آج کل فساد پھیلا ہوا ہے ان میں سے کسی چیز سے متاثر نہیں ہیں۔ ایک سیدھے سادے دیہات میں رہنے والے انسان ہیں۔ یہ تحقیق اسی لئے ہے تا کہ نقل واقعہ میں کسی طرح کی غلط بیانی اور آگے پیچھے نہ ہو۔

اس 'Madina in Birmingham, Najaf in Brent' نامی کتاب میں جو دو واقعے بیان کرتے ہوئے ان سے غلطی واقع ہوئی، جنہوں نے مدد کی اس کتاب کی تالیف میں یہ ان کی غلطی ہے کہ انہوں نے احتیاط سے کام نہیں لیا اور اتنی فحش غلطی اس میں واقع ہوئی۔ لیکن یہ جو مذہبی تفرقہ بازی ہوتی ہے اس میں تو باقاعدہ یہ چیزیں گھڑی جاتی ہیں اور گھڑ کر غلط طور پر منسوب کی جاتی ہیں۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کا کیا مقام ہے اور کس درجہ کے وہ انسان ہیں مگر ان دونوں عظیم اماموں پر ایک ہی جیسی، ایک ہی طرح کی تہمت اور الزام لگایا گیا۔ دونوں کے متعلق یہ الزام لگایا گیا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے علی بن مدینی کی کتاب چوری کی نہیں بلکہ چوری کروائی اور اس سے استفادہ فرما کر آپ نے اپنی جامع الصحیح تصنیف فرمائی اور حضرت امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی اسی طرح کا ایک الزام لگایا گیا کہ انہوں نے محمد بن جریر طبری کی کتاب الشروط سے چوری کر کے اپنی کتابیں تصنیف فرمائیں۔

لکھا ہے کہ 'سَرَقَ اَبُوْ جَعْفَرَ الطَّحَاوِیُّ مِنْ کِتَابِہٖ'۔ کہ ان کی کتاب سے چوری کر کے انہوں نے اپنی کتابیں تصنیف فرمائیں اور پھر یہ ظاہر کیا کہ یہ ہماری تحقیقات اور ہماری محنت کا نتیجہ ہیں۔ حالانکہ یہ تہمت لگانے والوں نے یہ نہیں سوچا کہ ابن جریر طبری یہ امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے کوئی پڑوسی نہیں تھے کہ مصر میں رہتے ہوں اور امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ ان کی کتاب چوری کر لیں۔

اور اگر بالفرض کسی طرح یہ کتاب ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الشروط امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچ بھی جاتی، اس سے ان کو کیا فائدہ ہوتا؟ اس لئے کہ ابن جریر طبری نے جو کچھ کتاب الشروط لکھی ہوگی وہ تو اپنے مذہب پر لکھی ہوگی۔ نہ حنفیہ کی شروط کے مطابق لکھی ہوگی نہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق لکھی ہوگی بلکہ ان کا اپنا مذہب ہے اور اپنے طریق پر انہوں نے لکھی ہوگی، اس سے امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں؟

ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ

ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ تو ساری عمر طبرستان میں رہے اور کچھ مدت بغداد تشریف لے گئے۔ کہاں مصر، کہاں بغداد، اور کہاں طبرستان۔ اور مزے کی بات تو یہ ہے کہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کی طرف جو کتاب منسوب کی گئی اس کا کوئی وجود ہی نہیں۔ جب کہ امام طحاوی رحمۃ اللہ

علیہ نے کوئی ایک کتاب الشروط نہیں لکھی، بلکہ ان کی تو کتب شروط ہیں۔ایک کتاب الشروط صغیر ہے، ایک کتاب الشروط متوسط ہے اور ایک کتاب الشروط کبیر ہے۔

ابن جریر طویل عرصہ طبرستان میں رہے۔ اور جب وہ بغداد میں رہے، حشویہ کے مقہور رہے، حتیٰ کہ ان پر اتنے مظالم ڈھائے جاتے تھے کہ ان ابن جریر کے مکان پر پتھروں کی بارش برسائی جاتی تھی۔ حارس متعین کئے جاتے تھے ان کی حفاظت کیلئے اور وہ فتنوں سے اتنے ڈرے ہوئے تھے کہ اپنی کتابیں بعض مرتبہ دفن کر دیں۔ مثلاً کتاب انہوں نے لکھی تھی 'اختلاف الفقہاء' وہ مخالفین سے برداشت نہیں ہوسکی، آپ نے اسے چھپانے کیلئے دفن کرا دیا۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ

ان کے برعکس امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ تو مصر میں رہے اور مصر میں ایک عظیم شان کے ساتھ رہے۔ کبیر وصغیر تمام کی آنکھوں کا تارہ تھے۔وہاں کے حکام اور قضاۃ سے ان کے تعلقات قائم تھے اور ہر چیز میں حکام اور قضاۃ ان کے فتاویٰ، ان کی فقہ، ان کے استنباط و اجتہاد کے محتاج تھے۔ان کو ابن جریر کی کتاب الشروط سے کیا واسطہ ہے اور کیا تعلق ہے۔

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے تو علم شروط کے بڑے بڑے جاننے والے اور ماہرین علماء، قاضی بکار، ابن ابی عمران، ابوحازم، عبدالحمید سے علم الشروط حاصل کیا اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ اور ان سے بھی پہلے یہ علم الشروط احناف کے پاس تھا۔اسی لئے ابراہیم بن جراح، حماد بن زید اور یحییٰ بن اکثم وغیرہ کے حالات آپ پڑھیں، اس میں یہ تفاصیل آپ کو ملیں گی لیکن ایک الزام دھرنا تھا سو وہ دھر دیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

یہی حال حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ ایک شخص اندلس میں ہے، مسلمہ ابن

قاسم اندلسی، جن کی وفات ۳۵۳ھ میں ہے۔ وہ اپنی کتاب الصلوٰۃ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف سرقہ اور چوری کی تہمت دھرتے ہیں کہ علی بن مدینی نے ایک کتاب لکھی تھی 'کتاب العلم'۔ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی طرح کے اور دوسرے حضرات بہت کوشش کرتے تھے کہ ان کی اس کتاب تک کسی طرح رسائی ہوجائے اور یہ کتاب وہ دیکھ پائیں اور انہیں مل جائے لیکن علی بن مدینی نہایت حفاظت سے اس کتاب کو رکھتے تھے۔

لکھتے ہیں کہ اچانک ایک دن ایسا ہوا کہ اپنی کسی جائیداد کو دیکھنے کیلئے علی بن مدینی چلے گئے، امام بخاری ان کے بیٹوں کے پاس آئے۔ اور الفاظ بھی کیا ہیں کہ 'وَرَاغَبَهُ بِالْمَالِ عَلیٰ اَنْ یَرىٰ الْکِتَابَ'۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ کیسی فرشتوں جیسی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ساری حیات طیبہ تھی ساری مخلوق کے سامنے، دوست اور دشمن کے سامنے اور ان پر کیا تہمت دھری گئی، کہ ان کے بیٹوں سے سودا کیا کہ ہم تمہیں مال دیں گے صرف ایک دن کیلئے دیکھنے کیلئے یہ کتاب ہمیں دے دو۔

'فَاَعْطَاهُ لَهُ فَدَفَعَهُ اِلیٰ نُسَّاخٍ فَکَتَبَهُ لُهُ وَرَدَّهُ اِلَیْهِ'۔ کہتے ہیں کہ ایک دن میں اس کی کاپی بنالی اور پھر جب علی بن مدینی جو کہیں گئے تھے، واپس تشریف لائے، اور ان سے جب گفتگو ہوئی، انہوں نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے جو دوران گفتگو عبارتیں سنیں، دل میں سوچا کہ یہ تو میری کتاب العلل میں میں نے لکھا ہے، یہ ان تک کیسے پہنچ گئیں؟۔ کہتے ہیں کہ 'فَفَهِمَ الْقَضِیَّةَ وَاغْتَمَّ لِذٰلِکَ وَلَمْ یَزَلْ مَغْمُوْمًا حَتّٰی مَاتَ'۔

وہ سمجھ گئے کہ اوہ! یہ تو ان تک میری کتاب کسی طرح سے پہنچ گئی اور اس وجہ سے وہ اتنے مغموم رہے کہ کہتے ہیں کہ وہ زندہ بھی نہیں رہ سکے اور اسی صدمہ میں ان کی وفات ہوگئی۔ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ وہ کتاب لے کر آئے۔ وَخَرَجَ اِلیٰ خُرَاسَانَ وَوَضَعَ کِتَابَهُ الصَّحِیْحَ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مذہبی تعصّبات

ان مذہبی تعصّبات میں انسان کہاں سے کہاں تک پہنچ سکتے ہیں، کہاں تک پہنچ جاتے ہیں۔ انہوں نے بڑے بڑے اماموں کو نہیں چھوڑا۔ جیسے مسیلمہ سے پوچھا گیا کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر تو ایسی عظیم کتاب اتری ہے۔ پھر کسی وقت اس کا وہ بکواس بھی سنائیں گے کہ مسیلمہ نے کیا کہا اور اسود عنسی نے کیا افسوں بنائے۔ یہ مذہبی فتنے بڑے خطرناک ہیں۔ جیسا شروع میں عرض کیا تھا کہ بڑھتے بڑھتے انسانیت دلوں سے نکل جاتی ہے۔

موجودہ ملکوں میں جو تباہی ہمارے سامنے آئی، کبھی سوچئے کہ بڑی بڑی جنگیں ہوئیں، ان میں اتنا جانی نقصان نہیں ہوا جتنا موجودہ ان ملکوں کے انقلابات میں ہوا۔ اس میں آپ کو یہی چیز نظر آئے گی کہ سیاسی مذہبی قومی تعصب نے ملک کے ملک ویران کر دیئے۔

اس کو سمجھنے کیلئے حضرت مولانا عبدالعلی صاحب نے جو دہلی میں قصہ بیان فرمایا تھا وہ کافی ہے۔ اللہ عزوجل انسانیت انسانوں میں پیدا فرمائے۔ اور ہم انسانیت سے نکل کر وحشی درندے بنتے جارہے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت خاصہ سے ان حالات کو تبدیل فرمائے اور جہاں کہیں مصائب ہیں، قیامتیں ہیں حق تعالیٰ شانہ انہیں ختم فرمائے۔ ماہ مبارک میں امت کی دعائیں، امت کا گڑگڑانا قبول فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۲۰/رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیکھئے! دیکھتے دیکھتے ماہ مبارک کے کتنے ایام گذر گئے۔ دو تہائی گذر گیا ایک تہائی باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے روزوں کو قبول فرمائے۔ نمازوں کو قبول فرمائے، تلاوت کو قبول فرمائے، زیادہ سے زیادہ تلاوت کی ، نمازوں کی، سجدوں کی، رونے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ اعتکاف کرنے والے حضرات کے اعتکاف کو حق تعالیٰ قبول فرمائے۔ جو مستورات گھروں میں معتکف ہیں، نفلی اعتکاف ہو، عشرہ کا ہو، تین دن کا ہو، ایک دن کا ہو، چاہے گھر میں ہو، مسجد میں ہو، حق تعالیٰ شانہ سب کا اعتکاف قبول فرمائے۔

ماہِ مبارک کی شان

ماہ مبارک عام عبادتوں سے بہت مختلف ہے۔ نماز کا بھی حکم ہے، بے شک پانچ وقت کی نماز بھی فرض ہے، اس کیلئے اذان بھی دی جاتی ہے، بلایا بھی جاتا ہے، زکوۃ دینے والوں کیلئے بڑی بڑی بشارتیں، خوشخبریاں سنائی گئیں، ترغیب دی گئی۔ نہ دینے والوں، روکنے والوں، بخل کرنے والوں کیلئے بڑے بڑے عذاب کی وعیدیں سنائی گئیں، عجیب وغریب قسم کی وعیدیں، دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔ حج کی ترغیب بھی دی گئی، اس کے فضائل بھی بیان فرمائے گئے

اور نہ کرنے پر ملت ابراہیمیہ سے، ملت اسلام سے نکال دینے تک کی وعیدیں وارد ہوئیں۔ اس لئے جن پر حج فرض ہے، اول وہلہ میں، جلد سے جلد، فوراً ہو جانا چاہئے۔

یہ تمام فرائض، اوامر اور نواہی جو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ہم پر عائد کئے گئے سب اپنی جگہ پر ہیں لیکن رمضان مبارک کی ایک شان ہے، عجیب وغریب شان ہے۔ ایک طویل عرصہ کیلئے، ایک مہینہ کیلئے، ادھر چاند دیکھو، اس کے بعد بہاریں شروع ہو گئیں۔ آپ تعلیم کے حلقوں میں رمضان المبارک کے فضائل پڑھتے ہیں کہ اوامر الٰہی مستقل ہیں اس مہینہ کیلئے۔ جنت کے فرشتوں کیلئے بھی، جہنم کے فرشتوں کیلئے بھی۔ سارے سال میں گیارہ مہینے نظام مختلف ہے اور اس مہینہ کا نظام قطعی طور پر مختلف ہے۔

کاش ہم اس ماہ مبارک کی شان کو سمجھیں کہ اس میں کیا کیا ہم مولیٰ سے لوٹ سکتے ہیں اور مولیٰ سے مانگ سکتے ہیں اور منوا سکتے ہیں۔ اقل درجہ کی جو چیز ہے اس میں وہ اپنی مغفرت ہے۔ کتنی سستی کر دی گئی مغفرت اس مہینہ میں۔ کہ ہے کوئی مانگنے والا؟ بار بار اعلان ہوتا ہے۔

اسی لئے اتنا طویل وقت جسے دیا جائے، بارہ مہینہ میں سے ایک مہینہ مستقل دے دیا جائے ایک کام کیلئے کہ اپنی مغفرت مولیٰ سے کروالو، پھر بھی جو نہ کروائے، اور جو نہ کروا سکے، مولیٰ کو منانے کی کوشش نہ کی ہو اور نہ منوا سکے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کیلئے کتنی سخت ترین بد دعا فرمائی کہ اللہ اسے اپنی رحمت سے دور کر دے۔ جبریل امین کی دعا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمین۔ اللہ اسے اپنی رحمت سے دور کر دے کہ جس پر ماہ مبارک، رمضان کا مہینہ آئے اور گذر جائے اور وہ مولیٰ سے اپنی مغفرت نہ کروائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان میں سے نہ بنائے۔

کثرت تلاوت

اسی لئے مختلف چیزیں، عام دنوں سے زیادہ، اس میں بڑھا دی گئیں کہ بس قرآن پڑھو،

پڑھتے رہو۔ اور پڑھنے والوں نے کتنا پڑھا۔ لیلۃ النور کے موقعہ پر جو چارٹ شائع کیا جاتا ہے، اس میں آپ دیکھیں گے اور حیران ہوں گے کہ کس قدر پڑھا جاتا ہے۔

اعتکاف کرنے والوں کے درمیان صرف اس نیت سے جاتا ہوں کہ اگرچہ تلاوت الگ بیٹھ کر بھی ہوسکتی ہے، مگر میں صرف اس لئے جاتا ہوں کہ جو رحمتیں ان پر برستی ہیں، کاش کہ اس کا کوئی قطرہ، کوئی چھینٹا، میرے منحوس، غلیظ اور ناپاک بدن پر گر جائے اور یہ میرے گناہوں کے دھلنے کا سبب بن جائے۔ ان سے استفادے کیلئے میں مختلف اوقات میں وہاں جایا کرتا ہوں، کبھی اشراق کے بعد، کبھی چاشت کے وقت، کبھی ظہر کے بعد، کبھی رات کے وقت، کبھی دن کے وقت۔

میں نے دیکھا کہ میں جب بھی گیا، ایک اللہ کا بندہ قرآن شریف ہاتھ میں ہے اور پڑھ رہا ہے۔ کبھی بیٹھ کر، کبھی چلتے ہوئے، کبھی معتکف کی عمارت کے اندر، کبھی دروازہ پر کھڑے ہوکر۔ کئی سال سے وہ ماشاء اللہ اہتمام سے آتے ہیں۔ بالآخر مجھ سے نہیں رہا گیا۔ میں نے پوچھا کہ پہلے تو ایک قرآن آپ پڑھتے تھے، آپ نے اب تک کتنے قرآن پڑھے؟

اس پر وہ میرے کان کی طرف منہ قریب کرکے کیا فرماتے ہیں؟ دوستو! یہ چیزیں عبرت کی ہیں، سننے کی ہیں، عمل کی ہیں، نقالی کی ہیں، کاپی کرنے کی ہیں۔ عجیب! میں تو حیران ہوگیا اس وقت سے، جب سے یہ کلمہ میں نے ان سے سنا۔ میں صرف شاہد نہیں ہوں تمام معتکفین ان کو دیکھتے رہتے ہوں گے ہر سال۔ وہ منہ قریب کر کے مجھ سے کیا فرماتے ہیں کہ 'میں نے اس سال یہ طے کیا ہے کہ میں اس رمضان میں ایک سو قرآن شریف پڑھوں گا'۔ کتنے؟ ایک سو قرآن شریف!۔ اور یقیناً پڑھ لیتے ہوں گے، پڑھ سکتے ہیں۔ اللہ نے صحت بھی ایسی دی ہے، ہمت بھی ایسی دی ہے اور عزم بھی ایسا دیا ہے۔

دوستو! ان کروب اور مصائب جو موت سے پہلے ہی دنیا میں شروع ہوجاتے ہیں انواع واقسام کے، اس میں پھنسنے کے بجائے اور اس میں مبتلا ہوکر چیخنے اور چلانے کے بجائے،

جب کوئی مددگار نہیں ہوگا ، جو اس صحت اور فراغ کو وصول نہ کرے، اس کیلئے بڑی وعیدیں بیان کی گئی ہیں کہ اللہ نے جو صحت دی ہے، ہمیں وقت فارغ دیا ہے اس کو ہم وصول کریں۔ میں نے عرض کیا کہ یہ شان ہے اس ماہ مبارک کی۔کیسی عظیم الشان ہے کہ سب عبادتوں سے زیادہ طویل وقت اس میں خرچ کرنا پڑتا ہے۔ زکوۃ میں اتنا نہیں، حج میں اتنا نہیں۔ کتنا طویل وقت ہے۔

بڑے روزے

پھر مختلف جگہوں پر مختلف انداز ہیں مالک کے۔کسی جگہ والوں کیلئے چھوٹے سے چھوٹے روزے ہیں۔کسی جگہ بڑے سے بڑے روزے ہیں۔ ہم تو سوچتے ہیں کہ ہم یہ اٹھارہ انیس گھنٹوں کا روزہ رکھتے ہیں، بار بار اس کی تسبیح پڑھتے ہیں، بار بار اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔

لیکن جب گذر جاتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ چٹکی بجانے کی طرح آیا اور گذر گیا۔ ہمیں تو، ہماری خوش قسمتی کہ اللہ نے ہمیں صحت دی، موقعہ دیا، فراغت دی۔ مالک ہمارا فائدہ اور نفع چاہتے ہیں۔جو زندگی کبھی ختم ہونے والی نہیں ہے اس کیلئے ایک تھوڑا سا روزہ، جو دوسروں کے مقابلہ میں تھوڑا زیادہ ہے اس کو انسان اپنے لئے بوجھ کیوں سمجھے۔ اللہ کی نعمت سمجھے کہ الٰہی تیرا بڑا شکر و احسان ہے کہ تو نے آئندہ ابدالآباد کی زندگی کیلئے ہمیں ایک موقعہ دیا، ایک چانس دیا کہ ہم سدھر جائیں۔

جیسے اس دوست نے تہیہ اور عزم کیا کہ میں نے اس رمضان میں عزم کر رکھا ہے کہ میں اس رمضان میں ایک سو ختم کروں گا۔ اور وہ کرلیں گے انشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ ایسی نیکیوں کے عزم کی ہمیں بھی توفیق دے اور استقامت عطا فرمائے۔ ہم تو اپنے دھندوں سے نکلنے کی کوشش نہیں کرتے۔ جو کوشش کرتے ہیں ان کیلئے اللہ سب کچھ آسان فرما دیتے ہیں۔

اب یہی روزہ ہے۔ کتنے چھوٹے چھوٹے ایام بھی آتے ہیں روزہ کے، کہ چائے پی اور وہ

ابھی معدہ سے آنتوں میں گئی نہیں کہ مغرب ہوگئی۔کتنا چھوٹا روزہ! لیکن اس میں بھی ہمارا ذہن اس طرف نہیں جاتا کہ لاؤ کتنا آسان روزہ ہے، ہم یہ روزے رکھ لیں۔

رمضان المبارک کا پورا مہینہ اس فرض کیلئے دیا گیا، یہ بہت بڑا اس امت پر احسان اور اس امت کے خصائص میں سے ہے۔اسی لئے بار بار ’شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ‘ بیان کیا گیا ہے۔اس کی ایک شان کی وجہ سے بار بار اس کو بیان کیا گیا۔اور اسی میں پھر حکم ہے کہ جتنا ہو سکے، تلاوت کرو۔ مالک کا کلام پڑھتے چلے جاؤ۔

قیام لیل

پھر اسی میں اس کو بڑھانے کیلئے قیام لیل دیا گیا۔ایک مستقل عبادت اس مہینہ میں رکھی گئی روزوں کے ساتھ کہ دن کو روزہ اور رات کو قیام لیل۔ مالک کے سامنے کھڑے ہو جاؤ، پڑھتے رہو، پڑھتے رہو۔کتنی پیاری عبادت ہے ہماری۔اگر چہ قیام کرنے والوں نے تو ایسے قیام کئے کہ ایک پیر پر کھڑے رہے، ایک طرف ذرا زیادہ وزن، دوسرے پیر پر کم وزن رکھا گیا۔اس طرح پندرہ پارے پڑھے گئے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح پڑھا۔اس میں تو بعضوں کے متعلق آیا کہ ایک پیر پر کھڑے ہیں اسی پر قرآن ختم کردیا۔کہاں امام اعظم نے قرآن ختم کیا اس انداز میں؟ بیت اللہ میں۔اللہ! حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس طرح ختم کیا بیت اللہ میں۔

حق تعالیٰ شانہ چاہتے ہیں کہ بندہ ہم سے قریب ہو، اسی قربت کیلئے پورے مہینے کے روزے فرض کئے گئے۔اسی قربت کیلئے دن کو روزہ اور رات کے قیام کی ہمیں ترغیب دی گئی کہ طویل سے طویل قیام ہو، طویل سے طویل سجدے ہوں اور اسی کیلئے یہ اعتکاف ہے۔

سال بھر کا اعتکاف

ویسے تو انسان سارے سال کا اعتکاف بھی کرسکتا ہے۔ حضرت شیخ قدس سرہ کے ساتھ جب ہم ۶۹ء میں مکہ مکرمہ میں ہوتے تھے تو وہاں ایک بزرگ کو دیکھتے تھے جو حضرت شیخ قدس سرہ کے قریب بیٹھنے کی کوشش کرتے تھے۔ معمولی سا زعفرانی رنگ سے رنگی ہوئی چادر ساتھ ہوتی تھی، رنگ برابر صحیح یاد نہیں رہا۔ معمولی سا رنگ ہوتا تھا اور ان کا سال بھر کا احرام ہوتا، وہ اس احرام میں رہتے تھے۔ جب دیکھو وہیں ہوتے تھے۔

بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ یہ سارے سال کا انہوں نے روزہ سمیت، اعتکاف کر رکھا ہے۔ مغرب کی اذان ہوئی اور وہ افطاری کرتے تھے۔ اب ان کا عزم دیکھئے کہ سال بھر میں احرام میں رہوں گا۔ جب سے حج کے احرام سے وہ حلال ہوئے ہوں گے، اس حج سے فراغت پر انہوں نے پھر میقات پر جا کر دوسرا احرام حج کا باندھ لیا ہوگا۔ دوست بتاتے تھے کہ یہ سال بھر سے احرام میں ہیں۔ کتنی ساری عبادتیں ہیں اور کس جگہ پر ہے! اللہ! کہ سال بھر کا احرام ہے، مکہ مکرمہ میں ہیں، مسجد حرام میں ہیں، ہر وقت دن کو روزے سے ہیں، رات کو معتکف ہونے کی وجہ سے مسجد حرام ہی میں نماز پڑھ رہے ہیں، عبادت یا استراحت میں ہیں۔ بس یہ عزم کی بات ہے۔

اب عزم کر کے جو جو خواتین گھروں میں معتکف ہیں اللہ تعالیٰ ان کے اعتکاف کو قبول فرمائے۔ جو مساجد میں اخیر عشرہ کی نیت سے پہنچے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کے اعتکاف کو قبول فرمائے۔

حضرت سعید ابن المسیب رحمۃ اللہ علیہ

آج تو میں نے سوچا تھا کہ ایک حدیث ہے، ایک جلیل القدر تابعی کی ہے۔ تابعین میں سب سے بڑے کون ہیں؟ اس میں ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ

علیہ تابعین کے سب سے بڑے ہیں۔ اور بھی اقوال ہیں۔ مختلف اوصاف جو مالک نے اپنی مخلوق میں، اپنے بندوں میں رکھے ہیں۔ ان اوصاف کے اعتبار سے الگ الگ بھی ہو سکتے ہیں۔ ان میں علم کا وصف ہے، ان میں اجتہاد کا وصف ہے، ان میں سنت سے الفت اور شیدائیت کا وصف ہے۔ ان اوصاف کے اعتبار سے بھی الگ الگ اقوال بیان کئے گئے ہوں گے۔

حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت مروی ہے جسے محدثین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ میں ایک منفرد مقام دیتے ہیں۔ اور ان کو نظر انتخاب سے دیکھتے ہیں کہ اوہ! یہ حدیث پاک۔ اور بار بار اس کو پڑھتے ہیں، بار بار اس سے عبرت لیتے ہیں اور غور کرتے ہیں اور روتے ہیں۔

حضرت شیخ قدس سرہ

ہم نے ہمارے حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں اس چیز کو دیکھا ہے۔ حضرت شیخ قدس سرہ اپنے لئے کچھ چیزیں منتخب فرماتے تھے۔ ہم تو کسی نے کوئی کتاب دی تو کہتے ہیں کہ ہاں میں نے یہ پڑھ لی ہے۔ ایک دفعہ پڑھ لینے، ایک دفعہ سن لینے کو ساری عمر کیلئے غنیمت جانتے ہیں۔ لیکن حضرت شیخ قدس سرہ نعتیہ قصائد میں سے سنتے تھے۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ قصیدہ سنتے۔ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا قصیدہ بہاریہ سنتے۔ عربی قصائد سنتے اور روز سنتے۔ مدینہ طیبہ میں فارغ ہوئے فرماتے لا بھئی! قصیدہ سنا۔ مختلف اوقات میں حضرت شیخ قدس سرہ مختلف افراد سے سنتے۔ یہ بار بار سن کر وہ چیز ان کیلئے پرانی نہیں ہوجاتی تھی۔ اسی طرح 'موت کی یاد' کتاب حضرت نے تصنیف فرمائی، خود تصنیف فرمائی اور یہ کتاب حضرت کی زندگی میں کوئی پچاسوں دفعہ پڑھی گئی ہوگی۔

محبت کی بات ہے۔ ابھی رمضان المبارک سے چند ماہ پہلے جو ساتھی سہارنپور گئے، ان

سب نے بتایا کہ حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب، حضرت پیر صاحب کے یہاں مجلس میں تمہاری کتاب محبت نامے پڑھی جاتی تھی۔ میں نے ان سے کہا کہ یہ کوئی تین چار دفعہ حضرت پیر صاحب اسے سن چکے ہیں۔ لیکن ان کو سیری نہیں ہوتی بار بار اسے سنتے ہیں۔ تین جلدوں کی ضخیم ترین کتاب ہے اور وہ بار بار سنتے ہیں کہ میرے ابا جان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے لاڈلوں کے نام نہایت محبت میں یہ گرامی نامے تحریر فرمائے، ان کو سن کران کیلئے وہ پرانی نہیں ہوگئی وہ کتاب۔ بار بار مجلس میں سنتے ہیں۔

اسی طرح حضرت شیخ قدس سرہ موت کی یاد بار بار سنتے تھے۔ اس کے قصائد، لاموت کا قصیدہ سنا۔

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

بار بار سنتے حضرت۔ اور جتنی دفعہ حضرت کے یہاں رمضان المبارک میں ایک اندلسی بزرگ کا قصہ ہے وہ پڑھا جاتا۔ حضرت زاروقطار روتے، آنسو بہتے رہتے۔ ادھر وہ قصہ پڑھا جارہا ہے اور حضرت روئے جارہے ہیں کہ کس طرح ایک ان کی علمی شان تھی، کیا ان کی خانقاہیں، کیا سلسلہ، ایک دنیا کے کتنے وسیع ترین علاقے میں پھیلا ہوا تھا۔ اور مالک کسی وقت بھی ناراض ہوجائے، یہ ایمان بھی ہمارا چھینا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مالک کی ناراضگی سے ہمیں بچائے۔

اِنِّي رَأَيْتُ الْبَارِحَةَ عَجَبًا

یہ ایک حدیث ہے جسے محدثین بار بار سنتے ہیں، پڑھتے ہیں، ترغیب دیتے ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اس کی تاکید فرمایا کرتے تھے، اس روایت اور حدیث کے بار بار پڑھنے کی۔ میں پڑھنے جارہا ہوں جسے حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبد

الرحمٰن بن سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔

قَالَ: خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا وَكُنَّا فِىْ صُفَّةَ بِالْمَدِيْنَةِ، فَقَامَ عَلَيْنَا فَقَالَ: اِنِّىْ رَاَيْتُ الْبَارِحَةَ عَجَبًا:

☆ رَأَيْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِىْ أَتَاهُ مَلَكُ الْمَوْتِ لِيَقْبِضَ رُوْحَهُ فَجَاءَهُ بِرُّهُ بِوَالِدَيْهِ فَرَدَّ مَلَكَ الْمَوْتِ عَنْهُ:

☆ وَرَأَيْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِىْ قَدْ بُسِطَ عَلَيْهِ عَذَابُ الْقَبَرِ فَجَاءَهُ وُضُوْءُهُ فَاسْتَنْقَذَهُ مِنْ ذٰلِكَ:

☆ وَرَأَيْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِىْ قَدِ احْتَوَشَتْهُ الشَّيَاطِيْنُ فَجَاءَهُ ذِكْرُ اللّٰهِ عَزَّ وَ جَلَّ فَطَرَدَ الشَّيْطَانَ عَنْهُ:

☆ وَرَأَيْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِىْ قَدِ احْتَوَشَتْهُ مَلَائِكَةُ الْعَذَابِ فَجَاءَتْهُ صَلَاتُهُ فَاسْتَنْقَذَتْهُ مِنْ أَيْدِيْهِمْ:

☆ وَرَأَيْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِىْ يَلْتَهِبُ، وَفِىْ رِوَايَةٍ يَلْهَثُ، عَطَشًا كُلَّمَا دَنَا مِنْ حَوْضٍ مُنِعَ وَطُرِدَ، فَجَاءَهُ صِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ، فَأَسْقَاهُ وَأَرْوَاهُ:

☆ وَرَأَيْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِىْ وَرَأَيْتُ النَّبِيِّيْنَ جُلُوْسًا حَلَقًا حَلَقًا ، كُلَّمَا دَنَا اِلٰى حَلْقَةٍ طُرِدَ، فَجَاءَهُ غُسْلُهُ مِنَ الْجَنَابَةِ فَأَخَذَ بِيَدِهٖ فَأَقْعَدَهُ اِلٰى جَنْبِىْ:

☆ وَرَأَيْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ ظُلْمَةٌ وَمِنْ خَلْفِهِ ظُلْمَةٌ وَعَنْ يَمِيْنِهِ ظُلْمَةٌ وَعَنْ يَسَارِهِ ظُلْمَةٌ وَمِنْ فَوْقِهِ ظُلْمَةٌ وَمِنْ تَحْتِهِ ظُلْمَةٌ وَهُوَ مُتَحَيِّرٌ فِيْهَا فَجَاءَهُ حَجُّهُ وَ عُمْرَتُهُ فَاسْتَخْرَجَاهُ مِنَ الظُّلْمَةِ وَ أَدْخَلَاهُ فِى النُّوْرِ:

☆ وَرَأَيْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِىْ يَتَّقِىْ بِيَدِهٖ وَهَجَ النَّارِ وَشَرَرَهَا فَجَاءَتْهُ

صَدَقَتُهٗ فَصَارَتْ سُتْرَۃً بَیْنَہٗ وَ بَیْنَ النَّارِ وَ ظَلَّلَتْ عَلٰی رَأسِہٖ:

☆ وَرَأیْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِیْ یُکَلِّمُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ لَایُکَلِّمُوْنَہٗ فَجَاءَ تْہُ صِلَتُہٗ لِرَحِمِہٖ فَقَالَتْ یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ، اِنَّہٗ کَانَ وَصُوْلًا لِرَحِمِہٖ فَکَلَّمَہُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَصَافَحُوْہُ وَصَافَحَھُمْ:

☆ وَرَأیْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِیْ قَدِ احْتَوَشَتْہُ الزَّبَانِیَۃُ فَجَاءَ ہٗ أمْرُہٗ بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَھْیُہٗ عَنِ الْمُنْکَرِ فَاسْتَنْقَذَہٗ مِنْ أیْدِیْھِمْ وَ أدْخَلَہٗ فِیْ مَلَائِکَۃِ الرَّحْمَۃِ:

☆ وَرَأیْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِیْ جَاثِیًا عَلٰی رُکْبَتَیْہِ ، وَبَیْنَہٗ وَبَیْنَ اللّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ حِجَابَ، فَجَاءَ ہٗ حُسْنُ خُلُقِہٖ، فَأخَذَ بِیَدِہٖ فَأدْخَلَہٗ عَلَی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ:

☆ وَرَأیْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِیْ قَدْ ذَھَبَتْ صَحِیْفَتُہُ مِنْ قِبَلِ شِمَالِہٖ فَجَاءَ ہٗ خَوْفُہُ مِنَ اللّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ فَأَخَذَ صَحِیْفَتَہٗ فَوَضَعَھَا فِیْ یَمِیْنِہٖ:

☆ وَرَأیْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِیْ خَفَّ مِیْزَانُہٗ فَجَاءَ ہٗ أفْرَاطُہٗ وَثَقَّلَ مِیْزَانَہٗ:

☆ وَرَأیْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِیْ قَائِمًا عَلٰی شَفِیْرِ جَھَنَّمَ فَجَاءَ ہٗ رَجَاؤُہٗ فِی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ فَاسْتَنْقَذَہٗ مِنْ ذٰلِکَ وَمَضٰی:

☆ وَرَأیْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِیْ قَدْ اُھْوِیَ فِی النَّارِ، فَجَاءَ تْہُ دَمْعَتُہُ الَّتِی بَکٰی مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ فَاسْتَنْقَذَتْہُ مِنْ ذٰلِکَ:

☆ وَرَأیْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِیْ قَائِمًا عَلَی الصِّرَاطِ یُرْعَدُ کَمَا تُرْعَدُ السُّعْفَۃُ فِیْ رِیْحٍ عَاصِفٍ، فَجَاءَ ہٗ حُسْنُ ظَنِّہٖ بِاللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ فَسَکَنَ رِعْدَتُہٗ وَمَضٰی:

☆ وَرَأیْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِیْ اِنْتَھٰی عَلٰی أبْوَابِ الْجَنَّۃِ فَغُلِّقَتِ الْأَبْوَابُ دُوْنَہٗ، فَجَاءَ تْہُ شَھَادَۃُ أنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَفُتِّحَتْ لَہُ الْأَبْوَابُ، وَأَدْخَلَتْہُ الْجَنَّۃَ:

اللہ تعالیٰ ہمارے روزوں کو قبول فرمائے۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۲۱/رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

میں نے حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی روایت سے حدیث پڑھی تھی۔اس حدیث پاک میں اٹھارہ عمل انسان کو سکرات سے لے کر جنت میں پہنچنے تک کس طرح بچاتے ہیں اور اس کی حفاظت کرتے ہیں وہ روایت میں نے پڑھ دی تھی۔جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ 'اِنِّیْ رَأَیْتُ الْبَارِحَۃَ عَجَبًا' کہ کل میں نے بڑا عجیب خواب دیکھا۔

برّ الوالدین

خواب میں یا بیداری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ 'رَأَیْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِیْ اَتَاہُ مَلَکُ الْمَوْتِ' ۔میری امت کے ایک فرد کو میں نے دیکھا کہ ملک الموت اس کے پاس آئے اس کی روح قبض کرنے کیلئے 'فَجَائَہُ بِرُّہُ بِوَالِدَیْہِ' ، والدین کی فرمانبرداری آ کر حائل ہوگئی ملک الموت اور مرنے والے کے درمیان۔'فَرَدَّ مَلَکَ الْمَوْتِ عَنْہُ' ۔اس برالوالدین نے، اس نیکی نے ملک الموت کو اس سے ہٹا دیا۔

اس کے ایک معنیٰ یہ ہے کہ ملک الموت کی سختی سے اسے بچالیا گیا۔ یا ملک الموت کو واقعۃ

دفعہ کردیا۔ اس نیکی کی وجہ سے اس مرنے والے کی روح میں اللہ نے برکت ڈال دی تھی، جتنے سالوں کی برکت باقی ہے اسے اس نے پورا کرنا ہے اس لئے اسے زندہ رہنے دیا گیا۔

کلمۂ شہادت

یہاں سے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری جس امتی کو گنوایا، اٹھارہ ہیں۔ فرمایا کہ 'رَأَیْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِیْ اِنْتَهٰی اِلٰی اَبْوَابِ الْجَنَّةِ' ۔ میری امت کے ایک فرد کو میں نے دیکھا کہ جنت کے دروازوں تک پہنچ گیا۔ لیکن دیکھ رہا ہے کہ 'فَغُلِّقَتِ الْاَبْوَابُ دُوْنَهٗ'، اس کو باہر رہنے دیا گیا اور دروازے بند ہوگئے۔ ''فَجَائَتُهٗ شَهَادَةُ اَن لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَفُتِحَتْ لَهُ الْاَبْوَابُ وَاَدْخَلَتْهُ الْجَنَّةَ' ۔ اس کلمۂ شہادت 'لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ' نے جنت کے دروازے اس کیلئے کھول دیئے اور اس کو جنت کے اندر پہنچا چھوڑا۔ **اللهم اجعلنا منهم** ۔ اللہ ہمیں محرومین میں سے نہ بنائے، اشقیاء میں سے نہ بنائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سعداء اور نیک بختوں میں سے بنائے۔

میں نے یہ روایت پڑھی تھی، جی چاہا کہ ہر ایک عمل کو بیان کروں، جیسے پہلے دن شروع کیا تھا 'اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا' ۔ ملک الموت کیا ہیں، ان کی سختیاں کیا ہیں، کیسے آتے ہیں، کیسے آئے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے پاس، انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے خدام کے پاس، ان سب کو بیان کیا تھا۔ یہ ہمارا موضوع بڑا پیارا تھا۔

بیچ میں پھر حضرت شیخ قدس سرہ سے کسی طالب علم نے سات سوال کئے اس کو بیان کیا تھا۔ اس میں سے امت کا آپس میں اختلاف کرنا، ہم اس کی طرف چلے گئے کہ یہ اختلاف ہر جگہ آج کل بڑے عروج پر ہے۔ چند دہائیوں سے جو اسلامی ملکوں کا آپس کا اختلاف تھا اس کے نتیجہ میں دیکھئے کہ ہم کہاں سے کہاں پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ امت کے حال پر رحم فرمائے۔

کیسی کیسی ہستیاں امت محمدیہ میں پیدا ہوئیں۔ لیکن یہ جو اختلاف ہے اس سے الامان

الحفیظ۔ اور جو اختلاف صحابہٴ کرام میں تابعین میں رہا احادیث پاک کی شرح میں اس کے بیان میں، یہ اختلاف تو سراسر رحمت ہی رحمت ہے۔مگر پتہ نہیں کیسے اس رحمت والے اختلاف کو زحمت والا بنادیا گیا، نزاع کی طرف اسے کیسے موڑ دیا گیا کہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی ذات کیلئے مولیٰ سے موت مانگنی پڑی۔ آخر جو اس کا سبب تھے تو وہ علماء ہی تو تھے۔ دوسرے فرق میں سے نہیں تھے اہل سنت میں سے ہی تو تھے۔

جیسے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو مولیٰ سے موت مانگنی پڑی کہ 'الٰہی تیری زمین بڑی وسیع ہے لیکن میرے لئے تنگ ہے 'فَاقْبِضْنِيْ اِلَيْكَ'۔ ایسے ہی حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو جیل میں ڈالا گیا۔ اس کا سبب بننے والے کون تھے؟ علماء ہی تو تھے۔ اور کوئی زمانہ اس سے خالی نہیں ہے۔ جو بھی ان اکابر کی روش پر چلنے کی کوشش کرے گا، تاریخ اپنے آپ کو پھر اسی طرح دہراتی ہے۔ کتنا طویل فاصلہ ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ میں اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ میں۔ لیکن جو حالات امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے وقت گزرے وہی ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ پر گذرے۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ میں اور ہم میں کتنا لمبا فاصلہ ہے لیکن یہی رمضان المبارک کے مہینے تھے کہ گذشتہ سال مجھے ارباب دارالعلوم کو اکٹھا کرنا پڑا روزے میں، اور میں نے بلا کر انہیں ایک تحریر سنائی جس میں ایسا ہی الزام تھا۔ جس سے، حکومتوں کے ذریعہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو پریشان کیا گیا، ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو پریشان کیا گیا۔ اسی طرح کی کسی کی ایک تحریر میں نے اساتذہٴ دارالعلوم کو سنائی، وہ حیران رہ گئے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

جیسے حضرت شیخ قدس سرہ کو یہ سات سوال کئے گئے، ایسے ہی شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی کسی نے سوال کیا تھا۔ انہیں یہ سوال کتنا پیارا لگا ہوگا کہ حضرت شیخ الاسلام ابن

تیمیہ جوش میں آ گئے اور نثر میں جواب دینے کے بجائے انہوں نے نظم میں، شعر میں جواب دیا۔

جیسے حضرت شیخ قدس سرہ جوش میں آ گئے اور لکھتے ہی چلے گئے ۔سینکڑوں صفحات کی کتاب تصنیف فرمائیں، جس میں سینکڑوں احادیث جمع فرمائی۔ بلا مبالغہ، ایک ایک صفحہ آپ کھولیں گے، اس میں آدھی درجن احادیث آپ کو مل سکتی ہیں۔اور بہترین آسان زبان میں جسے عوام سمجھ سکے بے شمار احادیث کی شرح فرمائی۔اور جگہ جگہ صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اولیاء اللہ کے واقعات کے ذریعہ ہمیں جھنجھوڑنے کی کوشش فرمائی۔ یہ ایک عجیب کتاب ہے۔ حضرت شیخ قدس سرہ کے سات سوالوں کے جواب میں 'الاعتدال' نامی کتاب وجود میں آئی۔

حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کرنے والے نے جو سوال کیا، اس سے ایک قصیدہ وجود میں آیا۔فرماتے ہیں حضرت شیخ الاسلام:

یَا سَائِلِيْ عَنْ مَذْهَبِيْ وَعَقِيْدَتِيْ رُزِقَ الْهُدیٰ مَنْ لِلْهِدَايَةِ يَسْئَلُ

کہ میرے مذہب اور میرے عقیدہ کے متعلق تمہارا سوال ہے۔ جو ہدایت کا سوال کرتا ہے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت فرمائے۔

اِسْمَعْ كَلَامَ مُحَقِّقٍ فِيْ قَوْلِهٖ لَايَنْثَنِيْ عَنْهُ وَلَا يَتَبَدَّلُ

کہ تم نے صحیح جگہ پر دروازہ کھٹکھٹایا اور جس کے یہاں ہر بات مکمل تحقیق کے ساتھ کہی جاتی ہے اس سے آپ نے سوال کیا ہے۔غور سے سنو اور پھر اس پر جمے رہو۔ ذرہ بھر اس سے انحراف اور انصراف نہ ہو۔ پھر آگے وہ عقیدہ بیان کرنا شروع کر دیا۔

حُبُّ الصَّحَابَةِ كُلِّهِمْ لِيْ مَذْهَبُ وَمَوَدَّةُ الْقُرْبٰى بِهَا اَتَوَسَّلُ

کہ تمام صحابۂ کرام کی محبت یہ میرا مذہب ہے۔تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہماری آنکھوں کے تارے ہیں۔ان تمام سے ہمیں محبت ہے۔ اور اہل بیت کی محبت تو ایسی اونچی محبت ہے کہ 'وَمَوَدَّةُ الْقُرْبٰى بِهَا اَتَوَسَّلُ'، اہل بیت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقرباء کی

مودت تو ایسی چیز ہے کہ اس کو میں وسیلہ لاتا ہوں حق تعالیٰ شانہ کی بارگاہ میں۔

وَلِکُلِّهِمْ قَدْرٌ عَلیٰ وَفَضَائِلُ　　لٰکِنَّمَا الصَّدِّیْقُ مِنْهُمْ اَفْضَلُ

کہ تمام صحابہ کرام کی محبت میرا مذہب ہے۔لیکن ان تمام صحابہ کرام میں سب سے اونچے درجہ کے صحابی، بلکہ تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے جتنے صحابہ کرام ہیں ان تمام میں بھی سب سے اونچا مرتبہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے بعد اگر کسی کا ہے، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہے۔اور رہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آل اور اہل بیت تو 'وَمَوَدَّةُ الْقُرْبٰی بِهَا اَتَوَسَّلُ'۔اس کو تو میں بارگاہِ ایزدی میں وسیلہ کے طور پر لاتا ہوں۔ چند ایک مسائل کو کس انداز میں پیش کیا گیا اور یہاں خود ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ 'وَمَوَدَّةُ الْقُرْبٰی بِهَا اَتَوَسَّلُ'۔اور جگہ جگہ آپ اکٹھا کریں گے، آپ کو ابن تیمیہ کی طرح سے جگہ جگہ بڑوں کے کلام میں یہ چیزیں ملیں گی۔

وَاَقُوْلُ فِی الْقُرْآنِ مَا جَائَتْ بِهِ　　آیَاتُهُ فَهُوَ الْقَدِیْمُ الْمُنَزَّلُ

اور قرآن اور قرآن کی آیتیں یہ حق تعالیٰ شانہ کا اپنا نازل کردہ کلام ہے جو غیر مخلوق ہے جو حق تعالیٰ شانہ کی صفت ہے۔

وَاَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ جَلَّ جَلَالُهُ　　وَالْمُصْطَفیٰ الْهَادِیْ وَلَا اَتَأَوَّلُ

جو اللہ عزوجل فرماتے ہیں، جو ہادی انام سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، جو وہ فرماتے ہیں میں وہی کہتا ہوں اور اس میں اپنی طرف سے کوئی تاویل اور ہیر پھیر، ادھر ادھر نہیں کرتا۔

وَجَمِیْعُ آیَاتِ الصِّفَاتِ اُمِرُّهَا　　حَقًّا کَمَا نَقَلَ الطِّرَازُ الْأَوَّلُ

کہ جتنی صفات باری تعالیٰ کی آیات ہیں، میرا عقیدہ یہ ہے کہ جیسا ارشاد کلام پاک میں ہے، احادیث میں ہے، میں اسی طرح اسے مانتا ہوں۔اور جس طرح پہلے لوگوں نے میری طرح سے اس کو اپنایا ہے کہ وہ بغیر کسی تاویل کے اسے مانتے تھے،اسی طرح میں اسے مانتا

ہوں۔

وَأَرُدُّ عُهْدَتَهَا اِلٰی نُقَّالِهَا وَأَصُوْنُهَا عَنْ كُلِّ مَا يَتَخَيَّلُ

اور جو روایت کیا، یہ روایت کرنے والوں کی ذمہ داری ہے، نقل کرنے والوں کی ذمہ داری ہے۔ اور جتنی خیالی باتیں اس کے متعلق کہی جاتی ہیں، میں اس سے ان تمام کو محفوظ پاتا ہوں۔

قُبْحًا لِمَا نَبَذَ الْقُرْآنَ وَرَائَهُ وَاِذَا اسْتَدَلَّ يَقُوْلُ قَالَ الْاَخْطَلُ

کہتے ہیں کہ ہلاکت اور بربادی اور لعنت ہے اس پر جسے کہا جائے کہ خدا اپنے کلام میں یہ فرماتا ہے اور اس کا یہ قول ہے اور وہ اپنے استدلال کیلئے کسی شاعر کا قول لائے قرآن کے مقابلہ میں کہ اخطل اور فلاں پاگل شاعر یوں کہتا ہے۔ شعر کے ذریعہ وہ کلامِ الٰہی کو رد کرتا ہے، اس پر اللہ کی لعنت اور اس کیلئے ہلاکت اور بربادی ہے۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ يَرَوْنَ حَقًّا رَبَّهُمْ وَاِلٰی السَّمَاءِ بِغَيْرِ كَيْفٍ يَنْزِلُ

اور رویت الٰہی حق ہے۔ اللہ عزوجل کا آخرت میں جنت میں دیدار ہوگا، رؤیت ہوگی، یہ حق ہے۔ اسی طرح سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کے پچھلے پہر حق تعالیٰ شانہ، جل جلالہ، آسمان اول پر نزول فرماتے ہیں اور ندا دیتے ہیں ۔ یہ تمام روایات میرے نزدیک حق ہیں اور نزول رب پر بھی میرا یقین اور ایمان ہے اور میں بغیر کسی کیفیت کے اس پر ایمان لاتا ہوں۔

وَأُقِرُّ بِالْمِيْزَانِ وَالْحَوْضِ الَّذِيْ اَرْجُوْ بِأَنِّيْ مِنْهُ رِيًّا أَنْهَلُ

اور وَالْمِيْزَانُ حَقٌّ۔ کہ نامہ اعمال تولے جائیں گے۔ ترازو نصب کیے جائیں گے اور خدا مخلوق سے حساب لے گا۔ یہ میزان بھی حق ہے ۔ حوض کوثر سے سید الانام، سید الاولین والآخرین کی خدمت میں حشر میں، میں آپ کے حوض کوثر پر پہنچوں گا۔ اور سیر ہو کر لبالب جاموں سے میں سیراب ہوں گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی وہاں آخرت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں پہنچائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست انور سے ہمیں جام کوثر نصیب ہو۔

وَکَذَا الصِّرَاطُ یُمَدُّ فَوُقَ جَهَنَّمَ فَمُسَلَّمٌ نَاجٍ وَاٰخَرُ مُهْمَلُ

اور ’الصِّرَاطُ حَقٌّ‘ کہ پل صراط بھی حق ہے جو تلوار سے تیز ہے اور بال سے باریک ہے۔ جہنم کے اوپر یہ صراط اور پل ہوگا جس سے سب کو گذرنا ہوگا۔ دو قسمیں ہوں گی، نجات پانے والے، صحیح سالم، مختلف انداز میں گزرنے والے ہوں گے۔ کوئی تیز ہوا کی طرح، کوئی تیز رفتار گھوڑے کی طرح وہاں سے گذر جائیں گے۔ اللھم اجعلنا منھم۔ ’ وَاٰخَرُ مُهْمَلُ‘، اور کچھ ہوں گے جو پل صراط پر سنبھل نہیں پائیں گے اور جہنم رسید ہوں گے۔

وَالنَّارُ یَصْلاهَا الشَّقِيِّ بِحِکْمَةٍ وَکَذَا التَّقِيُّ اِلیٰ الْجِنَانِ سَیَدْخُلُ

کہ بدبخت اور شقی کو خدا جہنم دے گا۔ وہ بھی اس کی حکمت کا تقاضا ہے۔ اور اسی طرح جو اتقیاء ہوں گے وہ جنت میں داخل ہوں گے۔

وَلِکُلِّ حَيٍّ عَاقِلٍ فِيْ قَبْرِهِ عَمَلٌ یُقَارِنُهُ هُنَاکَ وَیُسْئَلُ

کہ ہر زندہ عقل مند سے قبر میں سوال ہوگا اور وہاں اس کے نیک اعمال ہوں گے، اور اعمال کا ذخیرہ قبر میں بھی ساتھ ساتھ ہوگا۔

هَذَا اِعْتِقَادُ الشَّافِعِيِّ وَمَالِکٍ وَاَبِیْ حَنِیْفَةَ ثُمَّ اَحْمَدُ یُنْقَلُ

فرماتے ہیں کہ اے سائل پوچھنے والے! تو کیا پوچھتا ہے۔ میں تو ان بڑوں کا مقلد ہوں۔ اور میں نے جو شروع میں کہا کہ ’یَا سَائِلِيْ عَنْ مَذْهَبِيْ وَعَقِیْدَتِيْ‘، میرا یہ عقیدہ کیوں ہے؟ اسلئے کہ میرے بڑوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کتنا پیارا انداز!

هَذَا اِعْتِقَادُ الشَّافِعِيِّ وَمَالِکٍ وَاَبِیْ حَنِیْفَةَ ثُمَّ اَحْمَدُ یُنْقَلُ

کہ یہ عقیدہ مسلسل ہے۔ کسی کا گھڑا ہوا عقیدہ نہیں ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے تلامذہ، صحابہ کرام کو یہی عقیدہ تعلیم فرمایا اور ائمہ اربعہ سے ورثہ میں ہمیں یہی عقیدہ ملا۔ اور میں، انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے سردار، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو

جاننے پر کھنے والے ائمہ اربعہ اور اس سے اجتہاد کرنے والے اور ہمیں مستنبط عقائد دینے والے ائمۂ کرام کا مقلد ہوں۔

هَـذَا اِعْتِقَـادُ الشَّـافِعِيِّ وَمَـالِكٍ وَاَبِـيْ حَـنِيْـفَةَ ثُـمَّ اَحْـمَـدُ يُـنْـقَـلُ

یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اعتقاد تھا، یہیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ تھا، یہی امام اعظم ابوحنیفہ کا عقیدہ تھا وہ یہی مانتے تھے اور عقیدہ رکھتے تھے۔ پھر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی عقیدہ تھا۔

فَـاِنِ اتَّبَـعْـتَ سَبِيْـلَهُـمْ فَـمُـوَفَّـقٌ وَاِنِ ابْتَـدَعْـتَ فَـمَـاعَلَيْـکَ مُعَوَّلُ

اب سوال کرنے والے سے فرماتے ہیں کہ تو ان کے رستے پر چلے گا، یہ توفیق الٰہی سے چلے گا اور اگر تو نے اسے چھوڑا، سوائے گمراہی اور ضلالت کے کوئی اور رستہ تمہیں نہیں مل سکتا۔

اللہ تعالیٰ اس ماہ مبارک کی برکت سے ہمیں ائمہ اربعہ کے ماننے والوں میں بنائے۔ ائمہ اربعہ کی تعلیمات کے پڑھنے، اس پر عمل کرنے، اس سے استفادہ کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ کل قیامت میں ان ائمہ اربعہ، چاروں امام کے دامن تھام کر ہم جنت میں پہنچیں۔

اللہ تعالیٰ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں ہمیں جامِ کوثر عطا فرمائے۔ اور بالخصوص اللہ تعالیٰ اس لعنت اور بددعا سے ہمیں بچائے جو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی منبر والے قصہ میں حضرت جبریل امین نے بددعا فرمائی کہ جو ماہ مبارک کو پائے اور مالک سے اپنی مغفرت نہ کروائے اس کیلئے بددعا فرمائی کہ وہ مالک کی رحمت سے دور ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان میں سے نہ بنائے۔ اللہ تعالیٰ اسی ماہ مبارک میں آج ہی، اسی گھڑی ہماری مغفرت فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۲۲ر رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

’شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْآنُ ھُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی وَالْفُرْقَانِ‘.

اب تو اخیر عشرہ بھی تیز تیز جا رہا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہماری کوتاہیوں کو معاف فرمائے۔ جو گھڑیاں، جو ساعتیں، جو دن رہ گئے ان کی کما حقہ قدر کی ہمیں توفیق دے۔

رمضان المبارک

رمضان المبارک کے مہینہ کا تعارف ان آیات میں کرایا گیا۔ شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْآنُ ۔ اور یہ مہینہ جس میں قرآن اتارا گیا، اس مہینہ کی عظمت کیا ہے اور کیسا عظیم الشان یہ مہینہ ہے؟۔ جیسے یہاں فرمایا ’شَھْرُ رَمَضَانَ‘ اسی طرح کہہ سکتے ہیں ’شَھْرُ رَمَضَانَ ھُوَ شَھْرُ الْاِیْقَانِ وَشَھْرُ الْقُرْآنِ وَشَھْرُ الْاِحْسَانِ وَشَھْرُ الرِّضْوَانِ‘۔ کہ اللہ عزوجل اس مہینہ کی برکت سے یقین اور ایمان کو بڑھاتے ہیں قرآن پڑھنا انسان کیلئے آسان ہو جاتا ہے اور قرآن پڑھتے پڑھتے انسان مرتبہ احسان حاصل کر سکتا ہے۔

’وَشَھْرُ الرِّضْوَانِ وَشَھْرُ الْغُفْرَانِ‘ ۔ اور یہ شہر الاحسان ہے کہ اس میں مرتبہ احسان

حاصل کرنا نہایت آسان ہوجاتا ہے۔ جو اور دنوں میں محنت کرکے سینکڑوں برس کے مجاہدہ سے جو حاصل نہیں ہوتا یہ یہاں کی چند ساعتوں میں ایک ایک رات میں حاصل ہوجاتا ہے۔ اسی لئے فرمایا: 'اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَمَا اَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ، لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ' ۔ایک ہزار مہینوں سے بڑھ کر ہے یہ۔اسی لئے کوئی اللہ کے قریب ہونا چاہے، یہ گھڑیاں بہت جلد مراحل طے کرواتی ہیں۔

اسی لئے فرمایا کہ 'شَهْرُ الْاِحْسَانِ وَشَهْرُ الرِّضْوَانِ' کہ مرتبہ احسان حاصل کرنا ہو، اس مہینہ میں مجاہدہ کرو۔ اور یہ احسان آگے آپ کو پہنچائے گا کہاں تک؟ خوشنودیٔ رب تک۔ رب کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنی ہو، مالک کے کلام کو پڑھتے رہو۔ دیکھ کر پڑھتے رہو، حفظ پڑھتے رہو۔ بیٹھے لیٹے پڑھو۔خدا کے حضور کھڑے ہوکر نماز میں پڑھو،اس سے تمہیں خوشنودی کا پروانہ مل سکتا ہے 'وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ'۔

'وَشَهْرُ الْغُفْرَانِ وَشَهْرُ اِغَاثَةِ اللَّهْفَانِ' ۔کہ اس میں مولیٰ سے مغفرت منوا سکتے ہیں۔ اور اس مہینہ میں محتاجوں کی مدد کی جائے،تکلیف زدوں کی مصیبت دور کی جائے تو اللہ ہمیں اس دنیا سے جاتے وقت ملک الموت کے ساتھ اور جو مشکل گھڑیاں ہیں، قبر میں پہنچ کر جو مصائب اور مہالک کا سامنا ہے،حشر کی رسوائی، پل صراط کا خوف اور ڈر کہ وہاں کیا ہوگا تو ان تمام سے اگر انسان نجات چاہتا ہے،'شَهْرُ اِغَاثَةِ اللَّهْفَانِ وَشَهْرُ التَّوْسِيْعِ عَلٰى الضِّيْفَانِ وَشَهْرٌ تُفْتَحُ فِيْهِ اَبْوَابُ الْجِنَانِ' ۔جو متوجہ ہوتا ہے،مہمان بنتا ہے مالک کا افطاری کے دسترخوان پر، ان گنت رحمتیں اس پر برستی ہیں۔ جنت کے دروازے شروع رمضان ہی سے کھول دیئے جاتے ہیں۔ 'وَيُصَفَّدُ فِيْهِ كُلُّ شَيْطَانٍ' ۔شیاطین قید کردیئے جاتے ہیں۔

'وَهُوَ شَهْرُ الْاَمَانِ وَالضَّمَانِ' ۔جو اس مہینہ کو روزوں کے ساتھ مولیٰ سے قریب ہوکر گذار دے،ضمانت اس کیلئے ہے مابعد الموت کے تمام مراحل کیلئے۔'شَهْرٌ تُظْهَرُ فِيْهِ

الْـقَـنَـادِيْـلُ' ۔کہ مالک نے جنت کے آراستہ کرنے کا حکم دے رکھا ہے،اس میں جھومر اور قنادیل روشن کردیئے جاتے ہیں۔'وَيَـنْزِلُ فِيْهِ بِالرَّحْمَةِ جِبْرِيْلُ' ۔لیلۃ القدر کے ساتھ حق تعالیٰ شانہ نے اس کو بیان فرمایا:

'اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ. وَمَا اَدْرَاکَ مَالَيْلَةُ الْقَدْرِ. لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْـرٍ. تَنَزَّلَ الْمَلٰئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ، سَلَامٌ هِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ۔'

اس نزول جبریل اور نزول روح کو اس میں بیان کیا گیا کہ لیلۃ القدر میں اترتے ہیں۔

'وَيُتْلٰى فِيْهِ التَّنْزِيْلُ وَيُسْمَحُ فِيْهِ لِلْمُسَافِرِ وَالْعَلِيْلِ' ۔کہ قرآن پڑھتے رہو، زبانیں خشک نہیں ہوتیں۔جس پر نفس اور شیطان کا غلبہ ہوتا ہے، ایک رکوع پڑھنا مشکل ہوتا ہے۔ لیکن اس مہینہ میں جو ایک دفعہ مالک کے در پر قرآن لے کر بیٹھ جائے، پڑھتا چلا جائے۔کیا ایک پارہ، کیا دس پارے، کیا ایک قرآن، کیا کئی قرآن۔'وَيُتْـلٰى فِيْهِ التَّنْزِيْلُ وَيُسْمَحُ فِيْهِ لِلْمُسَافِرِ وَالْعَلِيْلِ'۔مولیٰ کی رحمتیں کتنی وسیع ہیں کہ مسافر اور بیمار کو چھٹی دے دی گئی۔

'شَهْـرُ رَمَـضَـانَ لِـلْـعِبَـادِ مِثْـلُ الْحَرَمِ فِيْ اُمِّ الْبِلَادِ. اَلْحَرَمُ يُمْنَعُ مِنْهُ الدَّجَّالُ الـلَّعِيْنُ وَرَمَضَانُ يُصَفَّدُ فِيْهِ مَرَدَةُ الشَّيَاطِيْنِ' ۔کہ رمضان کا مہینہ ایسا ہے کہ جیسے روئے زمین پر حرم پاک ہے، حرم مکی ہے۔جیسے وہاں دجال لعین کا حرم مدنی، حرم مکی میں داخلہ ممنوع ہے، اسی طرح رمضان بمنزلہ حرم کے ہے کہ اس میں شیاطین کو قید کردیا جاتا ہے اور اس حرم، میں رمضان کے مہینہ میں وہ داخل نہیں ہونے پاتے۔'شَهْـرُ رَمَـضَـانَ فِی الدُّنْيَـا مِثْلُ الْـجِنَانِ فِی الْعُقْبٰی' ۔رمضان کا مہینہ دنیا میں بالکل جنت کی طرح۔ یہ عید کے دن پتہ چلتا ہے بالکل صاف صاف۔اس دن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ہمیں چھوڑ کر اکیلا کہیں چلا گیا۔ اف۔اس لئے 'شَهْرُ رَمَضَانَ فِی الدُّنْيَا مِثْلُ الْجِنَانِ فِی الْعُقْبٰی'۔

شقاوت اور محرومی

اب اتنے سارے فضائل سن کر بھی دل میں طلب پیدا نہ ہو، ہمت انسان نہ کرے، کیسی شقاوت ہے اور کیسی محرومی ہے۔ 'اَقْبِلْ یَا مِسْکِیْنُ! وَ کُلُّنَا مَسَاکِیْنُ'۔ بولنے والا، سننے والا ہم سب مساکین ہیں۔ مالک کی رحمت اور جود، عفو وغفران کے بھکاری ہیں۔ 'اَقْبِلْ یَا مِسْکِیْنُ! وَ کُلُّنَا مَسَاکِیْنُ۔ وَاَنْتَ عَاکِفٌ عَلٰی مَایُسْخِطُ الْجَبَّارَ؟ مُصِرٌّ عَلَی الْاٰثَامِ وَالْاَوْزَارِ؟ عَامِلٌ بِاَعْمَالِ اَھْلِ النَّارِ؟

اوہو! یہ مہینہ بھی اور مولیٰ کی ناراضگی کے اعمال بھی؟ کتنا بڑا اپنے آپ پر ظلم ہے۔ کہ وہی گناہوں کی عادتیں اور لتیں جو اور مہینوں میں ہیں اسی کو لے کر بیٹھے ہوئے ہیں، اسی روش پر چل رہے ہیں، اسی طرح ایام اور ساعتیں اور گھڑیاں گذر رہی ہیں۔ یہ سارے اعمال تو وہ ہیں جو عَامِلٌ بِاَعْمَالِ اَھْلِ النَّارِ' ہیں۔ یہ تو دوزخ میں پہنچا کر چھوڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے حفاظت میں رکھے۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت

آگے حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ لایا گیا۔ وہ فرماتے ہیں 'تَجَوَّعْ بِالنَّهَارِ وَقُمْ بِالْأَسْحَارِ تَرٰی عَجَبًا مِنَ الْمَلِکِ الْجَبَّارِ یَوْمَ یُنَادِیْ لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ؟ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ'۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے مسکین 'تَجَوَّعْ بِالنَّهَارِ'۔ دن کو روزہ رکھ اور 'وَقُمْ بِالْأَسْحَارِ' اور راتوں کو مولیٰ کے سامنے نفلوں میں فرضوں میں واجبات میں تراویح میں، تہجد میں تو کھڑا رہ۔ گھنٹوں کھڑا رہ اکابر اور اخیار کی طرح۔ 'تَجَوَّعْ بِالنَّهَارِ وَقُمْ بِالْأَسْحَارِ'۔

اگر تو نے عقل مندی کر کے اور عقل کو کام میں لا کر یہ ذرہ سا کرلیا، چند دن اس طرح گذار لئے، 'تَرٰی عَجَبًا مِنَ الْمَلِکِ الْجَبَّارِ'۔ آج نہیں، جو سب سے بڑی ضرورت کا

تیرادن ہے اس دن 'تَرىٰ عَجَبًا مِنَ الْمَلِكِ الْجَبَّارِ '۔تو ملک جبار، حق جل مجدہ سے عجائبات دیکھے گا۔ کس دن؟ جس دن وہ ملک جبار خود فرمائے گا 'لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ؟' کہ آج سلطنت اور حکومت کس کی ہے۔ کوئی جواب دینے والا نہیں تو مالک خود ہی جواب دے گا کہ 'لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ'۔ آج اس ملک جبار واحد القہار کی حکومت ہے۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے ہم مساکین کو کس طرح جھنجھوڑا۔

درود شریف کی فضیلت

اب یہ رمضان المبارک جو ہمیں ملا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھلی امتوں کی عمروں کو دیکھا کہ اوہ! کئی کئی سو برس کی ان کی عمریں تھیں اور اس میں کئی کئی سو برس کے ان کے مجاہدے تھے، میری امت کی عمریں تو بہت کم ہیں۔ فوراً اپنے محبوب کو خوش کرنے کیلئے حق جل مجدہ نے رمضان المبارک عطا فرمایا، لیلۃ القدر عطا فرمائی، قبولیت کی گھڑیاں عطا فرمائیں۔ کہ ایک گھڑی تیری امت کرلے گی، ایک گھڑی کی تیری امتی کی عبادت ایک طرف اور وہ سینکڑوں سال کے مجاہدے ایک طرف۔ ہم اس کے شکریے میں ہر آن ہر گھڑی محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرکے 'اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا' پر عمل پیرا ہوں اور ہماری زبان سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام میں ہر وقت تر رہے۔

جب ہم اس انعام کے شکریا میں محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرکے ہر وقت درود شریف، صلوۃ وسلام پڑھتے رہیں گے، کیا ہوگا؟ کیا ملے گا؟۔ ان گنت انعامات ہیں جو ہمیں ملنا ہیں۔ گنتے جایئے۔ ہم نے 'جَزَى اللّٰهُ عَنَّا سَيِّدَنَا مُحَمَّداً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ' ایک چھوٹا سا درود شریف پڑھا۔ 'صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ وَسَلَّمَ'۔ ایک چھوٹا سا درود شریف پڑھا، اس

کے بدلے میں کیا ہوگا؟

☆'صَلوٰۃُ الْمَلِکِ الْجَبَّارِ' ، ملک جبار کی طرف سے رحمتیں۔ تَرٰی عَجَبًا مِنَ الْمَلِکِ الْجَبَّارِ۔ ملک جبار کی طرف سے کیا ہوگا؟ اس کی طرف سے رحمتیں، صلوات تیرے اوپر نازل ہوتی رہیں گی۔

☆'وَشَفَاعَۃُ النَّبِیِّ الْمُخْتَارِ' ۔کتنا بڑا وعدہ۔ کہ جو سب سے احتیاج کا ہمارا دن ہے اس دن نبی مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت ہمیں ملے گی۔ اور کیا ہوتا ہے درود شریف پڑھنے سے؟

☆'وَالْاِقْتِدَاءُ بِالْمَلٰئِکَۃِ الْاَبْرَارِ' کہ ہم ملائکہ کی تقلید کرنے والے بن جائیں گے۔ 'اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہُ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ' ۔رب کے ملائکہ درود پڑھتے ہیں، اے امتیو! تم بھی پڑھو۔ 'وَالْاِقْتِدَاءُ بِالْمَلٰئِکَۃِ الْاَبْرَارِ'۔

☆'وَمُخَالَفَۃُ الْمُنَافِقِیْنَ وَالْکُفَّارِ' ۔ان کی مخالفت کا ایک مستقل ثواب ملے گا کہ ان کی زبانیں یا تو سرکار کی مخالفت کیلئے کھلی ہوئی ہیں ہر وقت یا گنگ ہیں۔ دونوں حالتوں میں مُخَالَفَۃُ الْمُنَافِقِیْنَ وَالْکُفَّارِ ہے۔

☆'وَمَحْوُ الْخَطَایَا وَالْاَوْزَارِ' ۔لغزشیں خطائیں، گناہ معاف ہوں گے۔

☆'وَقَضَاءُ الْحَوَائِجِ وَالْاَوْطَارِ' ۔گناہ معاف ہوں گے، ضرورتیں حاجتیں مولیٰ پوری کرے گا۔

☆ 'وَتَنْوِیْرُ الظَّوَاھِرِ وَالْاَسْرَارِ' ۔چہرہ پر درود کی رحمتوں کے آثار، دیکھنے والوں کو نظر آئیں گے۔ جب ظاہر کا یہ حال، پھر باطن تو روشن ہی روشن ہے۔ 'وَتَنْوِیْرُ الظَّوَاھِرِ وَالْاَسْرَارِ'۔

☆'وَالنَّجَاۃُ مِنْ عَذَابِ دَارِ الْبَوَارِ' ۔کہ جو ہلاکت کے گھر میں عذاب تیار کئے گئے ہیں ان سے یہ درود شریف بچانے والا ہے۔ اور ان سے بچا کر کہاں لے جائے گا؟

☆ 'وَدُخُولُ دَارِ الـرَّاحَةِ وَالْقَـرَارِ'۔ ہمیشہ کا جو گھر ہے، ہمیشہ کی راحت ہی راحت جہاں ہے اس گھر میں وہ لے جائے گا۔

☆ اور وہاں 'سَلاَمُ الْـمَـلِكِ الْـغَفَّارِ'۔ رب رحیم کی طرف سے وہاں سلام پہنچتا رہے گا۔ کس طرح ہمیں جھنجھوڑا گیا۔

پھر اس کو شروع سے دہرا لیتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ. شَهْرُ الْإِيْقَانِ وَشَهْرُ الْقُرْآنِ وَشَهْرُ الْإِحْسَانِ وَشَهْرُ الرِّضْوَانِ. وَشَهْرُ الْغُفْرَانِ وَ شَهْرُ اِغَاثَةِ اللَّهْفَانِ وَشَهْرُ التَّوْسِيْعِ عَلَى الضِّيْفَانِ وَشَهْرٌ تُفْتَحُ فِيْهِ اَبْوَابُ الْجِنَانِ وَيُصَفَّدُ فِيْهِ كُلُّ شَيْطَانٍ. وَهُوَ شَهْرُ الْاَمَانِ وَالضَّمَانِ. شَهْرٌ يُخَفَّفُ فِيْهِ عَنِ الْمَمْلُوْكِ وَتُظْهَرُ فِيْهِ الْقَنَادِيْلُ. وَيَنْزِلُ فِيْهِ بِالرَّحْمَةِ جِبْرِيْلُ وَيُتْلٰى فِيْهِ التَّنْزِيْلُ وَيُسْمَحُ فِيْهِ لِلْمُسَافِرِ وَالْعَلِيْلِ. شَهْرُ رَمَضَانَ لِلْعِبَادِ مِثْلُ الْحَرَمِ فِيْ اُمِّ الْبِلَادِ. اَلْحَرَمُ يُمْنَعُ مِنْهُ الدَّجَّالُ اللَّعِيْنُ وَرَمَضَانُ يُصَفَّدُ فِيْهِ مَرَدَةُ الشَّيَاطِيْنِ. شَهْرُ رَمَضَانَ فِى الدُّنْيَا مِثْلُ الْجِنَانِ فِى الْعُقْبٰى. اَقْبِلْ يَا مِسْكِيْنُ! وَكُلُّنَا مَسَاكِيْنُ. وَاَنْتَ عَاكِفٌ عَلٰى مَايُسْخِطُ الْجَبَّارَ، مُصِرٌّ عَلَى الْآثَامِ وَالْاَوْزَارِ، عَامِلٌ بِاَعْمَالِ اَهْلِ النَّارِ. كَمَا نَصَحَنَا سَيِّدُنَا ذُو النُّوْنِ الْمِصْرِيّ رَحِمَهُ اللّٰهُ 'تَجَوَّعْ بِالنَّهَارِ، وَقُمْ بِالْاَسْحَارِ تَرٰى عَجَبًا مِنَ الْمَلِكِ الْجَبَّارِ يَوْمَ يُنَادِيْ' لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ'. وَصَلُّوْا عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِالصَّلٰوةِ عَلَيْهِ لَنَا عَشَرَ كَرَامَاتٍ. صَلٰوةُ الْمَلِكِ الْجَبَّارِ، شَفَاعَةُ النَّبِيِّ الْمُخْتَارِ، اَلْاِقْتِدَاءُ بِالْمَلَائِكَةِ الْاَبْرَارِ، مُخَالَفَةُ الْمُنَافِقِيْنَ وَالْكُفَّارِ، مَحْوُ الْخَطَايَا وَالْاَوْزَارِ، قَضَاءُ الْحَوَائِجِ وَالْاَوْطَارِ، تَنْوِيْرُ الظَّوَاهِرِ وَالْاَسْرَارِ، وَالنَّجَاةُ مِنْ عَذَابِ دَارِ الْبَوَارِ،

وَدُخُوْلُ دَارِ الرَّاحَةِ وَالْقَرَارِ وَسَلاَمٌ مِّنَ الْمَلِکِ الْغَفَّارِ.

یہ جو سارا ہمیں آج جھنجھوڑا گیا اور میں نے اپنے آپ کو جھنجھوڑنے کی کوشش کی اسی حدیث پاک سے متاثر ہوکر کہ جس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے پیارے انداز میں اپنے مشاہدہ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے بیان فرمایا۔

حضرت سعید ابن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کی روایت

حضرت سعید ابن المسیب رحمۃ اللہ علیہ، عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ 'خَرَجَ عَلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَوْمًا وَکُنَّا فِیْ صُفَّۃَ بِالْمَدِیْنَۃِ، فَقَامَ عَلَیْنَا فَقَالَ: اِنِّیْ رَاَیْتُ الْبَارِحَۃَ عَجَبًا. رَأَیْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِیْ أَتَاہُ مَلَکُ الْمَوْتِ لِیَقْبِضَ رُوْحَہٗ فَجَاءَ ہٗ بِرُّہٗ بِوَالِدَیْہِ فَرَدَّ مَلَکَ الْمَوْتِ عَنْہُ. وَرَأَیْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِیْ قَدْ بُسِطَ عَلَیْہِ عَذَابُ الْقَبرِ فَجَاءَ ہٗ وُضُوْءُ ہٗ فَاسْتَنْقَذَہٗ مِنْ ذٰلِکَ. وَرَأَیْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِیْ قَدِ احْتَوَشَتْہُ الشَّیَاطِیْنُ فَجَاءَ ہٗ ذِکْرُ اللّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ فَطَرَدَ الشَّیْطَانَ عَنْہُ. وَرَأَیْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِیْ قَدِ احْتَوَشَتْہُ مَلاَئِکَۃُ الْعَذَابِ فَجَاءَ تْہُ صَلاَتُہٗ فَاسْتَنْقَذَتْہُ مِنْ اَیْدِیْھِمْ۔' یہ ہمارا نکتہ آیا جس نے ہمیں آکر ہلایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے کیا فرماتے ہیں۔

'وَرَأَیْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِیْ یَلْتَھِبُ'، اوہ! آگ میں جھلسا ہوا ہے میرا ایک امتی۔ اور ایک روایت میں ہے 'یَلْھَثُ' جس طرح پیاس سے زبان باہر نکل آتی ہے، انسان منہ نہیں بند کرسکتا، زبان اندر جا نہیں سکتی اتنا تھوک اور اتنی نمی اور اتنی تری منہ میں نہیں ہے کہ زبان اندر جاسکے۔ 'رَأَیْتُ رَجُلاً مِنْ اُمَّتِیْ یَلْھَثُ عَطَشًا'۔ مارے پیاس کے میرا امتی، زبان باہر ہے اور ہانپ رہا ہے اور کہیں مدد کیلئے 'کُلَّمَا دَنَا مِنْ حَوْضٍ مُنِعَ وَطُرِدَ'، کسی حوض والے کے پاس جا کر مانگتا ہے کہ ایک گھونٹ دے دو میری زبان اندر چلی جائے، اس کو 'مُنِعَ

وَطُرِدَ'۔ دھتکار دیا جاتا ہے کہ جاؤ۔ یہاں نہیں ہے۔'فَجَاءَ هُ صِيَامُ شَهْرِ رَمَضَانَ، فَأَسْقَاهُ وَأَرْوَاهُ'۔ اتنے میں رمضان المبارک کے مہینہ کے روزے پہنچ جاتے ہیں اور اس میرے امتی کو 'فَأَسْقَاهُ وَأَرْوَاهُ'، سیراب کر چھوڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے روزوں کو بھی ہمارے لئے ایسا ہی بنائے۔

یہ جو حدیث پڑھی گئی، جس میں اٹھارہ عمل بتائے گئے جو ہمیں بچانے والے ہیں، 'وَكَانَ شَيْخُ الْإِسْلَامِ ابْنُ تَيْمِيَّةَ يُعَظِّمُ شَأْنَ هٰذَا الْحَدِيْثِ' ۔اور وہ یہ بھی فرماتے تھے کہ 'شَوَاهِدُ الصِّحَّةِ عَلَيْهِ' ۔ یہ حدیث صحیح ہے۔جن شیخ الاسلام کا میں نے 'يَا سَائِلِيْ' سے قصیدہ سنایا تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان اکابر کی طرح ان موتیوں کے چننے کی اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۲۳ر رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ تاکید فرماتے تھے کہ یہ حدیث 'رَأَيْتُ الْبَارِحَةَ عَجَبًا'، يُعَظِّمُ شَأْنَ هٰذَا الْحَدِيْثِ ۔ کہ حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ یہ بڑی عظیم الشان حدیث ہے۔ بار بار اس کو پڑھو اور تعجب کرو اپنے اوپر۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ان مبارک گھڑیوں میں رونے کی سعادت فرمائے۔

ایک جیسے اکابرین

میں یہ کہا کرتا ہوں کہ ہمارے تمام اکابر ایک جیسے ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے سائل نے سوال کیا کہ آپ کا موقف کیا ہے؟ آپ کا عقیدہ کیا ہے؟۔ کتنے پیارے انداز میں نظم میں اسے جواب دے رہے ہیں۔

يَا سَائِلِيْ عَنْ مَذْهَبِيْ وَعَقِيْدَتِيْ رُزِقَ الْهُدىٰ مَنْ لِلْهِدَايَةِ يَسْئَلُ

اس کو دعا بھی دیتے ہیں نظم کے اندر۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے کوئی ایک سوال کرتا ہے، اس ایک سوال میں سے کہیں سارا طریقِ ہدایت کھول کر رکھ دیتے ہیں۔ کہیں تمام احکامِ شرع کی طرف قلم چلا جاتا

ہے۔ آپ کے مکتوبات 'مکتوبات مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ' میں کتنا علم ہے۔ حضرت شیخ قدس سرہ سے سوال کیا۔ سات سوال کئے، حضرت نے ارتجالاً پوری ایک کتاب تصنیف فرمادی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان اکابر کی قدر کی توفیق عطا فرمائے کہ ان کے اعمال ایک جیسے ہیں۔ کتنے مختصر وقت میں کتنا کام وہ کر لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اوقات میں کتنی برکت رکھی تھی۔

حضرت شیخ الاسلام حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ جیسے جیل گئے، حضرت ابن تیمیہ جیل گئے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جیل میں سجدہ میں جان دی، حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے حق کے خاطر جیل میں جان دی۔ ایک جیسے حالات سب کے ہیں۔

پھر ان کے ساتھ ظالموں نے جو ظلم کیا وہ بھی ایک جیسی پارٹی ہے۔ جیسے کہ صدیوں پہلے سے کوئی وصیت نامہ لکھ کر دے کر گئے ہوں کہ ہمارے بعد، ڈیڑھ ہزار برس کے بعد تم اس طرح عمل پیرا ہونا، اسی پر وہ عمل پیرا رہے۔ جیسے حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ کو ستایا جاتا تھا اندر بھی، باہر بھی، زندگی میں بھی، وفات کے بعد بھی، کیا کیا بکنے والوں نے بکا، کیا کیا لکھنے والوں نے لکھا۔ کیا بولنے والے بولتے رہے۔

حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ظلم کا ایک پہلو آپ سوچئے۔ بڑے دل کو تمام چیزوں سے خالی کر کے انصاف کی نظر سے سوچئے کہ حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو ایسا بتایا جاتا ہے جس طرح وہ چاروں مذاہب کے سخت ترین مخالفین میں سے ہوں اور رات دن گویا وہ یہی دعوت دیتے رہے ہوں کہ تقلید کو چھوڑو، ائمہ اربعہ کو چھوڑو۔ اور یہ جو میں نے ان کا ایک سائل کا سوال سنایا، اس میں کتنے ادب واحترام سے ائمہ اربعہ کا ذکر خیر وہ فرماتے ہیں۔

اور کس حد تک کہ سب سے پہلی اور آخری چیز تو عقیدہ ہے انسان کا، وہ فرماتے ہیں کہ

عقیدہ میں میرے امام چاروں ہیں۔ حالانکہ وہ حنبلی المذہب تھے۔ اتنا کہنا کافی تھا کہ میرے امام امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ لیکن دیکھئے۔ ان کی عظمت اور بلندیوں کو کون اور کب پہنچ سکتا ہے۔ مجھے تو ایسی چیزیں بار بار پڑھنے میں بڑا لطف آتا ہے۔

قصیدۂ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

یَا سَائِلِيْ عَنْ مَذْهَبِيْ وَعَقِيْدَتِي ۔۔۔ رُزِقَ الْهُدٰى مَنْ لِلْهِدَايَةِ يَسْئَلُ

اِسْمَعْ كَلامَ مُحَقِّقٍ فِيْ قَوْلِهِ ۔۔۔ لايَنْثَنِيْ عَنْهُ وَلا يَتَبَدَّلُ

حُبُّ الصَّحَابَةِ كُلِّهِمْ لِيْ مَذْهَبُ ۔۔۔ وَمَوَدَّةُ الْقُرْبٰى بِهَا اَتَوَسَّلُ

وَلِكُلِّهِمْ قَدْرٌ عَلٰى وَفَضَائِلُ ۔۔۔ لٰكِنَّمَا الصَّدِّيْقُ مِنْهُمْ اَفْضَلُ

وَاَقُوْلُ فِى الْقُرْآنِ مَا جَائَتْ بِهِ ۔۔۔ آيَاتُهُ فَهُوَ الْقَدِيْمُ الْمُنَزَّلُ

وَاَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ جَلَّ جَلالُهُ ۔۔۔ وَالْمُصْطَفٰى الْهَادِىُ وَلا اَتَأَوَّلُ

وَجَمِيْعُ آيَاتِ الصِّفَاتِ اُمِرُّهَا ۔۔۔ حَقًّا كَمَا نَقَلَ الطِّرَازُ الْأَوَّلُ

وَأَرُدُّ عُهْدَتَهَا اِلٰى نُقَّالِهَا ۔۔۔ وَأَصُوْنُهَا عَنْ كُلِّ مَا يَتَخَيَّلُ

قُبْحًا لِمَا نَبَذَ الْقُرْآنُ وَرَائَهُ ۔۔۔ وَاِذَا اِسْتَدَلَّ يَقُوْلُ قَالَ الْاَخْطَلُ

وَالْمُؤْمِنُوْنَ يَرَوْنَ حَقًّا رَبَّهُمْ ۔۔۔ وَاِلٰى السَّمَاءِ بِغَيْرِ كَيْفٍ يَنْزِلُ

وَأُقِرُّ بِالْمِيْزَانِ وَالْحَوْضِ الَّذِيْ ۔۔۔ اَرْجُوْ بِأَنِّيْ مِنْهُ رِيًّا أَنْهَلُ

کاش کہ ہم بھی لبالب جام کوثر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پئیں۔

وَكَذَا الصِّرَاطُ يُمَدُّ فَوْقَ جَهَنَّمَ ۔۔۔ فَمُسَلَّمٌ نَاجٍ وَاٰخِرُ مُهْمَلُ

وَالنَّارُ يَصْلاهَا الشَّقِيُّ بِحِكْمَةٍ ۔۔۔ وَكَذَا التَّقِيُّ اِلٰى الْجِنَانِ سَيَدْخُلُ

وَلِكُلِّ حَيٍّ عَاقِلٍ فِيْ قَبْرِهِ ۔۔۔ عَمَلٌ يُقَارِنُهُ هُنَاكَ وَيُسْئَلُ

اب سنئے!

هَـذَا اِعْتِـقَـادُ الشَّـافِعِيِّ وَمَـالِكٍ وَاَبِـیْ حَـنِـيْـفَةَ ثُـمَّ اَحْـمَـدُ يُـنْـقَـلُ
فَـاِنِ اتَّبَـعْـتَ سَبِيْـلَهُـمْ فَـمُـوَفَّـقٌ وَاِنِ ابْتَـدَعْـتَ فَـمَـا عَلَيْـکَ مُعَوَّلُ

دیکھئے! سائل نے ان کا مذہب پوچھا کہ حضرت میں آپ کو امام مانتا ہوں، آپ کے مذہب پر مجھے چلنا ہے، میں آپ کا عقیدہ اپنانا چاہتا ہوں، آپ فرماتے ہیں:

هَـذَا اِعْتِـقَـادُ الشَّـافِعِيِّ وَمَـالِكٍ وَاَبِـیْ حَـنِـيْـفَةَ ثُـمَّ اَحْـمَـدُ يُـنْـقَـلُ

یہ جو میں نے تمہیں عقیدہ بتایا ہے یہ میرے اماموں کا ہے، جن کا دامن میں نے پکڑا ہے ان کا یہ عقیدہ ہے۔ یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اعتقاد ہے، یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ہے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ یہی مانتے ہیں پھر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی منقول ہے۔

فَـاِنِ اتَّبَـعْـتَ سَبِيْـلَهُـمْ فَـمُـوَفَّـقٌ

پھر، اگر تو اے سائل، ان کے رستے پر چلے گا، توفیق خداوندی تیرے شامل حال رہے گی۔

وَاِنِ ابْتَـدَعْـتَ فَـمَـا عَـلَيْـکَ مُـعَـوَّلُ

اور اگر تو نے ان کے رستہ کو چھوڑا اور ان کو چھوڑ کر کوئی دوسرا رستہ اختیار کیا، 'فَمَا عَلَيْکَ مُعَوَّلُ'۔

غلط پروپیگنڈا

اب یہ کتنا ظلم ہے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کہ انہیں کس انداز میں پیش کیا جاتا ہے اور وہ اپنے آپ کو کس طرح پیش کر رہے ہیں یہاں۔ ظلم کی کوئی انتہا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ کہ وہ ظالم زندگی میں ان کو ستاتے رہے، ستاتے رہے، جیلوں میں ڈالا۔ جو ان سے بن پڑا وہ مصائب اور قیامتیں ان پر ڈھائیں لیکن ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ حق کے خاطر

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح سے سپر بن کر، ڈھال بن کر کھڑے ہو گئے۔ ظالموں سے جو ہوسکا وہ کر گذرے۔ لیکن ہلا سکے؟ نہیں ہلا سکے۔ نہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو کوئی ہلا سکا اور نہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو کوئی ہلا سکا۔

کہ شیخ الاسلام کون ہوتے ہیں، ان کے افعال کیا ہوتے ہیں، ان کی تاریخ کیا ہوتی ہے، ان کی زندگی اور حیات کیسی ہوتی ہے۔ وہ تم نے پڑھی کبھی؟ دیکھو نہ پڑھی ہو تو نقشِ حیات پڑھو۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، ان کے نام کے ساتھ یہ شیخ الاسلام جچتا ہے۔

یہ ہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ۔ اور وہ اپنے متعلق کیا فرماتے ہیں:

هَـذَا اِعْـتِـقَـادُ الشَّـافِـعِيِّ وَمَـالِـكٍ وَاَبِـیْ حَـنِـیْـفَـةَ ثُـمَّ اَحْـمَـدُ یُـنْـقَـلُ

فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ اپنائے ہوئے ہوں۔ یہ جو میں نے عقیدہ بیان کیا یہ میرے ائمہ اربعہ کا عقیدہ ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ہے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ ہے، امام احمد کا عقیدہ ہے۔

فَـاِنِ اتَّبَـعْـتَ سَبِیْـلَهُـمْ فَـمُـوَفَّـقُ وَاِنِ ابْـتَـدَعْـتَ فَـمَـا عَلَیْـکَ مُعَوَّلُ

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق صدیوں پہلے یہ ان کے گیت گا رہے ہیں حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ۔ اس کے بعد صدیاں گذر گئیں ابھی، سات سو، آٹھ سو سال کے بعد بھی اسی انداز میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نام لیوا ہیں۔ اور رہے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نام لیوا۔

بزرگوں کی ابتدا

حضرت شیخ قدس سرہ بڑا عجیب نکتہ بیان فرمایا کرتے تھے۔ ایک دو جملوں میں مختصراً، کتنی

عظیم بات حضرت نے فرمائی۔فرماتے تھے کہ اکابر یہ فرماتے ہیں کہ جو ہماری ابتداء کو دیکھے، ہماری شروع زندگی کو پڑھے، اپنائے وہ تو ہے کامیاب اور جو ہماری انتہاء کو دیکھے وہ ہے ناکام۔انتہاء کو دیکھیں گے تو اوہ۔حضرت شیخ الحدیث قطب الاقطاب مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ،شاہی تخت کے ساتھ تو اس بوریہ نشین کو تشبیہ دینا توہین ہے۔وہاں جب حضرت جلوہ گر ہوتے تھے تشریف فرما ہوتے تھے،اسی کے متعلق ہمارے بھائی جان روتے ہوئے شعر پڑھا کرتے تھے:

چمن کے تخت پر جس دم شہِ گل کا تجمل تھا ہزاروں بلبلیں تھیں اک شور تھا غل تھا
جب آئے دن خزاں کے کچھ نہ تھا جز خار گلشن کے بتاتا باغباں رو رو یہاں غنچہ یہاں گل تھا

چمن میں تجمل کیسا تھا؟ چمن میں جب شہ گل کا تخت پر تجمل تھا؟ ان گنت شیخ الحدیث، بے شمار مفتیان کرام،سینکڑوں محدثین چاروں طرف سے گھیرے ہوئے بیٹھے ہیں بیچ میں حضرت ہیں۔

چمن کے تخت پر جس دم شہِ گل کا تجمل تھا ہزاروں بلبلیں تھیں اک شور تھا غل تھا
جب آئے دن خزاں کے کچھ نہ تھا جز خار گلشن کے بتاتا باغباں رو رو یہاں غنچہ یہاں گل

حضرت کی شروع زندگی آپ پڑھئے۔ پتہ چلے گا کہ کیسے حضرت یہاں تک پہنچے اور حضرت بنے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ جن کو اپنے ائمہ بتارہے ہیں، ائمہ اربعہ۔ ان میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا نام پہلے آیا۔ یہ وزنِ شعر کی وجہ سے تقدم تاخر ہے۔ یہ تفضیل کی دلیل نہیں ہوتا اشعار میں کیوں کہ یہ تو وزن شعر کی وجہ سے ہے، جیسے ضرورت ہوتی ہے ویسے رکھا جاتا ہے۔حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرمایا ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہ **هَذَا اِعْتِقَادُ الشَّافِعِيِّ وَمَالِكٍ**۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ابتدا دیکھئے۔محمد بن ادریس مکی فرماتے ہیں کہ میں نے

حمیدی کو سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے استاذ حضرت امام شافعی کو خود فرماتے ہوئے سنا 'كُنْتُ يَتِيمًا فِي حِجْرِ اُمِّيْ' کہ میں نے اپنی ماں کی گود میں پرورش پائی یتیمی کی حالت میں۔

لیکن دنیا بھر کے تمام یتیم ایک طرف اور وہ یتیمِ مکہ ایک طرف، یتیم ابواء ایک طرف۔ ابواء کا جب ذکر آتا ہے تو میں سوچتا ہوں کہ کہیں تلاش کروں کہ اس کا نام ابواء کیوں رکھا گیا؟ یہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہاں تشریف بری سے پہلے جب یتیمی کی حالت میں والد محترم سے آپ یتیم تھے اس وقت آپ اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ پہلی مرتبہ وہاں تشریف لے گئے، اس وقت بھی یہی نام ہوگا 'ابواء'۔

ہر چیز قضاء وقدر کے فیصلے سے ہوتی ہے۔ یہ نام وغیرہ ہر چیز قضاء وقدر کے فیصلے سے ہے۔ اس کا پہلے ہی سے نام رکھا گیا ابواء۔ کہ 'يَتِيمُ مَكَّةَ فَقَدَ اَبَوَيْهِ، وَالِدَيْهِ'۔ کہ یہ وہ جگہ ہے کہ یہاں میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ گھڑی آئی کہ باپ کا سایہ پہلے اٹھ چکا تھا اور ماں، والدہ محترمہ حضرت آمنہ وہاں داغِ مفارقت آپ کو دے گئیں۔ اب چھ سالہ یتیم نے اپنی ماں کے لاشہ کو جب دیکھا ہوگا جہاں انہیں کوئی بوسہ دینے والا، تسلی دینے والا نہیں ہے، وہاں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال رہا ہوگا۔ جب ام ایمن نے آپ کو اپنی گود میں لیا ہوگا، چمٹایا ہوگا، ایسا روئے زمین نے اور آسمان نے کوئی یتیم نہیں دیکھا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں سے، اشراف میں سے، سادات میں سے ہیں۔ وہ اپنی داستان خود بیان فرماتے ہیں 'كُنْتُ يَتِيمًا فِي حِجْرِ اُمِّيْ' ۔ میں یتیم تھا۔ اپنی ماں کی گود میں پرورش پا رہا تھا۔ میرے سر پر دست شفقت رکھنے والا اور کوئی نہیں تھا۔ یہ جملہ بہت کچھ کہہ رہا ہے 'كُنْتُ يَتِيمًا فِي حِجْرِ اُمِّيْ'۔

'فَدَفَعَتْنِيْ فِي الْكُتَّابِ وَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهَا مَا تُعْطِي الْمُعَلِّمَ'۔ انہوں نے لے جا کر

بچپن میں مجھے اساتذہ، معلمین، پڑھانے والوں، علم سکھانے والوں کے حوالے کیا۔اب ماں کے پاس فیس نہیں ہے جو فیس ماں معلم کو ادا کرے، استاذ کو اس کا حق وقت دے سکے۔ یہ ہے یتیمی۔ فَكَانَ الْمُعَلِّمُ قَدْ رَضِيَ مِنِّيْ ۔حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے وہ بچپن کے استاذ اس پر راضی ہوگئے کہ یہ یتیم ہے یہ فیس نہیں دے سکتا جس طرح اور بچے دیتے ہیں۔اس کی ماں بیوہ ہے وہ نہیں دے سکتی۔ قضا وقدر نے کتنا اچھا فیصلہ فرمایا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں۔

انہوں نے دیکھا کہ یہ ہونہار یتیم بچہ ہے اس کو سبق پڑھانے سے پہلے ہی یاد ہو جاتا ہے۔ 'قَدْ رَضِيَ مِنِّيْ' مجھ سے اس بات پر راضی ہوگئے کہ میں سبق ساتھیوں کو یاد کرادیا کروں۔ جب وہ درس میں نہ ہوں، میں ساتھیوں کو سبق یاد کراؤں ان کا سبق سن لیا کروں، یہ ایک طرح کی ان کی مدد ہوگئی۔اس پر وہ مجھ سے راضی ہوگئے۔

کتابتِ حدیث

'فَلَمَّا خَتَمْتُ الْقُرْآنَ وَدَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَكُنْتُ اُجَالِسُ الْعُلَمَاءَ وَكُنْتُ اَسْمَعُ الْحَدِيْثَ' ۔ کہتے ہیں کہ اللہ کی شان تھی کہ میں نے حفظ ختم کیا،قرآن ختم کیا،علماء کی مجلس میں پہنچنے لگا،حدیث سننے لگا اب جو میں سنتا وہ حفظ ہو جاتا۔لیکن اب احادیث اور علوم کے ذخیرہ کو محفوظ رکھنے کیلئے حفظ سے آگے دوسرا ذریعہ اور دوسرا طریقہ، کاغذ اور قلم ہے کہ اس کو لکھ کر محفوظ کرلیا جائے۔ 'وَلَمْ يَكُنْ عِنْدَ اُمِّيْ مَاتُعْطِيْنِيْ اَنْ اَشْتَرِيَ بِهِ الْقَرَاطِيْسَ قَطُّ' ۔ کہتے ہیں کہ کبھی بھی بالکل ماں کے پاس اس کی سکت ہی نہیں تھی،اس کی گنجائش ہی نہیں تھی کہ وہ میرے لئے روشنائی اور کاغذ کا انتظام کر سکے۔

اب جو اساتذہ سے سن رہا ہوں وہ یاد تو ہو جاتا ہے لیکن خطرہ ہے کہ اس میں آگے پیچھے نہ ہو۔اچھی طرح سے میں اس کو محفوظ کرلوں۔ کاغذ خریدنے کیلئے پیسے نہیں ہیں۔ 'فَكُنْتُ اِذَا

رَأَيْتُ عَظْمًا' جب کبھی میں کہیں کوئی پڑی ہوئی ہڈی دیکھتا، میں اس کو اٹھالیتا اوراس پر لکھتا۔ 'فَاِذَا امْتَلأَ طَرَحْتُهُ فِي جَرَّةٍ' ۔ ہمارے یہاں ایک بہت بڑا مٹکا تھا، ایک مٹکوں کی بھی ماں ہوتی ہے۔ اس کو گجراتی میں 'گوری' کہتے تھے جس میں آپ کوئی ہزار لیٹر تک ڈال سکتے ہوں گے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بڑے مٹکے میں وہ ہڈیاں میں ڈالتا رہتا تھا۔ اس طرح کر کے میں نے لکھ کر تمام علوم کو محفوظ کیا۔

یمن کا سفر

اتنے میں کہتے ہیں کہ جو یمن کے گورنر تھے وہ یمن سے آئے ہوئے تھے، میرے خاندان اور قریش کے بعض افراد نے ان سے بات کی کہ وہ مجھے اپنے ساتھ رکھیں، اپنے ساتھ لے جائیں۔ پھر وہی سوال یہاں بھی، جس طرح وہاں تھا کہ ماں کے پاس استاذ کو دینے کے پیسے نہیں، فیس کے پیسے نہیں، ماں کے پاس کاغذ خریدنے کی استطاعت نہیں، کاغذ کے پیسے نہیں۔ اسی طرح یہاں فرماتے ہیں کہ 'وَلَمْ يَكُنْ عِنْدَ اُمِّيْ مَاتُعْطِيْنِيْ مَا اَتَحَمَّلُ بِيْ'۔ اب وہ والی تو مجھے اپنے ساتھ رکھنے پر راضی ہوگئے لیکن وہاں یمن تک جانے کیلئے جو کرایہ ہے سواری کا وہ میری ماں کے پاس نہیں ہے۔

اب ماں بھی کیسی بہادر تھی۔ 'فَرَهَنَتْ دَارَهَا بِسِتَّةَ عَشَرَ دِيْنَارًا' ۔ کہ میری ماں نے، جو گھر تھا مکہ میں ہمارا وہ رہن رکھ دیا۔ کسی سے قرض لیا کہ یہ میرا کاغذ ہے کہ میں نے آپ سے سولہ دینار لئے ہیں اور میرا یہ مکان آپ کے پاس رہن رکھتی ہوں۔ تب جا کر فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ سے نکل سکا اور میں ان کے ساتھ وہاں گیا۔ پہلے ہی سے، گئے تھے مکتب میں پڑھنے کیلئے اور استاذ بن گئے، کیا شان ہوگی اس امام کی۔

جب میں والی کے ساتھ، حاکم کے ساتھ یمن پہنچا، وہ مجھے دیکھتے رہے۔ انھوں نے پھر مجھے کام سپرد کردیا۔ یہ کام تم کرو گے۔ میں نے اچھی طرح کر دکھایا۔ فَزَادَنِيْ عَمَلًا

فَحُمِدْتُ فِیْهِ ۔فَزَادَنِيْ عَمَلًا فَحُمِدْتُ فِیْهِ ۔ جو وہ دیتے رہے اسے میں انجام دیتا رہا۔ اب رجب میں عمرہ کرنے والے عمرہ رجبیہ کیلئے جب مکہ مکرمہ پہنچے، یہاں مکہ مکرمہ میں میری شہرت پھیل گئی۔ کہ یہاں مکہ ہی سے ایک قریشی وہاں گیا ہے اس کی بڑی شان ہے۔ 'فَطَارَ لِیْ بِذٰلِکَ ذِکْرٌ۔فَقَدِمْتُ مِنَ الْیَمَنِ'۔

مکہ مکرمہ واپسی

اب فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ واپس آ گیا اور اپنے جن استاذ سے میں حدیث پڑھا کرتا تھا ابن ابی یحییٰ ان کو جا کر میں نے سلام کیا، مجھے انہوں نے ڈانٹا کہ 'تُجَالِسُوْنَنَا وَتَصْنَعُوْنَ وَتَصْنَعُوْنَ؟' کہ تم ہماری صحبت میں بھی رہتے ہو، ہمارے پاس بھی بیٹھتے ہو اور ایسی ایسی حرکتیں کرتے ہو؟ یمن کا سفر کر لیا کسی وہاں کے حاکم کے ساتھ جا کر ملازمت کر لی؟

اب اس طرح کی ان کی باتیں میں نے سنیں، دل دکھا۔ دکھنا بھی چاہئے ۔استاذ پوری طور پر ان کے حالات کو سوچ نہیں سکے اور یہ تو کہہ دیا۔ لیکن اب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا دل دکھا، فرمایا کہ 'فَتَرَکْتُهٗ'۔ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کے پاس آنا جانا چھوڑا۔ پھر میں حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملا ۔ میں نے ان کو سلام کیا، انہوں نے میرے اس عمل کی بڑی تعریف کی۔ 'فَرَحَّبَ بِيْ وَقَالَ بَلَغَتْنَا وِلَایَتُکَ'۔

اسی عمل پر جس پر ڈانٹ پڑی تھی ابن ابی یحییٰ کے یہاں ، اسی پر انہوں نے مبارک باد دی، مرحبا کہا اور فرمایا کہ تم جو یمن میں کام کر رہے تھے، والی بنے ہوئے تھے، وہ بھی ہمیں خبریں پہنچتی رہیں۔ جو بھی ہم نے آپ کے متعلق سنا، ہمیں سن کر بڑی خوشی ہوئی۔ اور آگے پھر انہوں نے فرمایا کہ جو کچھ بھی میرا تم پر قرض ہے، وہاں سے تم کچھ کما کر آئے ہوں گے دینے کی ضرورت نہیں۔ سب 'لِلّٰهِ عَلَیْکَ فَلَاتَرُدَّ' ۔ میری طرف سے آپ کو ہدیہ ہے اس کو دینے کی بھی ضرورت نہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ 'مَوْعِظَةُ سُفْيَانَ اِيَایَّ اَبْلَغُ مِمَّا صَنَعَ بِيْ اِبْنُ اَبِيْ يَحْيٰی' ۔ اِس استاذ اور اُس استاذ میں دونوں میں میں مقابلہ کرتا ہوں، مجھے سفیان بن عیینہ کا یہ کام اور ان کی یہ نصیحت اور ان کی باتیں اور ان کی گفتگو کا انداز اچھا لگا۔ یہ ہیں یتیم حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی ابتداء۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اکابر کے نقش قدم پر چلائے، ائمہ اربعہ کے طریق پر چلائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۲۴/ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

بسم الله الرحمن الرحیم

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

هَـذَا اِعۡتِـقَـادُ الشَّـافِعِيِّ وَمَـالِكٍ   وَاَبِـیۡ حَـنِیۡـفَةَ ثُـمَّ اَحۡـمَـدُ یُـنۡـقَـلُ

فَـاِنِ اتَّبَـعۡـتَ سَبِیۡـلَهُـمۡ فَـمُـوَفَّـقُ   وَاِنِ ابۡتَـدَعۡـتَ فَـمَـا عَلَیۡکَ مُعَوَّلُ

یہ ایک سائل کے سوال کے جواب میں اپنا مذہب اور عقیدہ خود ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ میں تو عقیدہ میں بھی مقلد ہوں اور امام شافعی، امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام احمد یہ میرے عقیدے میں امام ہیں۔ میں نے عرض کیا تھا کہ سب سے پہلی اور آخری چیز تو عقیدہ ہے۔ احکام تو فروع کا درجہ رکھتے ہیں۔ جب اس میں تابع ہیں، اس کے بعد پھر آپ نے دیکھا کہ فروع میں اور احکام میں اور شریعت میں حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ساری عمر جس میں صرف فرمائی وہ مذہب حنبلی ہے۔

ائمہ

یہ دو امام ایک جیسے ہیں، جیسے حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ حنابلہ میں ہیں۔ تمام علوم کے ماہر، قرآن، تفسیر، حدیث، شروح حدیث، اسمائے رجال، علم کلام، علم فلسفہ، علم عقیدہ۔ ان تمام

کے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ماہر تھے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے لوگوں میں جن میں یہ تمام چیزیں پائی جاتی ہیں وہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ یہ جتنے بڑے ہیں سب ایک جیسے ہیں۔ اور قضا و قدر کے فیصلے بھی ان کے بارے میں ایک جیسے ہیں۔ ان کی تاریخ ایک جیسی ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جیلوں میں مدتوں رہے۔ جنازہ وہیں سے نکلا۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا جب جیلوں میں خاتمہ نہیں کر سکے، زہر پلایا گیا، جب محسوس فرمایا کہ یہ زہر تھا، سجدہ میں چلے گئے۔ خدا کے حضور سر رکھ دیا اور سجدہ میں جان دی اور جنازہ نکلا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے آخری ایام کا اور اس سے پہلے کے تاریخ دونوں کا آپ موازنہ کیجئے تو زمین آسمان کا فرق ہے۔ کہاں تو شاہوں کو ڈانٹ دیتے تھے اور حکام درس میں پہنچ کر بھی سر جھکا کر اور سر چھپا کر بیٹھا کرتے تھے۔ مجال نہیں ہوتی تھی کہ چار آنکھ آپ سے کر سکیں لیکن آخر عمر میں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ایک طویل عرصہ کیلئے خلوت گزیں ہو گئے۔ مدینہ طیبہ میں رہتے ہوئے، نہ جمعہ، نہ جماعت تک کے الفاظ آتے ہیں۔ کیسے صبر کیا ہوگا۔ یہی حال حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ جیسے حنابلہ میں بہت بڑے امام تھے، اسی طرح شوافع میں بہت بڑے امام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ جیسے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو نیشاپور کا سفر راس نہیں آیا، اسی طرح امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ بغداد اور سب چھوڑ چھاڑ کر چلے گئے۔ ایک طویل داستان ہے آپ کی، وہ ایک عجیب و غریب سفر ہے۔ کہاں کہاں حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ آپ کو نظر آتے ہیں۔ کہ دس برس تک وہ سفر ہی فرماتے رہے۔ کبھی یہاں ٹھہرتے ہیں تھوڑی دیر کیلئے، کبھی وہاں تھوڑی دیر کیلئے ٹھہرتے ہیں۔

دمشق میں تشریف لے جاتے ہیں جامع اموی کا ایک کونہ پکڑ لیتے ہیں اور وہاں ریاضت و مجاہدے طویل عرصہ تک فرماتے رہے۔ اور دو سال تک یہاں ٹھہر کر پھر آگے دمشق سے بھی نکل گئے۔ بیت المقدس پہنچے اور بیت المقدس میں آپ نے اپنے مجاہدے کیلئے کتنی پیاری جگہ منتخب فرمائی، قبۃ الصخرہ کا مشرقی کونہ منتخب فرمایا۔ اس میں اعتکاف فرمالیا۔

اور یہی جو سفر در سفر ہو رہے ہیں، اسی کے دوران 'احیاء العلوم' آپ نے تصنیف فرمائی۔ کتنی مبارک کتاب ہوگی۔ آپ کی کتابیں تو سینکڑوں ہیں۔ اور ان میں سب سے نمایاں نام جس سے عوام سے لے کر خواص تک سبھی اس سے مستفید ہوتے ہیں وہ 'احیاء العلوم' ہے۔ پھر کبھی کچھ عرصہ کیلئے قبۃ الصخرہ کا کونہ چھوڑ کر معہد عیسیٰ علیہ السلام میں پہنچے اور وہاں مصروف رہے۔

تجلیات

ہر جگہ کی تجلیات مختلف ہوتی ہیں۔ تجلیات الٰہیہ جو مسجد نبوی پر ہیں، حجرہ شریفہ پر ہیں، وہ الگ ہیں۔ تجلیات مکیہ جو کعبہ پر ہیں، اور کعبہ میں بھی جب یوم عرفہ ہوتا ہے، میدان عرفات میں مخلوق خدا کے سامنے گڑا گڑا رہی ہوتی ہے، اس وقت کی تجلیات وہ انوکھی ہوتی ہیں۔ ان سب سے اپنا دامن بھرنے کیلئے حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کبھی یہاں کبھی وہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ معہد عیسیٰ میں آپ مجاہدے میں اور ریاضت میں مصروف ہیں۔

پھر وہیں سے آپ نے مدینہ منورہ کی طرف رجوع فرمایا۔ مدینہ منورہ روضۂ اقدس پر، حجرہ اقدس پر پہنچے۔ یہاں قیام فرمایا۔ الگ الگ جگہوں پر آپ نے عزلت اور خلوت نشینی اختیار فرمائی اور اعتکاف فرمایا۔ اس میں کیا مولیٰ سے کتنا کچھ آپ نے پایا ہوگا۔ پھر اخیر میں جا کر طوس پہنچے۔ اپنے وطن واپس پہنچے۔ وہاں سے بغداد کی نظامیہ کو خیر باد کہہ کر یہاں طوس تشریف لائے تھے۔ یہاں بھی نظامیہ آپ کیلئے موجود تھے۔ نیشاپور میں نظامیہ میں رہے۔

نیشا پور کی تکالیف

جیسے حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو نیشا پور راس نہیں آیا، اسی طرح حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی نیشا پور کا سفر راس نہیں آیا۔ ابھی سال بھر بھی نہیں گذرا تھا کہ جیسے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیڑ دشمنوں کو اور منافقوں کو پسند نہیں آئی، اسی طرح امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا حلقہ جو روز بروز دن بدن وسیع تر ہوتا جا رہا ہے اس کو دشمن دیکھ نہیں سکے۔ نکتہ چینیاں شروع ہو گئیں کہ ان کا یہ کام غلط، یہ چیز بدعت ہے۔

خود حضرت امام کے پاس بھی ایسی تحریرات بھیجتے رہے، سوالات بھیجتے رہے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ شوافع کے امام ہیں۔ بے شمار کتابیں آپ نے تصنیف فرمائیں۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے جو مفید سمجھی انسانیت کیلئے تو اس جگہ فرمایا کہ میں نے امورِ دین میں ستر کتابیں تصنیف کی ہیں۔

جو باقی سارے فرقہ باطنیہ کے خلاف، گمراہ صوفیوں کے خلاف، فلاسفہ کے خلاف، متکلمین کے خلاف جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا اس کو آپ نے اس میں شمار نہیں فرمایا۔ وہ تو گویا ایک ضرورت کی وجہ سے ان کے رد میں لکھی ہیں جو تین سو کے قریب بنتی ہیں۔ خود فرماتے ہیں کہ میں اصول میں اشعری ہوں۔ 'فَمَنْ كَانَ فِي الْفُرُوْعِ عَلٰى مَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ وَفِي الْاُصُوْلِ عَلٰى اِعْتِقَادِ الْاَشْعَرِيَّةِ'۔

لیکن یہاں نیشا پور میں جیسے خلق قرآن کے مسئلے میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو ستایا گیا، اسی طرح حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو خود حنفیوں نے ستایا اور عوام کو بھڑکانے کیلئے عجیب وغریب سوالات آپ سے کئے جاتے تھے۔ بالآخر جب حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ان جھگڑوں سے تنگ ہو گئے، حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے سلطان سنجر کو خط لکھا۔ سلطان سنجر کے نام اس خط میں اپنی طرف سے انہوں نے صفائی پیش کی۔ جو

الزامات آپ پر لگائے جاتے تھے جس کے ذریعہ آپ کو طعن کیا جاتا تھا۔ ان کی سب کی آزمائشیں اور مصیبتیں ایک جیسی تھیں۔ جو تہمت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ پر رکھی گئی وہی تہمت حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ پر رکھی گئی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت

یہاں حنفیوں نے کہا کہ یہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر طعن کرتے ہیں، ان پر تنقید کرتے ہیں۔ چنانچہ سلطان سنجر کو آپ نے تحریر فرمایا کہ 'اما آنچہ حکایت کردند کہ در امام ابوحنیفہ طعنہ کردم واللہ طالب غالب المدرک الحق الذی لا الہ الاھو'۔ زبردست قسم کی قسم کھائی کہ میں خدائے طالب غالب مدرک حق ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امت محمدیہ کے خواص ترین انسانوں میں سے ہیں جنہوں نے فقہی علوم کے حقائق میں غوطہ لگایا اور اس سے جواہر نکال کرامت کو پیش کیے۔ ان کی عظمت میرے دل میں جلوہ گر ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو میں ایک عظیم ترین امام مانتا ہوں، فقیہ مانتا ہوں۔ اور 'ہر کہ جزئی از عقیدتِ من'، کہ جو میری یہ عقیدت ہے اس کے خلاف جو کوئی بھی جو کلمہ اپنی زبان سے نکالے یا کوئی کلمہ اس کے خلاف لکھے وہ 'دروغ می گویم'، وہ جھوٹ بولتا ہے۔ اور اسی میں پھر انہوں نے استعفاء پیش کیا کہ 'مرا از تدریس نیشاپور وطوس معاف داریم'۔ کہ مجھے نیشاپور اور طوس کی تدریس سے معذور سمجھا جائے۔

ابھی تو عمر بھی اتنی نہیں تھی حضرت امام کی۔ باون ترپن برس کی عمر تھی۔ میرے ایک دو بال جو سفید ہونا شروع ہوئے وہ اس باون برس کی عمر میں ہوئے۔ بالکل جوان ہے حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور استعفیٰ دے رہے ہیں، خلوت گزیں ہو رہے ہیں۔ اور یہی صدمہ آپ کیلئے جانبر ثابت ہوا۔ اس کو کب تک برداشت کرتا یہ امام۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات

چنانچہ دو بھائی تھے، احمد غزالی اور محمد غزالی۔ آپ کے بھائی شیخ احمد غزالی فرماتے ہیں کہ 'برادرم ابوحامد محمد غزالی نے پیر کے دن صبح کے وقت وضو فرمایا۔ میرے بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ کی طرح فجر کی نماز ادا فرمائی۔ بھائی جان نے بھی فجر کی نماز کے بعد فرمایا کہ باہر سب منتظر ہیں، وہیل چیئر لاؤ۔ ابھی تو صبح صادق ہوئی ہے۔ ابھی پانچ منٹ پہلے تک گھٹاٹوپ اندھیرا تھا۔ باہر کون ہے؟ وہیل چیئر لائی گئی، دروازے کی دہلیز پر پہنچ کر آسمان کی طرف نگاہ فرما کر 'السلام علیکم' فرمایا۔

اسی طرح حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے صبح کی نماز کا وضو فرمایا، فجر کی نماز ادا فرمائی پھر اپنا کفن منگوایا اور کفن کو بوسہ دیتے ہیں، آنکھوں سے لگاتے ہیں اور کیا فرماتے ہیں '**سمعاً وطاعۃ**'۔ الٰہی تیرا جیسا امر ہے '**سمعاً وطاعۃ**'۔ اور اس کے بعد پھر حضرت امام نے قبلہ رخ اپنے پیر خود ہی پھیلا دیئے اور پھر یہ جا وہ جا۔

اللہ تعالیٰ حضرت امام کو ہماری طرف سے بے حد جزائے خیر عطا فرمائے۔ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم سے انسانیت کو بہرہ ورفرمائے۔ حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے علوم اور ان کے فیوض و برکات سے مستفیض ہونے کی امت کو توفیق دے۔

یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے اکابر کے علوم ایک جیسے ہیں، فیوض ایک جیسے ہیں، ان کی باتیں ایک جیسی ہیں، تصانیف ایک جیسی ہیں۔ جیسے حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے بارے میں فرماتے ہیں:

هَـذَا اِعْتِـقَـادُ الشَّـافِعِيِّ وَمَـالِكٍ   وَاَبِـيْ حَـنِـيْـفَةَ ثُـمَّ اَحْـمَـدَ يُـنْـقَـلُ

یہاں انہوں نے چار نام لئے۔

ایسے ہی کسی ایک موقعہ پر بہت بڑے محدث، امام المحد ثین ہیں حضرت یحیٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بس عالم تو دنیا میں چار انسان ہیں۔ سارے دنیائے انسانیت میں سے چار کو آپ نے منتخب فرمایا۔ کون؟ فرمایا کہ ایک ہیں سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، دوسرے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں، تیسرے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہیں، چوتھے حضرت امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اب دیکھئے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو گنوایا یحیٰ بن معین نے۔ کہ دنیا کے چار انسانوں کو میں عالم کہہ سکتا ہوں۔ان کے سوا کوئی کسی کو میں عالم نہیں جانتا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ پہنچے۔ انہوں نے اپنے قریب بٹھایا۔ وہاں تو بڑے بڑے حکام اور ملوک قدم رکھنے سے ڈرتے تھے۔ وہاں حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو بالکل پاس بٹھا کر اپنا درس جاری رکھا۔ اسی کے دوران حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھتے ہیں کہ 'مَاذَا يَقُوْلُ صَاحِبُكُمْ فِيْهِ...' اس میں تمہارے استاذ کیا فرماتے ہیں؟ استفادہ کا انداز دیکھئے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد سے پوچھتے ہیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہ 'مَاذَا يَقُوْلُ صَاحِبُكُمْ فِيْهِ...'۔

خود جب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے،آپ کو اوپر بٹھایا خود نیچے بیٹھے۔ اتنا ادب تھا۔ اور آگے دیکھئے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا نام گنوایا یحیٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے کہ یہ میرے نزدیک عالم ہیں۔ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیا کہ سفیان ثوری اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ امام ہیں۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق سنئے۔ مجھے یاد ہے کہ کوئی سولہ برس پہلے میں

نے حضرت امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کی خواب میں زیارت کی۔ ہمارے یہاں قاری یعقوب صاحب کبھی ترکی ٹوپی پہن کر جمعہ کے دن جمعہ کی نماز میں آتے تھے، اس طرح کی ترکی ٹوپی بیروت میں مشائخ اور علماء پہنا کرتے تھے ابھی قریبی زمانے تک۔ وہ ٹوپی پہنے ہوئے میں نے خواب میں دیکھا حضرت امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کو۔

حضرت امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ ان کی خدمت میں حاضر ہیں۔ حدیث سن رہے ہیں حدیث کے اسباق لے رہے ہیں۔ ایک دن امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ تم نے سنا کہ کوفہ میں ایک شخص ہے جو یوں کہتا ہے، یوں کہتا ہے؟ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے گویا کہ سنا نہیں سنا۔ اور ویسے بھی استاذ کا ادب یہ ہے کہ جو وہ فرمادیں اس کو سن لو۔

اس وقت تو سن کر واپس جب اپنے قیام گاہ پر پہنچے، ایک کتاب اٹھائی اور جب نماز کیلئے مسجد پہنچے، امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں وہ کتاب جب امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نماز سے فارغ ہوئے، پیش کی۔ اب ظہر کی نماز کے بعد پیش کی، عصر میں جب عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ پہنچے، امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ اسی جگہ کھڑے ہوئے ہیں، اسی انداز میں کھڑے ہوئے ہیں، وہی کتاب ہاتھ میں ہے اور دنیا ومافیھا، زمین و آسمان سے بے خبر پڑھتے چلے جا رہے ہیں ظہر سے عصر تک کا وقت ہو گیا۔

اب جیسے عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ قریب پہنچے دیکھ کر پوچھا کہ اوہو! یہ تو کوئی بڑا زبردست انسان ہے۔ یہ کس کی کتاب ہے؟ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے مسکراتے ہوئے ادب سے عرض کیا کہ حضرت! یہ انہی کی ہے جن کے متعلق آپ اس سے پہلے والی نماز کے بعد مجھ سے پوچھ رہے تھے کہ یہ کون ہے نعمان بن ثابت؟ یہ انہی کی کتاب ہے۔ اس کے بعد سے تو امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شدید گرویدہ ہوئے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مابین جو واقعات پیش

آئے جو واقعات امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان پیش آئے، جو واقعات سفیان ثوری اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان پیش آئے کبھی اسے عرض کریں گے۔ بہرصورت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو اوپر بٹھاتے اور خود ادب سے نیچے بیٹھتے۔

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے جب آپ کے خلاف باتیں سنی تھیں اس وقت آپ کی فکر اور سوچ کا انداز کچھ اور تھا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اور جب صحیح و غلط کا پتہ چلا، مافات پر افسوس ہوا اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے وہ بھی گرویدہ بنے۔ بہر حال جو چار نام لئے یحییٰ بن معین نے کہ میرے نزدیک عالم صرف چار ہیں۔ ان میں سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ

اب حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق سنئے کہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ حج کے سفر میں ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے رفیق ہیں۔ اب راستے بھر سارے رفقاء اور حاضرین دیکھ رہے ہیں کہ ان کا معمول ہے کہ راستہ چلنے میں ہمیشہ انہیں آگے رکھتے ہیں۔ سفیان ثوری امام اعظم کو آگے بڑھاتے ہیں اور خود پیچھے چلتے ہیں۔ کوئی مسئلہ پوچھنے کیلئے آتا ہے، سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ جواب نہیں دیتے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کردیتے ہیں کہ ان سے پوچھئے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت اس طرح مسلّم تھی۔

اللہ تعالیٰ ان کی عظمتوں کو باقی رکھے۔ فتنوں سے دنیا کو پاک فرمائے اور بالخصوص جو حضرات ائمہ اربعہ کے خلاف ایک مہم چلائی جارہی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ ان ائمہ کو امت کی طرف سے بے حد جزائے خیر عطا فرما کر ان فتنوں کو ختم فرمائے۔ رمضان المبارک کی

ساعتوں میں جو کچھ ہم مانگ رہے ہیں ان ساعتوں کی برکتوں کے ذریعہ حق تعالیٰ شانہ ہمارے تمام مصائب سے ہمیں نجات دے۔ **اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ، اَللّٰھُمَّ اصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔**

واٰخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۲۵ / رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یَا سَائِلِيُ عَنُ مَذُهَبِيُ وَعَقِيُدَتِيُ   رُزِقَ الْهُدیٰ مَنُ لِلُهِدَايَةِ يَسُئَلُ

اِسُمَعُ كَلاَمَ مُحَقِّقٍ فِيُ قَوُلِهِ   لاَيَنُثَنِيُ عَنُهُ وَلاَ يَتَبَدَّلُ

حُبُّ الصَّحَابَةِ كُلِّهِمُ لِيُ مَذُهَبُ   وَ مَوَدَّةُ الْقُرُبٰى بِهَا اَتَوَسَّلُ

حضرت شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق میں نے عرض کیا تھا کہ وہ پورے طور پر شروع سے اخیر تک حنبلی المذہب رہے۔ آپ ان کی زندگی پڑھیں، حیران ہوں گے کہ میں نے جو لفظ استعمال کئے کہ ان پر کتنا بڑا ظلم کیا گیا کہ ظالموں نے انہیں تقلید وتصوف کا مخالف بتایا، ان کے حالات، واقعات آپ پڑھیں تو یہ آپ کو جو اس قصیدہ میں سائل کے سوال کے جواب میں حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ:

هَذَا اِعُتِقَادُ الشَّافِعِيِّ وَمَالِكٍ   وَاَبِیُ حَنِيُفَةَ ثُمَّ اَحُمَدُ يُنُقَلُ

فَاِنِ اتَّبَعُتَ سَبِيُلَهُمُ فَمُوَفَّقُ   وَاِنِ ابُتَدَعُتُ فَمَاعَلَيُکَ مُعَوَّلُ

اس سائل کو بھی ان ائمہ اربعہ کے طریق پر لانے کی وہ دعوت دے رہے ہیں۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ شروع سے لے کر آخری زندگی تک تمام واقعات اس کی شہادت دیں گے۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم

دیکھئے! سب سے پہلے انہوں نے کہاں پڑھنا شروع کیا۔ اس وقت دمشق میں حنبلی مذہب اور مسلک کے دو بڑے اور مشہور مدرسے تھے۔ ان میں ایک دار الحدیث السکّریہ تھا، جو قصّاعین کے محلّہ میں تھا اور وہاں کے شیخ الحدیث خود شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے والد محترم عبد الحلیم ابن تیمیہ تھے۔

دوسرا مدرسہ اس کا نام 'مدرسہ حنبلیہ' تھا۔ اس کو مدرسہ حنبلیہ بھی کہتے تھے مدرسہ ابی عمر بھی کہتے تھے۔ جو بانی تھے مدرسہ کے ان کی طرف منسوب کر کے مدرسہ ابی عمر کہا جاتا کہ ابو عمر محمد بن قدامہ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی بنیاد رکھی تھی۔ ابتدائی ساری تعلیم ان دونوں مدرسوں سے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے حاصل کی، جن کی بنیاد ہی مسلکِ حنبلی پر تربیت اور تعلیم کے ذریعہ ہوئی ہو۔ اس زمانہ کے واقعات بھی بڑے عجیب وغریب ہیں۔ لکھا ہے کہ اس وقت جو پڑھتے تھے ابن تیمیہ فوراً ان کو وہ حفظ ہو جاتا تھا اور ہمیشہ کیلئے یاد رہتا تھا۔

قوتِ حافظہ

ایک واقعہ لکھا ہے علامہ حافظ ابن عبد الهادی رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرۃ عقود الدریہ میں کہ ایک مرتبہ ایک شیخ دمشق آئے۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ابھی تو بچے ہیں لیکن ان کی قوت حافظہ کی شہرت دور دور تک پھیل چکی تھی۔ خاص طور پر ان سے ملنے کیلئے وہ شیخ وہاں پہنچے۔ ایک درزی کی دکان میں پوچھا کہ اس طرح کا ایک بچہ ہم نے سنا ہے، درزی کہنے لگے کہ آپ یہی تشریف رکھیں۔ ابھی تھوڑی دیر میں وہ یہاں سے گذریں گے مدرسہ جاتے ہوئے۔ جب وہ وہاں سے گذر رہے تھے، درزی نے ان کو بلایا اور ان ملاقات کے شوقین شیخ سے ان کو ملایا۔

اس وقت ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں ایک تختی تھی۔ وہ شیخ نے صاف کروائی اور

پھر گیارہ یا تیرہ حدیثیں املاء کروائیں کہ لکھو یہ حدیثیں۔ اس کے بعد ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ یہ آپ نے خود لکھا ہے آپ دوبارہ اس پر نظر ڈال لو، پڑھ لو۔ اب تیمیہ نے اس پر نظر ڈالی اور تختی آنے والے شیخ کے ہاتھ میں دے کر فرمایا کہ اچھا سن لیں۔ ایک حرف ادھر ادھر نہیں تھا۔ یہ دیکھ کر انہیں بڑا تعجب ہوا۔

اب دوسری مرتبہ پھر حدیث کی اسی طرح اسانید لکھوائیں۔ وہ بھی فوراً ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو حفظ ہوگئیں اور آپ نے سنا دیں۔ لکھا ہے کہ وہ شیخ حیران رہ گئے کہ یہ جو میں نے سفر کیا اور ملاقات کیلئے میں یہاں تک پہنچا، جو شہرت میں نے سنی تھی یہ بالکل صحیح ہے۔ انہوں نے یہ پیشین گوئی دی کہ یہ لڑکا اگر زندہ رہا، یقیناً بہت اونچے مرتبہ والا ہوگا۔

اسی طرح یہ حافظہ آپ کا اس قدر مشہور ہوا کہ شیخ ابوالمظفر یوسف بن محمد العقیلی الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب الامالی میں ساتویں مجلس میں لکھتے ہیں کہ ہمارے زمانہ کے عجیب وغریب حافظہ رکھنے والے لوگوں میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ وہ کسی کتاب کا ایک دفعہ مطالعہ فرمالیتے، وہ پوری کتاب انہیں ذہن نشین ہوجاتی۔ پھر وہ کتاب دیکھے بغیر ہی صفحے کے صفحے اس کتاب کے نقل کرتے چلے جاتے تھے۔

پھر اسی ذیل میں انہوں نے ایک قصہ لکھا کہ حضرت ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم شیخ الحدیث حضرت عبدالحلیم ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے بچوں کے ساتھ سیر کیلئے کہیں جارہے ہیں۔ سب بچے ساتھ ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو بلایا ساتھ چلنے کیلئے وہ تیار نہ ہوئے۔ سارے گھر والے سیر کیلئے چلے گئے۔ جب واپس آئے تو سیر وتفریح کا تذکرہ ہونے لگا کہ آپ آئے نہیں۔ آج تو تفریح ہماری بہت اچھی رہی۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اگر میں تمہارے ساتھ آتا، میں اس کو حفظ نہیں کر سکتا تھا۔ جتنی دیر میں آپ نے تفریح کی اتنی دیر میں میں نے یہ کتاب حفظ کر ڈالی۔

اباجان نے جب یہ سنا کہ اتنا بڑا دعویٰ! کہ یہ پوری ایک کتاب کی کتاب ساری کیسے حفظ

ہوگئی۔ کتاب ہاتھ میں لی اور فرمایا کہ اچھا سناؤ۔ سنانی شروع کی، وہ حیران ہوگئے اور نصیحت کی کہ بیٹا! یہ واقعہ کسی سے بیان مت کرنا ورنہ تمہیں نظر لگ جائے گی۔ اس طرح حفظ کے بے شمار اس زمانے کے واقعات ہیں کہ جس نے حضرت شیخ الاسلام کو امام کے درجہ پر فائز فرمایا۔ ان خوبیوں میں سے سب سے بڑی خوبی اور اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ان کی قوت حافظہ ہے۔ اب یہ جس مدرسہ میں پڑھ رہے ہیں بچپن میں وہ مدرسہ ہی حنابلہ کا تھا۔ تو وہاں کون ہوگا؟ کوئی اثری؟ کوئی دوسرے نظریے کا ہوسکتا ہے وہاں؟ تمام حنبلی اساتذہ سے وہ پڑھ رہے ہیں۔

اساتذۂ کرام

یہ تو بچپن میں اباجان نے، فیملی نے بٹھادیا لیکن جب احادیث کیلئے اساتذہ کو منتخب کر رہے ہیں، وہ تو ان کا اپنا انتخاب تھا۔ اس میں آپ دیکھیں کہ ان کے اساتذہ میں سے جو تعداد گنوائی گئی ہے کوئی پچاس کے قریب ہے، ان میں آپ چیلنج دے سکتے ہیں کہ ایک انسان ایسا بتائیں کہ جو مذاہب اربعہ میں سے کسی امام کا مقلد نہ ہو۔ ہر ایک کے نام کے ساتھ جگہ جگہ آپ دیکھیں گے کہ 'الشافعی'۔ جو وہاں کے اس زمانہ کے قاضی القضاۃ تھے شمس الدین ابو محمد عبداللہ بن شیخ شرف الدین ازرعی حنفی رحمۃ اللہ علیہ۔ ان کے نام کے ساتھ لکھا ہوا ہے 'حنفی'۔ جب مصر میں چاروں مذاہب کے قضاۃ کا تقرر کرنا چاہا، انہیں قاضی القضاۃ بنایا۔ یہ حنفیوں کے وہاں کے سب سے پہلے قاضی القضاۃ مقرر ہوئے۔ ان سے انہوں نے حدیث پڑھی۔

اسی طرح حنابلہ کے قاضی القضاۃ شیخ الاسلام شمس الدین ابوعمر محمد بن احمد بن محمد بن قدامہ مقدسہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ یہ دمشق میں سب سے پہلے قاضی القضاۃ تھے۔ اوپر والے شمس الدین حنفی وہ مصر میں سب سے پہلے قاضی القضاۃ مقرر ہوئے اور یہ شمس الدین ابن قدامہ

حنبلی دمشق میں سب سے پہلے قاضی القضاۃ مقرر ہوئے۔ ان سے ابن تیمیہ نے حدیث پڑھی۔ پھر اس کے بعد ابو عبداللہ محمد دمشقی، ابو محمد عبد الواسع ہروی، ابو زکریا صیر فی حرانی، جمال الدین بغدادی، زین الدین انماطی، جمال الدین صابونی، کمال الدین حارثی، تقی الدین تنوخی، سیف الدین رحمۃ اللہ علیہ کے نام آتے ہیں۔

یہ جتنے ہیں سارے کے سارے مقلّد تھے۔ آپ چیلنج کے طور پر یہ پیش کر سکتے ہیں کہ ان میں سے کوئی ایسا ثابت کر دیں کہ جو ائمہ اربعہ میں سے کسی کا مقلد نہ ہو۔ آگے اور نام سنئے! سیف الدین ابو زکریا یحییٰ بن عبد الرحمٰن حنبلی۔ ان کے نام کے ساتھ تصریح ہے کہ یہ حنبلی تھے۔ مزید تمام اساتذہ، زین الدین بالسی، رشید الدین عامری، کمال الدین سعدی، شرف الدین خواص الطائی، ابو عبداللہ جزری یہ سب کے سب مقلد تھے۔ ائمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی امام کے مقلد تھے۔

اور سنئے! زین الدین ابو اسحٰق ابراہیم ابن صدید انصاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ۔ اسی طرح اب کہاں تک گنوائیں۔ زین الدین حداد دمشقی اور عماد الدین انصاری رحمۃ اللہ علیہ۔ اسی طرح ابوبکر بن عمر بن یونس المزی حنفی رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ سب کے سب آپ سن رہے ہیں کہ کوئی حنبلی ہیں، کوئی حنفی ہیں۔ ہیں مقلد سارے کے سارے ہیں۔ اسی طرح شیخ برہان الدین ابو اسحاق ابراہیم بن صفی الدین القرشی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ۔

جو پہلا اور آخری مقصد ابتدائی زندگی سے لے کر مرنے تک رہا ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا وہ ہے طلب حدیث۔ اس میں جتنے اساتذہ ہیں، سارے کے سارے مقلد ہیں۔ فخر الدین ابو الحسن علی ابن احمد بن عبد الواحد المقدسی الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ۔ دیکھئے یہ حنبلی ہیں۔ تو پھر یہ ظلم نہیں تو اور کیا ہے کہ اس امام کے متعلق یہ کہا جائے کہ وہ تقلید کے خلاف تھے۔

یہ اس کو سمجھ نہیں سکے کہ ہماری طرح جو جاہل ہوتے ہیں وہ پابند ہوتے ہیں کہ انہیں ہر چیز میں مسئلہ دریافت کرنے کی ضروت پیش آتی ہے۔ کہ کان میں دوا ڈالیں، روزہ ٹوٹے گا کہ

نہیں ٹوٹے گا؟ آنکھ میں دوا ڈالیں، کیا حکم ہے؟ قرآن شریف کی تلاوت کے بارے میں ہمارا مذہب کیا کہتا ہے۔ یہ تمام چیزیں ہم جاہلوں کے لیے ضروری ہے اور فرض ہے کہ ہم نے جس کو امام بنایا ان کے مسئلہ پر عمل کریں۔ اگر امام شافعی رضی اللہ عنہ کو بنایا، ان کے مسئلہ پر عمل کریں۔ اگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کا قلادہ اور پٹہ گلے میں ڈالا ہے، ان سے مسئلہ معلوم کرے اور اس کے مطابق عمل کریں۔

بعض مسائل میں تفرد

بہت بڑی اب جماعت ہے امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علمائے محدثین کی جو اپنے آپ کو کسی نہ کسی امام کا مقلد بتاتے ہیں، لیکن ایک طرف تو وہ بتاتے ہیں کہ میں حنفی ہوں لیکن بہت سے امور آپ ایسے پائیں گے کہ وہ مسئلہ فقہائے احناف کے فتویٰ کے خلاف ہوگا۔کوئی اپنے آپ کو حنبلی المذہب بتائیں گے جیسا کہ حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لیکن ان کا کسی مسئلہ میں فقہائے حنابلہ سے اختلاف ہوگا اور وہ براہِ راست، ڈائرکٹ حدیث پر عمل کریں گے۔اس سے ان کی تقلید والی بیعت ٹوٹ نہیں جاتی، اور مضبوط ہوتی ہے۔ حضرت امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی ایک شان معلوم ہوتی ہے کہ کیسے کیسے لوگ ان کے مقلد تھے۔

حضرت گنگوہی قدس سرہ

اب ایک مسئلہ آتا ہے کہ نکاح کے بعد کھجوریں نثار کی جاتی ہیں پھینکی جاتی ہیں اور اس کو مستحب یا سنت بھی بتایا گیا ہے۔لیکن سب سے پہلے اس مسئلہ میں تفصیل فرمائی حضرت گنگوہی قدس سرہ نے۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ علی العموم نہیں ہے کہ جہاں کہیں نکاح ہو تو کھجوریں پھینکی جائیں یا لٹائی جائیں۔ یہ اس نکاح میں لٹائی جاسکتی ہے جو نکاح مسجد سے باہر ہو، مسجد میں نہ ہو۔لیکن جو نکاح مسجد میں ہورہا ہے کہ مسنون وقت اور مستحب وقت جو نکاح کیلئے بتایا گیا وہ

یہ کہ جمعہ کا دن ہو اور جمعہ کے دن عصر کے بعد ہو اور مسجد میں ہو اور منبر کے پاس ہو۔ وہاں کھجوریں لٹائی نہیں جاسکتیں، وہاں جائز نہیں ہے۔

کیوں؟ حضرت نے فرمایا کہ مسجد کے احترام کی جو روایات ہیں وہ زیادہ ہیں اور اصح ہیں ان روایات کے مقابلہ میں جو کھجور کے لٹانے اور پھینکنے کے باب میں وارد ہوئی ہیں۔ دیکھئے! کہاں تک حضرت کی نظر پہنچی۔ حضرت سے پہلے اس مسئلہ پر کسی کی نظر نہیں گئی، حالاں کہ تیرہ سو برس کی تاریخ میں فقہائے احناف میں کتنے بڑے بڑے لوگ گذرے ہوں گے۔ اس طرح ان بڑوں کی شان ہی یہ ہوتی ہے۔

حضرت گنگوہی قدس سرہ کٹر حنفی ہیں مگر جہاں کہیں حدیث میں ان کا پہلو کمزور نظر آئے گا اور دوسری طرف کی احادیث ان کے نزدیک زیادہ اور اصح ہوں گی، وہ اپنے مسلک کو چھوڑ کر اس پر عمل کریں گے۔ اس چھوڑنے کی وجہ سے حنفیت کا لیبل حضرت گنگوہی قدس سرہ کی ذات عالی سے نہیں ہٹ جائے گا کہ وہ حنفی نہیں رہے، کیوں کہ انہوں نے فلاں مسئلہ میں عمل نہیں کیا۔

حضرت شیخ قدس سرہ

اسی طرح کا ایک بڑا عجیب واقعہ آپ کو سناتے ہیں۔ حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں میں حضرت کے معتکف کے پاس ظہر کی نماز سے کچھ پہلے اپنے بستر پر تھا، ایک جماعت مشائخ کی میرے بستر کے پاس آ کر کھڑی ہوگئی۔ میں جلدی سے اٹھا دیکھا تو میرے استاذ کے استاذ، حضرت شیخ یونس صاحب مدظلہ العالی کے استاذ محترم حضرت مولانا عبد الحلیم صاحب جونپوری وہ کھڑے ہیں۔ خود میرے استاذ، ہدایہ ثالث کے استاذ حضرت مولانا مفتی یحییٰ صاحب وہ کھڑے ہیں اور تیسرے میرے استاذ کے دوست، حضرت مولانا ہاشم بخاری میرے استاذ ہیں، میں نے ان سے شرح وقایہ پڑھی، ترجمہ پڑھا، ان کے دوست مفتی سعید

احمد صاحب پالنپوری کھڑے ہیں، میں جلدی سے کھڑا ہوا۔

انہوں نے فرمایا کہ آپ حضرت سے اجازت لے، کہ ہم حضرت کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔ پتہ نہیں کیوں۔ انہوں نے از خود بیان فرمایا یا میرے استفسار پر فرمانے لگے کہ آج جو ظہر کے بعد جنازہ ہونے والا ہے اس کے متعلق حضرت سے عرض کرنا ہے کہ یہ جو صورت یہاں ہے کہ جنازہ باہر ہوتا ہے، جنازہ کے ساتھ جو غیر معتکف ہیں وہ سارے باہر ہوتے ہیں اور مسجد کی کھڑکی اور دیوار کے ساتھ صف بندی ان کی ہوجاتی ہے اور مسجد کے اندر والے معتکفین اسی صف میں لگ جاتے ہیں اور جنازہ پڑھ لیتے ہیں ،انہوں نے فرمایا کہ حضرت سے جاکر عرض کرنا ہے کہ یہ جو صورت ہے اس کو بھی ہمارے فقہاء نے مکروہ لکھا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ نہ جائے تو بہتر ہے۔ مولانا سعید صاحب پالن پوری فرمانے لگے کہ ہمارے لئے رمضان المبارک کے بعد سوالات آنا شروع ہوتے ہیں اور جواب دہی مشکل ہوجاتی ہے۔ میں نے پھر دوبارہ عرض کیا کہ گستاخی معاف کرے کہ حضرت شیخ قدس سرہ کو آپ جو مسئلہ نور الایضاح اور قدوری کا ہے وہ بتائیں یہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت کے ذہن سے یہ مسئلہ اتنے عرصے تک اوجھل رہا ہو اور ہمیشہ حضرت جنازہ کی نماز پڑھتے رہے۔ کہ اس صورت کو بھی فقہا نے مکروہ لکھا ہے، چاہے جنازہ باہر ہو اور مقتدی مسجد کے اندر کھڑے ہوکر اقتدا کرے۔

میں نے کہا کہ حضرت کو بھی یہ معلوم ہوگا لیکن کوئی وجہ ہوگی، حضرت کی تحقیق اس کے خلاف ہوگی۔ میری رائے یہ ہے کہ نہ جائے تو بہتر ہے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں، آپ اجازت لے لیں۔

میں نے اندر سے اشارہ کیا مولانا احمد لولات صاحب کو کہ اجازت لے لیں۔ یہ حضرات جیسے ہی اندر پہنچے، حضرت نے گردن مبارک اٹھا کر پوچھا کہ 'جی'۔ انہوں نے آدھی بات کہی

ہوگی کہ آج جو جنازہ ظہر کی نماز کے بعد ہوگا اس صورت کو بھی ہمارے فقہاء نے مکروہ لکھا ہے۔

حضرت نے زوردار آواز میں فرمایا ابوالحسن! مائک پر اعلان کردو کہ جس کی نماز جنازہ کی مسجد میں نہ ہوتی ہو وہ باہر جا کر پڑھے۔ یہ حضرت کا ابوالحسن کو جو گرج دار آواز میں حکم تھا آرڈر تھا، یہ سنتے ہی یہ حضرات نیچے دیکھتے ہوئے باہر تشریف لے آئے۔

اب حضرت شیخ قدس سرہ سے بڑھ کر حنفی کون ہوگا؟ لیکن جس مسئلہ میں جہاں فقہاء کا موقف کمزور انہیں نظر آتا ہے، ان کیلئے فقہاء کے فتاویٰ پر عمل کرنا درست بھی نہیں ہوگا۔ جب ان کے سامنے دلائل موجود ہیں، کیسے ان کیلئے جائز ہوگا کہ وہ ان مفتیوں کے فتویٰ پر اور فقہاء کے مسئلہ پر عمل کرے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

اس طرح کے آپ واقعات اکٹھے کرنا شروع کریں، بڑے لوگوں میں یہ چیزیں بہت کثرت سے ملیں گی۔ حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی بہت کثرت سے یہ چیزیں ملیں گی۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے براہِ راست سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنے مسائل میں پوچھا کہ یارسول اللہ! میں اس مسئلہ میں کیا کروں؟

اسی لیے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے جو فقہائے احناف کے خلاف تفردات ہیں ان کو دیکھ کر اہل حدیث حضرات نے لکھنا شرع کر دیا کہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کا خاندان حنفی نہیں تھا۔ یہ قطعاً غلط ہے۔

یہ تو شان ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حدیثِ پاک کی کہ ایک طرف وہ اپنے آپ کو حنفی بھی کہتے ہیں لیکن جہاں کہیں حنفیوں کا اور فقہائے احناف کا مسلک اور موقف کمزور نظر آئے گا اور دوسری طرف کی احادیث زیادہ ہیں اور اس پر انہیں اطمنان ہے، اس پر وہ عمل

کریں گے۔

بڑے لوگوں کی ایک شان ہوتی ہے۔ یہی وجہ بنی حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کہ جو اس طرح انہیں بتانے کی کوشش کی گئی، حالاں کہ وہ یہ خود اپنے متعلق فرماتے ہیں:

یَا سَائِلِيْ عَنْ مَذْهَبِيْ وَعَقِيْدَتِيْ رُزِقَ الْهُدٰى مَنْ لِلْهِدَايَةِ يَسْئَلُ

اور آگے جا کر فرماتے ہیں

هٰذَا اِعْتِقَادُ الشَّافِعِيِّ وَمَالِكٍ وَاَبِیْ حَنِيْفَةَ ثُمَّ اَحْمَدُ يُنْقَلُ

کہ میں تو عقیدہ میں بھی ان ائمہ اربعہ کا مقلد ہوں۔

حضرت ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال

اللہ تعالیٰ سمجھ عطا فرمائے اور ماہِ مبارک کو وصول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جیسے بڑوں نے اس کو وصول کیا اللہ تعالیٰ ہمیں وصول کرنے کی توفیق دے۔ حضرت ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو کیسے وصول فرمایا؟ حضرت ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ جیل میں ہے۔ دو سال تین مہینے اور کچھ دن آپ کو جیل میں رکھا گیا۔ اسی دوران حضرت ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مرتبہ قرآن ختم کیا اور اکیاسواں ختم ابھی چل رہا تھا کہ وہاں جیل ہی میں جب پڑھتے پڑھتے اس آیت پر پہنچے:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ. فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ.

بس ان کلمات کے ساتھ ہی مقعدِ صدق دیکھ لیا ہوگا اور اسی کے ساتھ روح پرواز کر گئی۔

اس کو گنئے، کہ یہ اہتمام تھا کہ میرا قران ختم ہونا چاہئے۔ دو سال تین مہینے اور کچھ دن کو جب آپ گنیں گے، اور اکیاسی ختم ہونے کو ہے۔ اللہ اس طرح پابندی ہمیں بھی عطا فرمائے،

کہ ہر وقت ہم قران ہی قران پڑھتے رہیں۔ تین دن میں بھی ختم کریں، ایک دن میں کئی کئی ختم بھی کریں۔ اللہ تعالی ہماری ٹوٹی پھوٹی عبادتوں کو قبول فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۲۶؍رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصارم المسلول

حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اکیاسواں اپنا قرآن مجید کا دور جیل میں ختم کیا اور 'اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ' پر پہنچے اور حق تعالیٰ شانہ کی بارگاہِ اقدس میں روح سجدہ ریز ہوگئی اور انتقال ہوگیا۔ یہ حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی عجیب وغریب زندگی ہے۔آپ کی ایک کتاب ہے'الصارم المسلول'۔ وہ کیوں لکھی گئی؟ جب آپ جوان العمر تھے، تیس برس کی عمر تھی، اس وقت آپ کو اور آپ کے ایک اور ساتھی کو بے وجہ اور بے گناہ ایک قصہ میں درے مارے گئے۔ درے مارے جانے کی سزا باقاعدہ حکومت نے سنائی اور آپ کو سزا دی گئی۔اس کے بعد پھر آپ نے اسی مسئلہ پر یہ کتاب لکھی'الصارم المسلول'۔

اسی وقت سے ایک رنگین زندگی کو آپ نے اپنا لیا تھا اور اسی پر قائم رہے۔الحمدللہ کہ ذرہ بھر کسی مسئلہ میں ادھر ادھر نہ ہوئے۔جس کو آپ نے حق سمجھا اس مسئلہ کو آپ اسی طرح بیان فرماتے رہے یہاں تک کہ جیل میں آپ کی وفات ہوگئی۔ جو ساتھی تھے جیل میں الگ الگ کمروں میں رکھے جاتے تھے ان کو بھی ساتھ نہیں رکھا جاتا تھا۔ بلکہ قید تنہائی تھی۔

العقود الدریہ

اس قید تنہائی میں پہلے تو آپ کی کتابیں آپ کے ساتھ تھیں لیکن جب کتابیں بھی آپ سے چھین لی گئیں، اب اس کا جواب آپ نے جیل کی دیوار پر کوئلے سے لکھا۔ کیا لکھا۔ تحریر فرمایا کہ 'اگر کوئی حقیقی سزا مجھے دی گئی ہے تو وہ یہی ہے'۔ اور کوئلے سے جو خطوط لکھے گئے ان میں سے دو خط 'العقود الدریہ' میں نقل کئے گئے ہیں۔ کیسی آزمائش تھی۔ اور یہ میں نے کل عرض کیا تھا کہ حضرت امام دو سال تین مہینے کچھ دن رہے جیل میں اور اسی میں ان کے کچھ ساتھیوں کا انتقال بھی ہوا جیل میں۔

حضرت امام کے بھائی شرف الدین اللہ کو پیارے ہوگئے۔ جب حضرت امام کا انتقال ہوا، جنازہ کی نماز کیلئے بھی باہر ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کو اور ساتھیوں کو نہیں نکلنے دیا۔ جیل ہی سے انہوں نے اقتداء کرلی۔ اس پر میں نے قصہ سنایا تھا سہارنپور کا کہ حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ نے فرمایا تھا کہ 'ابوالحسن! اعلان کردو کہ جس کی نماز نہ ہوتی ہو باہر جا کر پڑھے'۔

یہ جیل ہی میں سے حضرت ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اور دوسرے قیدیوں نے جنازہ کی نماز میں شرکت کی اور لاکھوں انسانوں نے بار بار جنازہ پڑھا۔ دور دور تک پڑھا گیا۔ جہاں جہاں جیسے جب اطلاع ملتی تھی، دور دور کے شہروں میں، دور دور ملکوں میں غائبانہ نماز جنازہ پڑھی جاتی تھی حتی کہ لکھا ہے کہ چین میں غائبانہ نماز جنازہ پڑھی گئی۔ کتنی قبولیت حق تعالیٰ شانہ نے عطا فرمائی۔

عشق از نامِ محمد

جو حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا اپنا آبائی قبرستان تھا اس آبائی قبرستان کا نام ہے 'مقابر صوفیاء'۔ یہ صرف نام نہیں ہوتے۔ بڑے بڑے ائمہ کا سمرقند بخارا میں انتقال ہوتا تھا، ایک قبرستان تھا جس میں صرف انہی کو دفن کیا جاتا تھا جن کا نام محمد ہو۔ اللہ! اس کو کہتے ہیں

محبت۔حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ ایک بیٹے کا نام محمد تھا۔ دوسرے کا نام محمد تھا۔ بیٹے جتنے ہوتے سب کا نام محمد۔

ایک دوست نے سنایا کہ ان کی ایک عرب سے ملاقات ہوئی، فرمانے لگے کہ میں نے پوچھا نام؟ فرمایا محمد۔ پوچھا کچھ آگے قبیلہ؟ پڑھتے چلے گئے کہ محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد بن محمد..... یہ ہنسنے لگے کہ یہ کیا؟ فرمانے لگے کہ انیسویں پشت تک ہمارے سب آباؤ اجداد کے نام محمد ہیں۔محمد بن محمد بن محمد..... ۔ایسی محبت اللہ تعالیٰ ہمیں بھی عطا فرمائے۔اس قبرستان میں بڑے بڑے لوگوں کو لایا جاتا سمرقند بخارا میں ،مگر اجازت نہیں دی جاتی۔جن کا نام محمد ہو اسی کو اس میں دفن کیا جائے گا۔

مقابرِ صوفیاء

حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے اس قبرستان کا نام ہے ’مقابر صوفیاء‘۔اس میں آپ کو دفن کیا گیا۔ایک صاحب وہاں اس قبرستان میں قریبی زمانہ میں پہنچے ہیں۔غالباً 1958ء میں۔ انہوں نے کتابوں میں جو پڑھا تھا ہماری طرح سے ’مقابر صوفیاء‘،سوچا تھا کہ بڑا عظیم قبرستان ہوگا۔سینکڑوں ہزاروں مرقدیں ہوں گی۔اکابر، محدثین،صوفیائے کرام کی تاریخ ملے گی۔لیکن وہ وہاں پہنچے ،دیکھا کہ اوہ! صرف ایک چھوٹا سا احاطہ جس میں حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر ہے اور اس کے چاروں طرف کالج اور یونیورسٹیز کی عمارتیں بنی ہوئی ہیں۔

جیسے حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے قبرستان کا یہ حال، تو اسی طرح ایک دفعہ حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب نور اللہ مرقدہ سے کراچی میں ملاقات ہوئی۔ میں نے انہیں بہت افسوس کا اظہار فرماتے ہوئے سنا۔فرما رہے تھے کہ’اللہ! اللہ یہاں والوں کو سمجھ دے۔ کہتے ہیں کہ میں سلام کیلئے حاضر ہوا تھا، فاتحہ کیلئے پہنچا، حضرت شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی نور اللہ مرقدہ کے مزار پر، چاروں طرف یونیورسٹی اور کالج کی عمارتیں کھڑی ہیں

اور ہر وقت عجیب وغریب ماحول وہاں فاتحہ پڑھنے والوں کا نظر آتا ہے۔ حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو مقابر صوفیاء میں اپنے بھائی شرف الدین کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

حضرت ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے قبر کی مٹی

اور آگے سنئے! یہ چیزیں توجہ سے سننے کیلئے ہیں، اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ انہی چیزوں کو غلط طریقہ سے پھیلا کر، غلط بیانی کر کے مقلدین کے خلاف، حنفیہ کے خلاف کتنا لوگوں کو گرمایا جاتا ہے۔ اب حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو مقابر صوفیاء میں دفن کر دیا گیا۔

اس کے بعد کا حال جس طرح کہ میں نے حضرت پیر صاحب دام مجدہم کے کپڑوں کا قصہ سنایا تھا کہ مدینہ طیبہ میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی تدفین کے بعد جو مٹی ان کے کپڑوں میں لگی اس میں عجیب وغریب قسم کی خوشبو تھی۔ اور بھائی عبد اللہ جو دفن میں شریک تھے ان کے کپڑوں میں اسی طرح کی خوشبو تھی۔

حضرت امام کی تدفین کے بعد کا قصہ علی بن عبد الکریم بغدادی نقل کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب حضرت امام کی وفات ہوئی، اس وقت میں نوجوان تھا اور میرے والد شیخ عبد الکریم اور حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ دونوں ساتھی اور دوست تھے۔ اس لئے والد صاحب کے ساتھ میں اکثر ان کی خدمت میں حاضری دیا کرتا تھا۔ اب حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد میری بچی کی آنکھوں میں آشوبِ چشم کی تکلیف ہوگئی، آنکھوں کی تکلیف کیلئے علاج کیا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

میں نے سوچا کہ میں جا کر حضرت امام کی قبر کی مٹی لے کر سرمہ بناتا ہوں تاکہ میری بچی کی آنکھوں کا علاج ہو جائے اور شفاء ہو جائے۔ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک اور بغدادی شخص وہاں تھیلا بھر رہا ہے حضرت امام کی قبر کی مٹی سے۔ وہ کہنے لگا کہ لوگوں میں یہ

چیز مشہور ہے کہ اس سے آنکھ کی تکلیف دور ہو جاتی ہے اس لئے میں لینے کیلئے آیا۔ کہتے ہیں کہ مجھے بڑا تعجب ہوا کہ میں جس غرض سے یہاں پہنچا، اس کیلئے یہاں پر لوگ پہلے سے موجود ہیں۔ یہ قصہ مجموع الدرر کے صفحہ ۹۷ پر قبر کی مٹی کا لکھا گیا ہے۔

ہم قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ کی قبر کی مٹی میں اگر خوشبو بیان کرتے ہیں، اس میں کیا تعجب ہے، جب حضرت امام ابن تیمیہ کی قبر کی مٹی کو خاکِ شفاء قرار دیا جا رہا ہے۔ اور یہ صرف ایک چیز نہیں۔ جس طرح میں نے بتایا کہ مقبرہ کا نام مقابر صوفیاء ہے۔

جو چند ایک مسائل میں تفرد حضرت امام نے اختیار کیا، اس کے خلاف کرنا ان کیلئے جائز نہیں تھا، کہ جب دلائل سے ان کے نزدیک یہ ثابت ہے کہ یہ مسئلہ جس طرف فلاں امام گئے ہیں، فلاں استاذ گئے ہیں وہ پہلو کمزور ہے اور جو میں سمجھا ہوں وہ مسلک زیادہ مضبوط ہے۔ اس لئے وہی ان کو اپنانا پڑا۔

فضائل الذکر والدعاء

اب آپ حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے وفات تک کے ساتھی، اپنے ان کے شاگرد خاص، خادم خاص حضرت امام ابن قیم جوزی نور اللہ مرقدہ نے اسی نام سے، 'فضائل الذکر والدعاء' کے نام سے کتاب تصنیف فرمائی۔ آپ دیکھیں مزہ آجائے گا کہ کتنے زور سے انہوں نے ذکر اللہ کو اس میں بیان کیا ہے۔ آج تک ذکر اللہ پر مختلف زبانوں میں اردو، فارسی، عربی، مختلف کتابیں دیکھیں لیکن ایسی کتاب کہ جس میں ذکر پر اتنا زیادہ زور ہو اور مختلف جہات سے پڑھنے والے کو اس کی دعوت دی گئی ہو اور سمجھانے کی کوشش کی گئی ہو اور کسی کتاب میں میں نے دیکھا نہیں۔

اَسّی کے قریب باقاعدہ عنوان قائم کر کے انہوں نے کہ 'ذکر اللہ اس لئے ضروری ہے، اس

لئے ضروری ہے، یہ ۸۷ تک انہوں نے اس کو ختم کیا ہے۔ ۸۷ تک وہ گویا کہ ابواب قائم کر کے نمبر ایک، نمبر دو، تو ۸۷ تک وہ لے گئے ہیں۔ ہر جگہ آپ پائیں گے کہ 'سئل شیخ الاسلام' کہ ان سے سوال کیا گیا اور اس کا انہوں نے یہ جواب دیا۔

تسبیح واستغفار

ایک جگہ لکھتے ہیں 'قُلْتُ لِشَيْخِ الْإِسْلَامِ ابْنِ تَيْمِيَّةَ يَوْمًا، سُئِلَ بَعْضُ اَهْلِ الْعِلْمِ اَيَّمَا اَنْفَعُ لِلْعَبْدِ، اَلتَّسْبِيْحُ اَوِ الْاِسْتِغْفَارُ؟

فَقَالَ 'اِذَا كَانَ الثَّوْبُ نَقِيًّا فَالْبُخُوْرُ وَمَاءُ الْوَرْدِ اَنْفَعُ لَهُ. وَاِنْ كَانَ دَنِسًا فَالصَّابُوْنُ وَالْمَاءُ الْحَارُّ اَنْفَعُ لَهُ'۔

کہ دل دھلا ہوا ہے صاف ستھرا ہے، یہ تسبیح اس صاف ستھرے قلب پر پہنچ کر بخور بن جائے گی، پھر مشک اور زعفران بن جائے گی۔ لیکن اگر یہی قلب گندہ اور ناپاک ہے 'فَالصَّابُوْنُ وَالْمَاءُ الْحَارُّ'۔ پھر صابون اور پانی بھی 'الْمَاءُ الْحَارُّ'۔ گرم گرم پانی اور صابون ڈال کر اس کو دھوؤ۔ وہ ہے استغفار، کہ پہلے استغفار ضروری ہے۔

جو صلحاء ہیں، ان کے درجات کی ترقی اللہ نے رکھی ہے تسبیح میں۔ اور جو ہم جیسے گنہگار ہیں ان کیلئے استغفار ضروری ہے۔ کہ پہلے دھوئیں اور پھر اس کے بعد ترقی کیجئے۔ چلئے! جب یہ بات چھیڑی ہے، اس کو اور آگے چلاتے ہیں۔

جنات کا عمل

اس کتاب میں انہوں نے جیسے حضرت شیخ قدس سرہ نے جگہ جگہ اکابر کے واقعات، محدثین کے واقعات، صوفیائے کرام کے واقعات فضائل درود شریف میں، فضائل ذکر میں، فضائل نماز میں ذکر فرمائے، اسی طرح حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں سے چونکہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے یہی پڑھا، یہی دیکھا، اسی طرح لکھتے ہیں۔

وہ ایک جگہ اپنے پیر ومرشد، اپنے استاذ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ لوگ، جن کو جن ہوتا تھا ان کو آپ کی خدمت میں لاتے تھے۔ کبھی آپ دم فرماتے، اس سے فائدہ ہوجاتا۔ کبھی باقاعدہ مار کر جنات کو نکالا جاتا۔ اس کی پٹائی فرماتے تھے شیخ الاسلام ابن تیمیہ۔

داڑھ کا علاج

اور اس میں ہے کہ کسی کو داڑھ میں تکلیف ہوتی، جس طرف تکلیف ہے اس طرف حضرت ابن تیمیہ خود اپنی انگلی سے لکھتے تھے 'بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. قُلْ هُوَ الَّذِيْ أَنْشَأَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ قَلِيْلاً مَّاتَشْكُرُوْنَ' ۔ اور کبھی فرماتے کہ اگر چاہو، یہ بھی لکھ سکتے ہو 'وَلَهُ مَاسَكَنَ فِی اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ'۔ مختلف قرآنی آیات سے لکھ کر کے، پلا کر کے عنایت فرماتے کہ اس سے شفاء ہوگی۔ بعض امراض میں 'وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَارَبِّيْ نَسْفًا'۔

علاج میں اوقات کی رعایت

باقاعدہ جس طرح عملیات والوں کے یہاں اوقات وغیرہ کی رعایت بھی ضروری سمجھی جاتی ہے اس طرح کی رعایت ضروری ہوتی۔ ایک مریض کے متعلق فرمایا کہ 'عِنْدَ اِصْفِرَارِ الشَّمْسِ يُكْتَبُ عَلَيْهِ......'۔ کہ جب دھوپ پیلی پڑنے لگے اس وقت یہ عمل کیا جائے۔ بہت سی قیود ان عملیات والوں کے یہاں ہوتی ہیں کہ فلاں مرض کا رات کے وقت علاج کیا جائے۔ اس چیز کا رات کے وقت نہیں دن کے وقت علاج کیا جائے۔

اسی طرح وہاں لکھا ہے کہ ''عِنْدَ اِصْفِرَارِ الشَّمْسِ يُكْتَبُ عَلَيْهِ ، يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِن رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْلَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ'۔

چوتھیا بخار کا علاج

چوتھیا بخار کیلئے الگ تعویذ بتاتے۔ جو تین دن میں آتا ہے بخار، اس کیلئے فرماتے کہ تین پتے لئے جائیں۔ اوران کونپلوں میں سے ایک پرلکھا جائے 'بِسْمِ اللّٰہِ فَرَّتْ، بِسْمِ اللّٰہِ مَرَّتْ، بِسْمِ اللّٰہِ قَلَّتْ'۔ اور روز ایک پتہ لے کر منہ میں ڈالے اوراس کونگل لے۔ یہ مختلف قسم کے امراض کیلئے ہے۔

عسر ولادت سے حفاظت

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے بھی تعویذ نقل کیا کہ کسی کوعسر ولادت کی تکلیف تھی، بچہ پیدا ہونے کی آخری گھڑیوں میں ماں کو جو تکلیف ہوتی ہے اس سے حفاظت کیلئے ایک شخص آیا، آپ نے اس کیلئے علاج بتایا کہ کشادہ جام لیا جائے اوراس گلاس پر زعفران سے یہ لکھا جائے۔ تمام اکابر کے یہاں سب چیزیں ایک جیسی ہیں۔

خود امام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ لکھا ہے۔ پہلے تو لکھا ہے کہ یہ تمائم ہیں کیا؟ ۔لکھا ہے کہ 'اَلتَّمَائِم شَيْءٌ يُعَلَّقُ عَلٰى الْاَوْلَادِ مِنَ الْعَيْنِ'۔ کہ نظر سے حفاظت کیلئے جوتعویذ لٹکائے جاتے ہیں اس کو کہا جاتا ہے تمیمہ اور تمائم۔ آگے فرماتے ہیں کہ 'لٰكِنْ اِذَا كَانَ الْمُعَلَّقُ مِنَ الْقُرْآنِ فَرَخَّصَ فِيْهِ بَعْضُ السَّلَفِ ۔کہ قرآن اگراس میں لکھا ہوا ہے تب تو اس کی اجازت ہے۔ اورلکھا ہے کہ 'اَلثَّانِىْ النُّشْرَةُ بِالرُّقْيَةِ وَالتَّعَوُّذَاتِ وَالْاَدْوِيَةِ وَالدَّعْوَاتِ الْمُبَاحَةِ فَهِىَ جَائِزٌ'۔ کہ اگراس میں کوئی کلمات شرکیہ نہ ہوں تو جائز ہے۔

حضرت بھائی جان رحمۃ اللہ

ایک عجیب قصہ تھا کہ بھائی جان نور اللہ مرقدہ کے یہاں پانی کیلئے کنواں کھودا جارہا تھا، بور کیا جارہا تھا۔ بہت بڑی کمپنی کی مشین لائی گئی اوراس کو دکھایا گیا۔ اس علاقہ کی سب سے بڑی کمپنی تھی پانی کیلئے جن سے لوگ خدمت لیتے تھے۔ وہ بڑا ماہر انسان تھا۔ وہ کہنے لگا کہ

آپ کے اس احاطہ میں کہیں پانی نہیں ہے۔ فرمایا نہیں، ہم جہاں کہیں گے آپ کھودیں گے، انشاء اللہ پانی ملے گا۔ اس نے کہا کہ پانی ہے نہیں ملے گا کہاں سے؟

پھر پوچھا کہ کہاں کھودیں؟ فرمایا اس جگہ۔ بھائی جان نور اللہ مرقدہ نے ایک پتھر لیا۔ اس پر پڑھتے رہے، پڑھتے رہے، پڑھتے رہے۔ پھر اس کے بعد عبد الرؤف کو وہ پتھر دیا کہ یہ 'وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ' یہ آیت پڑھتے جاؤ اور جہاں تمہارے دل میں آئے وہاں یہ پتھر پھینکو۔ پڑھتے ہوئے عبد الرؤف نے پھینکا۔ حضرت بھائی جان نور اللہ مرقدہ نے اس کنٹریکٹر کو فرمایا کہ اس جگہ کھودو جہاں یہ پتھر گرا ہے۔

اس نے کہا یہاں پانی نہیں ہے کیوں کھدوا رہے ہیں۔ خیر اس نے کام شروع کردیا۔ سو فٹ نیچے گئے، ڈیڑھ سو فٹ نیچے گئے۔ اب وہ روز بھائی جان کو دور سے دیکھ کر، جس طرح سلام کیلئے ہاتھ کرتے ہیں اس طرح ہاتھ کر کے سلام کرتا ہے اور پھر انگوٹھا الگ کر کے انگوٹھا ہلاتا ہے کہ no پانی۔ اور بھائی جان انگوٹھے سے زمین کی طرف اشارہ کر کے ہلاتے ہیں کہ اور اندر جاؤ، اندر جاؤ۔

روز کا یہ قصہ ہوتا۔ ایک دن تو پھر آ کر اس نے کہا کہ مجھے افسوس ہو رہا ہے کہ آپ کے پیسے ضائع ہو رہے ہیں اور میری محنت ضائع ہو رہی ہے اور اس طرح کے پیسوں میں مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ بھائی جان نے فرمایا کہ نہیں اور تم نیچے جاؤ۔ اب اگلے دن پھر وہ دور سے بھائی جان کو اشارہ کرتا ہے کہ نہیں۔ بھائی جان نے کہا کہ اور نیچے جاؤ۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے بھائی جان کے اس عمل کو، آپ کی دعا کو، توجہ کو ایسا سچ کر دکھایا کہ جب وہ پانی ابلنا شروع ہوا، وہ حیران ہو گیا۔

اس طرح کی چیزیں حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت ابن قیم نے سیکھیں۔ ایک قصہ انہوں نے اپنی اسی کتاب میں لکھا اور بھی بہت سے قصے انہوں نے لکھے۔ یہ قصہ میں نے بریڈفورڈ میں ایک بیان میں ذکر بھی کیا تھا۔ ابو النضر ہاشم کہتے ہیں کہ 'کُنْتُ

اَرىٰ فِيُ دَارِيُ' کہ میں باقاعدہ دیکھتا تھا، رات کو میں گھر میں سویا ہوا ہوں اور دیکھ رہا ہوں کہ کوئی آ کر کہہ رہا ہے 'یَا اَبَاالنَّضُرِ! تَحَوَّلُ عَنُ جِوَارِنَا'۔ کہ اے ابوالنضر! یہ ہمارا مسکن ہے اور ہمارے ساتھ مت رہو۔ گھر خالی کر کے چلے جاؤ۔

کہتے ہیں کہ میں ہر طرح کا علاج کرتا رہا، پڑھتا رہا، پڑھواتا رہا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ کوفہ میں مشائخ کی ایک جماعت تھی، جس میں ابن ادریس اور شیخ المحاربي اور شیخ ابو اسامہ تھے۔ ان کو میں نے لکھا۔ ان تینوں میں سے محاربي نے مجھے جواب دیا کہ مدینہ منورہ میں اسی طرح کا ایک کنواں کہ جس میں کوئی پانی لینے کیلئے جیسے ہی ڈول لٹکاتا، جیسے ہی رسی لٹکاتا، اندر سے کوئی اس کی رسی کاٹ لیتا تھا۔ پانی آنے کا سوال ہی کوئی نہیں، کٹی ہوئی رسی کھینچ لو۔ 'اِنَّ بِئرًا بِالُمَدِيُنَةِ كَانَ يُقُطَعُ رَشَاؤُهَا'۔

انہوں نے لکھا کہ وہاں کوئی قبیلہ پہنچا، وہاں والوں نے اس کی شکایت کی، انہوں نے کہا کہ تم ایک ڈول میں پانی لاؤ۔ اور انہوں نے 'اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيُ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالُأَرُضَ فِيُ سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسُتَوىٰ عَلىٰ الُعَرُشِ' یہ آیات پڑھیں اور دم کیا۔ کہا کہ اس کو کنویں میں ڈال دو۔ جیسے ہی کنویں میں وہ ڈول، پڑھا ہوا پانی جاتا ہے، اس میں سے ایک آگ نکلتی ہے اور جیسے ہی اس کنویں سے باہر وہ آگ پہنچی، بجھ گئی۔ انہوں نے کہا کہ جاؤ! ہمیشہ کیلئے اس کنویں سے پانی کھینچتے رہو تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔

ابوالنضر کہتے ہیں کہ میں نے بھی پھر یہ عمل کیا کہ میں نے ایک گلاس میں پانی لیا اور یہ پڑھا۔ اور گھر کے کونے سے روز آواز آتی تھی کہ ہمارے گھر سے نکل جاؤ، یہ ہمارا مسکن ہے، ہمارے لئے خالی کر دو۔ میں نے جہاں جہاں سے آواز آتی تھی وہاں چاروں طرف دیواروں پر پانی چھڑک دیا۔

اب پہلے تو وہ یہ آرڈر کرتے تھے کہ 'تَحَوَّلُ عَنُ جِوَارِنَا' کہ ہمارے پڑوس سے تم بھاگو۔ یہاں سے نکلو۔ یہ ہمارا گھر ہے۔ اور جیسے ہی پانی چھڑکا گیا ابن قیم لکھتے ہیں کہ

'فَصَاحُوا بِيْ' کہ میرا نام لے کر چلانے لگے 'اَحْرَقْتَنَا اَحْرَقْتَنا نَتحَوَّلُ عَنکَ' ۔ کہ ہم جارہے ہیں، ہم جارہے ہیں۔ ہمیں مت جلاؤ۔ تم نے ہمیں جلادیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے وہ پانی جس پر پڑھا تھا، وہ کیا پڑھا تھا۔ وہ اوپر والی آیت اور یہ پڑھا:

بِسْمِ اللّٰهِ اَمْسَيْنَا بِاللّٰهِ الَّذِيْ لَيْسَ مِنْهُ شَيْءٌ مُمْتَنِعٌ وَبِعِزَّةِ اللّٰهِ الَّتِيْ لاَ تُرَامُ وَلاَ تُضَامُ وَبِسُلْطَانِ اللّٰهِ الْمَنِيْعِ نَحْتَجِبُ وَبِأَسْمَاءِ الْحُسْنىٰ كُلِّهَا عَائِذٌ مِنَ الْأَبَالِسَةِ وَمِنْ شَرِّ شَيَاطِيْنِ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ مُعْلِنٍ اَوْمُسِرٍّ وَمِنْ شَرِّ مَايَخْرُجُ بِاللَّيْلِ وَبِالنَّهَارِوَمِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَأَ وَبَرَأَ وَمِنْ شَرِّ اِبْلِيْسِ وَجُنُوْدِهِ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّيْ عَلىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ.

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ بِمَااسْتَعَاذَ بِهٖ مُوْسىٰ وَعِيْسىٰ وَاِبْرَاهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَأَ وَبَرَأَ وَمِنْ شَرِّ اِبْلِيْسِ وَّجُنُوْدِهٖ وَمِنْ شَرِّ مَايَبْغىٰ.

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ، بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا، فَالزَّاجِرَاتِ زَجْرًا ،فَالتَّالِيَاتِ ذِكْرًا، اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ، رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ، اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ الْكَوَاكِبِ ،وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِدٍ ، لاَيَسَّمَّعُوْنَ اِلىٰ الْمَلَاِ الْأَعْلىٰ وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ، دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ، اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ ثَاقِبٌ.

اللہ کرے کہ ہمارے شیاطین اور ہمارے نفوس جو ہمارے دشمن بنے ہوئے ہیں، ہم اپنی ذات کے دشمن ہیں، قرآن کریم کی تلاوت کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہماری شیطنت کو ختم فرمائے، ہماری بری عادتوں کو ختم فرمائے۔ گناہوں کی عادتوں سے ہمیں نجات دے۔ رمضان المبارک کی بقیہ ساعتوں کی قدر کی اللہ ہمیں توفیق دے۔

واٰخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين.

۲۷/رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

گذشتہ کل علامہ ابن قیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب فضائل الذکر والدعاء سے ابوالنصر ہاشم بن قاسم کا عجیب قصہ بیان کیا تھا کہ کنویں میں جنات رسی کاٹ لیتے تھے، گھر میں سے ان کی آواز آتی تھی کہ نکلو یہاں سے۔ اس قصہ کو اس پر بیان کیا تھا کہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ بھی جنات نکالتے تھے، تعویذ دیتے تھے، پڑھ کر دم فرماتے تھے اور اوقات میں تعیین ہوتی تھی کہ یہ ہر وقت نہیں لکھا جاسکتا، لگایا جاسکتا، جب سورج پیلا پڑنے لگے اس وقت لکھا جائے، پتوں پر کلمات لکھے جاتے ہیں اور 'بِسْمِ اللّٰہِ قَلَّثُ' اور یہ تین پتوں سے یہ فائدہ ہوتا ہے یہ تمام چیزیں علامہ بن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے نقل فرمائیں اور خود اپنی کتاب میں جگہ دی۔

ایک مسافر کا قصہ

اسی کتاب میں قصہ لکھا ہے کہ ابراہیم بن حکم اپنے ابا سے نقل کرتے ہیں، وہ عکرمہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک مسافر تھے جو کہیں جارہے تھے، دیکھا کہ کسی جگہ کچھ لوگ سوئے ہوئے ہیں۔ جو آدمی سویا ہوا تھا اس کے قریب جب پہنچے، کھلی آنکھوں وہ دیکھ رہے ہیں کہ 'رَأیٰ

عِــنْـدَهُ شَيْـطَـانَيْـنِ‘ کہ دو شیطان ہیں۔ مسافر گذرنے والا سن رہا ہے کہ ان میں سے ایک شیطان دوسرے شیطان سے کہتا ہے کہ ’اِذْهَـبْ فَاَفْسِدْ عَلىٰ هٰذَا النَّائِمِ قَلْبَهُ‘ کہ جا اور یہ جو آدمی سو رہا ہے اس کے دل کو جا کر پریشان کر۔ وہ گیا مگر جلدی لوٹ کر واپس آ گیا اور کہنے لگا کہ میں یہ نہیں کرسکتا۔ کہا کہ کیوں نہیں کر سکتے۔ یہ بھیجنے والا دوسرا شیطان پھر خود گیا۔ وہ گیا اور جا کر جلد ہی واپس آ کر کہنے لگا ’صَدَقْتَ‘ تو نے سچ کہا۔ اب یہ جو مسافر گذر رہا ہے وہ یہ قصہ دیکھ کر یہاں بیٹھ گیا۔ جب یہ سونے والا نیند سے اٹھا، کہا کہ میں نے اس طرح تیرے پاس دو شیطان کو، دو جن کو دیکھا کہ وہ تجھے تکلیف پہنچانا چاہتے تھے مگر وہ نہیں پہنچا سکے۔ اس کی کیا وجہ؟ تم کچھ پڑھ کر سوئے تھے؟۔ اس نے بتائی یہ آیت ’اِنَّ رَبَّـكُـمُ اللّٰــهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِى اللَّيْلَ النَّهَـارَ يَطْـلُبُـهُ حَثِيْثًـا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرَاتٍ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْـرُ تَبَـارَكَ اللّٰــهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ‘۔ کہا کہ میں یہ پڑھ کر سویا۔ ہم سب یہ پڑھ کر سویا کریں تا کہ برے خواب نہ آئیں۔ شیطان ہمیں پریشان نہ کریں۔

ایک پالنپوری صوفی صاحب

اب یہاں یہ بیداری کی حالت میں شیاطین کو دیکھ سکتا ہے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں پالنپور سے ایک صوفی صاحب آتے تھے، کہ وہ صوفی صاحب شیطان کو دیکھا کرتے تھے۔ ایسی چیزوں پر اشکال ہوا خود ہماری جماعت کو، ہمارے لوگوں کو۔ حضرت شیخ قدس سرہ کے ماننے والوں کو، اور انہوں نے دیس نکالا دے دیا، فضائل درود شریف کو دیا، فلاں کتاب کو دیا۔ انا لله و انا اليه راجعون۔ اللہ تعالیٰ صحیح سمجھ عطا فرمائے۔

میں نے کہا نا کہ سب بزرگ ایک جیسے ہیں، سب کے حالات ایک جیسے ہیں، سب کی پریشانیاں، مصیبتیں ایک جیسی ہیں۔ یہاں بھی ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ

کے ماننے والوں نے ان کے ساتھ یہی ظلم کیا۔ کہ سب سے زیادہ اگر آپ کو کوئی ڈرانے والا ہے، وہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے کہ تعویذ نہیں، دم درود نہیں۔ اور یہاں قرآنی آیات کے علاوہ جائز کلمات کے ذریعہ بھی علاج کیا جارہا ہے کہ 'بسم اللہ قلت ۔اوراس سے فائدہ ہوتا ہے۔ یہاں قبر سے مٹی اٹھا کر لے گئے اور فائدہ ہوا۔

حضرت ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا وصال

شروع میں میں نے بتایا کہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا جس وقت انتقال ہوا، اسکے بعد اس علاقہ پر جو امیر متعین تھا وہ قید خانہ آیا۔ جو مجمع جیل خانہ کے باہر ہزاروں کا مجمع تھا، ان میں سے مخصوص چنندہ منتخب افراد کو اندر جانے کی اجازت دی گئی۔ ان میں کون تھے؟ مشہور محدث جمال الدین یوسف بن عبدالرحمٰن مزی شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے داماد حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ، ابوالفداء عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر مشہور محدث، مفسر ابن کثیر تشریف لائے اور ان کے ساتھ ایک جماعت علماء فقہاء کی موجود تھی۔

چونکہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور شاگردوں میں سے تھے، وہ سب سے پہلے آگے بڑھے۔ حضرت امام کے چہرہ پر سے چادر ہٹائی، پیشانی کو بوسہ دیا۔ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ساتھ لکھتے ہیں کہ 'وہ دو سال چند مہینے جیل میں رہے مگر اس میں ہم نے اتنی زبردست تبدیلی ان میں محسوس کی کہ بڑھاپے کی سفیدی ان پر غالب ہو چکی تھی'۔

ساتھیوں کو ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے روتا ہوا دیکھا، ان سب کو تسلی دی۔ اسی طرح جمال الدین مزی رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کو تسلی دیتے ہیں اور ساتھ ہی وہاں قرأت شروع ہوگئی۔ یہ بھی ایک مسئلہ ہمارے یہاں کتابوں میں بھی ہے، فقہائے احناف نے لکھا بھی ہے کہ جنازہ کے

آداب اور ترتیب کیا ہونی چاہئے کس طرح جنازہ تیار کیا جائے اور کس موقعہ پر کیا کیا چیزیں کی جائیں۔

اس میں لکھا ہے کہ غسل سے پہلے قرآن کی تلاوت جنازہ کے پاس نہ کی جائے۔ حالانکہ یہاں اتنے بڑے محدثین، مفسرین کا اجتماع ہے اور وہ خود لکھتے ہیں کہ دو قاریوں کو لایا گیا جن کی قرأت حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی زندگی میں بہت پسند تھی اور ان کے نام تحریر فرمائے کہ یہ دونوں شیخ محبّ الدین عبداللہ مقدسی حنبلی اور شیخ عبد اللہ الزرعی الضریر ہیں۔ یہ دوسرے بزرگ نابینا تھے۔ انہوں نے نعش کے قریب بیٹھ کر سورۃ الرحمٰن سے لے کر سورۃ والناس تک، نہایت عمدہ آواز سے یہ سورتیں پڑھیں اور پاس بیٹھ کر لوگ بھی قرآن شریف پڑھنے لگے۔ لوگ زیارت کیلئے آتے پھر واپس چلے جاتے۔

لکھا ہے کہ اس کے بعد سب لوگوں کو وہاں سے ہٹا دیا گیا اور غسل دینے والوں کو اور اس میں مدد دینے والوں کو باقی رکھا گیا۔ جمال الدین یوسف مزی رحمۃ اللہ علیہ نے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو غسل دیا، کفن پہنایا اور جنازہ کو تیار کیا گیا۔ ہمارے یہاں تو اسی پر عمل کروایا جاتا ہے کہ قرآن نہیں پڑھ سکتے۔ لیکن شاید فرق ہونا چاہئے یا ہوگا کہ جس میت کی وفات کے بعد دیکھا گیا کہ پیشاب پاخانہ خطا ہوگیا ہے، یا کوئی بول و براز ہے، ناپاکی ہے، اس کے قریب تو تلاوت منع ہوگی لیکن جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے مقبول بندے ایسے ہوتے ہیں کہ جن کے یہاں ایسی چیزیں نہیں ہوتی، خوشبو ہی خوشبو ہے، تلاوت ممنوع نہیں ہوگی۔ اس لئے ان کے قریب بیٹھ کر باقاعدہ تلاوت کیلئے ان کو لایا گیا اور تلاوت کرائی گئی کہ حضرت امام کو ان کی تلاوت بہت پسند تھی۔

ایک باغ کا قصہ

اسی 'فضائل ذکر' میں حضرت ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اور بھی عجیب وغریب قصے لکھے

ہیں۔ ایک قصہ لکھا ہے کہ سہیل بن ابی صالح کہتے ہیں کہ مجھے میرے ابا نے بنی حارثہ میں کسی کام کیلئے بھیجا اور میرے ساتھ ایک غلام بھی تھا، ہم جب چل رہے تھے، رستہ میں ایک باغ میں سے ان کا نام لے کر کسی نے پکارا۔ کہ باغ کی دیوار ہے اور دیوار کے اوپر سے کوئی پکار رہا ہے۔ لیکن دیکھتے ہیں، وہاں کوئی نظر نہیں آ رہا۔ نہ یہ خود دیکھ رہے ہیں اس پکارنے والے کو نہ ان کے ساتھی غلام دیکھ رہے ہیں۔ واپس آ کر ابا سے کہا، ابا کہنے لگے کہ بیٹا! کہ اگر مجھے پتہ ہوتا، میں تمہیں اس طرف نہ بھیجتا۔ بیٹا! جب کبھی ایسا ہو، کوئی اس طرح تمہیں پریشان کرے تو 'فنادِ بالصلوٰۃ'۔ الصلوۃ! الصلوۃ۔

آگے پھر دلیل بیان فرمائی کہ 'فَاِنِّي سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الشَّيْطَانَ اِذَا نُوْدِيَ بِالصَّلٰوةِ وَلّٰى وَلَهُ ضُرَاطٌ ۔ کہ شیطان کی ہوا خارج ہونا شروع ہوتی ہے اور وہ بھاگتا ہے۔ اتنا اس کے اوپر دباؤ پڑتا ہے۔ روایت میں ہے کہ 'اِذَا سَمِعَ النِّدَاءَ وَلّٰى وَلَهُ ضُرَاطٌ'۔ کہ کلمات کا بوجھ وہ برداشت نہیں کرسکتا۔ اس طرح کے کئی قصے ہیں۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کے کلمات

کہیں میں نے ایک قصہ بھی بیان کیا تھا کہ بشر بن منصور، وہیب بن ورد سے نقل کرتے ہیں کہ رات دیر کے بعد ایک شخص جنگل کی طرف نکلا۔ پہلے تو زور کی، جس طرح کہ لشکر کا لشکر آ رہا ہے اس طرح کی آوازیں چاروں طرف سے آنے لگیں۔ میں ڈر کر کھڑا ہو گیا۔ اتنے میں کہتے ہیں کہ دیکھا، ایک بڑا مجمع ہے اور وہ ایک تخت لے کر آیا۔ تخت رکھا گیا اور کوئی چیز آ کر اس تخت پر بیٹھ جاتی ہے۔ اور وہ ساری فوج باادب اس تخت کے آس پاس جمع ہو جاتی ہے۔

اب جو تخت پر براجمان ہے وہ کہتے ہیں کہ 'مَنْ لِيْ بِعُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ؟' کہ عروۃ بن

الزبیر کو قابو میں کون کرسکتا ہے؟ کوئی جواب نہیں دے رہا۔ اس نے بار بار جب یہ کہا، تو ایک طرف سے یہ آواز آئی۔ کسی نے کہا کہ 'اَنَـا اَکْفِیْکَ'۔ کہ تمہاری یہ خدمت میں انجام دوں گا۔

وہیب کہتے ہیں کہ میں اپنی آنکھوں سے بیداری کی حالت میں آدھی رات کے بعد دیکھ رہا ہوں کہ اس نے یہ سوال کیا کہ 'مَنْ لِیْ بِعُرْوَۃَ بْنِ الزُّبَیْرِ' اور وہ جواب دیتا ہے کہ میں جاتا ہوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ سامنے مدینہ شریف ہے اور وہ جانے والا جارہا ہے۔ وہ چلا گیا۔ اور 'ثُمَّ اَوْشَکَ اَنْ رَجَعَ' کہ قریب ہی میں جلدی واپس آگیا اور اس نے کہا کہ 'لاَ سَبِیْلَ اِلیٰ عُرْوَۃَ'۔ کہ وہاں کسی کی مجال نہیں کہ وہ عروۃ تک پہنچے۔ کیوں؟ کہ جس کو مرنا ہو، وہی جانا۔ اس لئے کہ وہ صبح وشام چند کلمات پڑھتے ہیں جو ان کے محافظ بن جاتے ہیں۔ 'فَلاَ نَخْلُصُ اِلَیْہِ' کہ ہم ان کے قریب تک بھی نہیں پھٹک سکتے۔

وہیب بن ورد کہتے ہیں کہ جس آدمی نے یہ دیکھا، جب صبح ہوئی، اس نے گھر والوں سے کہا کہ میرا سامان تیار کرو۔ میں مدینہ جاتا ہوں۔ یہ عروۃ بن الزبیر کون ہیں، ان سے جاکر معلوم کرتا ہوں۔ میں پہنچا۔ لوگوں سے پوچھا، عروۃ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوئی، جو ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سب سے زیادہ جنہوں نے فیض اٹھایا۔

کہتے ہیں کہ میں نے ان کی زیارت کی۔ 'فَاِذَا شَیْخٌ کَبِیْرٌ'۔ کافی بڑی عمر تھی۔ میں نے پوچھا کہ آپ صبح وشام کیا پڑھتے ہو؟ انہوں نے پوچھا کہ تمہیں پوچھنے کی کیا ضرورت ہے اور مجھے بتانے کی کیا ضرورت ہے، انہوں نے بتانے سے انکار کیا۔ فَـاَبیٰ اَن یُّخْبِرَنِيْ۔ میں نے رات والا قصہ سنایا، کہ حضرت میں نے رات یہ منظر دیکھا اور اس قصہ کی وجہ سے یہ پوچھنے کیلئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

تب جاکر حضرت عروۃ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے ان کو سنایا کہ صبح وشام میری عادت ہے،

میرا معمول ہے کہ میں یہ پڑھتا ہوں۔ آپ بھی پڑھئے 'اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ، وَکَفَرْتُ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ، وَاسْتَمْسَکْتُ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی الَّتِیْ لَاانْفِصَامَ لَھَاوَاللّٰہُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ'۔ صبح بھی میں تین دفعہ یہ کلمات دہراتا ہوں اور شام کو بھی دہراتا ہوں اس لئے آپ نے جو دیکھا وہ بالکل صحیح۔

آگے ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت بیان کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جبریل امین نے ایک دفعہ عرض کیا کہ یارسول اللہ! ایک بہت بڑا جن ہے 'اِنَّ عِفْرِیْتًا مِّنَ الْجِنِّ یَکِیْدُکَ'۔ وہ آپ کو تکلیف پہنچانے کا پلان بنا رہا ہے۔ اس لئے آپ ایسا کیجئے کہ جب بستر پر آپ تشریف لے جائیں، اس وقت یہ کلمات پڑھ لیجئے:

اَعُوْذُبِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ الَّتِیْ لَایُجَاوِزُھُنَّ بَرٌّ وَلَافَاجِرٌ، مِنْ شَرِّ مَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْھَا وَمِنْ شَرِّ مَاذَرَأَ مِنَ الْأَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْھَا، وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِوَمِنْ شَرِّ طَوَارِقِ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ اِلَّا طَارِقًا یَطْرُقُ بِخَیْرٍ یَّا رَحْمٰنُ'۔

یہ تمام واقعات جو ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں ذکر کئے، حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے اسی طرح کے واقعات ان کتابوں میں ذکر کئے مگر جیسے ان کو فضائل درود شریف پر انہی واقعات کی وجہ سے اشکال ہوا، جو حضرت شیخ قدس سرہ کے نام لیوا تھے، ان کو ماننے والے تھے، اسی طرح اس جماعت کو ابن تیمیہ اور ابن قیم کے ایسا واقعات پسند نہیں آئے اور انہوں نے ان کی طرف سے مشہور کر دیا کہ وہ نہ تعویذ کو مانتے ہیں نہ جادو جن کے علاج کو مانتے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ صحیح سمجھ دے۔

اب یہ کتنے بڑے المیہ کی بات ہے، کتنا بڑا المیہ ہے، کتنا بڑا حادثہ ہے۔ اس پر جتنا ہم ماتم کریں اتنا کم ہے۔ کہ مانتے بھی ہیں کہ جو کچھ ہمیں فروغ نصیب ہوا، ہمارے کام میں برکت ہوئی وہ ان کتابوں کی برکت سے ہوئی۔ ان کی ذات سعید، حضرت شیخ قدس سرہ کی

ذات گرامی کی برکت سے۔اس کے بانی مؤسس یہ کہتے ہیں مگر پھر بھی وہی بات ہے۔

جہاں 'انا' پیدا ہوجاتی ہے، انانیت کسی بھی چیز میں پیدا ہوتی ہے، وہاں انجام خطرناک ہوتا ہے۔اب انانیت اگر وہاں ہو کہ جس میں کچھ علم ہو، کوئی درک ہو، وہاں تو کچھ بھی سوچا جاسکتا ہے۔ اور یہاں حضرت شیخ قدس سرہ علم کا پہاڑ اور ان کی تصانیف میں ہم غلطیاں سوچیں۔الامان الحفیظ۔

ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ پر ظلم

یہی ابن تیمیہ اور ابن قیم رحمۃ اللہ علیہما کے ماننے والوں نے ان کے ساتھ ظلم کیا کہ ہمیں وہ ابن قیم پسند نہیں، وہ ابن تیمیہ پسند نہیں جو جنات کو مانتے ہوں، اس کا علاج کرتے ہوں، مار کر نکالتے ہوں، دم کر کے نکالتے ہوں، پتوں پر لکھ کر پڑھنے کیلئے دیتے ہوں اور آدمی اچھا ہوجاتا ہو، وہ ہمیں پسند نہیں۔

ان کے معمولات کی نفی کر کے ایک الگ تھلگ ابن تیمیہ انہیں پسند ہیں جو تمام ائمہ کی تقلید کے منکر ہوں۔کیا کہا جائے، جو کچھ یہ حرکتیں کررہے ہیں وہ ان کے کھاتے میں کررہے ہیں۔ان کو مانتے ہیں ایک طرف اور ان پر اتنا بڑا ظلم کرتے ہیں کہ وہ تقلید کو نہیں مانتے اور یہاں میں نے بار بار سنایا کہ

يَا سَائِلِيْ عَنْ مَذْهَبِيْ وَعَقِيْدَتِيْ　　رُزِقَ الْهُدىٰ مَنْ لِلْهِدَايَةِ يَسْئَلُ

اِسْمَعْ كَلَامَ مُحَقِّقٍ فِيْ قَوْلِهٖ　　لَايَنْثَنِيْ عَنْهُ وَلَا يَتَبَدَّلُ

آگے پھر وہ فرماتے ہیں کہ

حُبُّ الصَّحَابَةِ كُلِّهِمْ لِيْ مَذْهَبٌ　　وَمَوَدَّةُ الْقُرْبٰى بِهَا اَتَوَسَّلُ

پھر اخیر میں جا کر فرماتے ہیں کہ

هٰذَا اعْتِقَادُ الشَّافِعِيِّ وَمَالِكٍ　　وَاَبِىْ حَنِيْفَةَ ثُمَّ اَحْمَدُ يُنْقَلُ

فَـــاِنِ اتّبَـعْـتَ سَبِيْـلَهُـمْ فَـمُـوَفَّـقٌ   وَاِنِ ابْتَـدَعْـتَ فَـمَـا عَلَيْکَ مُعَوَّلُ

کہ میں تو ان کا مقلد ہوں۔ دعوت دے رہے ہیں۔ فَاِنِ اتّبَعْتَ سَبِيْلَهُم۔ تو بھی ان کے رستے پر چل اور یہ کہتے ہیں نہیں۔ جو چلنے والے ہیں ان کے رستے پر، اور جو مقلد ہیں ان کے وہ سب گمراہ ہیں۔ یہ کتنی بڑی انانیت کی بات ہے کہ ابن تیمیہ جیسے ان کو پسند ہیں، اس طرح بنا کر پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اور میں تو آپ کو اور آگے لے چلوں۔

آپ کہتے ہیں نا کہ بسم اللہ۔ سنت یہی ہے کہ بسم اللہ۔ لیکن ایک طریقہ چل پڑا انڈیا پاکستان میں ۷۸٦۔ وہ خط کے شروع میں لکھتے ہیں ۷۸٦ کہ یہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے نمبر ہیں۔ حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں جب پہلا درس ہوتا تھا، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات حضرت بیان فرماتے۔ تو اصحاب ستہ کی عمریں بتانے کیلئے حضرت عربی کا وہ شعر سناتے :

فَـدَعْـدٌ لِـجُـعْـفِـيّ وَقَـــافٌ لِـمُـسْـلِـمِ

یہ جعفی کہ امام بخاری کیلئے تم دعد کو یاد رکھو۔

ائمۂ اربعہ کی تاریخ وفات

اسی طرح یہ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ائمہ اربعہ کو اتنا مانتے ہیں، اتنا مانتے ہیں کہ انہوں نے ان کی عمریں بتانے کیلئے کہ کس کس سن میں ان کی وفات ہوئی، شعر بنایا۔ بعض حضرات نے یہ جو قصیدہ ہے لامیہ اسی کے آخر میں اس کو ذکر کیا

فَـنُـعْـمَـانُ هُـمْ قَـانٍ وطَـعْقٌ لِمَالِکٍ   وَلِـلـشَّـافِـعِيّ دُرٌّ وَرُمْ لِابْـنِ حَـنْـبَـلِ

کہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کیلئے تم 'قان' کو یاد رکھو۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کیلئے 'طعق'، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے 'در' اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے لئے را اور میم 'رم' کو یاد رکھو۔

اس ’قان‘ میں قاف کے ابجد کے حساب سے حرف بنتے ہیں ایک سو۔ الف کا ایک اور نون کے پچاس۔ یہ ایک سو اکاون ہجری بنے گی۔ یہ ان کی وفات کا سال آپ کو معلوم ہوگیا۔طعق، طا کے نو، عین کے ستر اور قاف کے سو۔ یہ ۱۷۹ رہجری بنی حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کیلئے۔اور ’درّ‘ میں دال کے چار اور دو دفعہ را کے دو سو۔۲۰۴ھ امام شافعی رضی اللہ عنہ کے لئے۔اور ’رُم‘ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کیلئے کہ ان کی وفات دو سو چالیس ہجری۔

اگر چہ یہ الگ بات ہے کہ اس قصیدہ کا جز یہ شعر بن سکتا ہے کہ نہیں۔ بڑا اشکال اس پر یہ ہے کہ یہ پورا قصیدہ، اس کے اخیر میں لام آتا ہے۔اس لئے اسے لامیہ کہتا ہے اور لام بھی کونسا؟ مضموم ہر جگہ۔ يَسْئَلُ، يَتَبَدَّلُ ،يَتَوَسَّلُ... مُعَوَّلُ، يُنْقَلُ ۔اور یہ ان کی وفیات کیلئے جو شعر بنایا امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے،اس کے آخر میں لام مکسور آتا ہے لِابْنِ حَنبَل‘ ۔ممکن ہے کہ بنانے والے نے بنا کر اس قصیدہ کے نیچے لکھ دیا ہو اس کا یہ دعویٰ نہ ہو کہ یہ اس قصیدہ کا جز و ہے۔لیکن چونکہ لامیہ شعر یہ بھی ہے، اور لامیہ قصیدہ یہ بھی ہے اس لئے لامیہ کے نیچے لکھ دیا انہوں نے اگر چہ لام اس قصیدہ کا مضموم ہے اور اِس آخری شعر کا مکسور ہے۔

غرض یہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ابجد کے حروف کے حساب کو بھی جانتے ہیں،اس کو عمل میں بھی لاتے ہیں اور امت کے سامنے اسے یہ شعر بنا کر آپ نے پیش بھی فرمایا۔اب حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو ایک طرف ماننے کا دعویٰ اور اس پر ان کی ذات گرامی اور ان کے علوم کے ساتھ اتنا ظلم؟۔جیسا میں نے حضرت شیخ قدس سرہ کے بارے میں بتایا۔اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ دے۔ اور یہ جو ’ہم چو من ڈنگرے نیست‘ میرے جیسا دوسرا کوئی جانور نہیں ہے، یہ انانیت ختم ہو۔تب جا کر یہ بیماری ختم ہوگی کہ اپنے آپ کو سمجھیں کہ ہم تو کچھ بھی نہیں ہیں۔

ہم نے حضرت شیخ قدس سرہ کو برسہا برس تک دیکھا ،دن رات کرامات ہی کرامات دیکھیں۔ہم کب سوچ سکتے ہیں کسی چیز کے بارے میں ۔ ہر چیز کی ہم تاویل کریں گے۔اگر کوئی غلط ثابت کرنے کی کوشش بھی کرے گا تب بھی۔ کیوں کہ حضرت کی زندگی ہمارے سامنے ہے، ہم نے دیکھا حضرت کو۔

کتب خانہ میں جن

جو جنات کے واقعات دیکھے، اس کا ایک واقعہ سن لیں۔حضرت کا معمول تھا کہ چائے سے فارغ ہوئے کہ مہمانوں کو رخصت فرماتے، جلدی جلدی اور اس کے بعد حضرت استنجا سے فارغ ہوکر اوپر کتب خانہ میں تشریف لے جاتے اور تصنیف کا کام شروع فرماتے۔

اس کیلئے حضرت کے خادم خاص حافظ صدیق صاحب جا کر نیچے لب سڑک جو دروازہ ہے کتب خانہ کی سیڑھی کا وہ کھولتے۔اس کے بعد والا دروازہ جو سیڑھی کے ختم پر ہے وہ کھولتے۔ پھر صحن کے بعد کتب خانہ میں جارہے ہیں، اس کا دروازہ کھولتے۔

ہمارے بھائی جان نور اللہ مرقدہ جب ہوتے، ان کو چابی دی جاتی وہ جا کر کھولتے۔اب بھائی جان نے جا کر دروازہ نیچے والا کھولا، لب سڑک والا، وہ کھل گیا۔سیڑھی چڑھ کر وہ اوپر پہنچے۔اب دروازہ کھلتا نہیں ہے۔ دیکھا کہ میں نے قفل کھول دیا۔ یہاں کی طرح قفل نہیں ہوتے تھے۔وہ الگ سے separate تالہ ہوتا تھا۔وہ کھول کر دروازہ push کر رہے ہیں ،لیکن اندر سے کس نے بند کیا؟ اب نہیں کھول سکے نیچے آ کر عرض کیا، حافظ صدیق صاحب خود گئے ہنستے ہوئے۔ ہر چیز میں ہمارے حافظ صدیق صاحب ہنس دیتے تھے۔ وہ اوپر پہنچے لیکن وہ بھی ناکام واپس آئے۔

اب حضرت کھڑے ہوکر اوپر تشریف لے گئے۔ اس زمانہ میں داہنے ہاتھ میں حضرت کے چھڑی ہوتی تھی اور بایاں دست مبارک حضرت کا ہمارے کندھے پر ہوتا تھا۔آخری سیڑھی

پر پہنچ کر حضرت نے اپنے دست مبارک میں جو چھڑی تھی اس سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ ٹھک، ٹھک، ٹھک۔ جب اس بجانے پر دروازہ نہیں کھلا، فرمایا 'ابے کھول! میرے لونڈوں کو کیوں پریشان کرے ہے؟' ابے کھول! میرے لونڈوں کو کیوں پریشان کرے ہے؟ کھٹ سے فوراً دروازہ کھل گیا۔ حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں روز یہ کرامتیں ہوتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ دے اور ہم اپنی انانیت سے نکلیں۔ اور انانیت بہت بری بلا ہے، بہت بری بلا۔ جہالت کے پہاڑ پر ہم بیٹھے ہیں اور جہالتوں کا پہاڑ ہمارے نیچے ہے کہ کروڑہا چیزیں خود دین اسلام کی آیات و احادیث کی ایسی ہیں کہ جس کا ایک حرف ہم نہیں جانتے اور ہمارا یہ دعویٰ کہ ان کا یہ کام غلط ہے، یہ قصہ یہ غلط ہے، یہ حرکت یہ غلط ہے۔ کاش کہ ہماری انانیت ختم ہو۔

قصیدہ

آیئے حضرت ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ہی کا ایک قصیدہ جو انہوں نے رب کو پکارنے کیلئے بنایا، جس میں انہوں نے اپنی انانیت کی نفی فرمائی، اپنی مسکنت، عاجزی اور فقر کا اظہار کیا ہے۔

اَنَا الْفَقِيْرُ اِلیٰ رَبِّ الْبَرِيَّاتِ ۔۔۔ اَنَا الْمِسْكِيْنُ فِيْ مَجْمُوْعِ حَالاَتِ

اَنَا الظَّلُوْمُ لِنَفْسِيْ وَهِيَ ظَالِمَتِيْ ۔۔۔ وَالْخَيْرُ اَن يَّأْتِنَا مِنْ عِنْدِهٖ يَأْتِ

لاَاَسْتَطِيْعُ لِنَفْسِيْ جَلْبَ مَنْفَعَةٍ ۔۔۔ وَلاَ عَنِ النَّفْسِ فِيْ دَفْعِ الْمَضَرَّاتِ

وَلَيْسَ لِيْ دُوْنَهُ مَوْلىٰ يُدَبِّرُنِيْ ۔۔۔ وَلاَ شَفِيْعٌ اِذَا حَاطَتْ خَطِيْئَاتِيْ

اِلاَّ بِاِذْنٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ خَالِقِنَا ۔۔۔ رَبِّيْ الشَّفِيْعِ كَمَا جَاءَ فِى الْاٰيَاتِ

وَلَسْتُ اَمْلِكُ شَيْئًا دُوْنَهُ اَبَدًا ۔۔۔ وَلاَ شَرِيْكَ لَهُ فِيْ بَعْضِ حَاجَاتِ

وَلاَ ظَهِيْرَ لَهُ كَيْ مَاأُعَاوِنُهُ ۔۔۔ كَيْ مَايَكُوْنُ لِأَرْبَابِ الْوِلاَيَاتِ

ابن تیمیہ کتنے غصے میں شرک اور کفر پر نکیر فرما رہے ہیں۔ کہ جو مشرک یہ مانتے ہیں کہ خدا کا بھی کوئی مدد گار ہے، فرماتے ہیں کہ 'وَلاَ ظَهِيرَ لَهُ'، اس کا تو کوئی مدد گار نہیں۔ آگے غصہ ان کا بڑھا پارہ۔ 'كَيْ مَا أُعَاوِنُهُ' کہ اگر اس کا ہوتا، میرے مالک سے مجھے عشق اور محبت ہے، میں اس کے مدد گار کی معاونت اور مدد کرتا۔ لیکن اے خبیثو! اس کا کوئی مدد گار نہیں۔

وَلاَ ظَهِيرَ لَهُ كَيْ مَا أُعَاوِنُهُ كَيْ مَا يَكُوْنُ لِأَرْبَابِ الْوِلاَيَاتِ

وَالْفَقْرُ لِيْ وَصْفُ ذَاتٍ لاَزِمٌ اَبَدًا كَمَا الْغِنىٰ اَبَدًا وَصْفٌ لَهُ ذَاتِ

کاش کہ ہم اپنی فقیری، احتیاج اور مسکنت کا قصیدہ ہر وقت پڑھیں۔ اس کی تسبیح ہر وقت کریں۔

وَالْفَقْرُ لِيْ وَصْفُ ذَاتٍ لاَزِمٌ اَبَدًا كَمَا الْغِنىٰ اَبَدًا وَصْفٌ لَهُ ذَاتِ

کہ اس کا ذاتی وصف مالک کا غنیٰ اور عدم احتیاج ہے۔ اور میرا ذاتی وصف ہے فقر۔

اخیر میں فرماتے ہیں۔ بیچ میں اشعار بھی ہیں۔ اس کے بعد فرماتے ہیں

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ مِلْأَ الْكَوْنِ اَجْمَعِهِ مَا كَانَ مِنْهُ وَمَا مِنْ بَعْدِهِ يَأْتِيْ

ثُمَّ الصَّلٰوةُ عَلىٰ الْمُخْتَارِ مِنْ مُضَرٍ خَيْرِ الْبَرِيَّةِ مِنْ مَاضِيْ وَمِنْ اٰتِ

اللہ تعالیٰ ان مبارک گھڑیوں میں ہمیں توبہ کی توفیق دے، ہم سے جو خطائیں سرزد ہوئیں، ہمارے دین کے بارے میں، دینی کتابوں کے بارے میں، ائمہ کے بارے میں، بزرگوں کے بارے میں، مصنفین کے بارے میں۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے ہمیں استغفار کی توفیق دے۔ ہمیں صحیح راستے پر چلائے۔ جو دینی کام ہیں، دینی قلعے ہیں، دینی مراکز ہیں اللہ تعالیٰ انہیں فتنوں سے محفوظ فرمائے۔ رمضان المبارک کی برکت سے اللہ تعالیٰ ساری امت محمدیہ کے گناہوں کی مغفرت کا فیصلہ فرمائے۔

واٰخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۲۸ ؍ رمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رمضان المبارک کے ختم میں چند گھنٹے رہ گئے، ایک دو دن رہ گئے۔ اللہ تعالیٰ ہماری کوتاہیاں جو ہوئیں، جو ہم نے ماہ مبارک میں رب کو اپنی مغفرت کیلئے منوانے کی کما حقہ کوشش نہیں کی ، اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے اس جرم کو معاف فرمادے اور مراحم خسروانہ سے اللہ تعالیٰ ساری امت محمدیہ کی مغفرت کا فیصلہ فرمادے۔

درودِ پاک

شروع رمضان سے خیال ہوتا رہا ہمیشہ کہ آپ حضرات سے یہ شرف تکلم اور یہ شرف خطاب تو درود شریف کی برکت سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اس درود شریف کی مہم کو ہمیشہ جاری رکھے، ہر جگہ عام فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عالی میں ہر وقت ہماری زبانیں تر وتازہ رہیں، آپ کی یاد دل میں ہو، آپ کا ذکر مبارک ہماری زبان پر ہو۔ درود وسلام ہر وقت زبان سے جاری ہو۔ اس کی توفیق اللہ تعالیٰ ہمیں ارزاں فرمائے۔ اسی مہم کی برکت سے یہ ماہ مبارک کے ریڈیو کا سلسلہ شروع ہوا۔

میں شروع رمضان سے سوچتا رہا کہ اس موضوع پر عرض کرنا ہے لیکن یکے بعد دیگرے وہ

تسلسل روزمرہ کے خطاب کا ایسا رہا کہ میں اب تک اس میں کوتاہی کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے۔ اب تو آخری دن ہیں، پتہ نہیں یہ حضرات بھی اس کی وجہ سے کبیدہ خاطر ہو رہے ہوں گے کہ اس موضوع پر تو اب تک یہ آتا نہیں ہے۔

سارے رمضان المبارک میں، روز میں اس کو سوچتا رہا مگر کل پرسوں پر یہ مؤخر ہوتا رہا کہ اچانک بعض ساتھیوں نے ایک شکایت پہنچائی کہ فلاں مہمان، لندن کی فلاں مسجد میں آئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے درود شریف کے سلسلہ کی ان مہمات کو بدعت سے تعبیر فرمایا۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون** ۔ کہ جیسے آپ ترغیب دیتے ہیں کہ عصر کی نماز کے بعد جمعہ کے دن اسّی مرتبہ 'اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْأُمِّیِّ وَعَلیٰ آلِهِ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا' اسّی مرتبہ پڑھو گے اسّی سال کے گناہ معاف ہوں گے۔

حضرت شیخ قدس سرہ کا معمول

حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں جب میں پہنچا، اس وقت ہمیں بتایا گیا کہ حضرت شیخ قدس سرہ کا پینیتیس برس سے یہ معمول عصر کے بعد کے درود شریف کا اور اعتکاف کا قضاء نہیں ہوا۔ عصر کے بعد اپنی جگہ پر سب مصلی بیٹھے رہتے تھے اور درود شریف پڑھ کر اٹھتے تھے اور حضرت شیخ قدس سرہ مغرب تک کے اعتکاف کی نیت فرماتے تھے۔ وہیں کوئی درود شریف پڑھ رہا ہے جنہیں ذکر جہری کی اجازت نہیں۔

ذکر جہری کی اجازت

ذکر جہری کی اجازت پر تو ایک زبردست ڈانٹ پڑی تھی۔ ابھی سہارنپور حاضری ہوگی، ساتھیوں کو میں بتاؤں گا کہ حضرت شیخ قدس سرہ استنجا سے تشریف لائے، معمول تو یہ تھا کہ حضرت استنجا سے تشریف لاتے، صرف پائجامہ یا لنگی یا کمری میں ہوتے تھے۔ جب حضرت کو کپڑے پہنا دیئے جاتے اور حضرت نماز کی نیت باندھتے سنتوں کی، اس وقت وہ پردہ

ہٹایا جاتا۔لیکن یہاں جلال میں ہیں۔ کیوں؟

میں نے ایک مرتبہ حضرت سے درخواست کی کہ مجھے ذکر بالجہر کی اجازت چاہئے۔ حضرت نے فرمایا کہ ’طالب علم کو علم کی مشغولی اہم ہے۔ کتابوں میں محنت کرو‘۔ دوسری مرتبہ پھر عرض کیا، اسی طرح کا کوئی جواب ملا۔

لیکن چونکہ میں نو وارد تھا ابھی دوسرا سال تھا حاضری کا کہ یہ قصہ دارِ جدید کا ہے اور اس سے پہلے کی حاضری جب ہوئی تھی، حضرت شیخ قدس سرہ نے دفتر والی مظاہر العلوم کی مسجد میں اعتکاف فرمایا تھا۔ وہاں حضرت کو استنجا وضو کیلئے میں لے گیا۔ پوچھا کون؟ میں نے کہا ’عبد الرحیم کا بھائی‘۔ یہ پہلی مرتبہ حضرت سے تعارف ہوا۔

یہ دوسرا سال تھا کہ اعتکاف کیلئے ہم وہاں پہنچے تھے اور جب ایک دو مرتبہ حضرت نے منع فرمایا، نو وارد ہونے کی وجہ سے مزاج جانتے نہیں تھے کہ ’مزاج شاہاں بہت ہے نازک‘۔ جب میں نے بھائی جان کو بیچ میں واسطہ بنایا کہ حضرت سے اجازت لے دیں۔ حضرت سے وضو کراتے ہوئے بھائی جان نے عرض کیا کہ یوسف کو ذکر کی اجازت چاہئے۔

حضرت نے جیسے ہی معتکف میں قدم رکھا، غصہ میں فرمایا کہ پردہ ہٹاؤ! میں عصر کی نفلوں میں تھا۔ جلال میں فرمایا ’کہاں ہے عبد الرحیم کا بھائی یوسف؟ اسے کہو کہ اسی وقت گجرات روانہ ہو جائے۔ میں نے کہا تھا کہ طالب علم کو ذکر کی اجازت میں نہیں دیا کرتا‘ یہ حضرت شیخ قدس سرہ کی پہلی ڈانٹ تھی۔

جمعہ کی عصر بعد کی مجلس

حضرت کے جمعہ کے دن عصر کے بعد درود شریف اور اعتکاف کے معمول کے بارے میں ہمیں بتایا گیا کہ پینتیس برس سے حضرت کا یہ معمول قضا نہیں ہوا۔ مولانا احمد لولات صاحب اعلان فرماتے، درود شریف بتاتے، فضیلت بتاتے کہ جمعہ کے دن اسّی مرتبہ درود شریف کی

فضیلت یہ ہے۔ جیسے یہاں یہ درود شریف بتایا گیا اس کی فضیلت بتائی گئی اور حضرت قدس سرہ کا یہ معمول پینتیس برس تک رہا درود شریف کا بھی اور اعتکاف کا بھی۔

اسی کی روشنی میں حضرت شیخ قدس سرہ کی زندگی ہی میں ہم نے یہ معمول شروع کیا تھا کہ جمعہ کے دن عشاء کی نماز کے بعد ایک صفحہ فضائل درود شریف میں سے پڑھ دیا جاتا ہے جس میں جمعہ کے دن اور شب جمعہ میں درود شریف کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ وہ پڑھ کر ساتھی درود شریف پڑھنے لگ جاتے ہیں۔ کوئی تعداد کی قید نہیں ہوتی، کوئی وقت کی قید نہیں ہوتی۔ جتنا جسے پڑھنا ہو، وہ ایک ترغیب ہوگئی۔

علامہ شونی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس

ساری رات درود شریف پڑھتے رہو، علامہ شونی اور علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح۔ کہ شب جمعہ میں علامہ شونی کی درود شریف کی مجلس میں، جو جامعہ ازہر کی مسجد میں ہوتی تھی، ساری رات مغرب کے بعد سے لے کر فجر تک درود شریف پڑھتے رہتے۔ بلکہ بعض جگہ لکھا ہے کہ جمعہ کی شام تک چوبیس گھنٹے کی وہ مجلس ہوتی تھی، اس میں درود شریف سب اپنے اپنے طور پر پڑھتے رہتے تھے۔ پھر یہ سلسلہ بڑھ کر حرمین میں پہنچا، وہاں شروع ہوئی یہ مجلس۔ پھر وہاں سے اسپین تک پھیل گیا۔ یہ سلسلہ اسلامی ملکوں میں سب نے اس کو اپنایا۔

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات ویب سائٹ پر آپ پڑھیں اس میں دیکھئے۔ اس میں لکھا ہے کہ جب بخاری شریف کی شرح علامہ قسطلانی لکھ رہے تھے، اس شرح کا مسودہ لے کر ہر شب جمعہ میں وہ پہنچتے۔ اور اس کی وجہ لکھی کہ اس مجلس کے انوارات سے استبراک کیلئے وہ مسودہ لے جا کر مجلس کے بیچوں بیچ رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اس درجہ کی عقیدت ہمیں بھی

عطا فرمائے۔

بدعت یا یاددہانی

اب یہ جو عصر کے بعد کا درود شریف اسے بدعت قرار دیا گیا۔عشاء کے بعد یہ ساتھی درود شریف پڑھنے کیلئے ایک صفحہ ترغیب کیلئے پڑھ دیتے تھے اسے بدعت کہا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ میں نے عرض کیا کہ ہم ان تمام چیزوں کو چھوڑتے چھوڑتے ،ترک کرتے کرتے کتنے دور پہنچ گئے۔ میں آپ کو گنواؤں گا کہ واقعی ہم کتنی دور ہیں۔حضرت شیخ قدس سرہ کی مجلس میں جمعہ کے دن عصر کے بعد اعلان ہوتا کہ 'اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلیٰ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا' اسّی مرتبہ پڑھو،اس کی یہ فضیلت ہے۔

عشاء کے بعد دار العلوم میں اور مختلف مساجد میں پڑھا جاتا ہے ایک صفحہ۔ اس لئے کہ جمعہ کی شب میں اور جمعہ کے دن درود شریف پڑھنے کی خاص فضیلت آئی ہے تو خبردار! آج کی رات اور کل جمعہ کے دن کی کوئی گھڑی اس مبارک معمول سے کوئی غفلت میں گذرے۔ صرف چند منٹ کا وہ معمول ہے،لیکن مقصد یہ ہے کہ پورے دن اور پوری رات کیلئے اس کی یاددہانی ہوجائے مگر کہا گیا کہ یہ تو بدعت ہے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہم ان احادیث کو پھر کیا کریں جو جمعہ کے دن عصر کے بعد کی فضیلت کے متعلق وارد ہوئیں؟ اب لوگوں میں تبلیغ اور دعوت دینے اور بتانے کا ذریعہ اور کیا ہوگا؟ ہم نہیں کہتے کہ تم اسی جگہ پڑھو۔ یہاں سے چلے جاؤ،عورتوں والی مسجد میں ، گھر میں جا کر پڑھو۔ وہاں بیٹھ کر پڑھو،مستورات والی مسجد میں بیٹھ کر پڑھو۔لیکن پڑھو۔ ہم نہیں کہتے نہ ایک راگ سے پڑھو، الصلوۃ والسلام علیک کی طرح ایک راگ سے۔نہ ہم پڑھانے کی کوشش کرتے ہیں۔کوئی حد ہوتی ہے، تبدیع، تفسیق اور تکفیر کی بھی۔آخر دنیا پتہ نہیں کیا سے کیا ہوجائے گی۔ کیا سے کیا ہوگئی ہے۔اس کو ہم آج دیکھتے ہیں۔

بسملہ کی سنت

ہمارے دوست بتاتے رہتے ہیں بھائی خالد صاحب جو درود شریف کی یہ مہم چلارہے ہیں کہ اتنے ملکوں میں یہ سنا جاتا ہے۔ اللہ کرے کہ یہ سب صحیح ہو۔ ان سب کے متعلق میرا دعویٰ ہے کہ ان میں ایک شخص بھی عوام اور خواص میں سے نہیں ملے گا جو اس سنت کا تارک نہ ہو۔ کیا مسند حدیث پر درس دینے والے اور کیا عام مسلمان، میرا یہ سوئے ظن، اس درجہ تک تو نہیں کرنا چاہئے لیکن چونکہ میرا یہ مشاہدہ ہے اور میرا یقین ہے کہ ایسا ہی ہے اس لئے میں اتنے زور سے اتنی وسیع دنیا بھر کی ایک مجلس میں، اتنے سارے ملکوں کی مجلس میں، یہ دعویٰ کر رہا ہوں کہ کوئی اس سنت پر عمل پیرا نہیں ہوگا۔ کیا سنت ہے؟

حضرات صحابہ کرام میں یہ سنت رائج تھی کہ وہ جب کوئی خط تحریر فرماتے، شروع میں **بسم اللہ الرحمن الرحیم** لکھتے۔ گذشتہ کل ہی بتایا کہ ہمارے ہاں ایک غلط سلسلہ '۷۸٦' کا شروع ہوا اور چل پڑا۔ اب جیسے جیسے علم آرہا ہے، الحمد للہ اس میں بھی کمی آرہی ہے۔ اور پوچھا جاتا ہے تو بے چارے ایک عوامی جواب بھی دے دیتے ہیں۔ وہ علمی جواب نہیں ہے ان کا عوامی جواب ہے۔ وہ یہ ہے کہ بسم اللہ اگر لکھی ہوئی ہو، خط پھاڑا بھی جاتا ہے، پھینکا بھی جاتا ہے۔ اب خط پھاڑنے کے قصے شروع کردیں کہ فلاں فلاں موقعہ پر فلاں فلاں نے خط کے ساتھ یوں کیا۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ خط میں اگر 'بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' لکھیں گے، یہ قرآن کی آیت ہے، قرآن کے کلمات ہیں اس کی توہین ہوگی اس لئے ہم '۷۸٦' لکھتے ہیں۔

ہم ان سے یہ بصد ادب عرض کرتے ہیں کہ یہ تو ایک اتنی بڑی سنت کے ترک کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔ جو اس '**بسم اللہ الرحمن الرحیم**' والی تحریر کا اور اس خط کا ادب نہیں کریں گے، واقعی وہ گناہگار ہوں گے لیکن اس کی وجہ سے اس سنت کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ یہ تو تبدیل فی الشریعۃ ہے۔ کوئی معمولی چھوٹی موٹی بات نہیں ہے۔ شریعت کی تبدیلی،

سنت کی تبدیلی، سنت کو ہٹانے کا گناہ وہ بہت سخت ہے۔ یہ سنت 'بسم اللہ الرحمن الرحیم' ہی سے ادا ہوگی۔'۷۸۶' سے سنت ادا نہیں ہوگی بلکہ ایک سنت کے ترک کا گناہ ہے وہ ایک مستقل گناہ لگ گیا۔ سب سے پہلے خط میں 'بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' [چھوٹی]۔

علماء میں اسی وجہ سے، اس کو کسی نے بسم اللہ، کبھی باسمہ تعالیٰ، یہ اجتہاد کرکے کہ اللہ کے نام سے شروع کرنے کی سنت ہے تو اللہ کے نام سے ہم شروع کرتے ہیں اور اگر 'بسم الله الرحمن الرحيم' ہم لکھیں گے تو وہی عوامی جواب جو بتایا کہ کوئی توہین کرے گا تو اس سے بچنے کیلئے انہوں نے حیلہ کیا، علمی حیلہ کہ 'باسمہ تعالیٰ' لکھ دو کہ اللہ کے نام سے شروع کرتے ہیں۔ تو سب سے پہلے چھوٹی 'بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'۔

بیت المقدس کا محاصرہ

یہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا گرامی نامہ ہے۔ ہم اپنی طرف سے اسے گرامی نامہ کہیں گے لیکن وہ جب بھیجیں گے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو، کیا کہیں گے؟ 'گرامی نامہ' نہیں۔ ان کی زبان میں 'عریضہ' کہا جائے گا۔ مکتوب گرامی حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے لکھا۔ یہ اس وقت کا قصہ ہے کہ جب بیت المقدس کی فتح میں چند دن باقی رہ گئے تھے اور چار مہینے سے بیت المقدس کا محاصرہ جاری تھا۔ ایک دفعہ عوام نے محاصرہ سے تنگ ہوکر حکومت سے کہا کہ بھئی! یہ چار مہینہ سے محاصرہ میں ہم تنگ ہیں، تکلیف میں ہیں، ان سے صلح کی کوئی بات چیت تو کرو۔

چنانچہ مسلمانوں کو بلایا گیا اور جو بِطْرِیق تھا اس نے کہا کہ بیس برس بھی تم یہ محاصرہ جاری رکھو، یہ شہر فتح نہیں ہونے کا۔ اس لئے کہ کس کے ہاتھوں یہ فتح ہونا ہے کس کو ہم چابیاں دے سکتے ہیں، ان کی شکل صورت، ان کا حلیہ، ہر چیز مبشرات میں ہمارے ہاں موجود ہے، پیشین گوئیوں میں ہمارے ہاں موجود ہے۔ ہم نے آپ کے کمانڈر کو ابھی تک دیکھا نہیں۔ ان کو

بلایئے اگر ان میں یہ علامات پائی جاتی ہیں، یہ چابی ہم ان کے حوالہ کر دیں گے۔

چنانچہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو لے جایا گیا۔ یہ صحابہ کرام ایک جیسے معلوم ہوتے تھے۔غور سے دیکھتے ہیں۔ایک کہتا ہے کہ یہ پیشین گوئیاں ان پر صادق آتی ہیں۔کسی نے کہا نہیں ساری نہیں آتیں۔آنکھیں دیکھو! مونچھ دیکھو! انہوں نے کہا کہ نہیں۔آپ کے سپہ سالار میں یہ علامات نہیں پائی جاتیں۔اب آخری درخواست ہماری یہ ہے کہ ہماری طرف سے صلح کی پیش کش ہوئی ہے، اگر تم صلح کیلئے تیار ہو، تمہارے امیر المؤمنین کو یہاں آنا ہوگا۔ ہم انہیں دیکھیں گے کہ اگر ان میں یہ تمام علامات جو ہماری پیشین گوئیوں میں ہیں وہ پائی جاتی ہیں، ہم چابیاں ان کے حوالے کر دیں گے۔

اب اس کی تیاری ہونے لگی کہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا جائے۔ درمیان میں کسی نے مشورہ دیا کہ یہ خالد بن ولید بھی ان کے جیسے لگتے ہیں ان کو لے جایا جائے۔ان کو جب لے گئے، ان کو انہوں نے دیکھا۔پھر بطریق نے بہت ناراض لہجہ میں کہا کہ تم کیوں ہمارے ساتھ اس طرح کھیل کرتے ہو؟ ہم نے کہا کہ ان کو وہاں سے بلاؤ! اور تم یہیں پہ اپنے میں سے کسی کو لے آئے۔ بہر حال اس کے بعد پھر یہ طے ہوا کہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو عریضہ لکھا جائے۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے جو عریضہ لکھا۔ 'بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ . اِلٰىٓ عَبْدِ اللّٰهِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ مِنْ عَامِلِهٖ اَبِيْ عُبَيْدَةَ عَامِرِ بْنِ الْجَرَّاحِ، اَمَّا بَعْدُ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ' ۔اب یہ السلام علیک ہم لکھتے تو ہیں، السلام علیکم خط کے شروع میں۔ یہ ایک سنت بسم اللہ کی ادا ہوئی، السلام علیکم کی ادا ہوئی۔آگے کیا تحریر فرمایا؟

'فَاِنِّيْ اَحْمَدُ اللّٰہَ الَّذِيْ لَا اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ ۔ خدائے وحدہ لاشریک کی حمد کے کلمات ہوں۔ خطوط میں آپ دیکھیں گے، کبھی موقعہ ہوا، اس پر کتاب بھی لکھی جا سکتی ہے، کہ کتنی صدیاں گذر گئیں، لیکن اس موضوع پر نہ کوئی کتاب میں نے دیکھی کہ جس میں یہ چیزیں جمع کی گئی ہوں، نہ کہیں کوئی رسالہ یا مفصل مضمون دیکھا۔

لیکن اس زمانے کے جو مکاتیب ہیں ان کو آپ ملاحظہ فرمائیں گے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور خلفائے اربعہ کے زمانہ کے مکاتیب ملاحظہ فرمائیں گے، سب میں اسی طرح ملتا ہے کہ 'بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' ۔ پھر فلاں کی طرف سے فلاں کے نام خط۔ پھر اس کے بعد امابعد۔ آگے السلام علیک۔ پھر آگے 'فَاِنِّيْ اَحْمَدُ اللّٰہَ الَّذِيْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔

اگلا کلمہ وہ سننے کا ہے وہ آپ کی اس مہم سے تعلق رکھتا ہے، آپ کی اس دعوت سے تعلق رکھتا ہے جو دنیا بھر میں آپ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے درود شریف کی مہم چلا رہے ہیں، جس طرح صحابہ کرام ہر جگہ آپ کو یاد فرماتے تھے۔ ہر جگہ کیسے یاد فرماتے تھے؟ تو وہ بھی میں ابھی عرض کروں گا، آگے انشاء اللہ۔ تو ہر خط میں 'بِسْمِ اللّٰـہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ . اِلٰی عَبْدِ اللّٰہِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ مِنْ عَامِلِہٖ اَبِيْ عُبَيْدَۃَ عَامِرِ بْنِ الْجَرَّاحِ، اَمَّا بَعْدُ' ۔

جتنے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خطوط پہنچے اپنے عاملوں کی طرف سے، جن کو کسی کام کیلئے بھیجا ان کی طرف سے، اسی طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عاملوں کے خطوط، ان سب کو اکٹھا کیجئے سب میں یہی عبارت ہے۔ اسی طرح حضرت امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے تحت کام کرنے والے، حضرت امیر المؤمنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کے حکام سب کے ایک جیسے خطوط ہیں۔ اس لئے تو میں نے عرض کیا کہ حضرت ابوعبیدہ ملتے ہیں شکل میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی ان سے ملتے جلتے ہیں، ان کے جیسے لگتے ہیں۔

آگے اس میں تحریر فرمایا، 'بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ . اِلیٰ عَبْدِ اللّٰہِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ مِنْ عَامِلِہٖ اَبِیْ عُبَیْدَۃَ عَامِرِ بْنِ الْجَرَّاحِ، اَمَّا بَعْدُ: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ فَاِنِّیْ اَحْمَدُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَاُصَلِّیْ عَلیٰ نَبِیِّہٖ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ '۔ آپ بھی پڑھیے 'وَاُصَلِّیْ عَلیٰ نَبِیِّہٖ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَاُصَلِّیْ عَلیٰ نَبِیِّہٖ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ'۔

شروع میں بسم اللہ ہے، پھر مرسل الیہ کا نام ہے، پھر امّا بعد اور حمد وصلوۃ ہے۔ 'اَحْمَدُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَاُصَلِّیْ عَلیٰ نَبِیِّہٖ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ'۔ پھر یہ آہستہ، آہستہ، آہستہ بعد کے زمانے میں یہ سنت رخصت ہوگئی۔ اور ایسا کیوں ہوا؟ اس کو آپ سوچیے کہ یکلخت صحابہ کرام کے ساتھ ہی یہ سنت رخصت ہوگئی۔ اس لئے کہ انہیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت کا داغ ایسا تھا کہ ہر جگہ یاد فرماتے تھے۔ میں نے آپ سے ابھی عرض کیا کہ میں یہ بتانے جارہا ہوں کہ ہر جگہ کیسے یاد فرماتے تھے ہر قدم پر۔

ابھی میں جلدی جلدی میں آپ کو وہ سارے تو نہیں لیکن جس طرح کہ یہ مکتوب آپ کو سنایا، اسی طرح کے دو چار مکتوب سنا دیتا ہوں۔ جس طرح ابھی مکتوب سنایا جس میں 'وَاُصَلِّیْ عَلیٰ نَبِیِّہٖ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، وَاُصَلِّیْ عَلیٰ نَبِیِّہٖ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ' تحریر کیا گیا تھا۔ اس طرح کے چند ایک اور مکتوب آپ کی خدمت میں پیش کر دیتا ہوں۔ یہ سارے تو نہیں ہیں اس لئے کہ اس کیلئے تو ایک دفتر چاہیے۔

جنگ یرموک

قدس کے فتح ہونے سے پہلے جو شدید جنگیں ہوئی، ان میں سب سے شدید ترین جنگ، جنگ یرموک ہے۔ یرموک کی جنگ شدید ترین کیوں تھی؟ جنگوں میں انسان بہت مارے جاتے ہیں لیکن کسی جنگ میں یہ پڑھا آپ نے کہ اس جنگ میں ایک سو مسلمان فوجیوں کی

آنکھیں شہید ہوئیں؟ ایک سو پڑھا آپ نے؟ دوسو پڑھا آپ نے؟ تین سو پڑھا آپ نے؟ چارسو پڑھا آپ نے جب سونہیں پڑھیں، تین سو چارسو کہاں پڑھا ہوگا۔کہیں نہیں پڑھا ہوگا آپ نے کسی جنگ میں۔ اتنی شدید یہ جنگ تھی کہ اس کا نام ہی جنگ یرموک نہیں بلکہ 'یوم التعویرٗ۔ کہ ایک آنکھ پھوڑ دیئے جانے والا دن۔ کہ اس کو یوم التعویر اس لئے کہا گیا کہ اس میں سات سوصحابہ کرام اور تابعین کی ایک ایک آنکھ چلی گئی، کسی کی دو بھی گئی ہوں گی۔

یہ اتنی عظیم ترین جنگ تھی کہ اس جنگ میں ایک دوسرے کو، جانبین نے بہت قریب سے دیکھا۔ جب مسلمانوں کا اتنا بڑا نقصان ہوا کہ سات سوشرکاء کی آنکھیں شہید ہوگئیں، سامنے والی پارٹی، رومیوں کا بھی نقصان اسی طرح بہت زیادہ ہوا۔ فرق یہ تھا کہ یہ بڑھتے چلے جارہے تھے۔ نقصان یہ بھی اٹھاتے تھے جانی مالی، وہ بھی اٹھاتے تھے۔ اسی میں ایک موقعہ پر جب انہوں نے دیکھا کہ مسلمان بصریٰ، حوران، اجنادین، دمشق، بعلبک، حمص ان تمام شہروں پر قابض ہوگئے اور وہاں ان کا قبضہ ہوگیا، ایک مجلس ہوئی۔ بادشاہ نے تمام حکام کو طلب فرمایا۔

اس میں ایک قسیس جو اپنے مذہب کا نہایت ماہر تھا اس نے کھڑے ہوکر عرض کیا کہ بادشاہ سلامت! ہم اپنے دین کو چھوڑ چکے اور ہم نے اپنے مذہب میں اور اپنی کتاب میں بہت ساری تبدیلیاں کیں اس کے نتیجہ میں یہ ہم پر مسلط ہوئے ہیں۔ اس طرح انہوں نے بہت سی چیزیں اپنے بارے میں گنوائیں کہ ہم نے یہ کیا، ہم نے یہ کوتاہی کی، اس وجہ سے یہ ہم پر مسلط ہوئے۔ پھر اپنی کوتاہیاں گنوا کر اسلامی فوج کی خوبیاں انہوں نے گنوانی شروع کیں۔

وہ کہتا ہے کہ 'هٰؤُلَآءِ الْعَرَبُ طَائِعُوْنَ لِرَبِّهِمْ، مُتَّبِعُوْنَ دِيْنَهُمْ، رُهْبَانٌ بِاللَّيْلِ، صَوَّامٌ بِالنَّهَارِ وَلَا يَفْتَرُوْنَ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ' ۔کہ یہ رب کے فرمانبردار ہیں، اطاعت گذار ہیں، دن میں روزہ رکھتے ہیں، رات میں عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ اور کسی وقت تھکتے

نہیں ہیں 'لا یَفْتَرُوْنَ عَنْ ذِکْرِ رَبِّھِمْ' اور ہر وقت زبان پر ذکر اللہ جاری رہتا ہے اور 'وَلا عَنِ الصَّلوٰۃِ علیٰ نَبِیِّھِمْ' ۔کتنا زیادہ درود شریف ان کے یہاں ہوتا ہوگا کہ یہ قسیس اپنے مشاہدہ کو بیان کرتا ہے کہ یہ ہر وقت درود شریف پڑھتے رہے ہیں ۔میدانِ قتال میں بھی، میدانِ کارزار میں بھی ۔'وَلا یَفْتَرُوْنَ عَنْ ذِکْرِ رَبِّھِمْ' تھکتے نہیں ہیں 'وَلا عَنِ الصَّلوٰۃِ عَلیٰ نَبِیِّھِمْ' ۔

مکاتیب کے ذخیرے میں آپ دیکھیں گے، اسی ذخیرے میں امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو عبیدۃ رضی اللہ عنہ نے دمشق اور اس کے اطراف کا علاقہ جب فتح ہوا، اس وقت جو عریضہ لکھا ہے اس میں لکھا ہے 'بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَصَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلیٰ نَبِیِّہِ الْمُصْطَفیٰ وَرَسُوْلِہِ الْمُجْتَبیٰ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ' ۔ دیکھئے! کتنی یاد، کتنی یاد ۔ یہ مکتوب بڑا پیارا ہے ۔اس میں اور آگے دیکھئے ۔

شروع تو فرمایا 'بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَصَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلیٰ نَبِیِّہِ الْمُصْطَفیٰ وَرَسُوْلِہِ الْمُجْتَبیٰ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ. مِنْ اَبِیْ عُبَیْدَۃَ عَامِرِ بْنِ الْجَرَّاحِ . اَمَّا بَعْدُ فَاَنَا اَحْمَدُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَااِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَاَشْکُرُہٗ عَلیٰ مَااَولَانَا مِنَ النِّعَمِ وَخَصَّنَا بِہٖ مِنْ کَرَمِہٖ بِبَرَکَاتِ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ وَشَفِیْعِ الْاُمَّۃِ صَلّٰی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ' ۔

کہئے 'صلی اللہ علیہ وسلم' ۔ چونکہ یہ حضرات ان کی ٹکٹکی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہر جگہ لگی ہوئی ہے، دستر خوان پر ہو تو، میدان کارزار میں ہو تو ۔کوئی شکایت کا خط ہو تو، فتح کا خط ہو تو، ہر جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں درود کا اہتمام ہوتا تھا ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خواب

اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کتنا ان کو نوازا جاتا تھا کہ یہ کتنی بڑی جنگ تھی کہ جس میں سات سو افراد کی ایک ایک آنکھ چلی گئی ۔اور جن کے سر چلے گئے وہ کتنے ہوں

گے؟ ہزاروں کی تعداد میں ہوں گے۔جس رات کو فتح ہونے والی تھی،ادھر امیر المؤمنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فجر کی نماز میں اپنا خواب بتارہے ہیں کہ میں نے سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم روضہ شریف میں تشریف فرما ہیں، حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں جہاں ہمیشہ تشریف رکھنے کا معمول تھا، 'وَمَعَهُ اَبُوْ بَكْرِنِ الصِّدِّيْقُ. وَكَانَ عُمَرُ يُسَلِّمُ عَلَيْهِمَا' ۔اور حضرت عمر عرض کررہے ہیں، شکایت کررہے ہیں کہ 'يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ قَلْبِيْ مَشْغُوْلٌ عَلىٰ الْمُسْلِمِيْنِ وَمَا يَصْنَعُ اللّٰهُ بِهِمْ'۔

پھر آگے عرض کرتے ہیں یارسول اللہ! رومیوں کی تعداد اتنی زبردست ہے۔سارا شکوہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ 'يَا عُمَرُ! اَبْشِرْ فَقَدْ فَتَحَ اللّٰهُ عَلىٰ الْمُسْلِمِيْنَ'۔ پھر آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی 'تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةِ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَايُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِى الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا' ۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا خواب بالکل سچا ہے۔اور فرمایا کہ 'اِنَّ الشَّيْطَانَ لَايَتَمَثَّلُ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' ۔اور یہ فرما کر وہ تاریخ لکھ لی، کہ آج ہم نے یہ خواب دیکھا اب یہ خوشخبری کیسے کس طرح آتی ہے۔

چنانچہ بالکل اسی طرح خبر پہنچی۔'فَكَانَتْ كَمَا ذَكَرَهُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَسَجَدَ عُمَرُ لِلّٰهِ شُكْرًا. وَوَصَلَهُ الْكِتَابُ فَقَرَأَهُ عُمَرُ عَلىٰ النَّاسِ. فَارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُ الْمُسْلِمِيْنَ بِالتَّهْلِيْلِ وَالتَّكْبِيْرِ وَالصَّلٰوةِ عَلىٰ الْبَشِيْرِ النَّذِيْرِ' ۔دیکھیں یہاں بھی، کہ جب یہ خواب حقیقت بن گیا اور خوشخبری پہنچی، اس وقت جو نعرہ تھا تکبیر کا، اور لا الہ الا اللہ کا، اس تکبیر اور تہلیل کے نعروں کے ساتھ کیا نعرہ تھا ان کا؟ 'فَارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ بِالتَّهْلِيْلِ (لا الہ الا اللہ) وَالتَّكْبِيْرِ (نعرہ تکبیر) وَالصَّلٰوةِ عَلىٰ الْبَشِيْرِ النَّذِيْرِ'، درود شریف کا نعرہ تھا۔

کوئی نرم دل، شریف، نازک مزاج کا ہوگا، وہ درود شریف کا نعرہ لگانے لگے۔اور جوشیلے

قسم کے تھے، وہ 'اللہ اکبر' کا نعرہ لگانے لگے۔ گویا سب کے رنگ ذکر کئے گئے۔ 'فَارْتَفَعَتْ اَصْوَاتُ الْمُسْلِمِيْنَ بِالتَّهْلِيْلِ وَالتَّكْبِيْرِ وَالصَّلٰوةِ عَلَى الْبَشِيْرِ النَّذِيْرِ'۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اندازِ تحریر

آگے پھر لکھا حضرت ابوعبیدۃ رحمۃ اللہ علیہ کو کہ فتح کے بعد جب غنائم کی تقسیم وغیرہ اچھی طرح ہوگئی، اس کے متعلق حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ سوال کرنے کیلئے تفاصیل معلوم کرنے کیلئے جو گرامی نامہ امیر المؤمنین نے حضرت ابوعبیدۃ رضی اللہ عنہ کو لکھا۔ اس میں پڑھئے! کیا تحریر فرمایا؟ لکھا 'مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ ، (اللہ کے بندے) عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابَ اِلٰى عَامِلِهٖ بِالشَّامِ۔ کہ اللہ کے بندہ عمر کی طرف سے اپنے عامل ابوعبیدہ کو یہ خط ہے۔ 'سَلَامٌ عَلَيْکَ۔ اَمَّا بَعْدُ۔ فَاِنِّيْ اَحْمَدُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَاُصَلِّيْ عَلٰى نَبِيِّهٖ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

اسی طرح کا ایک اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گرامی نامہ سنئے۔ لکھا ہے کہ 'فَكَتَبَ اِلَيْهِ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كِتَابًا يَقُوْلُ فِيْهِ 'بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِلٰى اَمِيْنِ الْاُمَّةِ اَبِيْ عُبَيْدَةَ عَامِرِ بْنِ الْجَرَّاحِ. فَاِنِّيْ اَحْمَدُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَاُصَلِّيْ عَلٰى نَبِيِّهٖ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ'۔ اسے پڑھئے تا کہ ہماری یہ چھوٹی ہوئی سنت ہمیں اچھی طرح سے یاد ہوجائے۔ اَحْمَدُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَاُصَلِّيْ عَلٰى نَبِيِّهٖ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ وَاٰمُرُكُمْ بِتَقْوٰى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّاُحَذِّرُكُمْ عَنْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَاُحَذِّرُكُمْ وَاَنْهَاكُمْ اَنْ تَكُوْنُوْا مِمَّنْ قَالَ اللّٰهُ فِيْ حَقِّهِمْ 'قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَاؤُكُمْ وَاَبْنَاؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ...' ۔ ساری آیت اخیر تک تحریر فرمائی۔ اور اس کے بعد لکھا اخیر میں بھی پھر، 'وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَاِمَامِ

الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ' ۔

اس مکاتیب کے سلسلہ کو یہیں میں ابھی روکتا ہوں ۔ورنہ میں نے جگہ بھی بتادی ،وقت بھی بتادیا کہ امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد تک بھی یہ سلسلہ رہا۔ بار بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک ایک مکتوب میں کئی جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد فرمارہے ہیں اور لکھ رہے ہیں۔ان مکاتیب کے سلسلہ کو موقوف کر کے آگے بڑھتے ہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

میں نے کہا نا کہ ہر وقت ہر جگہ یاد فرماتے تھے۔ یہ ہر وقت جو دل میں یہ یاد بساتے رہے۔اس کے انعامات اور کرامات ظاہر یہ آپ دیکھیں گے تو بے شمار ہیں۔اسی جنگ کے سلسلہ میں ایک موقعہ ایسا بھی آیا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو جلدی ہے۔فرما رہے ہیں کہ لاؤ! میری سواری پر زین رکھو، گھوڑے پر زین رکھو۔میری تلوار لاؤ، یہ لاؤ۔اتنے میں جب آپ سب کچھ لے کر کھڑے ہونے کو ہیں ۔اتنے میں دیکھا کہ بالکل ہتھیاروں میں لیس سامنے آ کر کوئی کھڑا ہوا اور آپ کی ٹوپی مبارک پیش کی۔ پہچان نہیں سکے۔کس کو نہیں پہچان سکے؟ اپنی بیوی کو نہیں پہچان سکے۔

ایسی وہ اسلحہ میں ، خود اور زرہ میں غرق ہوں گی کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ان سے پوچھتے ہیں کہ مَنْ اَنْتَ؟ تم کون؟ وہ کہتی ہیں کہ 'اَنَا زَوْجَتُکَ اُمُّ تَمِیْمٍ یَا اَبَاسُلَیْمَانَ ۔وَقَدْ اَتَیْتُکَ بِالْقَلَنْسُوَۃِ الْمُبَارَکَۃِ الَّتِیْ تُنْصَرُ بِھَا عَلٰی اَعْدَائِکَ فَخُذْھَا اِلَیْکَ' ۔ یہ دل میں یاد بسانے کی برکت سے ہے اور بار بار ہر جگہ یاد کرنے کی برکت سے اللہ عزوجل نے ان کو کیسا نوازا۔کتنی ظاہری کرامات وہ ہر وقت دیکھتے رہتے تھے کہ جب پیش کر رہی تھیں اہلیہ محترمہ اس ٹوپی مبارک کو جس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

کے بال مبارک تھے، اسی لئے تو انہوں نے عرض کیا کہ یہ آپ کی مبارک ٹوپی کہ جس سے آپ کی نصرت اور مدد ہوتی ہے، دیکھنے والوں نے دیکھا کہ ' فَلَمَعَ مِنْ ذُبَابَةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نُوْرٌ کَالْبَرْقِ الْخَاطِفِ'۔

کیا الفاظ ہیں 'فَلَمَعَ مِنْ ذُبَابَةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نُوْرٌ کَالْبَرْقِ الْخَاطِفِ'۔ کہ جس طرح یہ بجلی چمکتی ہے اوپر آسمان میں، ہم دیکھتے ہیں کہ کتنی لمبی رسیاں ڈوری کی طرح سے معلوم ہوتی ہیں۔ اس طرح انہوں نے دیکھا، حالانکہ ٹوپی میں ایک بال مبارک ہے۔ وہ تو جب تک انسان قریب جا کر اسے ٹٹولے گا نہیں، دیکھے گا نہیں، نہیں دیکھ پائے گا۔ ایک بال کو کیسے دیکھ پائے گا، لیکن انہوں نے دیکھ لیا تھا، 'فَلَمَعَ مِنْ ذُبَابَةِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نُوْرٌ کَالْبَرْقِ الْخَاطِفِ'۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک کی قسم

ہم تو اپنی گفتگو میں جہاں کوئی موقع آتا ہے، یا غصہ آتا ہے، یا کسی موقعہ پر کچھ بولتے ہیں، کہتے ہیں کہ میری ماں کی قسم، میری ماں کی زندگی کی قسم، باپ کی قسم، تجھے تیرے باپ کی قسم۔ یہاں سے آگے بڑھتے ہی نہیں۔ بے شک ماں اور باپ کا ایک رتبہ ہے، اور اس قسم کو لغو قرار دیا گیا کہ فقہاء نے اسے معاف کر دیا کہ اس میں توبہ کرنے سے گناہ دھل جائے گا، کفارہ وغیرہ کی ضرورت نہیں۔

لیکن یہاں اس قصہ کو بیان کرتے ہوئے جب واقدی جلیل القدر مؤرخ، جنہوں نے ان تمام مقامات پر جا کر خود تحقیق فرمائی، شریک ہونے والوں سے خود پوچھا تب جا کر یہ واقعات لکھے۔ جب یہ ٹوپی کا قصہ ذکر فرما رہے ہیں واقدی، جن کا دورہ کی کتابوں میں، طحاوی میں بھی ذکر شریف ملتا ہے۔ درس میں سنتے ہیں طحاوی پڑھنے والے، وہ واقدی، جو اتنے بڑے محدث ہیں، اتنے بڑے حافظ ہیں، حافظ حدیث ہیں، اتنے بڑے مؤرخ ہیں، وہ کیا فرماتے

ہیں 'وَعَیْشٍ عَاشَ فِیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَاوَضَعَ خَالِدُ نِ الْقَلَنْسُوَۃَ عَلیٰ رَأْسِہٖ'۔قسم کس کی کھاتے ہیں''وَعَیْشٍ عَاشَ فِیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ'۔

اگر آپ تلاش کریں گے، یہ جملہ جگہ جگہ ملے گا۔ کیوں کہ آپس میں گفتگو میں جب جوش میں آجاتے تھے، قسم کھاتے تھے کس کی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک کی۔ اور کیوں نہ کھائیں؟ خدا نے خود قسم کھائی اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ 'لَعَمْرُکَ اِنَّھُمْ لَفِيْ سَکْرَتِھِمْ یَعْمَھُوْنَ ۔اے محبوب! تیری زندگی کی قسم۔اب واقدی 'وَعَیْشٍ عَاشَ فِیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ' کہیں تو کوئی غلط ہوگا۔فرماتے ہیں کہ 'وَعَیْشٍ عَاشَ فِیْہِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَاوَضَعَ خَالِدُ نِ الْقَلَنْسُوَۃَ عَلیٰ رَأْسِہٖ' ۔تو اللہ نے اس کے بعد انہیں اس کی برکت سے جہاں جارہے تھے اس میں فتح عطا فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن حذافۃ السہمی رضی اللہ عنہ

اسی سفر اور انہی دنوں کا قصہ حضرت عبداللہ بن حذافۃ السہمی رضی اللہ عنہ کا بھی ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن حذافۃ السہمی رضی اللہ عنہ میدان کارزار میں جانے کیلئے اپنے ساتھی سے لڑ رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے پہلے جانے دو۔ ساتھی نے اصرار کیا کہ نہیں۔ حضرت عبد اللہ بن حذافۃ السہمی رضی اللہ عنہ پہلے تو عرض کرتے رہے کہ نہیں پہلے مجھے ہی جانے دو۔ وہ ساتھی کون تھے؟ حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ۔حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ 'اِنِّيْ اُشْفِقُ عَلَیْکَ ۔ وہ حضرت عبداللہ بن حذافۃ السہمی رضی اللہ عنہ سے کہتے ہیں کہ' آپ کی زندگی بڑی قیمتی، بڑی ضروری ہے۔ مجھے آپ کے بارے میں ڈر ہے، آپ نہ جائیں'۔

حضرت عبداللہ بن حذافۃ السہمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ 'اَتُشْفِقُ عَلَيَّ مِنْ تَعَبِ

الـدُّنيَا وَلاَ تُشفِقُ عَلَيَّ مِنُ حَرِّ النار ‘۔ یہ فرمایا اوراس کے بعد قسم کھائی۔کیا قسم کھائی کہ ’وَعَیـشٍ عَاشَ فِیهِ رَسُوُلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیهِ وَسَلَّمَ لاَیَبُرُزُ اِلَیهِ غَیرِیُ‘ ۔دیکھو! کہ میں قسم کھا کر کہتا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی قسم کہ ہم دونوں میں سے میں ہی جاؤں گا تم نہیں جاؤ گے۔ اتنا کوئی یاد کرتا ہوگا؟۔حق تعالیٰ شانہ نے جو ان پر انعامات فرمائے، یہ اتنی یاد کا نتیجہ ہے۔ یہ کیسا لمحہ ہے اوراس میں حضرت عبداللہ بن حذافۃ السہمی رضی اللہ عنہ قسم کھاتے ہیں؟ لیکن مقدر کی بات ہے کہ اسی میں وہ آگے تشریف لے گئے اور حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ انہیں دیکھ رہے ہیں اور وہ گرفتار ہو گئے۔دشمنوں نے انہیں گرفتار کرلیا۔

جب اس کی اطلاع ، اور کیسے یہ گرفتار ہوئے ، یہ ساری تفصیل سیدنا امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو لکھی گئی اور لکھا گیا کہ فلاں جگہ کچھ اچھی خبریں بھی ہوئیں ’وَلٰکِنَّهُمُ حَزِیُنُوُنَ عَلیٰ اَسُرِ عَبُدِ اللّٰهِ بُنِ حُذَافَةَ السَّهَمِيُ‘ ۔کہ ہمارے دل بڑے زخمی ہیں کہ ہمارے ایک ساتھی، جو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہیتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسانے والے تھے، قید میں چلے گئے۔آگے پھر ساری کیفیت ذکر کی گئی کہ کیسے انہیں گرفتار کیا گیا اور یہ دعا بھی فرمائی کہ ’اَللّٰهُمَّ اجُعَلُ لَهُ مِنُ اَمُرِهٖ فَرَجًا وَمَخُرَجًا‘۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اظہارِ غم

جب یہ عریضہ اور خط امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچا، ’وَاغُتَـمَّ عَـلیٰ عَبُـدِ الـلّٰهِ بُنِ حُذَافَةَ وَاَسُرِهٖ لِأَنَّهُ کَانَ یُحِبُّهٗ حُبًّا شَدِیُدًا‘، لکھتے ہیں کہ حضرت امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو حضرت عبداللہ بن حذافۃ رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ محبت تھی، اس لئے ان کی گرفتاری پر صدمہ بھی اتنا ہی آپ کو ہوا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا جو بیان کیا کہ بہت زیادہ مغموم ہوئے۔اور پھر یوں گویا ہوئے، پہلا کلمہ جو زبان مبارک سے اس غم کے پہاڑ کے بعد نکلا وہ یہ تھا کہ امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی

اللہ عنہ نے قسم اٹھائی۔

ہرقل سے مراسلت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا قسم اٹھائی؟ 'وعیش رسول الله رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ! لَأَكْتُبَنَّ اِلىٰ هِرَقْلَ بِأَنْ يُرْسِلَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ حُذَافَةَ ۔وَاِنْ لَمْ يَفْعَلْ...' کہ میں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ہرقل کو خط لکھ رہا ہوں کہ تو حضرت عبداللہ بن حذافۃ السہمی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دے، ورنہ پھر میں جوابی کاروائی میں یہ کروں گا یہ کروں گا۔ یہ تو زبانی فرمایا 'وَعَيْشٍ عَاشَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ' کہ میں ہرقل کو لکھواؤں گا۔ پھر جواب آپ نے خود لکھا، 'بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلاَ وَلَدًا ۔وَصَلّٰى اللّٰهُ عَلىٰ نَبِيِّهِ مُحَمَّدِ نِ الْمُؤَيَّدِ'۔ دیکھئے کتنے مختلف کلمات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد فرماتے ہیں جگہ جگہ۔

خط لکھوانا شروع فرمایا امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے، جس پر قسم اٹھائی تھی کہ میں ہرقل کو خط لکھتا ہوں۔ وہ ہرقل کے نام خط یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلاَ وَلَدًا. وَصَلّٰى اللّٰهُ عَلىٰ نَبِيِّهِ مُحَمَّدِ نِ الْمُؤَيَّدِ، مِنْ عَبْدِ اللّٰهِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ، اَمَّا بَعْدُ:

فَاِذَا وَصَلَ اِلَيْكَ كِتَابِيْ هٰذَا فَابْعَثْ اِلَيَّ بِالْأَسِيْرِ اَلَّذِيْ عِنْدَكَ وَهُوَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ حُذَافَةَ. فَاِنْ فَعَلْتَ ذٰلِكَ رَجَوْتُ لَكَ الْهِدَايَةَ. وَاِنْ اَبَيْتَ بَعَثْتُ اِلَيْكَ رِجَالاً، فَاَيُّ رِجَالٍ؟ رِجَالٌ لاَ تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَلاَ بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ . وَالسَّلاَمُ عَلىٰ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدىٰ.

یہ ہرقل کے نام جو خط ہے، اس میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد فرمایا، 'وَصَلّٰى اللّٰهُ

عَلٰی نَبِیِّهٖ مُحَمَّدِ نِ الْمُؤَیَّدِ۔

حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ

اور ایک جگہ کی داستان میں لکھا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ، حضرت فضل بن عباس کا کہ جہاں کہیں آگے بڑھنے کیلئے ساتھی مزاحم ہوتے، منع کرتے تو ان کو دھکا دے کر آگے جانے کی کوشش فرماتے۔ اور وہاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد پائی جاتی۔ وہاں کہتے 'اَنَا الْفَضْلُ بْنُ عَبَّاسٍ، اَنَا ابْنُ عَمِّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ'۔

اس داستان کو نقل کرنے والے حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ اسے کیسے نقل فرماتے ہیں؟ 'قَالَ عُبَادَۃُ بْنُ الصَّامِتِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ 'وَبِحَقِّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ اَحْصَیْتُ ...'۔ کہ میں نے بیس جگہیں ایسی گنیں حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کی....۔ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ داستان نقل کرتے ہوئے حضرت عبادۃ بن الصامت رضی اللہ عنہ کیا قسم اٹھا رہے ہیں 'وَبِحَقِّ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ'۔ کاش کہ ہم حق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانیں جیسا کہ ہمارے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پہچانا۔

سلام کی پیشی

وہ ایک ایک چیز کو پہچانتے تھے اور وہ ایسے موقعوں پر یاد کرکے اُس کو دہراتے تھے۔ ایک ایک چیز کو کس طرح یاد فرماتے تھے؟ کہ اوہ! میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اس منبر پر تشریف فرما ہوتے تھے۔ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم روضہ شریف میں تشریف فرما ہیں۔ روضہ شریف سے سلام پیش کرنا یہ صحابہ کرام کی سنت ہے۔ مواجہہ شریف تو اس وقت نہیں تھا۔ یہ تو ایک سہولت کی خاطر مواجہہ شریف سے سلام عرض کرنے کیلئے اور گذرنے والوں کی سہولت کیلئے بعد کے بادشاہوں نے بنایا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا جوصلوۃ وسلام پیش کرنے کا انداز تھا اور جگہ تھی وہ جگہ کون سی تھی وہ روضہ شریفہ تھا، ریاض الجنۃ تھا۔ وہاں سے سلام پیش کرتے تھے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ۔ اس لئے جتنے صحابہ کرام سفر سے واپس آتے ، وہاں پہنچتے اور وہاں سے سلام عرض کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ شریفہ کے دروازہ پر پہنچ کر وہاں سے سلام پیش کرنا یہ صحابہ کرام کی سنت تھی۔

منبر اور روضہ شریف کی قسم

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایک قصہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد فرماتے ہیں، اور وہ قصہ یہ تھا کہ جس طرح حضرت عبداللہ بن حذافۃ السہمی رضی اللہ عنہ وہاں گرفتار ہو گئے تھے،اسی طرح صحابہ کرام کی ایک تعداد، چند ایک صحابہ کرام ایک ساتھ گرفتار ہو گئے۔ پھر کوشش کر کے ان کو چھڑایا گیا۔ اس داستان کو سناتے ہوئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کس کو یاد فرما رہے ہیں؟ مقامات مقدسہ کو، کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اس منبر پر تشریف فرما ہوتے تھے۔ اس روضہ شریفہ میں حجرہ شریفہ کے دروازہ پر جلوہ گر ہوتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد فرما کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ 'وَحَقِّ الْمِنبَرِ وَالرَّوْضَةِ مَاكَانَ مَاهَانُ لَيُطْلِقُ لَنَا اَصْحَابَنَا اِلَّا فَزِعًا مِنْ سُيُوْفِنَا' ۔ کہ ماہان، رومیوں کے کمانڈر نے ہمارے ساتھیوں کو، صحابہ کرام کو جو رہائی دی اور ان کو چھوڑا، یہ ہماری تلوار کے خوف سے، ڈر کر ماہان نے ان کو رہا کیا ورنہ وہ ان کو رہا کرنے والا نہیں تھا۔ اس موقعہ پر غصہ میں اور جلال میں جو قسم وہ کھا رہے ہیں،اس میں فرما رہے ہیں 'وَحَقِّ الْمِنبَرِ وَالرَّوْضَةِ مَاكَانَ مَاهَانُ لَيُطْلِقُ' ۔ایک ایک چیز جو خالی ہوگئی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی سے،ان کی یاد بھی اسی طرح بسی ہوئی ہے جس طرح سرکار کی یاد بسی ہوئی ہے۔

ان شاء اللہ کسی وقت میں بہت تفصیل سے اس کو بیان کریں گے۔ ابھی تو سفر کی وجہ سے

اسی پر اکتفاء کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام اور اس کے اہتمام کی آپ کی کوششوں کو اللہ تعالیٰ بارآور فرمائے اور اس کو ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ رکھے اور اس میں صدق واخلاص کام کرنے والوں کو بھی عطا فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

۲۹ ررمضان المبارک ۱۴۳۶ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور تقلید

يَا سَائِلِيْ عَنْ مَذْهَبِيْ وَعَقِيْدَتِيْ رُزِقَ الْهُدىٰ مَنْ لِلْهِدَايَةِ يَسْئَلُ

اِسْمَعْ كَلاَمَ مُحَقِّقٍ فِيْ قَوْلِهِ لاَيَنْثَنِيْ عَنْهُ وَلاَ يَتَبَدَّلُ

حُبُّ الصَّحَابَةِ كُلِّهِمْ لِيْ مَذْهَبُ وَمَوَدَّةُ الْقُرْبٰى بِهَا اَتَوَسَّلُ

هٰذَا اِعْتِقَادُ الشَّافِعِيِّ وَمَالِكٍ وَاَبِىْ حَنِيْفَةَ ثُمَّ اَحْمَدُ يُنْقَلُ

فَاِنِ اتَّبَعْتَ سَبِيْلَهُمْ فَمُوَفَّقُ وَاِنِ ابْتَدَعْتَ فَمَاعَلَيْكَ مُعَوَّلُ

گفتگو یہ چل رہی تھی کہ حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ائمہ اربعہ کے مقلد ہیں اوران کی تقلید اوران کے اتباع کو بیان فرماتے ہیں کہ میں ان کا متبع ہوں، تم بھی ان کے متبع بن جاؤ۔

فَاِنِ اتَّبَعْتَ سَبِيْلَهُمْ فَمُوَفَّقُ

اگر تمہارے شامل حال توفیق ایزدی رہے، تم ان کے متبع بن جاؤ ورنہ پھر تم بدعتی کہلاؤ گے۔ یہ عقیدہ کے باب میں فرماتے ہیں کہ

هَـذَا اِعْتِـقَـادُ الشَّـافِعِيِّ وَمَـالِكٍ وَابِـیْ حَـنِیْـفَةَ ثُـمَّ اَحْـمَـدُ یُـنْـقَـلُ

کہ جیسا یہ ائمہ اربعہ کا عقیدہ ہے وہی میرا بھی عقیدہ ہے۔ بہت سے مقلدین کو آپ دیکھیں گے کہ وہ مقلد تو ہیں ائمہ اربعہ میں سے کسی کے، لیکن پھر وہ الگ سے اپنا راگ الاپتے ہیں کہ عقیدہ کے باب میں فلاں اشعری ہے، فلاں ماتریدی ہے، فلاں فلاں ہے۔ لیکن حضرت ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ صاف صاف بیان فرماتے ہیں کہ میرے ائمہ اربعہ کا جو عقیدہ ہے وہی میرا عقیدہ ہے۔ وہ اتنے زور سے اس کو مانتے ہیں اور جگہ جگہ اس کو بیان فرماتے ہیں۔

الرد علی البکری

اس عقیدہ لامیہ میں ایک جگہ اتفاقاً اس کا ذکر نہیں ہوگیا۔ بلکہ ایک کتاب ہے حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی 'تلخیص کتاب الاستغاثۃ'۔ اور عرف میں مشہور نام اس کا 'الرد علی البکری'۔ اس میں ارشاد فرماتے ہیں:

'وَكَلَامُ يَـحْـيـٰى بْنِ مَعِيْنٍ وَالْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ وَاَبِیْ حَاتِمٍ وَاَبِیْ زُرْعَةَ وَالنَّسَائِيِّ وَاَبِیْ اَحْـمَـدَ بْـنِ عَـدِيٍّ وَالـدَّارَقُطْنِيِّ وَاَمْثَالِهِمْ فِی الرِّجَالِ وَتَصْحِيْحِ الْحَدِيْثِ وَتَـضْـعِيْـفِـهِ هُـوَ مِثْـلُ كَلَامِ مَالِكٍ وَالْاَوْزَاعِيِّ وَالثَّوْرِيِّ وَالشَّافِعِيِّ وَاَمْثَالِهِمْ فِی الْاَحْـكَـامِ وَمَـعْـرِفَةِ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ، وَفِی الْاَئِمَّةِ مَنْ هُوَاِمَامٌ مَعَ هٰؤُلَاءِ وَهٰؤُلَاءِ مُشَارِكٌ لِلطَّائِفَتَيْنِ وَاِنْ كَانَ بِاَحَدِ الصِّنْفَيْنِ اَجْدَرَ.

وَاَكْثَرُ اَئِـمَّةِ الْـحَـدِيْـثِ وَالْـفِـقْـهِ كَمَالِک وَالشَّافِعِيِّ وَاَحْمَدَ وَاِسْحَاقَ بْنِ رَاهُوَيْه وَاَبِي عُبَيْدٍ وَكَذٰلِکَ الْاَوْزَاعِيُّ وَالثَّوْرِيُّ وَاللَّيْثُ هٰؤُلَاءِ وَكَذٰلِکَ لِاَبِي يُوْسُفَ صَاحِبِ اَبِي حَنِيْفَةَ وَلِاَبِي حَنِيْفَةَ اَيْضًا مَالَهُ مِنْ ذٰلِکَ. وَلٰكِنْ لِبَعْضِهِمْ فِی الْاِمَـامَةِ فِـی الـصِّـنْـفَـيْـنِ مَـالَـيْـسَ لِلْاٰخَرِ. وَفِيْ بَعْضِهِمْ مِنَ الصِّنْفَيْنِ مِنَ الْمَعْرِفَةِ

مَالَيُسَ فِی الْاٰخَرِ، فَرَضِيَ اللّٰهُ عَنُ جَمِيُعِ أَهُلِ الْعِلْمِ وَ الْاِيُمَانِ.

اس عبارت میں حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو ذکر فرمایا وہ ایک دوسرا فن ہے، جرح وتعدیل کا۔ ائمہ کرام جن رواۃ سے احادیث لیتے تھے، پہلے اس کو جانچا کرتے تھے کہ آیا یہ راوی ان میں سے تو نہیں ہے جن پر ائمہ جرح وتعدیل میں سے کسی نے کچھ کلام کیا ہو۔ پھر وہ ائمہ جرح وتعدیل کے جن جن حضرات پر کلام ہیں اس کو جانچتے اور دیکھتے۔

حضرت شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان میں سے ہیں جو رواۃ کی جرح وتعدیل کر کے ہمیں بتاتے ہیں کہ تم ان سے حدیث لو اور ان سے مت لو۔ اسی لئے آگے جا کر فرمایا **'فَقَالَ اَبُوْ حَنِيُفَةَ مَارَأَيْتُ اَكْذَبَ مِنُ جَابِرِ الْجُعُفِيِّ'**۔

امام ابوحنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ اور جرح وتعدیل

یہ مستقل ایک بہت بڑا فن ہے جس پر ساری تشریع کی بنیاد ہے۔ تشریع کا ماخذ قرآن، سنت، اجماع اور قیاس ہیں۔ کون سی حدیث لی جائے گی اور کس سے لی جائے گی۔ یہ بتانے والے جو ائمہ ہیں ان میں سے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ قرار دے رہے ہیں۔ اور حضرت ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہی تنہا یہ بات نہیں فرمائی بلکہ خود امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب 'جامع الکبیر' کی کتاب العلل میں فرمایا کہ **'حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بُنُ غَيُلَانَ عَنُ اَبِيُ حَنِيُفَةَ عَنُ اَبِيُ يَحُيٰى الْحِمَّانِيّ قَالَ سَمِعُتُ اَبَاحَنِيُفَةَ يَقُوْلُ مَارَأَيْتُ اَكْذَبَ مِنُ جَابِرِنِ الْجُعُفِيِّ وَلَا اَفُضَلَ مِنُ عَطَاءِ بُنِ اَبِيُ رَبَاحٍ'**۔ کہ جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا انسان میں نے دیکھا نہیں اور عطاء بن ابی رباح میرے اساتذہ میں سب سے افضل اور اعلیٰ ترین انسان تھے۔ ایک کی جرح فرمائی، اس کو مجروح قرار دیا اور ایک کو فضیلت دی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح سے اور ائمہ نے بھی باقاعدہ امام صاحب کو ائمہ جرح وتعدیل میں شمار کیا۔ جیسا کہ بیہقی نے عبدالحمید الحمانی سے نقل کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ 'سَمِعْتُ اَبَا سَعْدِنِ الصَّغَانِيّ ، وَقَامَ اِلیٰ اَبِيْ حَنِيْفَةَ فَقَالَ يَا اَبَاحَنِيْفَةَ! مَاتَقُوْلُ فِيْ فَضَائِلِ الثَّوْرِيّ؟' کہ امام صاحب سے پوچھا گیا کہ 'سفیان ثوری سے حدیث لی جاسکتی ہے؟' اتنے بڑے امام سفیان ثوری ان کی جرح وتعدیل کا سوال اٹھایا گیا اور پوچھا گیا کہ کیا ہم سفیان ثوری سے حدیث لے سکتے ہیں؟ ان سے حدیث سن کر لکھ سکتے ہیں؟

امام صاحب نے فرمایا کہ 'اُكْتُبْ عَنْهُ فَاِنَّهُ ثِقَةٌ مَاخَلاَ اَحَادِيْثِ اَبِيْ اِسْحٰقَ عَنِ الْحَارِثِ وَحَدِيْثِ جَابِرِنِ الْجُعْفِيّ'۔ فرمایا کہ سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ جتنی احادیث کا ذخیرہ سنائیں وہ سب لے لو۔ صرف دو راویوں کی روایت وہ بیان کریں، اسے مت لو۔ ایک ابواسحٰق جو حارث سے روایت کرتے ہیں اور دوسرے جابر جعفی کی احادیث کہ اس کو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اَكْذَبْ، سب سے زیادہ جھوٹ بیان کرنے والا قرار دیا۔

حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ

کتنے بڑے امام ہیں سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ۔ وہ اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ 'اَوَّلُ مَنْ اَقْعَدَنِيْ لِلْحَدِيْثِ اَبُوْحَنِيْفَةَ. قَدِمْتُ الْكُوْفَةَ فَقَالَ اَبُوْحَنِيْفَةَ اِنَّ هٰذَا أَعْلَمُ النَّاسِ بِحَدِيْثِ عَمْرِوبْنِ دِيْنَارٍ. فَاجْتَمَعُوْا عَلَيّ فَحَدَّثْتُهُمْ'۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے کوفہ میں بٹھایا اور لوگوں میں یہ اعلان فرمایا کہ 'یہ عمرو بن دینار کی حدیثوں کو لوگوں میں سب سے زیادہ جاننے والا ہے، ان سے حدیث سنو۔ بیٹھو ان کے پاس اور پڑھو ان سے۔ 'فَاجْتَمَعُوْا عَلَيَّ فَحَدَّثْتُهُمْ'۔

کتنے بڑے ہیں امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ، وہ اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ مجھے اس مسند پر بٹھانے والے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں کہ آپ نے لوگوں کو متوجہ فرمایا۔

تب جا کر لوگ مجھ سے جڑے اور میرے پاس آ کر بیٹھے۔ کتنے سارے رواۃ ہیں جن کے بارے میں دونوں طرح کا کلام ہے۔ جیسے یہاں سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے احادیث سننے کیلئے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کو اعلان کر کے بٹھایا۔ اسی طرح سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرمایا کہ ان سے تمام احادیث سنو، صرف دو راویوں کی احادیث اگر وہ بیان کریں، اسے مت سنو۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خفگی

اسی طرح حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں 'لَعَنَ اللّٰہُ عَمْرَو بْنَ عُبَیْدٍ فَاِنَّہٗ فَتَحَ لِلنَّاسِ بَابًا اِلیٰ عِلْمِ الْکَلَامِ'۔ جس طرح عمرو بن عبید پر بگڑے ہیں اسی طرح جہم بن صفوان اور مقاتل بن سلیمان پر بگڑے، 'وَقَالَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ قَاتَلَ اللّٰہُ جَھْمَ بْنَ صَفْوَانَ وَمُقَاتِلَ بْنَ سُلَیْمَانَ'۔ پھر اس کی وجہ بھی بیان فرمائی کہ جہم اور مقاتل دونوں کے متعلق میں ایسا سخت کلمہ کیوں کہہ رہا ہوں کہ 'فَھٰذَا أَفْرَطُ فِي النَّفْيِ وَھٰذَا أَفْرَطُ فِي التَّشْبِیْہِ'۔ کہ پہلے والا صفات باری تعالیٰ کی نفی کرتے ہیں اور یہ دوسرے والا مشبہہ میں داخل ہونے کو ہے۔

قرائتِ حدیث اور عرضِ کتب

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے لوگ صرف تشریعی مسائل ہی نہیں پوچھتے تھے، صرف حلال حرام، جائز ناجائز کے متعلق نہیں پوچھتے۔ بلکہ جس پر مدار ہے تشریع کا کہ ہم کن سے احادیث پڑھیں، کن سے نہ پڑھیں، یہ پڑھنے کے قابل ہے یا نہیں، پھر جو احادیث پڑھنے کے طرق ہیں اس کے بارے میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا جاتا تھا۔

کتنے بڑے محدث ہیں ابوعاصم۔ وہ اپنی سنی ہوئی بات نقل فرماتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ 'سَمِعْتُ اَبَاحَنِیْفَۃَ یَقُوْلُ الْقِرْأَۃُ جَائِزَۃٌ یَعْنِيْ عَرْضَ الْکُتُبِ'۔ کہ عرض کتب جائز ہے یا

نہیں؟ فرماتے ہیں کہ امام اعظم صاحب نے اس کو جائز قرار دیا۔

اصح الاسانید

ہمارے حضرت شیخ قدس سرہ جہاں کہیں ثلاثی روایات امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی آتیں، ہمیشہ اس کو دہراتے اور فرماتے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تو ثنائی روایات ہیں کہ دو واسطوں سے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاتے ہیں۔اسی لئے امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی 'میزان کبریٰ' میں فرماتے ہیں کہ جیسے مالکیہ کے یہاں یہ 'اصح الاسانید' قرار دی جاتی ہے 'مَالِکٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ'، اسی طرح حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اصح الاسانید 'عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ' ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ

جس طرح سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے متعلق فرمایا، اسی طرح حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل فرماتے ہیں محمد بن مزاحم۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مبارک کو یہ فرماتے ہوئے سنا 'لَوْلَا اَنَّ اللّٰہَ اَغَاثَنِيْ بِاَبِيْ حَنِیْفَةَ وَسُفْیَانَ کُنْتُ کَسَائِرِ النَّاسِ'۔کہ اگر اللہ نے مجھے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچایا نہ ہوتا، میں تو عام انسانوں کی طرح ہوتا۔ یہ بڑے بڑے ائمہ اپنے لئے فخر سمجھتے ہیں اور اپنے متعلق ان سے اپنا انتساب کرنا ان کے نزدیک قابل فخر چیز تھی کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مجھ پر یہ علمی احسان ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مدح سرائی

شداد بن حکیم سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ 'مَارَأَیْتُ اَعْلَمَ مِنْ اَبِيْ حَنِیْفَةَ'۔کہ امام ابوحنیفہ سے بڑھ کر عالم میں نے دیکھا نہیں۔اسی طرح مکی بن ابراہیم جن کی ثلاثی روایات

جگہ جگہ امام بخاری لیتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ 'کَانَ اَبُوْ حَنِیْفَةَ اَعْلَمَ اَهْلِ زَمَانِهٖ' ۔مکی بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ جتنے علماء کو میں نے دیکھا ان میں سب سے بڑا عالم جس کو پایا میں نے وہ حضرت امام اعظم ابوحنیفۃ رحمۃ اللہ علیہ تھے'۔

یحیٰی بن معین فرماتے تھے کہ میں نے یحیٰی بن سعید القطان کو کہتے ہوئے سنا کہ 'لا نَکْذِبُ اللّٰهَ ۔ہم اللہ سے جھوٹ نہیں بولیں گے۔ 'مَاسَمِعْنَا اَحْسَنَ مِنْ رَّأْیِ اَبِيْ حَنِیْفَةَ وَقَدْ أَخَذْنَا بِاَکْثَرِ اَقْوَالِهٖ' کہ ہم بکثرت ان کے اقوال پر عمل کرتے ہیں اور اس پر فتویٰ دیتے ہیں۔ وَقَالَ الرَّبِیْعُ وَغَیْرُهُ مِنَ الشَّافِعِيِّ، ربیع وغیرہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ 'النَّاسُ عِیَالٌ لِاَبِيْ حَنِیْفَةَ فِی الْفِقْهِ۔

اسی طرح حرملہ بھی نقل کرتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ 'النَّاسُ عِیَالٌ عَلٰی هٰؤُلَاءِ فَمَنْ اَرَادَ اَنْ یَتَبَحَّرَ فِی الْفِقْهِ فَهُوَ عِیَالٌ عَلٰی اَبِيْ حَنِیْفَةَ ۔پھر ہر باب میں انہوں نے بتایا۔ ابھی فقہ میں بتایا اور مغازی میں بتا رہے ہیں 'فَمَنْ اَرَادَ اَنْ یَتَبَحَّرَ فِی الْمَغَازِیْ فَهُوَ عِیَالٌ عَلَی ابْنِ اِسْحٰقَ ، وَمَنْ اَرَادَ اَنْ یَتَبَحَّرَ فِی التَّفْسِیْرِ فَهُوَ عِیَالٌ عَلٰی مُقَاتِلِ بْنِ سُلَیْمَانَ' ۔

اوہ! ابھی آپ نے سنا کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کیسا سخت کلام فرمایا کہ یہ جہم بن صفوان نفی میں مبالغہ کر گئے اور یہ مقاتل بن سلیمان تشبیہ میں مبالغہ کر گئے۔ انہوں نے مقاتل بن سلیمان پر کتنا سخت کلام کیا۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ پہنچا نہیں ہوگا، ان کا یہ قول اور جرح پہنچی نہیں ہوگی اس لئے وہ تفسیر میں ان کو آگے قرار دے رہے ہیں۔ آگے فرماتے ہیں 'وَمَنْ اَرَادَ اَنْ یَتَبَحَّرَ فِی الشِّعْرِ فَهُوَ عِیَالٌ عَلٰی زُهَیْرِ بْنِ اَبِيْ سَلْمَةَ، وَمَنْ اَرَادَ اَنْ یَتَبَحَّرَ فِی النَّحْوِ فَهُوَ عِیَالٌ عَلَی الْکَسَائِيِّ' ۔

یزید بن ہارون فرماتے ہیں کہ 'اَدْرَکْتُ النَّاسَ فَمَا رَأَیْتُ اَحَدًا أَعْقَلَ وَلَا اَوْرَعَ

وَلاَ اَفْضَلَ مِنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ‘ ۔کہ سب سے زیادہ عقل مند ترین انسان اگر میں نے دیکھا، وہ ابوحنیفہ ہیں۔سب سے زیادہ متقی، پرہیزگار اور خوف خدا رکھنے والا انسان اگر میں نے دیکھا، وہ ابوحنیفہ ہیں۔اور تمام صفات میں سب سے افضل ترین انسان اگر دیکھنا ہو، وہ امام ابوحنیفہ ہیں، ان کو دیکھو۔

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار

مجھے یاد ہے کہ جب ہماری مشکوۃ ہورہی تھی حضرت شیخ یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں، حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل بیان فرماتے ہوئے حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا قصیدہ اور اس کے اشعار پڑھا کرتے تھے اور مرثیہ پڑھا کرتے تھے جو حضرت عبد اللہ بن مبارک نے مرثیہ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ کا کہا ہے۔اسی طرح یعقوب بن شیبہ عبداللہ بن مبارک کے اشعار نقل کرتے ہیں کہ

رَأَیْتُ اَبَا حَنِیْفَةَ کُلَّ یَوْمٍ　　یَزِیْدُ نَبَالَةً وَیَزِیْدُ خَیْرًا
وَیَنْطِقُ بِالصَّوَابِ وَیَصْطَفِيْ　　اِذَا مَاقَالَ اَهْلُ الْجَوْرِ جَوْرًا
رَأَیْتُ اَبَا حَنِیْفَةَ حِیْنَ یُوْتیٰ　　وَیُطْلَبُ عِلْمُهُ بَحْرًا غَزِیْرًا

کہ وہ تو علم کا ایک سمندر ہیں۔

حاسد و جاہل

نصر بن علی کسی سے نقل فرماتے ہیں کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لوگ دو قسم کے ہیں۔ کچھ تو ان سے حسد کرتے ہیں اور کچھ ہیں جو ان کی خوبیوں سے واقف نہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ جو خوبیوں سے واقف نہیں جاہل ہیں وہ میرے نزدیک اچھے ہیں حاسدوں کی بہ نسبت۔فرماتے ہیں کہ ’اَلنَّاسُ فِيْ اَبِيْ حَنِیْفَةَ حَاسِدٌ وَ جَاهِلٌ وَاَحْسَنُهُمْ حَالاً عِنْدِيْ هُوَ جَاهِلٌ‘۔

حق تعالیٰ شانہ نے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت کو کہاں تک پہنچایا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ 'کَانَ اَبُوْحَنِیْفَةَ اَفْقَهَ اَهْلِ الْاَرْضِ فِيْ زَمَانِهٖ'۔ اور مکی بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ 'کَانَ اَعْلَمَ اَهْلُ الْاَرْضِ' کہ روئے زمین کے تمام انسانوں میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے۔

عبداللہ بن داؤد کریبی رحمۃ اللہ علیہ

اسی لئے عبداللہ بن داؤد کریبی رحمۃ اللہ علیہ لوگوں کو ایک نصیحت فرماتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ 'یَنْبَغِيْ لِلنَّاسِ اَنْ یَدْعُوَا فِيْ صَلاتِهِمْ لِاَبِيْ حَنِیْفَة'، پھر آگے اس کی وجہ بیان فرمائی۔ 'لِحِفْظِهِ الْفِقْهَ وَالسُّنَنَ عَلَیْهِمْ'۔ فرماتے ہیں کہ لوگوں کیلئے ضروری ہے اور مناسب ہے کہ اپنی نمازوں میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کیلئے دعا کیا کریں کیوں کہ انہوں نے ہمارے لئے فقہ کو محفوظ کیا، انہوں نے احادیث کو ہمارے لئے محفوظ کر کے ہم تک پہنچایا۔

طویل الصمت

علامہ ولی الدین تبریزی شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی اسماء رجال میں فرماتے ہیں کہ شریک نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ 'کَانَ اَبُوْ حَنِیْفَةَ طَوِیْلَ الصَّمْتِ۔ انہوں نے اس کی لم اور وجہ بتائی کہ یہ ساری مخلوق اور بڑے بڑے ائمہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر اتنے فدا کیوں ہیں۔ انہوں نے اس کی کھوج لگائی اور ہمیں اس کی وجہ بتائی۔ فرماتے ہیں کہ 'کَانَ اَبُوْ حَنِیْفَةَ طَوِیْلَ الصَّمْتِ، دَائِمَ الْفِکْرِ قَلِیْلَ الْمُحَادَثَةِ مَعَ النَّاسِ، وَهٰذَا مِنْ اَوْضَحِ الْاَمَارَاتِ عَلٰی عِلْمِ الْبَاطِنِ وَالْاِشْتِغَالِ بِمُهِمَّاتِ الدِّیْنِ. فَمَنْ اُوْتِيَ الصَّمْتَ وَالزُّهْدَ فَقَدْ اُوْتِيَ الْعِلْمَ کُلَّهٗ'۔

یہ خوبیاں تھیں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میں کہ ہر وقت اپنی سوچ میں رہتے تھے،

بالکل چپ چاپ رہتے اور بہت کم لوگوں سے بات چیت فرماتے۔جس سے پتہ چلتا ہے کہ علم باطن حق تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا ہے اور اس کی وجہ سے انہیں فرصت نہیں لوگوں سے ملنے جلنے کی اور بات چیت کی۔اپنے علم باطن میں وہ مشغول ہیں۔اور یہ جو عام انسانوں کے ساتھ ،لوگوں کے ساتھ، جمہور کے ساتھ مشغولی ہے، اس سے بڑے کام میں وہ مصروف ہیں۔

قیامِ لیل کے چالیس سال

حق تعالیٰ شانہ کا انعام جو انہیں حاصل ہوا یہ حق تعالیٰ شانہ کی توفیق ہی سے ہوا لیکن ان کے کسب کو بھی دخل۔کہ انہوں نے کیا کیا برداشت کیا اور کیا کیا تکلیفیں اٹھائیں۔جیلوں میں کوڑے کھائے۔ اخیر میں جیل میں زہر دیا گیا اسی میں جان گنوائی۔ اتنا ثبات قدم اور استقامت انہیں حق تعالیٰ شانہ نے کیسے عطا فرمائی؟ کہ چالیس سال تک عشاء کے وضو سے حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے فجر کی نماز پڑھی۔اوراس کو کوئی ایک نے نقل کیا ان الفاظ سے کہ تواتر سے یہ ثابت ہے۔صرف ایک آدھ،کسی ایک شاگرد نے اپنے حسن ظن سے یہ واقعہ نقل نہیں کیا۔

اسد بن عمرو بیان فرماتے ہیں کہ ’صَلّٰی اَبُوْ حَنِيْفَةَ فِيْمَا حُفِظَ عَلَيْهِ صَلوٰةَ الْفَجْرِ بِوُضُوْءِ الْعِشَاءِ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً‘ ۔اوررات بھر کیا کرتے تھے؟’وَكَانَ عَامَّةَ اللَّيْلِ يَقْرَأُ جَمِيْعَ الْقُرْآنِ فِيْ رَكْعَةٍ وَاحِدَةٍ‘ ۔ یہ ایک آدھ دفعہ کا قصہ نہیں ہے کہ عمرہ پر گئے تھے اور وہاں ایک رکعت میں قرآن پورا پڑھ لیا۔’وَكَانَ عَامَّةَ اللَّيْلِ يَقْرَأُ جَمِيْعَ الْقُرْآنِ فِيْ رَكْعَةٍ وَاحِدَةٍ وَكَانَ يُسْمَعُ بُكَاؤُهُ بِاللَّيْلِ حَتّٰى يَرْحَمَهُ جِيْرَانُهُ‘ کہ ان کی سسکیاں، ہچکیاں پڑوسی سنتے تھے کہ یہ رو رہے ہیں، رو رہے ہیں، ان کو بھی ان پر رحم آتا۔

اسد بن عمرو فرماتے ہیں کہ ’وَحَفِظَ عَلَيْهِ اَنَّهُ خَتَمَ الْقُرْآنَ فِيْ مَوْضِعِ الَّذِيْ تُوُفِّيَ

فِیْــہِ سَبْـعِیْـنَ اَلْفَ مَـرَّۃٍ' ، کہ جس گھر میں زیادہ وقت گذرا اس گھر میں انہوں نے ستر ہزار قرآن ختم کیے۔

ابھی یہ جو اعتکاف ہے، اس میں ماشاء اللہ دیکھ رہے ہیں ساتھیوں کو کہ بڑی تعداد روزانہ ایک قرآن ختم کرنے والی ہے اور کچھ لوگ ہیں کہ جو ایک سے آگے بڑھ کر ایک ختم سے زیادہ پڑھ لیتے ہیں۔ کوئی دو دو ختم کرنے والے بھی ہیں۔ اور اب تک مجھے دو ساتھی ایسے بھی ملے کہ جنہوں نے بعض ایام کے بارے میں بتایا کہ میں نے آج چار قرآن پڑھے۔ اتنے لمبے روزوں میں چار قرآن شریف پڑھ لیے۔

ایک ہمارے دوست کہنے لگے کہ گذشتہ سال تو میرے چار چار قرآن شریف روز ہو جاتے تھے لیکن اس سال میں تین کے قریب پڑھ سکا ہوں۔ یہ اتنا آسان ان کیلئے کیسا ہو گیا؟ وہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو مانتے ہیں، ان کی سنتوں کو مانتے ہیں، ان کے مجاہدوں کو مانتے ہیں، اس تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

تیس سال کے روزے

اسی طرح محمد بن حرب مروزی، اسماعیل بن حماد سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت امام کا انتقال ہوا، صاحبزادہ حضرت حماد نے حسن بن عمارہ سے درخواست کی کہ آپ غسل دیجئے۔ غسل دیتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے۔ کہہ رہے تھے کہ '**رَحِـمَکَ الـلّٰــہُ وَغَفَرَلَکَ**' کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے، اللہ تمہاری مغفرت کرے کہ '**لَمْ تُفْطِرْ مُنْذُ ثَلٰثِیْنَ سَنَۃً**' کہ تیس برس لگاتار روزے رکھے۔ **وَلَمْ تَتَوَسَّدْ یَمِیْنَکَ بِاللَّیْلِ مُنْذُ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً**۔ کہ داہنی کروٹ پر تم لیٹے بھی نہیں رات بھر۔ کتنے برس؟ چالیس برس۔ **وَلَــمْ تَتَــوَسَّــدْ یَمِیْنَکَ بِاللَّیْلِ مُنْذُ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً**۔

ایک رکعت میں ختم قران

اسی طرح مسعر فرماتے ہیں کہ میں مسجد میں رات کے وقت پہنچا، میں آواز سن رہا ہوں پڑھنے والے کی۔ ایک منزل ہوئی، میں نے سوچا کہ منزل ختم ہوگی، رکوع کردیں گے۔ پھر دس پارے ہوگئے، رکوع نہیں کیا۔ دیکھا کہ پندرہ پارے ہوگئے رکوع نہیں کیا۔ یہاں تک کہ ایک رکعت میں انہوں نے قرآن ختم کیا۔ میں نے اندھیرے میں قریب جا کر غور سے ان کا چہرہ دیکھا، 'فَاِذَا هُوَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ'۔ کہ اوہو! یہ تو ابوحنیفہ ہیں۔

خارجہ فرماتے ہیں کہ ایک رکعت میں قرآن ختم کرنے والے چار انسان ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ، حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ۔ یحییٰ بن نصر فرماتے ہیں کہ 'رُبَمَا خَتَمَ الْقُرْآنَ فِي رَمَضَانَ سِتِّيْنَ خَتَمًا'۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اوصافِ جمیلہ

عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، جب آپ سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق پوچھا گیا، کہ 'أَتَذْكُرُوْنَ رَجُلاً عُرِضَتْ عَلَيْهِ الدُّنْيَا بِحَذَافِيْرِهَا فَفَرَّ مِنْهَا' کہ اوہو! تم ایسے آدمی کا ذکر کرتے ہو جن کے سامنے دنیا پیش کی گئی کہ جتنی چاہے لے لو، اور وہ بھاگے۔ اور آگے ان کی خوبیاں بیان فرمائیں۔ 'وَكَانَ حَسَنَ الثِّيَابِ' عمدہ سے عمدہ کپڑے پہننے والے تھے۔ 'طَيِّبَ الرِّيْحِ' ہر وقت خوشبو پھوٹتی تھی ان کے جسم سے اور کپڑوں سے۔

حضرت شیخ قدس سرہ کو ہم نے اسی طرح دیکھا۔ 'يُعْرَفُ بِرِيْحِ الطِّيْبِ اِذَا اَقْبَلَ' ۔ اگر دور سے وہ آرہے ہوں، ان پر نگاہ پڑنے سے پہلے خوشبو خبر دے دیتی تھی کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ آرہے ہیں۔ 'حَسَنَ الْمَجْلِسِ' ۔ اگر ان کے پاس آ کر بیٹھو ان کی مجلس میں، مزہ آجائے۔ 'كَثِيْرَ الْكَرَمِ' ۔ جود و سخاوت کا دریا تھے۔ 'حَسَنَ الْمُوَاسَاةِ لِاِخْوَانِهٖ' ۔

اپنے ساتھیوں کیلئے غم خوار تھے۔ 'رَبْعَةً' درمیانی سائز کا قد تھا آپ کا۔اور یہ بھی کہتے ہیں کہ تھوڑا سا قد میں طول تھا۔ 'اَحْسَنَ النَّاسِ مَنْطِقًا' بہترین زبان تھی اور 'وَاَحْلاهُ نَغْمَةً' بہترین آواز تھی۔

اٹھارہ برس استاذ کی خدمت میں

حضرت عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خود امام صاحب سے میں نے سنا کہ 'قَدِمْتُ الْبَصْرَةَ' کہ میں بصرہ پہنچا۔ وہاں لوگوں نے مجھ سے کچھ سوال کئے جن کا میرے پاس جواب نہیں تھا۔اس کمی اور نقص کو ختم کرنے کیلئے 'جَعَلْتُ عَلیٰ نَفْسِيْ اَنْ لاَ اُفَارِقَ حَمَّادًا حَتّٰی یَمُوْتَ' ۔کہ میرے استاذ حماد کی خدمت میں میں رہتا ہوں جب تک کہ ان کا انتقال نہ ہوجائے۔ 'فَصَحِبْتُهُ ثَمَانِیَ عَشَرَةَ سَنَةً' ۔اٹھارہ برس میں ان کی خدمت میں رہا۔

اور اپنے ان استاذ سے جن کی خدمت میں اٹھارہ برس رہے، اتنا پیار تھا، اتنا عشق تھا کہ 'ثُمَّ مَا صَلَّیْتُ صَلوٰةً اِلاَّ اِسْتَغْفَرْتُ لَهُ مَعَ وَالِدَيَّ' کہ جب میں نے نماز پڑھی،نماز میں جیسے میں نے والدین کیلئے دعا کی، میرے استاذ کیلئے بھی میں نے دعا کی۔

حق تعالیٰ شانہ حضرت امام کی قدردانی کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ان کی طرح علم باطن کی ترقی کے ہم خواہاں ہوں اور اپنے باطن کی اصلاح میں مشغول ہوں اس کی حق تعالیٰ شانہ ہمیں توفیق دے۔کلام الٰہی کے ذریعہ حق تعالیٰ شانہ نے انہیں بلند درجات تک پہنچایا، حق تعالیٰ شانہ اپنے کلام کی تلاوت کی توفیق ہمیں ارزاں فرمائے۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۱۰؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ.

وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا.

مَن يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ وَمَن يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِىَ لَهٗ.

وَنَشْهَدُ اَن لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لاَ شَرِيْكَ لَهٗ . وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَمَوْلاَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ .صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا.

اَمَّا بَعْدُ: فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿﴾

اَيَّامًا مَّعْدُوْدَاتٍ. فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ.وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ۔ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَهٗ وَأَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿﴾

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىْ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى

وَالْفُرْقَانِ. فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ. وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ. يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلاَ يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰه عَلَى مَاهَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴿﴾

وَاِذَا سَأَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ. اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِىْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِىْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ﴿﴾

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ماہِ مبارک اس امت کو عطا فرمایا، اور اس سال کا یہ ماہِ مبارک اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے مقدر فرمایا۔ اللہ عزوجل ہمیں اس مہینہ کی عظمتوں، رفعتوں اور بلندیوں اور اس کی برکات ورحمتوں کی قدر کی توفیق عطا فرمائے اور کما حقہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس میں اپنی ذات عالی کے ساتھ مشغول رہنے، عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

رمضان مبارک

یہ جو میں نے آیات تلاوت کیں ان میں حق جل مجدہ کا ارشاد ہے'اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسا کہ ان لوگوں پر فرض کیے گئے جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم متقی بنو۔ چند گنے چنے دن کے روزے فرض کئے گئے ۔ پھر تم میں سے جو بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے تعداد کو پورا کرنا ہے۔ اور ان لوگوں پر جو روزے کی طاقت رکھتے ہیں ایک مسکین کا کھانا فدیہ دینا ہے'۔لیکن یہ حکم پہلے تھا اب یہ حکم منسوخ ہے۔

فرمایا کہ اور ان لوگوں پر جو روزے کی طاقت رکھتے ہیں ایک مسکین کا کھانا فدیہ دینا ہے۔ پھر جو خوشی سے نیکی کرے تو وہ اس کے لیے بہتر ہے اور یہ کہ تم روزہ رکھو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو انسانوں کے لیے ہدایت ہے اور ہدایت کی صاف صاف آیات اور حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والی صاف صاف آیتیں ہیں۔ پھر جو تم میں سے اس مہینہ کو پائے تو اسے چاہئے کہ اس کے

روزے رکھے۔ پھر جو بیمار ہے یا سفر پر ہو تو دوسرے دنوں سے تعداد کو پورا کرنا ہے۔ اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتے ہیں اور اللہ تمہارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں فرماتے۔ اور اس لیے تاکہ تم تعداد کو پورا کرو اور تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو اس پر کہ اللہ نے تمہیں ہدایت دی اور تاکہ تم شکر گذار بنو۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا

ماہِ مبارک کیسا عظمت والا مہینہ ہے کہ یہاں تک تو اللہ تعالیٰ نے روزے کی تشریح اور اس کے احکام بیان فرمائے۔ اور اس کے بعد جو آیت آرہی ہے اس میں حق تعالیٰ شانہ نے ہمیں ترغیب دی کہ مالک سے مانگتے رہو۔ دعا ہی دعا۔ ہر وقت بھیک ہی بھیک۔ اپنی مغفرت منوا لو۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں جبریل امین نے جن تین لوگوں کے لیے بد دعا کے کلمات فرمائے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بد دعاؤں پر آمین فرمائی ان میں سے ایک یہ بھی کہ جس پر ماہِ مبارک رمضان کا مہینہ گذر جائے اس طرح کہ وہ مالک سے اپنی مغفرت نہ کروائے، وہ اللہ کی رحمت سے دور ہو۔

کتنی بڑی بد دعا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بد دعا سے ہمیں محفوظ رکھے اور ہر وقت ہمیں اسی دھیان میں سارا مہینہ لگائے رکھے اور کسی دوسرے کا فکر نہ ہو، کسی دوسرے کام کا فکر نہ ہو۔ فکر سوار ہو تو ایک ہی فکر پورے مہینے میں ہمیں دی گئی کہ میرا پیدا کرنے والا، میرا خالق اور میرا مالک مجھ سے راضی ہے یا ناراض ہے۔ ہر وقت، ہر گھڑی ساری عمر دن اور رات میرا ایک ہی کام تھا گناہ ہی گناہ۔ آنکھوں سے بھی گناہ، زبان سے بھی گناہ، ہاتھ سے بھی گناہ، پیر سے بھی گناہ، سوچ سے بھی گناہ۔ ہر وقت گناہوں کا تصور، گناہوں کی سوچ، اسی کے پلان۔ اللہ اس سے ہمیں نجات عطا فرمائے۔ ماہِ مبارک کی برکتوں سے ہماری ان غلط عادات اور غلط تصورات سے ہماری حفاظت فرمائے۔

ہم اس ماہِ مبارک میں چوبیس گھنٹے سوچیں تو یہی ایک فکر ہو کہ کب مجھے معافی ملے، میں جہنم کا مستحق ہو چکا ہوں۔ میں نے اپنے مالک سے اپنی مغفرت نہیں کروائی۔ ہر وقت یہی سوچ رہے۔ اور اگر اس سوچ کے خلاف ہوا اور ہم نے اس سوچ کو غلط سمجھا یا سرسری سمجھا یا سنجیدگی سے نہیں لیا، مہینہ تو گذر جائے گا۔ آناً فاناً ابھی آج شروع ہوا اور عید کا چاند نظر آیا اور خوشیاں شروع ہوں گی اور بدمستیاں اسی طرح بحال ہو جائیں گی۔ ہمیں ہر وقت یہی فکر ہو کہ الٰہی میں مجرم ہوں۔ مجھے بخش دے۔ مجھے معافی دے دے۔

اللہ سے مانگو!

اسی لیے اس کے بعد والی آیت میں، اس کے ساتھ ہی متصلاً اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف متوجہ فرمایا۔ 'وَاِذَا سَأَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ'۔ اللہ! کتنے پیارے انداز سے فرمایا!۔ اے میرے پیغمبر! میرے بندے جب آپ سے میرے متعلق سوال کریں تو ان سے کہہ دو کہ 'اِنِّیْ قَرِیْبٌ'۔ 'نَحْنُ أَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ' ۔ رگ جان سے بھی زیادہ قریب ہے۔ 'وَهُوَ مَعَکُمْ'. 'اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا' ۔ 'اللہ ہمارے ساتھ ہے' قرآن کہتا ہے۔ یہاں فرمایا 'اِنِّیْ قَرِیْبٌ'۔ آگے فرمایا کہ 'مانگو'۔

کیوں مانگو؟ چاہے کتنے ہی مجرم ہو۔ ننانوے قتل کر کے وہ چلا تھا۔ سو قتل پر بھی اس کی معافی ہوگئی۔ کہ اوہ! نیت تو کی تھی۔ توبہ کرنے کے ارادہ سے جا تو رہا تھا کسی بستی میں، کسی اللہ والے کے ہاتھ پر توبہ کرنے کے لیے۔ یہی عمل اللہ کو پسند آ گیا، سو قتل معاف کیے گئے۔ اس لئے اللہ نے فرمایا 'وَاِذَا سَأَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ. اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ' ۔ انہیں حوصلہ دلانے کے لیے فرمایا کہ جو مانگنے والا بھی پکار لگاتا ہے الٰہی، یارب یارب، میں پکارنے والے کی پکار قبول کرتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارے۔ رات میں دن میں۔ مجمع میں، تنہائی میں، کعبہ کے دروازہ پر، کعبہ کے پردے پکڑ کر یا دور دراز کسی جنگل میں

تن تنہا۔ یا کسی غار میں، کہیں پکارے۔

'اِذَا دَعَانِ'، جب پکارے۔جس وقت پکارے۔جس حال میں پکارے۔ پاک ہو، ناپاک ہو۔ ناپاکی کی حالت میں بھی مانگتے رہو۔اس وقت دل زیادہ متوجہ ہوتا ہے، اپنے وجود سے نفرت ہوتی ہے انسان کو کہ میں ناپاک ہوں۔ اس ناپاکی کا احساس اللہ عزوجل ہمیں ہروقت عطا فرمائے۔ ہم اپنے آپ کو مزکّی، مصفّی، پاک صاف، ستھرے، نظیف نہ سمجھیں، کبھی ہمارے دلوں میں اس کا خیال نہ آنے پائے۔ ہم ناپاک ہیں۔ جس وقت بھی پکارے،حتی کہ ناپاکی کی حالت میں بھی۔اس وقت اللہ فرماتے ہیں' اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ' کہ میں پکارنے والے کی پکار کو قبول کرتا ہوں۔'فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ' اس لئے ان کو چاہئے کہ وہ میرے حکم کو قبول کرلیں، مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ راہ پائیں۔

روزہ کی حقیقت

روزہ نام ہے کس چیز کا۔ روزہ نام ہے روزہ کی حالت میں کھانا نہیں، پینا نہیں، جماع نہیں۔اس کو بیان فرمایا کہ تمہارے لیے تمہاری بیویوں سے جماع روزوں کی رات میں حلال کیا گیا۔ وہ تمہارا لباس ہے اور تم ان کا لباس ہو۔اللہ جانتے ہیں کہ تم اپنے نفسوں سے خیانت کرتے تھے، اس لیے اللہ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی اور تمہیں معاف فرمادیا۔اس لیے اب تم ان سے مباشرت کرو اور تم طلب کرو وہ اولاد جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی ہے۔اور تم کھاؤ پیو یہاں تک کہ تمہارے لیے سفید دھاگہ سیاہ دھاگہ سے الگ نظر آئے یعنی صبح صادق نظر آنے لگے۔ پھر رات تک روزوں کو پورا کرو۔

اعتکاف

پھر اسی مہینہ میں اعتکاف ہوتا ہے، اس کو بیان فرمایا کہ اعلیٰ درجہ کا اعتکاف اخیر عشرہ کا ہے۔اس لیے بطور خاص بیان فرمایا کہ تم ان سے جماع مت کرو اس حال میں کہ تم مسجدوں

میں معتکف ہو۔ یہ اللہ کی حدود ہیں تم ان سے قریب بھی مت جاؤ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں لوگوں کے لیے تا کہ وہ متقی بنیں۔ اور 'کُلُوْا وَاشْرَبُوْا' کے ساتھ ساتھ یہ بھی بیان فرمایا کہ 'وَلَا تَأْكُلُوْا' کہ مت کھاؤ لوگوں کے مال آپس میں باطل طریقہ سے۔ اور تم ان کو حکام تک مت لے جاؤ تا کہ تم لوگوں کے مال کا ایک حصہ گناہ کے ذریعہ، ناجائز طریقہ سے مقدمہ کر کے ہڑپ کر لو اس حال میں کہ تم جانتے ہو۔

یہ کتنا بابرکت مہینہ ہمارے سر پر تھا اور ایک بڑے حادثہ سے ہمارا ملک دوچار ہو گیا۔ خود ہمارا دارالعلوم جس گریٹر مانچسٹر میں ہے وہ علاقہ اس سے دوچار ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان حوادث سے اس ملک کو اور ساری روئے زمین کو ہمیشہ کے لیے محفوظ رکھے اور اللہ تعالیٰ تفتیش کرنے والے ادارے جو رات دن تفتیش میں مصروف ہیں اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے اور جو مجرم ہیں، اللہ تعالیٰ ان تک اور ان کی شناخت تک انہیں رسائی عطا فرمائے تا کہ آئندہ کے لیے یہ علاقہ، یہ ملک ایسی تمام شرارتوں سے محفوظ ہو۔ جس کسی نے بھی یہ حرکت کی ہے اللہ تعالیٰ ایسے مجرموں سے اس علاقہ کو ہمیشہ کے لیے محفوظ فرمادے۔

پانچ دہائیاں پہلے

دوستو! جیسا میں نے زکریا مسجد میں عرض کیا تھا کہ پانچ دہائیاں ہم نے اس ملک میں گذاریں۔ اور اس ملک میں جب آئے، میری طرح ننانوے فیصد سارے ہی انگریزی سے نابلد ان پڑھ تھے۔ جس طرح جس بستی میں یہ ان پڑھ جاہل میرے جیسے پہنچتے رہے، ان کی وہاں کے باشندوں نے کتنی مدد فرمائی۔ کس طرح انہیں اپنے بھائیوں کی طرح سے رکھا۔ ایک ایک چیز میں، جتنی ان سے کوشش ہو سکتی تھی، وہ نفع رسانی اور راحت رسانی کی کوشش کرتے۔ کسی پڑوسی کو دیکھتے کہ وہ سردی کا موسم ہے اور اس نے صحیح کپڑے نہیں پہنے، پڑوس کی خواتین اور بڑے بوڑھے انہیں سمجھاتے اور اپنی طرف سے انہیں سردی سے بچنے کا سامان

دیتے۔ بے شمار واقعات ہیں دوستو اور نہ صرف یہ کہ اس طرح افراد اور جانوں کا تحفظ کیا بلکہ جیسے جیسے ہماری ضرورتیں سمجھی گئیں، ایک ایک چیز میں تعاون۔ کونسلوں نے تعاون کیا۔ حکومتی اداروں نے تعاون کیا۔ اپنی جگہیں ضرورت کے موقعوں پر فراہم کیں۔

عیدگاہ کی تلاش

مجھے یاد ہے کہ زکریا مسجد اور طیبہ مسجد دو مسجدیں تھیں اور دونوں مسجدیں اس قابل نہیں تھیں کہ مسلمان جمع ہوکر اس میں عید کی نماز پڑھ سکیں۔ ابھی اس وقت بولٹن میں مدینہ مسجد جس روڈ پر واقع ہے اس سے چند گز کے فاصلہ پر ایک ہال تھا اسپنر ہال۔ اسے ہم نے کرائے پر لینا شروع کیا اور اس میں ہم عید کی نماز ادا کرتے تھے لیکن اس میں بھی مصلیوں کے لیے تکلیف ہوتی تھی باہر تک صفیں بننے لگیں۔

ایک مرتبہ عید سے پہلے جناب یوسف بھائی بھورات کے ساتھ ہم نے تلاش شروع کی۔ الگ الگ ہال کے متعلق معلوم کرتے رہے یہاں تک کہ ہم ڈریل ہال تک پہنچ گئے۔ دیکھا کہ وہ بڑا شاندار، بڑا وسیع ہال ہے۔ اور یہ صرف کھیل وغیرہ کے لیے مخصوص تھا لیکن جب ہم نے ان سے اپنی ضرورت کو بیان کیا، وہاں کے ذمہ داروں نے بڑی وسعت قلبی کے ساتھ ہم سے کہا کہ نہیں، بالکل آپ ہمارے اس ہال میں اپنی عید کی نماز پڑھ سکتے ہو۔ اس وقت جن ہال میں عارضی طور پر پارٹیشن کرکے اس کو الگ الگ کرکے تقسیم کیا جاتا تھا، اس تقسیم کو ختم کرکے پورا ہال ہمارے لئے انہوں نے کھول دیا۔

جب ہم نے پوچھا کہ اس کا کرایہ کیا ہوگا۔ دیکھیے! کتنا اپنائیت کا معاملہ۔ انہوں کہا کہ کوئی کرایہ نہیں۔ صرف اس دن چونکہ یہ ویک اینڈ پر عید کا دن تھا۔ انہوں نے کہا کہ وہ چھٹی کا دن ہوتا ہے، لہذا جو ذمہ دار اس دن اپنی چھٹی قربان کرکے آئے گا، اس کی تنخواہ دینی ہوگی۔ غالباً اس وقت کوئی سات پاؤنڈ ہم نے مشکل سے ان کو دیئے ہوں گے جو ان کی تنخواہ بنتی

تھی۔

اپنائیت کا معاملہ

جتنی مسجدیں بنی ہیں تمام شہروں کی تمام تنظیموں سے آپ معلوم کیجیے، ان کی تقریباً اس سے ملتی جلتی تاریخ ہوگی کہ انہوں نے اپنے آپ کو اس ملک میں اجنبی نہیں سمجھا۔ اور ایسا معاملہ کونسلوں کی طرف سے اور ذمہ داروں کی طرف سے پیش آتا چلا گیا کہ وہ اس کی کوشش میں رہے کہ یہ نو وارد ہیں، نئے نئے اس ملک میں آئے ہوئے ہیں۔ انگریزی زبان جانتے نہیں، انہوں نے ہر موقعہ پر، ہر چیز میں، عبادت ہو، تعلیم ہو، ہمارے لیے سہولتیں، آسانیاں پیدا کرتے چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ اس ملک والوں کو ہماری طرف سے بے حد جزائے خیر عطا فرمائے کہ جیسے میں نے عرض کیا کہ کسی ایک ٹاؤن کی یہ ہسٹری اور تاریخ نہیں ہے بلکہ ہر جگہ کی ایک ہی طرح کی ہے۔

کہیں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہو، اس کے لیے باقاعدہ الگ سے دفاتر قائم کئے گئے۔ میں نے چند مہینہ پہلے اسسٹنٹ بورڈ کا ایک قصہ بیان کیا تھا کہ وہ اسپیشل کھولا گیا اور اس میں جو بھی اپنی مالی ضرورت کا اظہار کرتے، ان کی امداد کی جاتی۔ جس طرح وہ زبان سے اپنی حاجت بیان کرتے وہ پوری کردی جاتی۔ یہ سچ ہے، جھوٹ ہے، یہ حقیقت بیان کر رہا ہے یا غلط بیانی سے کام لے رہا ہے۔ نہ کوئی تفتیش، نہ تحقیق، نہ دینے سے پہلے نہ دینے کے بعد، ایک عجیب وغریب انتہائی شفقت اور بھائی چارے کا برتاؤ تھا۔

حبِ وطنی

یہ ایک تاریخ تھی جو گذر گئی۔ اللہ نے فضل فرمایا۔ پہلی پود، دوسری پود، ایک جنریشن، دوسرا، تیسرا ہم نے دیکھا۔ اب جو موجودہ ہماری نسل ہے، الحمدللہ ان کو اس مٹی سے محبت ہے، اس ملک کی فضا سے محبت ہے، یہاں کی ہواؤں سے محبت ہے۔ جب بھی ہم کسی سفر سے

لوٹتے ہیں، برسہا برس سے میں نے خود دیکھا اپنے گھر میں، اپنے بچوں میں، دوسرے خاندان کے بچوں سے بھی سنا جو ساتھ ہوتے تھے کہ جیسے ہی اس ملک میں لینڈ ہوتے تھے اور گھر پہنچے، کہتے ہیں home sweet home۔ باہر کتنے ہی مزے کر کے آئے لیکن جو مزہ اپنے وطن میں ہے، اپنے گھر میں ہے اس کے مقابلہ میں یہ کچھ نہیں، یہ کلمہ ہم ہماری نسلوں سے بھی سنتے رہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں وطن کی محبت کا حق ادا کرنے کی توفیق دے۔

حقوق العباد

اپنی زندگی ہم یہاں اس طرح گذاریں کہ نہ ہماری کسی حرکت سے کسی رستہ چلنے والے کو تکلیف ہو نہ 'وَالصَّاحِبُ بِالْجَنْبِ' کلاس میں بیٹھے ہوئے کسی ساتھی کو، ٹرین میں، بس میں بیٹھے ہوئے کسی ساتھی کو تکلیف ہو۔ قرآن نے کیا کیا حقوق ہمیں سمجھائے۔ کتنا عظیم کلمہ ہے 'وَالصَّاحِبُ بِالْجَنْبِ' Queue (قطار) میں کھڑے ہیں، رستہ گذر رہے ہیں، بالکل آپ کا پڑوس کا وہ ساتھی ہے، آپ کے پاس بیٹھا ہے، آپ کے پاس سے گذر رہا ہے، آپ کے پاس کھڑا ہے اس کا بھی حق بیان کیا گیا کہ خبردار ادنی تکلیف اس 'وَالصَّاحِبُ بِالْجَنْبِ' کو آپ کی طرف سے پہنچی۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں حقوق بیان فرمائے اس میں ارشاد فرمایا 'وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ'۔ کتنے سارے حقوق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت میں بیان فرما دیئے۔ قرآن ہم پڑھتے نہیں اور پڑھتے ہیں تو سمجھتے نہیں۔ ہر زبان میں ترجمے موجود ہیں۔ سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔

حقوق اللہ

جہاں یہ آیتِ شریفہ ہے اس میں حق تعالیٰ شانہ نے کتنے پیارے انداز میں شروع فرمایا ’وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ‘ ۔ یہاں سے شروع فرمائے حقوق اللہ۔ فرمایا کہ اور اس کی تمنا مت کرو جس کے ذریعہ سے تم میں سے ایک کو دوسرے پر اللہ نے فضلیت دی ہے۔ اس میں ہے ’لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ‘، پھر آگے ہے ’وَلِلنِّسَاءِ نَصِيْبٌ‘۔ مردوں عورتوں سے شروع فرمایا، پھر بیان کرتے ہوئے میاں بیوی کے آپس کے حقوق ذکر فرمائے۔ پھر اس کے بعد یہ آیتِ شریفہ ذکر فرمائی۔

اس میں اللہ نے اپنا حق بیان کیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں۔ میں نے پریسٹن میں بیان کیا تھا کہ ’اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ‘، کہ یہ تمام اعضاء مالک کے دیئے ہوئے ہیں۔ اسی کے سامنے جھکیں گے۔ یہ زبان مالک کی دی ہوئی ہے عبادت اسی کی اس سے کی جائے گی۔ اچھے کلمات، اچھے الفاظ دوسروں کیے لیے ہو سکتے ہیں، عبادت صرف مالک کی ہوسکتی ہے اس زبان کے ذریعہ۔ مال جو کچھ اللہ نے دیا سب اللہ کا دیا ہوا ہے۔ ’اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ‘۔

حسن سلوک

اللہ تعالیٰ ان تمام حقوق کو پہچاننے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے جو اللہ نے اس آیت میں بیان کئے۔ ’وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا‘ اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ کہاں ہم پہچانتے ہیں۔ نہ ماں کا، نہ باپ کا، نہ بھائی بہنوں کا، نہ رشتہ داروں کا۔ باپ سے لڑائی، ماں سے لڑائی، بھائی بہنوں سے لڑائی۔ کب تک لڑتے رہیں گے اور کیا جواب دیں گے مالک کے سامنے جب وہ ہم سے پوچھے گا۔

'وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی' ۔ رشتہ داروں کو تو ہم بھلا ہی چکے ہیں۔ اوہو! رشتہ داریاں بھی رخصت ہو چکیں۔ پہلے اس کے لیے سب کچھ اپنا قربان کرتے تھے اب رشتہ دار بھی ہمارے لیے اجنبی بن گئے۔ جب رشتہ داروں کا یہ حال ہے، پھر کسی یتیم کا تو کیا خیال رہے گا۔ 'وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسَاکِیْنِ' اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ 'وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی' جو پڑوسی رشتہ دار ہے اس کے دو رشتے بیان کیے۔ ایک رشتہ داری کا رشتہ اور ایک پڑوس کا رشتہ۔

وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ' ۔ اور اجنبی پڑوسی وہ آپ کے لیے اجنبی ہو گا کہ رشتہ داری نہیں ہے۔ اس معنیٰ کر کے لیکن مالک کہتا ہے کہ 'اَلْجَارُ قَبْلَ الدَّارِ' کہ اپنے گھر سے پہلے پڑوسی کا خیال ہونا چاہئے۔ صحابہ کرام نے کوئی چیز ہمارے لئے چھوڑی نہیں۔ دائیں اور بائیں چالیس گھر تک پڑوس شمار ہوتے ہیں۔

'وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ' جو آپ کے پہلو میں بیٹھا ہوا ہے کہیں رستہ چلتے اس کا بھی حق ہے۔ ٹرین میں ہو، بس میں ہو، آپ توانا تندرست ہیں کوئی آجائے، خود تکلیف اٹھا لیجئے اس کو جگہ دے دیجئے۔ 'وَابْنِ السَّبِیْلِ' اور راستہ چلتے مسافر کے ساتھ اور اپنے غلام باندیوں کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فرائض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، ان تمام حقوق کو پہچاننے کی توفیق دے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کو سمجھنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے، قرآنی احکام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس حادثے کے جو شکار ہوئے، جنہیں جانی مالی نقصان پہنچا اللہ تعالیٰ انہیں صبر عطا فرمائے، اپنے خزانۂ غیب سے اس کی تلافی فرمائے اور آئندہ کے لیے ایسے حوادث نہ ہوں اس کا سد باب ہمیشہ کے لیے ہو جائے اس کی ہم دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس ملک کو محفوظ رکھے، یہاں بسنے والوں کو محفوظ رکھے۔ آپس میں بھائی بھائی بن کر رہنے کی سب کو توفیق عطا فرمائے۔

ماہِ مبارک میں دوستو! مانگتے رہو۔ وَاِذَا سَأَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ۔کہ اے میرے بندو میں تم سے قریب ہوں۔ مانگو مجھ سے ۔اپنے لئے بھی مانگو، اپنے پڑوسیوں کے لیے بھی مانگو، اپنی سٹریٹ والوں کے لیے، محلّہ والوں کے لیے، ٹاؤن والوں کے لیے، ملک والوں کے لیے، سب کے لیے مانگو۔ اللہ تعالیٰ سب کو امن و عافیت کے ساتھ زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

۲؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رحمۃ للعالمین

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمۃ للعالمین کے متعلق حق تعالیٰ فرماتے ہیں ’وَمَا أَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ‘ ۔آپ کی رحمتوں برکتوں کے صدقے ہمیں یہ رحمتوں برکتوں سے بھرپور ماہِ مبارک ملا۔ کتنا امت کو اس کا انتظار رہتا ہے۔

اس مہینہ کی آمد کے بعد پتہ چلتا ہے کہ اس کی رحمتیں بے پناہ ہیں، بے شمار ہیں جب یہ دن اور راتیں ہم دیکھتے ہیں برکتوں والی۔ جمعہ کے دن کی آمد کا ہر ہفتہ امت کے افراد انتظار کرتے رہتے ہیں۔ کتنی حق تعالیٰ شانہ نے اس میں برکت رکھی ہے کہ اپنے لیے، اپنے بیماروں کے لیے اس مبارک دن کی موت کے منتظر رہتے ہیں کہ اللہ ہمیں اس مبارک دن کی مبارک ساعتوں میں مجھے موت دے، یہ تمام برکتیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے ہمیں ملیں۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کو کاش کہ ہم پہچان پائیں۔ ہم تو سرسری معرفت بھی نہیں رکھتے۔ ہمیں اللہ عزوجل شوق عطا فرمائے کہ ہم سرکار کی عظمتوں بلندیوں کو

معلوم کرسکیں۔ جیسے ہم نے ہمارے مالک کونہیں پہچانا ’وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ‘، ’وَمَاعَرَفْنَاہُ حَقَّ مَعْرِفَتِہٖ‘۔ نہ ہم نے اپنے مالک کی قدر پہچانی، نہ اسے جانا۔ اسی طرح اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی کاش کہ ہم قدر کرلیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی پہچان کرائی۔

بہترین زمانہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ’بُعِثْتُ مِنْ خَیْرِ قُرُوْنِ بَنِیْ اٰدَمَ حَتّٰی کُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِیْ کُنْتُ فِیْہِ‘۔ اللہ عزوجل نے حضرت آدم علی نبینا علیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر قیامت تک کی جتنی ساعتیں، جتنی گھڑیاں، جتنے دن بنائے، ان میں جس طرح ہم رمضان المبارک کوعمدہ جانتے ہیں، افضل جانتے ہیں، جمعہ کو بہتر، لیلۃ القدر کو بہتر اور مبارک جانتے ہیں، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آسمان وزمین کی تخلیق سے لے کر قیامت تک اور ان تمام کے فنا ہوجانے تک جتنی گھڑیاں ہیں ان میں جوسب سے بہترین گھڑی تھی، اور بہترین زمانہ تھا جو روئے زمین نے دیکھا، آسمان اور زمین نے دیکھا، دن اور رات نے دیکھا، وہ وہ زمانہ ہے کہ جس میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اس روئے زمین پرتشریف رکھتے تھے۔

اس لیے فرمایا کہ بنی آدم اور بنی نوع انسان کے بہترین زمانوں میں سے سب سے بہتر جوزمانہ تھا اس میں حق تعالیٰ شانہ نے مجھے مبعوث فرمایا ’حَتّٰی کُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِیْ کُنْتُ فِیْہِ‘۔ اوراسی کی برکت سے ہمیں یہ مبارک گھڑیاں یکے بعد دیگرے ملتی جارہی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! قریش بیٹھے، آپس میں حسب نسب کا تذکرہ کررہے تھے، انہوں نے آپ کی مثال کھجور کے درخت

کے مانند دی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ 'اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِ فِرَقِهِمْ وَخَيْرِ الْفَرِيْقَيْنِ، ثُمَّ خَيْرَ الْقَبَائِلِ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِ الْقَبِيْلَةِ، ثُمَّ خَيْرَ الْبُيُوْتِ فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِ بُيُوْتِهِمْ ، فَأَنَا خَيْرُهُمْ نَفْسًا وَخَيْرُهُمْ بَيْتًا'۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے اگر دو جماعتیں بنائیں، ان دو جماعتوں میں سے بہتر میں مجھے رکھا۔ پھر اگر قبیلے بنائے، مجھے بہتر قبیلہ میں بنایا۔اگر گھرانے بنائے ، بہترین گھرانے میں مجھے رکھا۔

اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود لوگوں سے پوچھا 'اَيُّهَا النَّاسُ ! مَنْ اَنَا؟' کتنی شفقت فرمارہے ہیں امت پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود امت کو بتا رہے ہیں کہ میں کون ہوں؟ مجھے پہچانو۔اس لئے سوال فرمایا کہ 'مَنْ أَنَا؟'۔سب نے جواب دیا کہ 'اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ'۔کہ آپ اللہ کے پیغمبر ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ 'اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِالْمُطَّلِبِ '۔پھر آگے اسی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پیدا فرمائی فَجَعَلَنِيْ فِيْ خَيْرِ خَلْقِهِ۔ثُمَّ فَرَّقَهُمْ فِرْقَتَيْنِ فَجَعَلَنِيْ مِنْ خَيْرِ الْفِرْقَتَيْنِ ثُمَّ جَعَلَهُمْ قَبَائِلَ فَجَعَلَنِيْ مِنْ خَيْرِ الْقَبِيْلَةِ۔ثُمَّ جَعَلَهُمْ بُيُوْتًا فَجَعَلَنِيْ مِنْ خَيْرِهِمْ بَيْتًا فَانَا خَيْرُهُمْ بَيْتًا وَخَيْرُهُمْ نَفْسًا۔

بنو اسماعیل میں افضل

حضرت واثلۃ بن الاسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ ارشاد فرمایا 'اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى كَنَانَةَ مِنْ وُلْدِ اِسْمَاعِيلَ'۔کہ حضرت اسماعیل علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی اولاد میں سے مالک کو کنانہ پسند آیا۔'وَاصْطَفٰى قُرَيْشًا مِنْ بَنِىْ كَنَانَةَ'۔کنانہ کے مختلف قبائل میں سے قبیلہ قریش کو منتخب فرمایا۔'وَاصْطَفٰى

مِنْ قُرَيْشٍ بَنِیْ هَاشِمٍ' ۔قریش کے الگ الگ گھرانے ہیں ان میں سے حق تعالیٰ شانہ نے بنو ہاشم کو منتخب فرمایا۔ 'وَاصْطَفَانِیْ مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ' ۔پھر بنو ہاشم میں سے حق تعالیٰ شانہ نے مجھے منتخب فرمایا۔

اصحاب یمین

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ 'اِنَّ اللّٰهَ قَسَّمَ الْخَلْقَ قِسْمَيْنِ ۔فَجَعَلَنِیْ مِنْ خَيْرِهِمْ قِسْمًا' ۔اللہ تعالیٰ نے دو قسمیں بنائیں۔ پھر وہاں بہترین قسم میں سے، بہترین جماعت میں سے مجھے بنایا۔ وہ دو جماعتیں سورۃ واقعہ میں مذکور ہیں 'وَاَصْحَابُ الْيَمِيْنِ' اور 'وَاَصْحَابُ الشِّمَالِ' ۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں 'فَأَنَا مِنَ الْيَمِيْنِ وَاَنَا خَيْرُ اَصْحَابِ الْيَمِيْنِ' ۔

پھر حق تعالیٰ شانہ نے اپنے سے قریب تر جماعت جن کو اپنے پاس رکھا، اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال، اس میں حق تعالیٰ شانہ نے اصحاب میمنہ میں سے بنایا۔ اور جہاں آگے پھر 'وَالسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ' کا ذکر ہے، وہاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ 'اَنَا خَيْرُ السَّابِقِيْنَ ' ۔

برائیوں سے پاک صاف

قرآن شریف کی آیت شریفہ لَقَدْ جَائَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ کی تفسیر میں صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ 'لَمْ يُصِبْهُ شَيْءٌ مِّنْ بِلَادَةِ الْجَاهِلِيَّةِ' ۔کہ اللہ تعالیٰ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے جاہلیت کا جو زمانہ تھا اس جاہلیت کی برائیوں میں سے کسی چیز سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذرہ بھر آلودہ نہ ہوئے۔ 'وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجْتُ مِنْ نِكَاحٍ غَيْرِ سِفَاحٍ' ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں کہ میرے اوپر کے اجداد کی صلبوں میں

مجھے منتقل کرنا تھا، لہٰذا اللہ تبارک وتعالیٰ نے میری برکت سے انہیں زنا کی آلودگیوں سے پاک اور صاف رکھا۔

زمانۂ ولادت

ابن حبان نے اپنی صحیح میں یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ مجھ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے خود بیان فرمایا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رضاعت کے لیے میرے سپرد فرما رہی تھیں۔ ارشاد فرمایا کہ 'اِنَّ لِابْنِيْ هٰذَا شَاْنًا، اِنَّ لِابنِيْ هٰذَا شَاْنًا' ۔ میرے اس بیٹے کی عظیم شان ہوگی، بہت اونچی شان ہوگی کہ میرے بیٹے کے حمل کا زمانہ عام حاملہ عورتوں کی طرح سے نہیں تھا۔ ان کے برعکس مجھے ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکتیں ہر پل نظر آتی تھیں۔

حضرت آمنہ نے جب ولادت ہوئی اس کا حال بیان فرمایا 'ثُمَّ رَأَيْتُ نُوْرًا كَأَنَّهُ شِهَابٌ خَرَجَ مِنِّيْ حِيْنَ وَضَعْتُهُ' کہ ولادت کے وقت میں نے دیکھا کہ ایک نور ہے، ایک چمکتا ہوا شعلہ ہے جو مجھ سے نکلا، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی اور اس کی روشنی اور نورانیت کہاں کہاں تک پھیل گئی کہ میں مکہ سے لے کر بصریٰ تک چلنے والے قافلوں کے اونٹوں کی گردنیں دیکھ رہی ہوں اس روشنی کے نتیجہ میں۔

جس طرح ولادت کے وقت عام بچے پھسل کر گر جاتے ہیں حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت نہیں ہوئی۔ 'فَمَا وَقَعَ كَمَا يَقَعُ الصِّبْيَانُ' بلکہ 'وَقَعَ وَاقِعًا يَدَيْهِ بِالْأَرْضِ رَافِعًا رَأْسَهُ اِلَى السَّمَاءِ' ۔ جیسے سجدہ میں ابھی جا رہے ہوں یا سجدہ سے ابھی اٹھ رہے ہوں اس طرح کی کیفیت میں، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ دونوں دستِ مبارک زمین پر ٹیکے ہوئے ہیں، اپنا سر مبارک آسمان کی طرف بلند کیے ہوئے ہیں۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا حال حضرت آمنہ بیان فرماتی ہیں۔

خاتم النبیین

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا 'اِنِّيْ عِنْدَ اللّٰهِ فِيْ أُمِّ الْكِتَابِ لَخَاتَمُ النَّبِيّيْنَ وَاِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِيْ طِيْنَتِهِ' ۔ کہ آدم علیہ السلام ابھی پانی اور مٹی کی گارے میں تھے، ان کا پتلا بھی آدم کا نہیں بنایا گیا تھا۔ صرف کیچڑ ہی کیچڑ کی شکل میں تھے اس وقت سے میں اللہ کے پاس ام الکتاب لوح محفوظ میں، علم خداوندی میں 'لَخَاتَمُ النَّبِيّيْنَ' سے موسوم تھا۔ پھر فرمایا کہ 'وَسَوْفَ أُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيْلِ ذٰلِكَ' ۔

پھر آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفصیل بیان فرمائی 'دَعْوَةُ اَبِيْ اِبْرَاهِيْمَ' ۔ کہ میرے جد امجد حضرت ابراہیم نے جو دعا کی تھی بابرکت ذریت کے متعلق، اس دعا میں مجھے مانگ لیا تھا۔ 'وَبَشَارَةُ عِيْسٰى قَوْمَهُ' ۔ اور جس کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام بشارت سناتے تھے کسی زمانہ میں، اپنے دور میں 'مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَأْتِيْ مِنْ بَعْدِ اسْمُهُ اَحْمَدُ'، میں وہ احمد ہوں۔ 'وَرُؤْيَا أُمِّيَ الَّتِيْ رَأَتْ اَنَّهُ خَرَجَ مِنْهَا نُوْرٌ اَضَائَتْ لَهُ قُصُوْرُ الشَّامِ' ۔ کہ میری والدہ نے بھی میری ولادت کے وقت دیکھا تھا کہ نور نکلا جس نے شام کے محلات کو روشن کر دیا۔

بشارت قبل ولادت

اور یہ بھی فرمایا کہ جس طرح میری والدہ نے دیکھا، اسی طرح انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی مائیں اور مؤمنین کی مائیں بھی دیکھتی رہتی ہیں ۔ ولادت سے پہلے انہیں بشارت دی جاتی ہے۔ بزرگوں کے بے شمار واقعات میں آپ کو ملے گا کہ ان کی ولادت سے پہلے بشارت دی گئی کہ تمہارے یہاں بیٹا ہے آ رہا ہے، اس کی بشارت کے طور پر وہ خواب دیکھتی ہیں۔ یہ ساری آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر شفقت ہے کہ امت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو

پہچانے۔اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ابتدائی حال ہمیں بطور خاص بیان فرمایا۔

مدینۃ العلوم

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مائیں، صلحاء، علماء کی مائیں دیکھتی ہیں کہ بیٹا آرہا ہے، انہیں بشارت دی جاتی ہے۔اسی لیے مدینۃ العلوم کے لندن کے ڈنر پر میں نے قصہ عرض کیا تھا کہ میں حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب نور اللہ مرقدہ کو مدینۃ العلوم کی خریداری مکمل ہونے سے پہلے والسال سے لے کر جارہا ہوں۔سترہ سالہ ایک نوجوان خواب بیان کرتا ہے۔کہتا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں گود میں اٹھائے ہوئے ہوں۔

میں نے اس سے درخواست کی کہ آپ بھی کار میں تشریف رکھئے ہمارے ساتھ اور جب خریداری کے کاغذات مکمل ہوئے ، اس وقت سے لے کر مدینۃ العلوم کی رضاعت کا مرحلہ، طفولیت کا مرحلہ پورا ہونے تک جب بچیاں وہاں سے فارغ ہونے لگیں ،وہاں تک وہ نوجوان اس کے محافظ رہے جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گود میں انہوں نے اٹھایا تھا۔

امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شیر خوار بچے کی طرح انہیں گود میں اٹھائے ہوئے ہیں۔پوچھا یارسول اللہ! یہ کون ہیں؟ یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم امام اعظم کا مرتبہ اور منصب اس خواب دیکھنے والے کو بتا رہے تھے کہ یہ اس امت کا امام ہے۔جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام بنایا امام اعظم ابوحنیفہ کو، امت نے اس امام کی قدر پہچانی اور لقب دیا کہ امام اعظم۔کہ باقی ائمہ بھی بے شک امام ہیں، اہل سنت والجماعت کے اراکین ہیں، اس کے سنبھالنے والے ہیں لیکن ان میں سب سے قوی ترین مضبوط ترین کی نشان دہی کے لیے 'امام اعظم' ہیں۔

اللہ نے ہمیں کتنا پیارا قرآن عطا فرمایا، خود اپنا کلام ہمیں عطا فرمایا۔ 'شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ' کہ جس قرآن نے ہمیں خبر دی کہ یہ مہینہ رحمتوں برکتوں والا ہے۔ ہمارے نبی کتنا پیارا قرآن لائے۔ اس پیارے قرآن میں کتنی پیاری پیاری خبریں ہمیں سنائی گئیں۔

سلیمان ابن موسی بن سالم حمیری رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے یہ یورپ کے خطہ میں، رمضان المبارک کے شروع ہی میں اندلس کے ایک گھرانے کو ایک بیٹا ملتا ہے جن کا نام سلیمان ابن موسی بن سالم حمیری ہیں۔ سنہ ۵۶۵ھ کے رمضان المبارک میں، بابرکت مہینہ میں یہ تشریف لائے۔ اس علاقہ کو احادیث کے انوار اور علوم احادیث سے بھر دیا۔ اپنے زمانہ اور بعد کے زمانہ میں حدیث کے سب سے بڑے ماہر اندلس کے شہر بلنسیہ میں آپ کی ولادت ہے۔

وہاں اپنے استاذ ابو العطاء ابن نذیر اور ابو الحجاج بن ایوب سے حدیث پڑھی۔ اس پر قناعت نہیں فرمائی بلکہ دور دور تک کے اسفار کیے۔ بڑے بڑے محدثین سے آپ نے علم الحدیث پڑھا، علم فقہ پڑھا۔ اور کتاب الاحکام کے مصنف امام ابو محمد عبد الحق ازدی اور دوسرے اماموں سے آپ نے اجازت حدیث حاصل کی اور حدیث پاک ہی ان کا اوڑھنا بچھونا، ہر وقت کا مشغلہ رہ گیا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ

جیسے حضرت قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہ اپنے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ میں رات کو دو بجے سے پہلے کبھی نہیں سویا۔ دو بجے سوتے تہجد پڑھ کر کے اور اس کے بعد فجر کے لیے اٹھتے اور اس وقت سے لے کر پھر سارا دن تعلیم، تدریس، تصنیف میں مسلسل مشغول رہتے۔

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

یہی حال حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ کہ رات اور دن میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں مشغولی کے سوا کوئی کام ہی نہیں۔ بار بار میں نے ذکر کیا کہ ماہ مبارک میں اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی تلاوت ہمارے لیے آسان فرما دیتے ہیں۔ کتنا پڑھے جاؤ انسان تھکتا ہی نہیں۔ اور دنوں میں اس کا کوئی دسواں حصہ نہیں پڑھا جاسکتا۔

آپ کے صاحبزادہ، حضرت مولانا انظر شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ابا جان بہت مشکل سے ماہ مبارک میں ایک قرآن ختم کر پاتے۔ کیوں؟ کہ قرآن کریم لے کر جب تلاوت شروع فرماتے تو قرآنی علوم میں کھو جاتے۔ ایک ایک کلمہ پر غور ہو رہا ہے۔ اس کے معانی اور مطالب سے لذت حاصل کر رہے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ جب مہینہ ختم ہونے کے قریب ہوتا، فرماتے کہ اوہو! میرے تو ابھی تلاوت کے اتنے ہی پارے ہوئے۔ حالانکہ دن بھر قرآن کریم سامنے ہے، تلاوت میں مشغول ہیں۔ کتنا ان کو لطف آتا ہوگا۔ حق تعالیٰ شانہ عرشِ الٰہی سے ان کے قلب مبارک پر علوم کے کتنے سمندر بہاتے ہوں گے۔ فرماتے ہیں کہ جب آخری دو تین دن رہ جاتے تھے پھر جلدی جلدی اسے ختم کرنے کی کوشش کرتے اور عید کے چاند سے پہلے مشکل سے ایک قرآن ختم کر پاتے۔ کتنی محبت قرآن کریم سے اور قرآنی علوم سے اور تفسیر سے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کا کوئی حصہ عطا فرمائے۔

ابو ربیع کلاعی رحمۃ اللہ علیہ

ابھی ہمارے ہی علاقہ یورپ کے رہنے والے ابو ربیع کلاعی بلنسیہ سے نکل کر ساری دنیا کا چکر لگاتے ہیں، اور علوم حاصل کر کے واپس لوٹتے ہیں، اور جرح و تعدیل اور علم الرجال کے وہ امام مانے جاتے ہیں۔ تمام علوم میں حق تعالیٰ شانہ نے انہیں امام بنایا۔ کیا ادب، کیا

بلاغت، کیا نظم، کیا نثر، کیا شعر۔ اسی کے نتیجہ میں آپ نے نہایت قیمتی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ **الاکتفاء فی مغازی المصطفیٰ، معرفۃ الصحابہ و التابعین اور کتاب الاربعین** آپ نے تصنیف فرمائیں۔

بڑے بڑے علماء ان کے متعلق شہادت دیتے ہیں کہ ان کے جیسا آدمی ہم نے نہیں دیکھا کہ وہ مجموعہ فضائل تھے۔ علوم قرآن اور فن تجوید میں نہایت کامل تھے۔ یہاں تک آپ کے متعلق کہا گیا کہ آپ کی ذات پر حفاظ حدیث کا خاتمہ ہوگیا۔ خاتمہ کیسے ہوا؟ کہ اور جگہوں کے بڑوں کے متعلق تو یہ کلمات مبالغہ کے طور پر کہے جاتے ہیں۔ ان کے جانے سے سچ مچ اس یورپ سے علم حدیث کا خاتمہ ہوگیا۔

ایک دفعہ آپ نے ایک مجلس میں فرمایا۔ آپ کے ایک شاگرد عبار کہتے ہیں کہ امام مرحوم نے ایک خواب دیکھا تھا۔ جس کی وجہ سے اکثر وہ فرمایا کرتے تھے کہ ستر واں سال میری عمر کا آخری سال ہے۔ اور یہ واقعۃً سچا ثابت ہوا کہ اندلس میں سب سے آخر میں پیدا ہونے والے حافظ حدیث آپ ہی تھے کہ بلنسیہ میں پیدا ہوئے اور مرسیہ سے قریب نو میل دور وہاں آپ نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ اور سارے علاقہ کو، بلنسیہ، مرسیہ، اشبیلیہ، شاطبہ، مالقہ، سبطہ، دانیہ تمام علاقوں کو علمِ حدیث سے بھر دیا تھا اور ان کا کتب خانہ دیکھ کر اندازہ ہوتا تھا کہ کتنے بڑے علامہ تھے۔ علامہ ذہبی آپ کے احوال بیان کر کے اخیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ نے ۶۱۴ھ میں اپنے دست مبارک سے مجھے اجازت نامہ لکھ کر عطا فرمایا تھا۔

حضرت مولانا عبد الغفور صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جیسے میں اپنے والد صاحب کے مرشد حضرت مولانا عبد الغفور صاحب کے متعلق کہا کرتا ہوں، کہ حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی مدظلہ العالی کو ساڑی میں ان کی جو بچی کھچی کتابیں رہ گئی تھیں، اسے لا کر فلاحِ دارین کے کتب خانہ میں آپ نے محفوظ فرمایا۔ انہیں دیکھ

کر اندازہ ہوتا ہے کہ اتنی کتابیں علم حدیث اور تفسیر کی اس زمانہ میں، کہاں قسطنطنیہ میں چھپیں، کہاں مصر میں چھپیں اور وہ کتابیں آپ نے کیسے منگوائی ہوں گی اور علم سے کتنی محبت ہوگی۔ اسی طرح ان کا کتب خانہ دیکھ کر انسان کو اندازہ ہوتا ہے کہ علم کا کتنا بڑا سمندر اور کتنی کتابوں سے دلچسپی تھی۔

جس رباط میں حضرت مولانا حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ للہ علیہ کا قیام رہا اسی میں حضرت مولانا عبد الغفور صاحب مہاجِر مکی رحمۃ اللہ علیہ قیام پذیر رہے۔ رباط آغا الماس میں ہے۔ لیکن اتنے بڑے علامہ ہونے کے باوجود سب کچھ قربان کر دیا۔ دنیا سے کوئی سروکار نہیں رہا۔

نہ کسی چیز کے کھانے سے کوئی رغبت، نہ پہننے سے کوئی رغبت، ایک چھوٹا سا جانگیہ پہنا ہوا ہے۔ ایک چھوٹا سا بنیان پہنا ہوا ہے ۔نہ سر پر ٹوپی، نہ پیر میں چپل۔ اللہ! اور مکہ کے ایسے شدید ترین پچاس ڈگری سے زیادہ گرم علاقہ میں رہ کر کے بھی اسی حال میں انہوں نے زندگی بسر کی۔ جہاں کہیں آپ ان کو دیکھتے، حرم کے اندر، حرم کے باہر، اسی حال میں ہوتے۔

دوستو! ہمیں تو اپنی تن آسانی سے فرصت نہیں اور جسم جو مانگتا ہے، جو کپڑا اور جو کھانا، جس وقت اور جتنا، وہ ہم دیتے چلے جاتے ہیں۔ اور ان حضرات نے یہ تمام چیزیں قربان کیں تب جا کر مالک کی معرفت کو حاصل کر سکے۔ یہ مبارک مہینہ ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اس مبارک مہینہ میں ہمارے رخ کو پھیر دے۔ جیسا کل بتایا تھا کہ ایک ہی مراقبہ ہو ہر وقت چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے ایک ہی سوچ ہو کہ الٰہی تو میری مغفرت فرمادے۔ ورنہ میں جبریل امین اور تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا کا مستحق بن جاؤں گا۔ وہ بددعا مجھے پہنچ کر رہے گی کہ ہلاک ہو وہ شخص جس پر رمضان المبارک کا مبارک مہینہ اور مبارک گھڑیاں گذر جائیں، وہ مہینہ ختم ہو جائے اور وہ اپنی مالک سے مغفرت نہ کروائے۔

بہت آسان ہے سب کھانا پینا سب قربان کر کے بھی، جان قربان کر کے بھی ہم اس کو

حاصل کر پائیں، اپنی مغفرت کروا پائیں تو سستا سودا ہے۔ دوستو! سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خبریں سچی خبریں ہیں۔ سب کچھ اسی طرح ہونے والا ہے۔

ایک بیمار طالب علم

حضرت شیخ قدس سرہ کے سامنے عصر کے بعد کا وقت ہے۔ مظاہر العلوم کے ایک بیمار طالب علم کو واپس لے جانے لگے، جس کے دماغ پر اثر ہوگیا تھا گرمی کے اثر سے۔ وہ بے خودی میں ایک جملہ کی رٹ لگا رہا ہے 'ہم نے تو کہا تھا ایسا ہوگا'۔ جب اسے واپس لے جانے لگے، حضرت شیخ قدس سرہ پہلے علماء، مشائخ جو حضرت کے داہنے طرف مدرسہ ام المدارس میں تشریف فرما تھے ان سے سوال فرماتے ہیں کہ 'آپ نے سنا ہے یہ کیا کہہ رہا تھا؟ اس بیمار طالب علم کا یہ جملہ میری عبرت کے لیے کافی ہے'۔ یہ فرما کر زار و قطار حضرت رونے لگے۔

اب کسی کو توجہ بھی شاید نہیں ہوگی کہ وہ کیا بے چارہ بک رہا ہے اپنے جنون میں۔ حضرت نے پھر دہرایا۔ اس طالب علم نے کہا کہ 'ہم نے تو کہا تھا ایسا ہوگا'۔ کل قیامت میں خدا بھی ہم سے یہی کہے گا۔ جب نامۂ اعمال سامنے ہوں گے، ترازو سامنے ہوگا، سوا نیزے پر آفتاب ہوگا، مالک کے سامنے ہم کھڑے کیسے جائیں گے مجرم ہونے کی حالت میں۔

اس وقت خدا کہے گا 'ہم نے تو کہا تھا ایسا ہوگا'۔ یہ سب کچھ ہونے والا ہے۔ اس کی ہم نے پہلے اپنی کتاب کے ذریعہ، اپنے نبی کے ذریعہ تمہیں خبر دے دی تھی۔ اللہ تعالیٰ ان خبروں پر ہمیں سچا یقین عطا فرمائے اور ہمیں اس کے لیے تیاری کی توفیق دے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ ساری امت جو جا چکی ہے، جو موجود ہے، جو آنے والی ہے ان تمام کی بخشش کا حق تعالیٰ شانہ فیصلہ فرمائے، سب کو بخش دے، سب کو معاف فرمادے، سب کی مغفرت فرمادے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

۳؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

گذشتہ کل اسپین اندلس کے عظیم الشان محدث کلاعی حمیری نوراللہ مرقدہ کا ذکر خیر چل رہا تھا کہ انہوں نے متعدد دفعہ اپنے بارے میں پیشین گوئی فرمائی تھی کہ میرا ستر واں سال آئے گا اور میں اس جہان سے رخصت ہوجاؤں گا۔ چنانچہ ان کی پیشین گوئی پوری ہوئی۔ وہ کیا رخصت ہوئے اسپین سے سب کچھ رخصت ہوگیا۔ ان جیسا اس علاقہ میں آج تک کوئی محدث پیدانہیں ہوا۔علم چلا گیا، ادب چلا گیا، بلاغت کا امام چلا گیا۔ یہ اپنے متعلق کیسے پیشین گوئی کردیتے ہوں گے کہ حرف بحرف صادق آتی ہے ذرہ بھرادھرادھرنہیں۔

حضرت شیخ قدس سرہ

میں نے بارہا عرض کیا کہ حضرت شیخ قدس سرہ کا ایک قصہ پیش آیا تھا۔ حضرت مفتی محمود صاحب نوراللہ مرقدہ سے ہمارے اکابر کے قصے بار بار سنے ان کی زبان مبارک سے۔ یہ ان حضرات اکابر سے محبت کی دلیل ہے اوراسی کے نتیجہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت مفتی محمود صاحب نوراللہ مرقدہ کو کتنا علوّ مرتبت، کتنے بلند درجات عطا فرمائے علمی اور روحانی طور پر۔ اسی طرح حضرت شیخ قدس سرہ کی رٹ، آپ کا ذکر خیر ہر جگہ ہم بھی اپنی سعادت سمجھتے

ہیں۔

حضرت شیخ قدس سرہ یہاں بیمار ہوئے اور ہسپتال لے گئے واپسی میں حضرت کو بتایا گیا کہ آپ کی بیماری کی وجہ سے ہوائی جہاز بک کرالیا گیا تھا کہ زندہ یا حضرت کی نعش کو مدینہ طیبہ ہم لے جاسکیں، حضرت مسکرائے۔ فرمانے لگے میرے پیارے! میرے ساتھ تو وعدہ ہے، تمہیں تو معلوم ہے۔ 'اِذْهَبْ اِلَی الْهِنْدِ، اِذَا جَاءَ وَقْتُکَ نَطْلُبُکَ' ۔ کہ ابھی تو ہندوستان چلے جایئے۔ جب آپ کا آخری وقت آئے گا، ہم تمہیں بلالیں گے۔ اللہ! کیا مرتبہ ہوگا بارگاہِ نبوی میں۔ یہ کیسے ہوا کہ حضرت کی زبانِ مبارک سے بار بار ہم نے یہ سنا۔

حضرت خود اپنی اوجز المسالک کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

'فَبَدَأْتُ بِتَسْوِیْدِهٖ رَاجِیًا بِبَرَکَاتِ الزَّمَانِ وَالْمَکَانِ أَعْنِیْ اَوَّلَ الرَّبِیْعَیْنِ مِنَ السَّنَةِ الْمَذْکُوْرَةِ بِالْمَدِیْنَةِ الْمُنَوَّرَةِ زَادَهَا اللّٰهُ شَرْفًا وَفَضْلاً. فَحَیْثُ مَا کُنْتُ أَتَفَرَّغُ مِنْ تَسْطِیْرِ ((بذل المجهود)) أَشْتَغِلُ بِتِلْکَ الْأَوْرَاقِ اِلیٰ اَنْ وَفَّقَ اللّٰهُ تَعَالیٰ اِخْتِتَامَ ((البذل)) فِی الْحَادِیْ وَالْعِشْرِیْنَ مِنْ شَعْبَانَ الْمُعَظَّمِ فِی السَّنَةِ الْمَذْکُوْرَةِ، فَصَرَفْتُ جُهْدِیْ اِلیٰ هٰذَا التَّسْوِیْدِ. فَبِفَضْلِ اللّٰهِ تَعَالیٰ وَبِبَرَکَةِ الْمَقَامِ الْمُنِیْفِ – یَا لَهَا مِنَ الْبَرَکَاتِ الظَّاهِرَةِ وَالْبَاطِنَةِ – وَصَلْتُ اِلیٰ بَابِ جَامِعِ الصَّلَاةِ فِی الْخَامِسِ عَشَرَ مِنْ ذِی الْقَعْدَةِ فِیْ أَقَلِّ مِنْ ثَلَاثَةِ أَشْهُرٍ'۔

کہ میں نے اوجز کا مسودہ لکھنا شروع کیا تھا کہ زمان و مکان کی برکات شامل حال رہیں کہ ربیع الاول و ربیع الثانی کے لیل ونہار ہیں اور مدینہ طیبہ ہے۔ جب بھی مجھے بذل کی کتابت سے فرصت ملتی، میں اوجز کے اوراق لے کر مشغول ہوجاتا۔ جب ۲۱ شعبان ۱۳۴۵ھ میں بذل المجہود کی تصنیف مکمل ہوگئی تو اپنی بساط بھر میں اوجز کی تصنیف میں مشغول رہنے لگا۔ چنانچہ اللہ کا فضل و کرم اور رفیع الشان شہر کی برکت سے، کیا بیان کی جائے۔ جہاں ظاہری باطنی برکات موسلا دھار بارش کی طرح برس رہی ہوں کہ صرف تین ماہ سے کم مدت ذوالقعدة

تک میں باب جامع الصلوۃ تک کی شرح میں نے مکمل کرلی۔

اب میں نے سوچا کہ یہاں کے قیام کی برکات اس قدر ہیں، اب میں ہندوستان واپس کیوں جاؤں۔ چنانچہ حضرت نے مستقل مدینہ طیبہ میں قیام کا ارادہ فرمالیا۔ اب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ ارشاد فرمایا 'اِذْهَبْ اِلَى الْهِنْدِ، اِذَا جَاءَ وَقْتُکَ نَطْلُبُکَ' ۔کہ اس وقت ہندوستان تشریف لے جایئے، جب آپ کا وقت آخری ہوگا، ہم آپ کو طلب فرمالیں گے، بلالیں گے'۔ اللہ!

ایسا ہی کوئی وعدہ امام کلاعی کو ہوگا کہ وہ منتظر ہیں کہ کب عمر کا سترواں برس آئے۔ اس کے لیے کس طرح وہ انتظار فرماتے ہوں گے۔ چنانچہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آخری وقت آیا تو بلالیا حضرت شیخ قدس سرہ کو اپنے پاس۔ آخری ہفتہ میں بیمار ہیں۔ کسی خادم نے روضۂ اقدس پر درخواست کی یارسول اللہ! ہمارے شیخ بیمار ہیں۔ جواب ملا آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ 'تمہارے شیخ تین دن تک تمہارے پاس ہیں'۔ چنانچہ پیر کے دن عصر کے وقت حضرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلاوے پر تشریف لے گئے۔ اللہ! ان حضرات کی دنیا ہی دوسری ہے۔ عالم ہی دوسرا ہے۔ ان کے ساتھ حق جل مجدہ اور اس کے محبوب حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کا انداز ہی نرالا اور انوکھا ہے۔

ایک پیشینگوئی

خود حضرت شیخ قدس سرہ کی ایک پیشین گوئی شاید میں نے پچھلے سال بھی عرض کی ہو۔ وہ عجیب وغریب پیشین گوئی تھی کہ ۱۳۸۷ ہجری رجب کا مہینہ ہے، حضرت شیخ قدس سرہ نے ہمیں جمعہ کی صبح تین چار گھنٹے بخاری شریف کا درس دیا۔ جمعہ کے بعد میں دسترخوان پر کھانے کے لیے نہیں پہنچا، حضرت یاد فرماتے رہے۔

جب میں پہنچا عصر کی نماز کے وقت حضرت نے فرمایا 'ابے! تو جمعہ کے بعد کہاں چلا گیا

تھا؟'۔ میں نے عرض کیا تھا کہ مولانا یونس صاحب کے یہاں سبق سننے۔ ابوداؤد کا سبق تھا، ان کے درس میں چلا گیا تھا۔ حضرت نے اسی وقت فرمایا' کاغذ قلم لو۔ مولانا محمود شاہ گنگوہی حضرت کی خدمت میں حاضر تھے۔ نہ کوئی سیاق نہ سباق۔ صرف غصہ میں حضرت لکھوا رہے ہیں کہ جب تمہیں معلوم تھا کہ میں نے صبح سے لے کر ساڑھے گیارہ تک انہیں رگڑا ہے پھر تم جمعہ کی نماز کے بعد ان کو لے کر بیٹھ گئے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا یونس صاحب کو جب یہ پرچہ پہنچا، انہوں نے بڑے ادب سے جواب میں صرف ایک جملہ لکھا القاب وآداب کے بعد۔

'مجھ سے غلطی ہوگئی، توبہ کرتا ہوں۔
ان شاء اللہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا'۔

اب سنئے۔ یہ توبہ حضرت کو ایسی پسند آئی کہ حضرت نے جواب سنتے ہی پرچہ لکھوایا۔ شروع میں شعر لکھوایا۔

ابھی کم سن ہیں وہ کیا عشق کی باتیں جانیں
عرض حالِ دلِ بے تاب کو شکوہ سمجھیں

ابھی تدریس دورہ کا پہلا سال ہے۔ اور اس سیہ کار کو تدریس دورہ کا اکتالیسواں سال ہے۔ اور تدریس حدیث کا سینتالیسواں سال ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری عمر میں برکت دے اور مبارک مشغلوں میں تادیر رکھے۔ جب سینتالیس پر پہنچ جاؤ گے تو ان شاء اللہ مجھ سے آگے ہوگے۔ اس پرچہ کو نہایت احتیاط سے کسی کتاب میں رکھیں۔ چالیس سال کے بعد پڑھیں۔ فقط زکریا۔ ۲۷/رجب ۱۳۸۷ھ

انداز نرالا

تو اتنا لمبا زمانہ حضرت نے کیسے دیکھ لیا؟ موت وحیات کا کسی کو علم نہیں کہ بلاوا کسی کے

لیے کب آجائے۔ شب برأت میں موت کے نوشتہ کا پتہ درخت سے کب جھڑ کر گر جائے۔ جس کو حضرت مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے گرتا ہوا دیکھ لیا، پڑھ لیا۔ اپنی اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ ہم نے اپنی وفات کا نوشتہ پڑھ لیا ہے۔ حضرت کی یہ پیشین گوئی آپ دیکھ رہے ہیں کس طرح پوری ہوئی اور کتنے چیلنج کے ساتھ کہ اس پرچہ کو کتاب میں رکھ لیں۔ چالیس سال کے بعد پڑھیں۔ الحمدللہ، جس طرح حضرت نے فرمایا چالیس سال بھی ہوگئے۔ چالیس سال کے آگے کی پیشین گوئی تھی وہ بھی اب آگے کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

ان اللہ والوں کے ساتھ حق تعالیٰ شانہ اور اس کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز ہی بالکل نرالا ہے۔ اس لئے دوستو! بار بار یہ درخواست ہے کہ ہم ہر آن، ہر گھڑی اس ماہِ مبارک میں اپنی معافی چھٹکارا کی صدا اور دہائی مالک کے سامنے لگاتے رہیں۔ اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے ہروقت نیند میں لگاتے رہیں۔ جب تک ہمارا معاملہ اپنے مالک سے صاف نہیں ہوجاتا درست نہیں ہوجاتا معافی نہیں ہوجاتی، وہاں تک کیسے مراتب، کیسی روحانیت اور کیسے عروج اور کیسے مقامات۔ اللہ!

تجلیاتِ خداوندی

اللہ تعالیٰ ہم سب کو معافی دے اور ہمیں ایمانِ کامل عطا فرمائے۔ یقین نہیں ہے۔ یقینِ کامل عطا فرمائے تب جا کر چوبیس گھنٹے ہمیں اس کی لگن دل میں لگی رہے گی۔ ہم نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالی کو پہچانا ہوتا، جیسے شفقت امام کلاعی پر ہے وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں، حضرت شیخ پر ہے وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں، ایسی شفقتیں ہم پر بھی ہوسکتی ہیں۔ کاش کہ کوئی ان شفقتوں کا طالب تو ہو۔

تجلی کا اس ماحول میں طالب نہیں کوئی　　　چمکیں بھی اس اندھیر میں ہم تو کیا ہوگا

حق تعالیٰ شانہ کی تجلیات کے طالب رہئے۔ ہروقت اپنے دل کے دروازہ کو کھلا رکھئے کہ

کس وقت عرش پر سے میرے دل پر میرے خالق اور مالک کی تجلیات کا نور اترتا ہے۔ اس کے لیے دل میں درد، کرب، پریشانی رہے۔ ہمارے سامنے یہ دنیا ہے اور اس نے اپنے اندر ہمیں پھنسالیا ہے کہ اس سے آگے ہم اس پار دیکھ ہی نہیں سکتے۔ حواجز، پردے، دیواریں اس سے حائل ہیں۔ مادیت کی دیواریں۔ اور نفس و شیطان نے مل کر ان دیواروں کو اتنا مضبوط ہمارے سامنے کھڑا کر دیا ہے کہ ہم چھوٹے موٹے نعرے لگائیں اور سسکیاں لیں اس سے وہ گر بھی نہیں سکتیں۔

اس لئے دوستو! مسلسل کوشش کیجئے۔ رونے دھونے کی عادت ڈالئے۔ اس ماہِ مبارک میں تو اللہ تعالیٰ نہایت آسان فرما دیتے ہیں۔ دعا کیجئے

کوئی چوٹ ایسی لگ جائے الٰہی میرے سینے میں　　　کہ فوارہ سا بن جائے یہ زخمِ خونچکاں دل کا

اگر ساقی تیری چشمِ فسوں گر کام کر جائے　　　بدل جائے نظامِ دل، بدل جائے جہانِ دل

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کے حال کو بدل دے اور ہمارے رخ کو پھیر دے۔ جس طرف ہم دوڑے جارہے ہیں تمام چیزوں کو پس پشت پھینک کر۔ کیا اوامر، کیا قرآن کے نواہی کہ یہ کرو یہ نہ کرو۔ کسی کی طرف کوئی توجہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کا حال درست فرما دے اور ہمیں توبۂ نصوح نصیب فرمادے۔ ہماری توبہ بھی کیا توبہ۔ اس وقت بھی تصورات، اس وقت بھی نفس اور شیطان اور ابلیس کس طرح سے ہمارے دل کو اپنے پنجہ میں لے کر دبائے بیٹھا ہوتا ہے۔

حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے متعلق فرماتے ہیں:

ٹوٹ ہی جاتی ہے ہر موسمِ گل میں توبہ　　　جو نہ ٹوٹے میرے غفار کہاں سے لاؤں

ہماری توبہ ہوتی بھی نہیں اور ہوتی ہے تو وہ بھی ٹوٹ جاتی ہے

توبہ توبہ میری توبہ بھی ہے کوئی توبہ ٹوٹ جائے جو نہ ہر بار کہاں سے لاؤں

مدرسہ چھوڑ خرابات میں آکر بیٹھا دوسرا سایۂ دیوار کہاں سے لاؤں

جام پر جام مجھے دے کے بنادے بدمست

الٰہی اپنی محبت کے، اپنے عشق کے، اپنے متعلق جام پر جام مجھے ایسے عنایت فرما 'جام پر جام مجھے دے کے بنادے بدمست' کہ میں مدہوش ہوجاؤں۔

حضرت شیخ یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس شعر پر مجھے یہ قصہ یاد آیا کہ خود حضرت شیخ الحدیث مولانا یونس صاحب ایک مرتبہ حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں دوپہر کھانے پر ایسے وقت پہنچے کہ عوام وخواص تمام مہمان دسترخوانوں پر بیٹھ چکے تھے۔ حضرت نے دیکھ کر پوچھا کہ ارے تونے دیر کردی؟ بیٹھ جا۔ اب شیخ یونس صاحب پوچھتے ہیں کہ میں بیٹھ کر کیا کروں؟ حضرت شیخ نے ارشاد فرمایا میرے لئے بیٹھ کر تلاوت کر'۔ پوچھا کہ 'زندوں کو؟'

حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا 'تونے مسجد عشار والی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ والی روایت نہیں پڑھی؟' انہوں نے عرض کیا کہ 'پڑھی تو ہے'۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ 'کہاں ہے؟'۔ حضرت مولانا یونس صاحب نے فرمایا کہ مشکوۃ کے فلاں باب میں ہے۔ حضرت شیخ قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ اسی حدیث پر علامہ سید سلیمان ندوی میرے معتقد ہوگئے تھے۔

غزل

میں نے عرض کیا کہ اٹھتے بیٹھتے، گھر میں، باہر، سفر میں ہر جگہ اسی کو یاد کرو۔ بھوپال سے لکھنؤ جاتے ہوئے حضرت علامہ سید سلیمان ندوی ٹرین میں ہیں اور یہ غزل لکھ رہے ہیں ۔

کس نے بھردی یہ صدائے دل نواز ہر رگِ جاں سازِ دل اللہ ہے

کوئی ہو آواز میرے کان میں ہر صدا آوازِ الا اللہ ہے

منکشف اب رازِ الا اللہ ہے　　کار فرما ایک آتا ہے نظر
کشتۂ اندازِ الا اللہ ہے　　اس تجلی گاہ کا ہر نازنیں
کہ جس پر تجلی عرشِ الٰہی سے ہوئی کہ بس مارا گیا وہ۔ شہید ہو گیا سیفِ الٰہی سے۔
کشتۂ اندازِ الا اللہ ہے　　اس تجلی گاہ کا ہرنازنیں

حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب نے جب یہ شعر سنا۔
کشتگانِ خنجر تسلیم را　　ہر زماں از غیب جانِ دیگر است
کہ جو تسلیم و رضا کے مرتبہ کو پہنچے ہوتے ہیں، ہر گھڑی جیسے آپ چاہیں سرِ تسلیم خم۔ سر بھی نیچے کرتے ہوئے۔
کشتگانِ خنجرِ تسلیم را　　ہرزماں از غیبِ جانِ دیگر است
کہ ہر آن وہ مرتے ہیں پھر زندہ کئے جاتے ہیں۔ پھر جان ڈالی گئی۔ پھر مارے گئے پھر زندہ ہوئے۔
کشتگانِ خنجرِ تسلیم را　　ہرزماں از غیبِ جانِ دیگر است
فرمایا 'اور پڑھے جاؤ۔ پڑھے جاؤ۔ پڑھے جاؤ'۔ اسی میں واصل بحق ہو گئے۔
کشتۂ اندازِ الا اللہ ہے　　اس تجلی گاہ کا ہر نازنیں
جو کوئی دمسازِ الا اللہ ہے　　ہے اسی کی سانس انفاسِ حیات
کاش کہ ہمیں ان بزرگانِ دین کے معمولات کا کوئی حصہ، کوئی ایک طریق ہمیں میسر آ جائے ان کے یہاں۔

پاسِ انفاس

کتنا پیارا! انہوں نے حدیث میں سنا کہ وہاں جو جنت میں بھی ذکر رہے گا کیسے رہے گا؟

جیسے اس وقت فرشتے مشین کی طرح ان کی تسبیح اور ان کی تحمید ہر سانس کے ساتھ جاری ہے، اسی طرح دنیا ہی کو جنت بنانے کی انہوں نے کوشش کی ہے کہ ہر سانس میں اللہ ھو، لا الہ الا اللہ، ہر سانس میں اللہ، اللہ، اللہ، اللہ۔ مختلف انداز ذکرِ الٰہی کے ہیں۔ پاسِ انفاس اور ذکرِ الٰہی کے ساتھ ساتھ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد میں 'صلی اللہ علیک'، 'صلی اللہ علیک'۔ جیسے وہاں سامنے پڑھ رہے ہیں اس طرح ہر سانس میں پڑھ رہے ہیں۔ 'صلی اللہ' سانس رکا ہوا ہے۔ جب چھوٹا 'علیک'۔ کہ یارسول اللہ! آپ پر اللہ کی ہزاروں رحمتیں اور درود وسلام ہو۔

ہے اسی کی سانس انفاسِ حیات　　جو کوئی دم سازِ الا اللہ ہے

دل سے ہوتا ہے ترانہ خود بلند　　قلبِ ذاکر سازِ الا اللہ ہے

وجد میں جاں ہے تو اعضاء رقص میں　　جامِ مے آواز الا اللہ ہے

جس طرح حضرت مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس طرح ہمیں پاسِ انفاس میسر آجائے۔ اس طرح ہمیں دلِ ذاکر میسر آجائے۔ تجلیاتِ الٰہیہ دل پر برستی رہیں، ایسی بارش ہمیں مقدر ہوجائے۔ ہمارے اکابر بڑے پیارے ہیں۔ انہوں نے صرف تحریریں نہیں لکھیں۔ صرف تقریریں وعظ ونصیحت زبان سے نہیں کیا بلکہ عملی طور پر سب کچھ کر کے ہمیں دیا۔

حضرت شیخ قدس سرہ کا یہ سالہا سال اسی ایک ہی دھیان رہا، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کی شرح تشریح ، ان کی کتابیں لکھنا اور اسی تقریر سے، تحریر سے اور آنے والے مہمانوں کی ضیافت اور اکرام سے، ان کو اس طریق پر لانے کی کوشش اور اسی جدوجہد میں ساری عمر حضرت نے صرف فرمائی۔ کاہے کے لیے؟ خود کو تو ان کو وعدہ ہو چکا تھا جوانی ہی میں 'اِذْهَبْ اِلَى الْهِنْدِ، اِذَا جَاءَ وَقْتُکَ نَطْلُبُکَ' ۔تم جاؤ ہندوستان جب تمہارا وقت موعود آئے گا ہم بلالیں گے۔ لیکن اپنے رنگ میں ہر ایک کو وہ رنگنا چاہتے تھے۔ ہمارے حال پر دیکھ کر وہ افسوس فرماتے کہ یہ کاہے میں لگے ہوئے ہیں۔ دنیائے دنی کے پیچھے دوڑ دھوپ

میں ہیں۔

حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائپوری نوراللہ مرقدہ

حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائپوری نوراللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے ڈانٹتے ہوئے کہ 'فسق کو عشق سمجھ رکھا ہے؟' کہ فسق و فجور میں لگے ہوئے ہیں اور اس کو اتنی عظیم عبادت کا نام دے کر اس کو حلال کر رہے ہیں؟ غیر مذبوح کو ذبیحہ کہہ کر کھلانے والے کھلاتے ہیں اس طرح اپنے آپ کو پھنسانے کے لیے اور اسی غلاظت میں اپنے آپ کو رکھنے کے لیے کیسا حیلہ، کیسا مکر، کیسا اپنے ساتھ غدر۔ حضرت نے ڈانٹ کر فرمایا کہ 'فسق کو عشق کا نام دے رکھا ہے؟' تو جب فسق و فجور میں لگے رہنے کو عشق سمجھیں گے تو کب چھوڑیں گے۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلي العظیم۔

عشقِ نبوی

اس لئے ان چیزوں سے نکالنے کے لیے ان حضرات نے کس طرح ہمیں جگانے کی کوشش کی اور ان مصیبتوں سے چھڑانے کی کوشش کی۔ دل تو اللہ نے صرف اپنے لیے اور اپنے محبوب کو یاد کرنے کے لیے دیا کہ اس میں مالک کو اور اس کی محبت کو بسایا جائے۔ اس کے محبوب اور حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بسایا جائے۔ اسی لیےء علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ فرماتے ہیں ؎

عشق نبوی دردِ معاصی کی دوا ہے

کہ ہم نے دوا کرتے کرتے اپنے روئیں روئیں کو نجس، ناپاک اور بیمار بنا لیا۔ اس کی دوا اگر ہے تو عشقِ نبوی۔

عشقِ نبوی دردِ معاصی کی دوا ہے ظلمتِ کدۂ دہر میں وہ شمعِ ہدیٰ ہے

کہ ہم نے صرف اپنے قلب کو نہیں، بلکہ سارے جسم کو اور روئیں روئیں کو کالا، بدنما اور

سیاہ بنا رکھا ہے۔ اگر اسے کوئی چیز روشن کر سکتی ہے، جلا دے سکتی ہے، دھو سکتی ہے تو:

ظلمتِ کدۂ دہر میں وہ شمعِ ہدیٰ ہے

عشق نبوی دردِ معاصی کی دوا ہے ظلمتِ کدۂ دہر میں وہ شمعِ ہدیٰ ہے

اللہ تعالیٰ ہمارے اکابر کی محنتوں کو قبول فرمائے انہیں ہماری طرف سے بے حد جزائے خیر عطا فرمائے۔ ساری امت کو اس مخالف سمت کی طرف ان کے سفر کو صحیح فرمائے اور اپنے مالک، خالق کو پہچاننے کی توفیق دے۔

اس کے محبوب، حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے اور بالخصوص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بد دعا سے ہم بچ جائیں اس سے بچنے کے لیے مالک سے اپنی معافی کی درخواست ہر آن، ہر گھڑی اس کی بارگاہ میں پیش کرنے کی ہمیں توفیق دے۔ اللہ تعالیٰ ساری امت کو بخش دے، معافی دے دے، مغفرت فرما دے۔ سب بلائیں امت سے ٹال دے اور دنیا کے ہر خطے میں امن وسکون والی فضا قائم فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

۴ر رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گذشتہ کل حضرت علامہ سید سلیمان ندوی نور اللہ مرقدہ کے نعتیہ اشعار سنائے تھے۔ آج ہی وہاں سے کسی نے حرم کا، مطاف کا فوٹو بھیجا کہ مجمع اس قدر ہے کہ سارا صحن انسانوں سے بھرا ہوا ہے۔ ہر ایک اپنی جگہ گویا کھڑا ہوا معلوم ہو رہا تھا کہ آگے قدم بڑھانے کے لیے جگہ نہیں۔ میسیج میں یہ بھی لکھا تھا کہ شاید یہ پہلی بار ہوگا کہ طواف کے لیے جانے والوں کو روک دیا گیا تاکہ خدانخواستہ کوئی حادثہ پیش نہ آئے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کے لیے وہاں کی بار بار حاضری مقدر فرمائے اور وہاں کے آداب کی رعایت کے ساتھ حاضری مقدر ہو۔ یہ دل میں تڑپ اور تمنا رہتی ہے اور بار بار تقاضا اور مالک سے طلب رہتی ہے تب جا کر وہاں سے دعوت نامہ آتا ہے۔ تب جا کے کہیں کام بنتا ہے۔

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا سفرِ حج

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ ہی کے ساتھ ایسا ہی کچھ پیش آیا کہ حضرت نے ایک مرتبہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ ۱۹۴۸ء میں سفر کا ارادہ فرمایا۔ کسی وجہ سے التواء ہوگیا۔ نہ جا سکے تو لکھا ہے کہ اس التوائے سفر کا حضرت کو بے حد صدمہ رہا اور بار بار اس کا

اظہار فرماتے کہ میں اس قابل کہاں کہ اس بارگاہ میں بلایا جاسکوں۔ اسی لیے پھر جب دوسرا حج کا موسم آیا، اب تو سالہا بھر سے پا بہ رکاب تھے اس لیے اپنی رفیقۂ حیات اور اپنے صاحبزادہ سلمان کو لے کر بمبئ پہنچ گئے۔ ڈاکٹر سلمان صاحب کی پہلی دفعہ ڈربن میں زیارت ہوئی جب وہ حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں روز حاضری دیا کرتے تھے۔

لکھا ہے کہ 'خسرو' نامی ایک جہاز سے روانگی ہوئی۔ امیر قافلہ حضرت سید صاحب تھے۔ مکہ مکرمہ پہنچ گئے اور وہاں رباطِ بھوپال، جو بھوپال کے حکمران کی بنائی ہوئی ایک رباط تھی، ایک مسافر خانہ تھا، اس میں قیام فرمالیا۔ مگر مالک کی فیاضی کہ یہاں خود ملِک کی طرف سے دعوت نامے آتے رہے۔ بار بار ملِک کے مہمان بنے۔ بار بار انہوں نے کھانے پر آپ کو مدعو فرمایا لیکن ان تمام اعزاز واکرام کے باوجود وہ جو گذشتہ سال جب سفر کا التواء ہوگیا تھا طبیعت پر شکستگی، انکساری اور دل ٹوٹا ہوا تھا، بدستور اس کیفیت کو آپ نے باقی رکھا بلکہ اس میں اور زیادہ ترقی ہوئی۔

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے اس سفر نامہ کی روئیداد لکھی ہے۔ حضرت ڈاکٹر غلام محمد صاحب بھی حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجازِ بیعت اور بڑے اللہ والے بزرگ تھے۔ جب میں ایک دفعہ پاکستان پہنچا، ہمارے پھوپھی زاد بھائی یوسف بھائی وراچیہ جو ان سے بیعت تھے، انہوں نے پروگرام بنایا کہ آج جمعہ کی نماز وہاں ڈاکٹر صاحب کی مسجد میں پڑھیں گے۔ چنانچہ جب ہم پہنچے، انہوں نے خطبہ اور بیان کے لیے حکم دیا۔

عشق پیچہ

میں نے بیان اس موضوع پر کیا کہ ہمیں اللہ عز وجل نے سب سے قیمتی چیز اپنے تمام اعضاء میں جو عطا فرمائی وہ دل ہے۔ اور وہ صرف اپنی محبت اور اپنے تعلق کے لیے ہمیں دیا

کہ اس میں اللہ عزوجل کی محبت بڑھتے بڑھتے عشق کے درجہ پہنچ جائے کہ جیسے عشق پیچہ ایک بیل ہوتی ہے جو درخت پر جب لپٹنا شروع ہوتی ہے تو سارے درخت کو چوس لیتی ہے۔ درخت بے جان ہوکر خشک ہوجاتا ہے۔ دل و دماغ پر عشقِ الٰہی کا غلبہ ہو اور تمام تعلقات سے الگ کر کے رکھ دے کہ کسی سے کسی درجہ کا کوئی تعلق نہ ہو۔

جیسے ہمارے والد صاحب نور اللہ مرقدہ پر جذب طاری تھا، ہمیں لے جایا جاتا تو ایک نظر دیکھنا بھی انہیں ہماری طرف گوارا نہیں تھا۔ شاید مصافحہ یاد بھی نہیں کہ کبھی والد صاحب سے ہوا ہو۔ اللہ! یہ جو ایک سال نہ جانے کی وجہ سے حج پر نہ پہنچ سکنے کی وجہ سے جو حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے دل پر چوٹ لگی اور سارا سال وہ کڑھتے رہے، روتے رہے اور مالک کی طرف عجز و افتقار کے ساتھ طلب ہی طلب۔

اسی سفر نامہ کے حاشیہ پر ڈاکٹر صاحب نے علامہ سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں سے ایک ملفوظ نقل کیا ہے کہ 'سَلَکْتُ کُلَّ الطُّرُقِ الْمُوْصِلَةِ' کہ اللہ عزوجل کی ذات عالی تک پہنچنے والے جتنے راستے ہیں، جتنے طریقے ہیں ان سب کو میں نے اپنایا۔ 'فَمَارَأَیْتُ اَقْرَبَ وَلاَ اَسْھَلَ وَلاَ اَصْلَحَ'، ان تمام میں سب سے آسان ترین اور سب سے عمدہ اور بہترین اور سب سے قریبی رستہ جو میں نے پایا وہ ہے 'فَمَارَأَیْتُ اَقْرَبَ وَلاَ اَسْھَلَ وَلاَ اَصْلَحَ مِنَ الْاِفْتِقَارِ وَالذِّلِّ وَالْاِنْکِسَارِ'۔ کہ طبیعت میں افتقار ہو، اپنے آپ کو ذلیل سمجھے، انکسار ہو، کبر اور خودی کا سر کٹا ہوا ہو۔

خودی کا سر کٹا ہوا تھا

ہمارے دوست حضرت مولانا عبد المنان صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے حضرت رائپوری نور اللہ مرقدہ کے متعلق کہ 'یہاں خودی کا سر کٹا ہوا تھا'۔ بالکل وہی حال سالک کا رہے کہ سب سے پہلا گناہ بارگاہِ ایزدی میں جو کیا گیا وہ یہ ہے کہ ابلیس نے رعونت

اور کبر اور نخوت کا اظہار کیا تھا۔ کہ مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا اسے مٹی سے پیدا کیا۔ آگ جو بلندی کی طرف جانے والی مٹی ہر وقت روندی جانے والی ہے، ذلیل ہے۔ آگ، نار مٹی کو سجدہ کرے؟ خاک کو سجدہ کرے؟

یہی گر حضرت علامہ سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں بتایا کہ دیکھئے! جس کی بدولت ابلیس راندۂ درگاہ ہوا ہے، اس کی کوئی خو بو باقی نہ رہے۔ اس کے برعکس انکسار، افتقار، ذلت، پسماندگی، عاجزی اور تواضع کا ہر وقت استحضار رہے۔ اسی لیے بزرگانِ دین کے اقوال ہر سال میں بیان کرتا رہا کہ وہ اکثر و بیشتر کتے کے ساتھ اپنے آپ کو تشبیہ دیتے ہیں۔ کبھی تو 'میں اس گلی کا کتا ہوں'۔ 'میں تو کتے سے بھی بدتر ہوں'۔ 'گلی کا کتا مجھ سے بہتر ہے'۔ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ختم نبوت کے ایک بڑے جلسہ میں یہی کلمہ فرمایا تھا۔

حضرت شیخ قدس سرہ

حضرت شیخ قدس سرہ نے بھی یہی جملہ فرمایا تھا جب کہ ایک مرتبہ حضرت کو حرم شریف سے مسجد نور لے جانے کے لیے ہم لے کر باہر آ گئے، مدرسہ علوم شرعیہ کے قریب پہنچے، جہاں روزانہ کار حضرت کے انتظار میں رہتی تھی۔ رش کی وجہ سے، ٹریفک کی وجہ سے وہ وقت پر نہ پہنچ سکی۔ حضرت کو لے کر ہم پہنچے، وہاں اس وقت سڑک بھی کار کی بنی ہوئی نہیں تھی۔

گرد و غبار، مدینہ پاک کا مبارک غبار ہر طرف اڑ رہا تھا۔ وہاں پہنچ کر حضرت نے دونوں طرف جو خدام حضرت کو سنبھالے ہوئے تھے، حضرت نے دست مبارک دونوں جھٹکنے شروع فرمائے کہ مجھے چھوڑ دو۔ اتنے میں کسی نے کہا کہ جلدی سے کپڑا لاؤ، کپڑا لاؤ۔ حضرت جھٹک کر کے جلدی سے نیچے تشریف فرما ہو گئے اور روتے ہوئے فرمایا کہ مدینہ شریف کے کتے اسی طرح بیٹھتے ہیں۔ اللہ! کہ یہ مدینہ شریف کے جانوروں کے لیے کونسا بستر اور قالین بچھایا جاتا

ہے۔اپنے آپ کو مدینہ پاک کا کتا کہنے میں حضرت فخر محسوس فرما رہے ہیں۔
اس درجہ اللہ تعالیٰ ہمیں سچ مچ انکساری عطا فرمائے۔ زبان سے تو سب کچھ ہم کہتے ہی ہیں،لیکن یہ دل کی گہرائیوں میں رچ بس جائے کہ انسان جب کسی کو دیکھے، اسے اپنے سے اعلیٰ اور ارفع سمجھے۔ کسی بت پرست کو دیکھے تب بھی یہ خیال نہ آئے کہ وہ جہنمی ہے اور میں جنتی ہوں۔ میرے اندر ایمان ہے، اس میں ایمان نہیں ہے۔ کہ اس وقت مالک آپ سے ایمان چھین لے اور اسے عطا فرمادے؟ اس کا ہر وقت ڈر رہے۔
اسی لیے وہ فرماتے ہیں کہ 'سَلَکْتُ کُلَّ الطُّرُقِ الْمُوْصِلَةِ فَمَارَأَیْتُ اَقْرَبَ وَلاَ اَسْهَلَ وَلاَ اَصْلَحَ مِنَ الْاِفْتِقَارِ وَالذِّلِّ وَالْاِنْکِسَارِ' ۔کہ میں نے تمام بارگاہِ ایزدی تک اور خدا تک پہنچنے والے رستوں کو اپنایا، ان پر میں چلا مگر ان میں سب سے سہل ترین جس سے انسان فوراً جلد مالک تک پہنچ جاتا ہے وہ ہے اپنے آپ کو ذلیل سمجھنا، فقیر سمجھنا، اپنے آپ کو بے وقعت سمجھنا۔

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی شکستگی

ڈاکٹر غلام محمود صاحب اس کتاب میں جہاں سفر کی روئیداد لکھتے ہیں وہاں لکھتے ہیں کہ 'سلیمان ذی شان نے کبھی دنیوی جاہ وحشمت کی طرف نظر نہیں اٹھائی تھی اور جو ملک الملوک کا مہمان بن کر آیا تھا اور اسی بارگاہ کا بھکاری بن کر آیا تھا، اس کے لیے یہ تمام اعزاز واکرام قابلِ التفات نہیں تھے'۔
اسی لیے جو سفر میں بے دل صاحب ساتھی تھے ان کا بیان ہے کہ' مکہ مکرمہ پہنچ کر حضرت پر شکستگی ہی شکستگی طاری رہی۔ نظر آتا تھا کہ ان کا نہ کھانے میں دل لگتا ہے، نہ پہننے میں لگتا ہے، نہ اوڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ طبیعت کی ساری نزاکتیں، نفاستیں وہیں اعظم گڑھ اور لکھنؤ میں چھوڑ کر آ گئے ہوں۔ سر پر دو پلی ٹوپی، کبھی کرتے کے ساتھ پائجامہ پہن لیا، کبھی لنگی پہن

لی، کبھی چپل کے ساتھ حرم جارہے ہیں، کبھی بغیر چپل کے'۔ وہاں یہ بھی فرمایا کہ 'جب وہاں پہنچ جاتے، خانۂ کعبہ پر ٹکٹکی بندھی ہوئی ہے'۔

حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جیسے حکیم الامۃ حضرت تھانوی قدس سرہ کے ایک عظیم خلیفہ مولانا فقیر محمد صاحب کو ہم نے دیکھا کہ اکڑوں بیٹھے ہوئے ہیں اور آنکھیں کھلی ہوئی ہیں۔ پلک بھی نہیں جھپکتے تھے۔ جس طرح مرنے والے کا حال ہوجاتا ہے، اس طرح آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ اور فرماتے تھے کہ 'یہ ایک سو بیس رحمتیں جو اترتی ہیں میں ان کو دیکھ سکتا ہوں، میں ان کو دیکھ رہا ہوتا ہوں'۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ظلمتوں کے پردے جو ہم نے دل کی آنکھوں کے سامنے رکھ دیئے ہیں، اسے آنسوؤں سے دھونے کی اللہ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

دیدۂ دل

یہ جو میں نے آپ کو کلام سنایا تھا، کیوں اس میں اثر نہ ہو کہ کس کیفیت میں اور کس حال میں علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے وہ کلام اور وہ نعت سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اور حمد وثنا مالک عز اسمہ کے لیے منظوم فرمائی۔ واقعی یہ وہاں کی کیفیات ہی کا اثر ہے۔ ایک سفر حج کے موقعہ پر مکہ مکرمہ میں حضرت علامہ صاحب فرماتے ہیں ؎

دیدۂ دل اگر ہو باز

کہ دل کی آنکھیں اگر کھل جائیں۔ اللہ ہماری دل کی آنکھیں کھول دے۔ ہر جگہ قیامتیں دیکھ رہے ہیں پھر بھی ہماری آنکھیں نہیں کھلتیں۔

دیدۂ دل اگر ہو باز، راز رہے نہ راز میں   جھانکتی ہیں حقیقتیں آئینۂ مجاز میں
ان کے کرم کے ہم نثار، ان کی عطاء کا کیا شمار   دے دیا عاصیوں کو بار اپنے حریم ناز میں

اپنے حریمِ ناز میں اللہ نے کتنوں کو باریابی کو شرف دے دیا کہ وہ مطاف میں نظر آ رہا تھا کہ تِل رکھنے کی جگہ نہیں۔

حبش و تاتار و ہند وشام سرخرو ہو سیہ فام　　عشق نوازے ہر مقام آئے ہیں سب حجاز میں

عرش کے بام تک کہاں وسعت دستِ انس و جاں　　شانِ کرم ہوئی عیاں ہو کہ نہاں مجاز میں

سنگ سیاہ در جو تھا، دست مصافحہ بنا　　اب نہ رہا وہ راز میں، وہ جو چھپا تھا راز میں

روز میرا نیا مقام، صبح کہیں، کہیں ہے شام　　عشق کی منزلیں تمام راہِ خم و دراز میں

دل کو نصیب ہو گداز ۔آمین کہئے

دل کو نصیب ہو گداز جاں کو عطا ہو سوز و ساز　　ہے یہ دعا بصد نیاز درگہِ بے نیاز میں

وہ مالک تو بے نیاز، اَللّٰہُ الصَّمَدُ۔اس کی رحمت جب ہم بھکاری بن کر مانگنے لگتے ہیں، جوش میں آتی ہے، بے نیاز مالک عطا فرماتا ہے۔

دل جو ملا سیہ کار، آنکھ عطا ہو اشکبار

کہ ہم نے اپنے دل کو سیاہ کر لیا ہے۔اب آنسوؤں سے اس کو دھو سکتے ہیں۔

دل جو ملا سیہ کار، آنکھ عطا ہو اشک بار　　دھوئے جو دل کو بار بار خلوت خاص راز میں

مدینہ پاک کی حاضری

حضرت علامہ پر جو عجز وانکسار کا حال طاری تھا وہ مکہ مکرمہ کی حاضری کے تأثرات اور اثرات تھے۔ یہ جو مکہ مکرمہ میں ملنگ بن کر رہے، جب مدینہ منورہ پہنچے، اب حال بدل کر کیا ہو گیا؟

'باخدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار'

کہ وہاں عقل سے کام لو۔ ہر وقت اس کا خیال رہے کہ کوئی بے ادبی ادنی بھی، کسی حرکت سے، نگاہ سے، تصورات سے، کسی طرح بھی کوئی بے ادبی کہیں نہ ہونے پائے۔ڈاکٹر صاحب

لکھتے ہیں کہ وہاں حضرت فرماتے تھے کہ طبیعت کو ایک گنا سکون ہوگیا۔ گویا مکہ مکرمہ میں لباس کی طرف بھی کوئی توجہ نہیں تھی۔ وہاں مدینہ منورہ پہنچ کر ہی خیال آیا کہ یہاں کے آداب کچھ اور ہیں اور وہاں لباس بھی پہنا، کھانا بھی کھایا۔

ہدیۂ محبت

پھر جب بارگاہِ نبوی میں پہنچے، حضرت سید صاحب نے ہدیۂ محبت کو نظم کی شکل میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جو پیش کیا وہ اس طرح کہ ؎

آدم کے لیے فخر یہ عالی نسبی ہے مکی و مدنی و ہاشمی ومطلبی ہے
پاکیزہ تر از عرش و سما جنت و فردوس آرام گاہِ پاک رسولِ عربی ہے

کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی مٹی کے وہ ذرات جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اقدس کو چھو رہے ہیں اس کا مرتبہ عرش سے بھی بڑھ کر ہے۔ اس سے بھی وہ زیادہ پاکیزہ ہے۔

پاکیزہ تر از عرش و سما جنت و فردوس آرام گاہِ پاک رسولِ عربی ہے

اس کا مرتبہ جنت اور عرش سے بھی بڑھ کر۔ اس لئے اب یہاں ادب سے رہو۔

آہستہ قدم، نیچی نگاہ، پست صدا ہو خوابیدہ یہاں روح رسولِ عربی ہے
اے زائرِ بیتِ نبی یاد رہے یہ بے قاعدہ یہاں جنبشِ لب بے ادبی ہے
کیا شان ہے اللہ رے محبوبِ نبی کی محبوبِ خدا ہے وہ جو محبوبِ نبی ہے

اللہ تعالیٰ ہمیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق نصیب فرمائے۔ ہم تو اس لائق نہیں کہ ہم کہیں کہ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا محبوب بنائیں۔ اللہ کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم نے کتنا ناراض کیا اب تک ساری عمر۔ کہتے ہیں کہ ہم پیر کو، ہر جمعرات کو اعمال کی پیشی ہوتی ہے۔ ہمارے اعمال فرشتہ لے جا کر جب پیش کرتا ہوگا،

سرکار کو ہماری طرف سے کتنی تکلیف پہنچی ہوگی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمارے تمام جرائم کو معاف فرمادے اور مالک ہم سے خوش ہوجائے۔ مالک کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے خوش ہوجائیں۔

کیا شان ہے اللہ رے محبوبِ نبی کی محبوبِ خدا ہے وہ جو محبوبِ نبی ہے
بجھ جائے تیرے چھینٹوں سے اے ابرِ کرم آج جو آگ میرے سینے میں مدت سے دبی ہے

محبوبِ نبی

حضرت سید صاحب نے کیا مانگا تھا کہ اے خدا! جو تیرے حبیب کا محبوب بن جائے اس کی شان ہی نرالی ہے، تو ہمیں ان میں شامل فرمادے۔ اس لیے عرض کیا ۔

کیا شان ہے اللہ رے محبوبِ نبی کی محبوبِ خدا ہے وہ جو محبوبِ نبی ہے

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں یہ دہائی، یہ پکار، یہ فریاد، یہ تمنا، یہ آرزو کس لہجہ میں پہنچی ہوگی کہ حضرت سید صاحب خواب دیکھتے ہیں۔ خواب میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ وفورِ شوق میں اور جذباتی ہوکر اپنے آپ کو قدومِ رسالت پر ڈال دیا۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمِ مبارک پر اپنا سر رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے شیدائی کو شفقت سے اٹھالیا اور پھر ایک طویل دعا پڑھ کر سینہ پر دم فرمادیا۔

وہ دعائیہ کلمات جو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم دم فرمانے سے پہلے پڑھ رہے تھے، وہ کلماتِ دعا ذہن میں اٹھنے کے بعد تازہ تھے، محفوظ تھے، یاد تھے۔ حضرت نے اپنی اہلیہ محترمہ کو فوراً اپنے پاس بلایا اور وہی کلمات پڑھ کر ان پر دعا فرمادی۔ لیکن حضرت سید صاحب فرماتے ہیں کہ اس کے بعد وہ دعا، وہ نبوی کلمات ذہن سے محو ہوگئے۔ یاد نہیں رہے۔

عجز ہی عجز

جو گر شیخ رفاعی نے بیان فرمایا، افتقار، انکسار، عجز، تواضع کا، اللہ تعالی یہ ہمیں اپنانے کی

توفیق عطا فرمائے۔ ہر وقت ہم دیکھتے رہتے ہیں۔ اسی کو دیکھتے رہیں۔ میں نے بارہا کہا کہ رائپوری حضرات میں ہم نے یہ صفت بطورِ خاص دیکھی کہ ان میں عجز ہی عجز ہے۔ جیسے مشکل سے چل رہے ہوں، چلنے کا انداز بھی بڑا نرالا۔ روتی ہوئی صورت ہر وقت ہوتی تھی۔ یہ عجز مالک کو پسند آ گیا۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مانگا تھا وہ اپنے سید زادہ کو عطا فرمادیا۔

اللہ تعالیٰ ان مبارک ایام میں ہمیں اپنی ذاتِ عالی کی طرف متوجہ ہونے اور مالک سے مانگنے اور دل کی سیاہی کو دھونے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور جیسا میں نے عرض کیا کہ ہر وقت یہ تصور رہے کہ میری مغفرت الٰہی کردے۔ جیسے بچے کو ایک سویٹ چاہئے، ایک سویٹ کے لیے بچہ کتنا روتا ہے۔ کسی وجہ سے ماں اس کو دینا نہیں چاہتی ،منوانے کی کوشش کرے گا، ضد کرے گا۔ ہر وقت دل و دماغ پر یہی مسلط رہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہوجائے اور ہم مالک کو پسند کرلیں۔ اس سے راضی ہوکر یہ کہہ سکیں۔

ہم تو دعائیہ کلمات کہتے ہیں زبان پر دعا کے طور پر، نقل تو کرتے ہیں لیکن ہمیں رضاء کا کوئی حصہ میسر نہیں۔ رضاء وتسلیم تو کتنا اونچا مقام ہے۔ جو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا بتائی ہے کہ آنکھ کھلتے ہی یہ دعا پڑھیں ’**رَضِیْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا**‘ ۔ روز ہمارے ایمان کی تجدید کے لیے ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمات سکھائے۔

اس میں جو رضاء، **رَضِیْنَا** ہم بولتے ہیں، ہم رازی کہاں ہوئے۔ ہمیں تو ہمارے اور مالک کے درمیان جھگڑا اسی کا ہے کہ ہم ہر وقت مالک سے یہی مانگتے رہتے ہیں کہ یہ مکان دے دے، یہ پیسے دے دے، یہ کار دے دے، یہ جائیداد دے دے، یہ فلاں دے دے۔ ہمارے اور مالک کے درمیان یہ آڑ ہے۔

اللہ تعالیٰ مالک سے مالک ہی کو مانگنے کی ہماری عادت بنائے کہ ہم مالک سے اسی کی ذات کو

اسی کو مانگیں۔اس کے پیغمبر کو مانگیں۔اللہ کی رضاء ہمیں مل جائے،اس کے حبیب کی رضاء ہمیں مل جائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

۵؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ہمیں نصیحت فرمارہے ہیں۔

عمر گذری ساری قیل و قال میں
پھنس رہے غفلت سے اس جھنجھال میں

اے ندیم اب بہرحق اٹھ تو سہی
کچھ نہیں طاقت ہے اب مجھ کو رہی

دے مجھے اب وہ شرابِ شعلہ زن
جس سے جل کر خاک ہو تن اور بدن

اور پلا جلدی سے مجھ کو وہ شراب
غیر حق ہو جس سے جل کر سب کباب

وہ شراب مجھ کو دے تو اے طبیب
راہبر ہو جو کہ در راہِ حبیب

دے شراب ایسی مجھے اب جلد تر
پست ہوں پینے سے جس کے اس قدر

جس طرف دیکھوں اٹھا کر کے نظر
کچھ نہ آوے غیر دلبر کے نظر

وہ پلا مجھ کو تو اب بہرِ خدا
تاکہ فارغ ہوں زقیدِ ماسوا

تنگ ہے افسوس وقت عمر اب
حیف ہے صد حیف کھوئی عمر سب

آہ! صد افسوس یہ عمرِ عزیز
کھوئی اپنے ہاتھ سے ہو بے تمیز

علمِ رسمی دور کر مجھ سے اخی ۔۔۔ عمر علمِ رسمی میں گذری میری

علمِ رسمی سارا قیل و قال ہے ۔۔۔ اس سے کچھ حاصل نہیں اور خال ہے

دل کو کرتا ہے یہ مردے سے بتر ۔۔۔ کچھ نہیں حاصل ہے اس جز خطر

علم سے کر لے صفائی دل کی یار ۔۔۔ ہے وہی پھر تیرا یار غم گسار

علمِ حق ہے جان علم اور عاشقی ۔۔۔ مابقی ہے مکرِ ابلیسِ شقی

عاشقی کا حکم حق ہے اور درست ۔۔۔ اور سوا اس کے ہیں سارے علم سست

جس کے دل میں ہو نہ الفت یار کی ۔۔۔ ہے بلاشک وہ تو قابل نار کی

ہو نہ جس دل میں محبت کا اثر ۔۔۔ ہے خدا کی مار اس پر بیشتر

رازِ باطل اس سے کب ہو تجھ پر باز ۔۔۔ گو تیرے شاگرد ہوں سو فخرِ راز

ہر غرض اس علمِ رسمی میں اخی ۔۔۔ کھو چکا تو عمر اپنی کام کی

علمِ دیں ہے فقہ و تفسیر و حدیث ۔۔۔ جو سوا اس کے پڑھے ہووے خبیث

عمر سے تیری کوئی پوچھے اگر ۔۔۔ سات دن باقی ہیں اس میں شک نہ کر

سن تو اس ہفتے میں اے مردِ خدا ۔۔۔ اب پڑھے گا علم بتلا کون سا

فلسفہ یا نحو یا طب یا نجوم ۔۔۔ ہندسہ یا رمل یا اعداد و رسوم

یہ علوم اور یہ خیالات صور ۔۔۔ فضلۂ شیطان ہیں یہ سنگ پر

دل کو علم عشق سے خالی اگر ۔۔۔ دیکھتا ہے گر بے حیا تب غور کر

چند خوانی حکمتِ یونانیاں ۔۔۔ حکمتِ ایمانیاں را ہم بخواں

پڑھ چکا تو حکمتِ یونانیاں ۔۔۔ حکمتِ ایمانیوں کو بھی جاں

علمِ معقولات بے بنیاد ہے ۔۔۔ عنصر کو خالی کرے گا تا بہ کے؟

حضرت حاجی صاحب اس میں فرماتے ہیں کہ:

علمِ معقولات بے بنیاد ہے ۔۔۔ عنصر کو خالی کرے گا تا بہ کے؟

یا فرمایا:

فلسفہ یا نحو یا طب یا نجوم

شاعرِ مشرق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی نور اللہ مرقدہ کا گذشتہ کل ذکر خیر کرتے رہے۔ شاعرِ مشرق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں دو بہت بڑے محسن انہیں ملے۔ ایک حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ۔ ان دونوں کی صحبت نے، رابطہ نے، تعلق نے، دوستی نے، محبت نے علامہ مشرق علامہ اقبال کے ذہن کو فلسفہ سے پھیرا۔ دلیل سے پھیرا۔ وہ اپنے اشکالات حضرت شاہ مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کرتے رہے، وہ جو جوابات بتاتے، کتابیں بتاتے اس پر غور کرتے رہے تب جا کر ان کا الحمدللہ ذہن صاف ہوا۔

پھر علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ انہیں وقت گذارنے کا موقعہ ملا۔ اچھا خاصا وقت، تقسیم سے قبل بھی گزرا۔ تقسیم کے بعد بھی گذرا۔ لمبی صحبتیں رہیں، سفر میں، حضر میں ساتھ رہے۔ ذہن تو بالکل صاف ہو چکا تھا۔ حضرت علامہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے جو راہ دکھائی اس پر چل رہے تھے۔ اب حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے آگے جو انہوں نے فائدہ اٹھایا یہ ان کی زندگی کے آخری سالوں کا یہ ایک سنہرا باب کھل گیا۔

پیشین گوئی

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سفر نامہ میں افغانستان کا ایک سفر لکھا جب نادر شاہ نے ڈاکٹر علامہ اقبال کو، راس مسعود کو اور سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کو افغانستان کی بعض علمی اور تعلیمی اصلاحات کے سلسلہ میں افغانستان مدعو کیا۔ اس سفر نامہ میں سید صاحب نے تحریر فرمایا کہ ایک موقعہ پر چائنہ کا ذکر آیا، ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ آئندہ مشرقِ وسطیٰ کا

راستہ مشرق ومغرب کوملائے گا اور تری کی بجائے خشکی کا راستہ اہمیت حاصل کرے گا۔ تجارتی قافلے اب موٹروں، لاریوں، ہوائی جہازوں اور ریلوں کے ذریعہ مشرق ومغرب میں آئیں گے، جائیں گے۔ اس انقلاب سے ان علاقوں میں عظیم الشان سیاسی اور اقتصادی انقلاب رونما ہوگا۔

علامہ اقبال کی یہ پیشین گوئی حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب، صدر جمعیت علمائے اسلام پاکستان نے، جوابھی کانفرنس فرمائی تھی، اس میں ایک موٹروے شاہراہ چائنہ سے لے کر گوادر تک جو بن رہی ہے، اس کے یہی فوائد گنوائے تھے، جس کی علامہ اقبال نے ۱۹۳۴ء میں پیشین گوئی فرمائی تھی۔ اللہ کرے کہ اس سے علاقہ کے باشندوں کو ہر طرح سے فائدہ ہی فائدہ پہنچے۔ اس طرح سفر میں حضر میں بہت قریب سے ڈاکٹر اقبال کو استفادہ کا موقعہ ملا۔

مزارِ حکیم ثنائی

اسی سفرنامہ میں سید صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ اس وقت علامہ صاحب نے تمام افغانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ 'افغانوں کو ایک ایسے مرد کی ضرورت ہے جو اس ملک کو اس کی قبائلی زندگی سے نکال کر وحدت ملی سے آشنا کردے'۔ اللہ کرے ایسا ہوکر رہے۔ پھر آگے لکھا ہے کہ ہندوستانی مہمان غزنی پہنچے، حکیم ثنائی کے مزار کی بھی زیارت کی۔

دونوں مہمانوں کو اور خاص طور پر شاعر مشرق علامہ اقبال کو حکیم اور شاعر ثنائی کے مزار کے دیکھنے کا سب سے زیادہ اشتیاق تھا۔ لکھا ہے کہ جب ہم وہاں پہنچے، بہ طریقِ مسنون دعا پڑھی۔ حکیم ثنائی کی جلالت شان سے کون واقف نہیں۔ ہم سب اس منظر سے متاثر تھے، مگر ہم میں سب سے زیادہ اثر ڈاکٹر اقبال پر تھا۔ اور وہ حکیم ثنائی ممدوح کے سرہانے کھڑے ہوکر بے اختیار ہوگئے اور دیر تک زور زور سے روتے رہے۔ **اللھم اغفرلہ وارحمہ۔**

تلاوت کی لذت

پھر واپسی میں چمن سے کوئٹہ تک سید صاحب اور ڈاکٹر صاحب دونوں نے ایک موٹر میں سفر کیا۔ راستہ میں روحانیات کے ذاتی مشاہدات اور تجربے اور سچے پیر کی تلاش پر گفتگو شروع کر دی۔ مختلف شیوخ اور بزرگان سلاسل کا تذکرہ رہا۔ گفتگو میں ڈاکٹر صاحب نے اپنے والد صاحب کا بھی ذکر کیا۔ سید صاحب فرماتے ہیں کہ اس ضمن میں معلوم ہوا کہ ہمارے جلیل القدر اسلامی شاعر کی حسیات خفتہ کے تاروں میں جس مضراب نے حرکت پیدا کی، وہ خود ان کے والد ماجد کی ذات بابرکت تھی ۔ کیوں کہ گفتگو میں ڈاکٹر صاحب نے اپنے والد صاحب مرحوم کا ایک ایسا فقرہ سنایا کہ سید صاحب فرماتے ہیں کہ جس نے میرے دل پر بے حد اثر کیا۔

فرمایا کہ اپنے وطن سیالکوٹ میں صبح کی نماز کے بعد میں قرآن کریم کی تلاوت کیا کرتا تھا۔ ایک صبح نماز کے بعد حسبِ دستور میں تلاوت میں مصروف تھا کہ والد صاحب مرحوم ادھر آئے اور دریافت کیا کہ کیا کرتے ہو؟ ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا کہ آپ جانتے ہیں کہ میں اس وقت تلاوت کرتا ہوں ۔ اس پر والد صاحب نے فرمایا کہ 'جب تک تم یہ نہ سمجھو کہ قرآن تمہارے قلب پر بھی اسی طرح اترا ہے جیسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اقدس پر نازل ہوا تھا وہاں تک تلاوت کا مزہ نہیں'۔ ڈاکٹر صاحب نے پوچھا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ فرمایا کہ جب بی اے پاس ہوجاؤ گے تب بتاؤں گا۔

کچھ عرصہ بعد جب انہوں نے بی اے کرلیا، اس دن کی گفتگو کا حوالہ دے کر اس مقام کے حصول کی تدبیر پوچھی۔ والد صاحب مرحوم نے ان کو کچھ طریقے اور دعائیں بتائیں اور نوجوان بیٹے سے عہد لیا کہ وہ ہمیشہ اپنی زبان وقلم سے ملت محمدی کی خدمت بجالاتا رہے گا۔ ڈاکٹر صاحب کی شاعری ان کے والد مرحوم کی زندگی میں پورا فروغ پا چکی تھی اور ایک عالم ان کے نغمے سے سرشار اور مست تھا اور مسلمانوں میں وہ قیامت انگیز تاثیر پیدا کر رہا تھا۔ باپ

اپنے بیٹے کی اس ایثار نفسی سے مسرور ہو کر اس دنیا سے سدھارا۔

جیسے حضرت علامہ کشمیری اور علامہ سید سلیمان ندوی کے ڈاکٹر اقبال صاحب مرہونِ منت رہے، اصل اصول تو ان کے والد محترم تھے جنہوں نے بچپن سے انہیں فجر کی نماز کے بعد کی تلاوت کا عادی بنایا۔ ساری عمر کا عادی بنایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے بچوں پر ہر وقت نظر رکھنے کی فرصت دے، ہمیں عقل دے، سوچ اور سمجھ دے کہ بچوں کی ایک ایک حرکت کو ہم دیکھتے رہیں۔

دیکھئے! بچہ تلاوت کر رہا ہے، علامہ اقبال تلاوت میں مصروف ہیں پھر بھی والد ماجد کو تسلی نہیں ہے اور فرما رہے ہیں کہ اس تلاوت میں تمہیں کیا مزہ آئے گا۔ اس وقت ابھی جوان العمر تھے، موقعہ کی تلاش کہ جب تم بی اے سے فراغت پا لو گے تب میں بتاؤں گا وہ گر کہ جس سے تمہیں تلاوت میں مزہ آئے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بزرگوں کی کتابیں پڑھنے کی توفیق دے، مجلسوں میں، صحبتوں میں ان کے احوال سننے کے ہمیں مواقع ملتے رہیں کہ اس طرح تلاوت کے ایک انداز اور طریقہ اور اسلوب کی تبدیلی سے علامہ اقبال کو کس قدر فائدہ ہوا ہوگا۔ ان کی دنیا بدل گئی۔

کلامِ اقبال

اس کے بعد علامہ سید سلیمان ندوی مثالیں دیتے ہیں کہ فلاں کتاب میں، ضربِ کلیم میں، بالِ جبریل میں والدِ محترم کی تربیت کا اثر اور اس کی برکت ہے۔ ایک ایک کتاب کا انہوں نے الگ الگ تفصیلی تجزیہ کیا، ضربِ کلیم کا، بالِ جبریل کا اور اس پر تفصیلی مضامین لکھے کہ یہ سب والدِ محترم کی تربیت کا اثر اور اس کی برکت ہے۔

خاص طور پر بالِ جبریل پہنچنے پر تو اتنے متاثر تھے علامہ کہ وہ لکھتے ہیں کہ 'کم از کم بیس برس سے وہ اپنے سامعین کی وسعت اور دنیائے اسلام کے ایک بڑے حصہ تک اس کو پہچانے کی

خاطر، اپنے حکیمانہ اسلامی خیالات کو مناسب پیرائے میں ادا کرنے کے لیے فارسی میں اظہار خیال کرنے لگے۔ اور مولانا رومی کی رہنمائی میں آسمانوں کی سیر فرماتے رہے اور بالِ جبریل کی مدد سے وہ پھر زمین پر اتر رہے ہیں مگر اس زمین پر بھی وہ آسمانوں ہی کے لیے آمادۂ پرواز ہیں'۔

پھر لکھتے ہیں کہ 'ہر نظم میں شاعر نے طرح طرح سے خداوند جل وعلیٰ کی شان غیوری کو حرکت میں لانے کی کوشش کی ہے کہ وہ کہیں روٹھ رہا ہے، کہیں رو رہا ہے، کبھی سجدہ میں گر پڑ رہا ہے، کبھی اٹھ کر تن گیا ہے اور اپنی بندگی اور عبودیت پر اترا رہا ہے۔ پھر فوراً ہی اپنی حاضری اور درماندگی کی ساری بساط کو اس بارگاہِ بے نیاز میں نذرانہ لا رہا ہے۔

کبھی غزنی میں ثنائی کے مزار پر، کبھی قرطبہ کی مسجد میں، کبھی فلسطین کے بیت المقدس میں اور کبھی یورپ کی تماشا گاہوں میں۔ شاعر کو مسلمانوں کی ناخود شناسی پر رونا آتا ہے۔ کبھی وہ انہیں سمجھاتا ہے کبھی شرماتا ہے کبھی دھمکاتا ہے کبھی رلاتا ہے۔ ہر طرح کی کوشش کرتا ہے کہ مسلمان اپنی حقیقت سمجھیں اور اسلام کا پیغام لے کر وہ پھر پہنائے عرب کے گوشے گوشے میں دوڑ جائیں'۔

یہ اس قدر پرواز کی بلندی کیسے ملی علامہ اقبال کو؟ کہ والد صاحب مرحوم نے کتنا پیارا تلاوت کا انداز بتایا۔ کہ جب تک تم یہ نہ سمجھو کہ قرآن تمہارے قلب پر اسی طرح اترا ہے جیسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اقدس پر نازل ہوا تھا وہاں تک تلاوت کا مزہ نہیں۔ اوہو! تلاوت کرتے ہوئے جب مالک سے میں سن رہا ہوں، خداوند کا کلام، کلام اللہ خود اللہ سے میں سن رہا ہوں اس کی آواز میں اور جیسے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اطہر پر یہ قرآن اترا تھا، میرے قلب پر اتر رہا ہے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس وقت تصور، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کا تصور! اوہو! کیا مراقبہ بتایا والد صاحب نے اپنے صاحبزادہ کو! اللہ تعالیٰ باپ بیٹے دونوں کے درجات بلند فرمائے، کروڑوں رحمتیں نازل

فرمائے۔

علامہ اقبال کے انتقال سے دو سال قبل جب وہ بھوپال میں اپنا علاج کرا رہے تھے اور خود سید صاحب بھی بیمار تھے، دہرہ دون میں آرام فرما رہے تھے کہ ڈاکٹر صاحب نے بھوپال سے گرامی نامہ سید صاحب کو تحریر فرمایا کہ وہ قوانینِ اسلام پر ایک کتاب لکھنا چاہتے ہیں کیوں کہ اس وقت اسی کی زیادہ ضرورت ہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے سید صاحب سے مشورے بھی طلب کیے۔ لیکن پھر ڈاکٹر صاحب کی صحت کی خرابی کی وجہ سے یہ کتاب مکمل نہ ہوسکی۔

حضرت مولانا اشرف سلیمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یہ جوان دونوں دوستوں کی کڑھن تھی، تمنا تھی، آرزو تھی، یہ روحانیت کا عجیب وغریب لنک ہوتا ہے۔ پشاور یونیورسٹی کے پروفیسر حضرت مولانا اشرف سلیمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے اجازت یافتہ خلیفہ اور مجازِ بیعت ہیں۔ صدر ضیاء مرحوم کے دور میں جب انہیں اس کمیٹی میں شامل کیا گیا، جو اسلامی قوانین مرتب کر رہی تھی، حضرت مولانا اشرف سلیمانی صاحب نے حضرت شیخ الحدیث مرشدی ومولای حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہ کو عریضہ لکھا۔

لکھا کہ مجھے ہمارے صدرِ محترم نے اس کمیٹی میں شامل کیا ہے اور میرے ذمہ ان قوانین کو مرتب کرنا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک حدیث کی مجھے تلاش تھی، کئی روز تک میں برابر اسے تلاش کرتا رہا۔ ایک دن گذرا، دو دن، تین دن، مگر کتاب مل نہیں رہی تھی۔ دو تین دن گذر گئے پریشانی میں۔ رات کو میں سویا، میں خواب میں دیکھتا ہوں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجھے زیارت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں جس حدیث کی تلاش ہے وہ اوجز المسالک کے فلاں باب 'کتاب الحدود' میں فلاں جگہ ہے۔ جیسے ہی رات کو آنکھ کھلی، اوجز میرے سامنے تھی میں نے وہ جلد کھولی اور وہ صفحہ نکالا، اسی جگہ مجھے وہ حدیث مل گئی۔

مولانا اشرف صاحب پر مرشدِ مرحوم کی کس قدر نظرِ عنایت اور کیسی نسبتِ خاصہ انہیں ملی ہوئی تھی کہ اپنی زندگی میں کبھی تو حضرت سید صاحب اور علامہ اقبال صاحب اس کی تمنا کر رہے تھے اور اب جب وہ کام ہو رہا ہے اور سید صاحب کی جگہ ان کے مجازِ بیعت، ان کے مرید، ان کے مسترشد وہ کام انجام دے رہے ہیں، انہیں جو الجھن پیش آئی۔ حضرت سید سلیمان ندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت کے ذریعہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی انہیں زیارت ہوتی ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے۔ چلتے پھرتے ہر وقت ہمارے سامنے اگر مالک اور خالق اللہ عز وجل کے بعد اور اللہ عز وجل کے ساتھ کسی کا خیال آئے، وہ اس کے محبوب حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آئے۔ انہی کی طرف ہماری توجہ رہے کہ مالک رب کریم رحمان ورحیم جو بھی ہمیں روحانیت کے سلسلہ میں عطا فرمائے گا، وہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اطہر سے ہمیں ملے گا۔ اسی لئے علامہ اقبال کے والدِ محترم تلاوت کے وقت بھی انہیں یہ تلقین فرما رہے ہیں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اطہر کا تصور ہو۔

ہمارے دل کی نظر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اطہر کی طرف رہے۔ ہمیں اپنے اعضاء وجوارح پر کنٹرول، نفس پر کنٹرول عطا فرمائے کہ ہم اپنی کسی حرکت سے، کسی معصیت اور گناہ سے آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا دل نہ دکھائیں۔ ہمارے اعمال جب پیش ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری طرف سے پریشانی نہ ہو، پشیمانی نہ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہم راحت اور سرور اور چین کا سامان بنیں۔ ہمارے ذریعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا وآخرت میں راحت پہنچے۔ کل جب ہم حوضِ کوثر پر حاضر ہوں، آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں دور سے اشارہ سے بلائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

۶ رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ کلام سے ہم مستفید ہو رہے تھے۔ اللہ عز وجل جن سے کام لینا چاہتے ہیں، کس طرح ان کے لیے رستے ہموار ہوتے رہتے ہیں اور کیسے ان کی رہنمائی مالک کی طرف سے ہوتی رہتی ہے۔ اور یہ تو سادات میں سے ہیں، ان کا کیا پوچھنا۔ ان کی رہنمائی تو مالک کی طرف سے ہر قدم پر کی جاتی ہے۔

حضرت مولانا سید محمد علی کانپوری مونگیری رحمۃ اللہ علیہ

ابھی یہ طالب علم ہیں اور طالب علمی کے زمانہ میں حضرت مولانا سید محمد علی کانپوری مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی کے خلفاء میں سے تھے۔ اس زمانہ میں متوسطات تک پہنچے ہوں گے یا شاید منتہی طلبہ میں سے ہوں۔ اس زمانہ میں حضرت علامہ پر معقولات سے دلچسپی غالب تھی۔ معقولات کی کتابیں دلچسپی سے حل کرتے تھے۔

جیسے ہی حضرت مونگیری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، پوچھا کہ مولوی سلیمان آج کل کون سی کتابیں زیر درس ہیں۔ جواب میں معقولات کی کتابوں کے نام

گنوائے۔ جیسے کل ہم نے سید الطائفہ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام سنا کہ فقہ و حدیث وغیرہ دینی علوم کو چھوڑ کر دوسرے علوم سے وہ کس قدر ناراض ہیں۔ تمام فنون کے نام گنوا رہے ہیں اور ان کے ائمہ کے نام گنوا رہے ہیں اور اپنی ناراضگی کا اظہار فرما رہے ہیں۔ جیسے حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

جس علم سے مولیٰ ملے وہ پڑھنا کچھ اور　　پڑھ پڑھ ہوئے پتھر لکھ لکھ ہوئے چور

اسی طرح کتابوں کے نام سنتے ہی حضرت مونگیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کتابوں کو پڑھ کر کیا فائدہ ہوگا؟ حضرت علامہ سید سلیمان جواب میں عرض کرتے ہیں کہ ان کو دین کی خدمت کے لیے استعمال کروں گا۔ حضرت مولانا مونگیری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب الجواب میں فرمایا کہ دین تو بس قرآن وحدیث میں ہے اور وہ ان کتابوں پر منحصر نہیں ہے۔ مگر افسوس کہ جس کو دینی نصاب کہا جاتا ہے اس میں تمام تر معقولات اور فلسفہ ہی پڑھایا جاتا ہے اور قرآن وحدیث برائے نام ہے۔

اسی لئے دار العلوم دیوبند کے سرپرست اعلیٰ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ معقولات اور فلسفہ کی تمام کتابوں کا درس دار العلوم دیوبند میں بند کروا دیا تھا۔ اپنے ایک گرامی نامہ میں تحریر فرمایا کہ 'بند تو کروا دیا مگر چپکے چپکے بھی کہیں درس گاہوں میں نہیں، اپنے کمروں میں یہ کتابیں ذاتی طور پر اور انفرادی طور پر پڑھی جاتی ہوں گی'۔ اس کا بھی افسوس حضرت گنگوہی قدس سرہ کو تھا۔ اسی طرح یہاں حضرت مونگیری رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں متنبہ فرمایا۔

سرہند شریف کی حاضری

پھر جب فراغت حاصل کرتے ہیں اور دین کی خدمت کا آغاز ہوتا ہے، شروع ہی زمانہ

میں لکھا ہے کہ ۱۹۱۶ء میں کانپور کے کسی تاجر نے انہیں دعوت دی جن کا وطن سرہند شریف کے قریب بسّی نامی جگہ پر تھا۔ وہاں وہ ایک یتیم خانے کے افتتاح کے لیے حضرت علامہ کو دعوت دے کر اپنے یہاں لے گئے۔ مولانا آزاد سبحانی وغیرہ کچھ اور حضرات کو بھی مدعو فرمایا۔ واپسی پر یتیم خانے کے افتتاح کے بعد ان سب حضرات کا خیال ہوا کہ سرہند پہنچ کر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت بھی کرنی چاہیئے۔

حضرت کے مسترشد اور خلیفہ ڈاکٹر غلام محمد صاحب نے یہ سطر بھی اس کے ساتھ بڑھائی ہے۔ لکھا ہے کہ حضرت والا کو اس سفر زیارت سے کوئی خاص دلچسپی تو نہ تھی لیکن رفقائے سفر کے ساتھ وہ بھی ہو لئے۔ حضرت مجدد صاحب کے مزار پر حاضری ہوئی۔ حضرت والا تو فاتحہ مسنونہ پڑھ کر مزار مبارک سے ہٹ گئے اور متصل مسجد کے کٹہرے پر جو تقریباً تین فٹ اونچا ہوگا وہاں بیٹھ گئے۔ مولانا سبحانی صاحب اور دیگر حضرات مراقب ہیں۔

ادھر دور بیٹھے حضرت علامہ سلیمان صاحب وعی کے ساتھ ہیں اور عقل و ہوش قائم ہے اور عین عالم ہوش میں دیکھ رہے ہیں مزار کی طرف کہ یکا یک ایک پرنور ہستی ان کی طرف چلی آرہی ہے۔ یہاں تک کہ وہ سراپا انوار بالکل آپ کے قریب پہنچ جاتے ہیں اور حضرت اس میں سے آواز سنتے ہیں کہ سوال ہے کہ 'مکتوبات مارا خاندہ ای؟' کہ ہمارے مکتوبات آپ نے پڑھے ہیں۔ تب ذہن جاتا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے کرم فرمایا اور تشریف لائے۔ جواب میں حضرت علامہ عرض کرتے ہیں کہ 'بلے خاندہ ام'۔ کہ کیوں نہیں؟ مکتوبات پڑھے ہیں۔

پھر حضرت مجدد صاحب سوال فرماتے ہیں کہ 'آن را فہمیدہ ای؟' آپ نے سمجھا بھی ہے؟ جواباً عرض کیا کہ 'فہمیدہ ام'۔ کچھ تھوڑا میری سمجھ میں آیا۔ اب یہ سوال و جواب ہو رہا تھا کہ حضرت والا غش کھا کر، بے ہوش ہو کر زمین پر گر چکے تھے۔ حضرت علامہ کو بے ہوشی، گرنے اور زمین پر لوٹ پوٹ ہونے کا کوئی ہوش باقی نہ تھا۔ ادھر سے مولانا آزاد صاحب وغیرہ وہ

مراقب تھے۔ وہ فارغ ہوکر جب پہنچے، اپنے ساتھی کو اس طرح گرا پڑا مدہوش دیکھ کر کے حیران ہوگئے۔ جگایا وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔اس بے ہوشی کی وجہ پوچھی مگر حضرت علامہ سلیمان صاحب نے سکوت فرمایا۔

پھر جب مولانا آزاد سبحانی تخلیہ میں تنہائی میں اصرار فرماتے رہے تب سارا قصہ انہیں سنایا۔ یہ دیکھئے جیسے وہاں حضرت مولانا مونگیری نے اپنی فراست کا حق ادا کرتے ہوئے پوچھ ہی لیا کہ کون سی کتابیں پڑھتے ہو۔ اور ادھر بھی سوال ہے کہ 'مکتوبات مارا خواندہ ای؟' کہ پڑھنے کی چیز تو یہ ہے۔

جس علم سے مولیٰ ملے وہ پڑھنا کچھ اور   پڑھ پڑھ ہوئے پتھر لکھ لکھ ہوئے چور

حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا سہروردی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا مونگیری نے اپنی فراست سے کتابوں کے متعلق پوچھا، جس علم کی طرف توجہ کرنی ہے اس کی طرف راغب فرمایا۔ اس کے بعد پھر کئی دہائیاں گذر گئیں۔ پھر ۱۹۳۳ء میں شاہِ افغانستان نادر شاہ نے اپنے یہاں ڈاکٹر علامہ اقبال صاحب کو، حضرت علامہ سید سلیمان صاحب کو مدعو کیا تھا، ان کی دعوت سے فراغت پر واپسی ہو رہی ہے۔ واپسی میں مختصر سا قیام ملتان میں بھی ہوا۔ اور یہاں کی مشہور خانقاہ حضرت بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ کی اور وہاں حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا سہروردی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی زیارت کے لیے بھی حاضر ہوئے۔

جیسے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ یہ سارا قافلہ تو یہاں آکر قریب میں مراقب ہے، یہ ایک رفیق کیوں دور بیٹھے ہیں۔ وہیں سے کرم فرمایا اور شکار فرمالیا، اسی طرح یہاں حضرت بہاؤ الدین زکریا سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے کرم فرمایا۔ اس کے کتنے طویل عرصہ کے بعد جب دوبارہ وہ ملتان حاضر ہوتے ہیں، خود فرماتے ہیں کہ میں سیدھے حضرت

بہاؤ الدین زکریا سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر گیا۔ مسنون دعا پڑھی۔ مقبرہ کی عمارت کے اندر خاصی تاریکی تھی اور اندھیرا تھا۔ پھر بھی آنکھیں بند کرتے ہی ایک نور سا چمک گیا۔ سہروردی خاندان کا سرتاج یہاں محوِ استراحت ہے۔ اس نور کا میں سبب نہیں جانتا تاہم دل نے ایک اثر محسوس کیا اور آنکھوؤں سے آنسوؤں کے قطرے ڈھلک گئے۔

شیخ کی تلاش

جس طرح وہاں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے کرم فرمایا تھا اسی طرح یہاں حضرت بہاؤ الدین زکریا سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت دیکھئے کہ کس طرح وہ اپنوں کو پہچان لیا کرتے ہیں کہ یہ تو ہمارا ہے۔ جب ان تین جگہوں سے فیض یاب ہوئے، اب شیخ کی تلاش شروع فرمائی۔ اور شیخ کی تلاش میں آپ کے نزدیک معیار حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ تھے اور قلب حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کی طرف مائل تھا۔ کشش دل کی ان کی طرف تھی۔

اسی بنا پر ایک رات عالم رؤیاء میں خواب میں حضرت حاجی صاحب کی زیارت ہوئی۔ اور کتنی ذہانت سے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زبان کھولنے کے بجائے اشارہ فرمایا حضرت حاجی صاحب کے قلب کی طرف اور پھر اپنے قلب کی طرف۔ کہ اپنے قلب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عرض کیا کہ اس کو اس کے جیسا بنا دیجئے۔ یعنی حضرت حاجی صاحب کے قلب کی طرف اشارہ ہو رہا ہے کہ میرے قلب کو آپ کے قلب کا جیسا بنا دیجئے۔

یہ مبارک ایام چل رہے ہیں، کاش کہ ہمیں مانگنے کا ڈھنگ آ جائے۔ ہم تو مادہ پرست ہیں۔ مانگتے بھی ہیں مالک سے دنیا مانگتے ہیں۔ مانگنے کا ڈھنگ آ جائے۔ کتنا پیارا انداز کہ اِس کو اُس کے جیسا بنا دیجئے۔ کہ جیسا قلب آپ کا مزکی، مصفی، نورانیہ ہے، سارے عالم کو

روشن کرنے والا قلب اللہ نے آپ کو دیا ہے، میرا قلب بھی اس کے جیسا ہو جائے۔ سوال سن کر حضرت حاجی صاحب انتہائی مسرور ہوئے اور مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ 'اب تو میں ایسا نہیں کرتا'۔ اس لئے کہ جو وہاں نور دیکھا سرہند شریف میں، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو نورانی شکل میں دیکھا۔ حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریا سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کو نورانی شکل میں دیکھا، وہ نور تو صرف رہنمائی کرسکتا ہے۔

یہ عالم جس میں ہم ہیں اس میں ہمیں خود کرنا ہی پڑے گا۔ اس نور سے تو صرف ایک رہنمائی ہی ہوسکتی ہے۔ اسی طرح حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی اور حضرت حاجی صاحب کے نورانی قلب کو منور، مزکی، مصفی دیکھا، اس میں نور کی شعاعیں اٹھ رہی ہیں۔ اس کو دیکھ کر عرض کیا کہ میرا دل بھی آپ کے دل کی طرح نور سے بھرپور بن جائے۔ حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ اب تو میں ایسا نہیں کرتا۔ یعنی آپ کو خود ہی اس لائن میں آگے چلنا پڑے گا۔

حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ

اب دیکھا کہ حضرت حاجی صاحب تو عذر فرما رہے ہیں اس لئے حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ کے خلیفہ ارشد، خلیفہ اجل حضرت حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ تھے، اب حضرت سے رجوع کرنے کی ٹھان لی۔ یہ ترتیب کہ حضرت مونگیری کی فراست، پھر سرہند شریف میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت کا واقعہ یاد رکھئے اور آگے چل کر پھر حضرت شیخ زکریا بہاؤ الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا جلوہ دکھایا۔ جب حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قلب کی نورانیت کے انوارات کی ایک جھلک انہیں دکھائی اور جب حضرت حاجی صاحب نے معذرت فرمائی کہ اب تو میں ایسا نہیں کرتا تو ان کے خلفاء کی طرف نگاہ گئی۔

اسی دوران خود علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب دیکھا کہ ایک پلنگ پر حضرت تھانوی قدس سرہ تشریف فرما ہیں اور اسی کے پاس ایک دوسرا پلنگ ہے۔ اس دوسرے پلنگ پر حضرت مولانا شیخ الاسلام مدنی رحمۃ اللہ علیہ قدس سرہ تشریف رکھتے ہیں۔ حضرت مدنی قدس سرہ کے پلنگ پر حضرت علامہ سید سلیمان صاحب بیٹھے ہوئے ہیں کہ اچانک حضرت شیخ الاسلام حضرت مدنی اپنی جگہ سے اٹھے اور حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کا ہاتھ پکڑا اور حضرت حکیم الامۃ حضرت تھانوی قدس سرہ کی خدمت میں لے کر پہنچے۔ اور عرض کیا کہ 'ان کو میری طرف سے قبول فرمالیں'۔ کتنی رہنمائی؟ مالک کی طرف سے کس طرح قدم قدم پر رہنمائی حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی کی گئی۔ ابھی طالب علم تھے اس وقت، اس لئے ابھی صرف تھوڑی رہنمائی ہوئی۔

پھر اور آگے روحانیت نے اپنی طرف کھینچنا چاہا۔ کئی دہائیوں کے بعد پھر یہ واضح خواب حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ نے حق ادا فرمادیا کہ تعلق تو حضرت مدنی قدس سرہ سے تھا۔ حضرت مولانا عبد الماجد دریابادی صاحب کو بھی دیکھتے تھے کہ حضرت مدنی سے انہیں تعلق ہے۔ حضرت مولانا عبد الباری فرنگی محلی کو بھی دیکھ رہے تھے کہ دیوبند اور تھانہ بھون دونوں جگہوں سے برابر مستفید ہو رہے ہیں۔ حضرت مدنی قدس سرہ نے اب ان کے لیے فیصلہ فرمادیا کہ حضرت مدنی نے ان کا ہاتھ پکڑا اور حضرت تھانوی کی خدمت میں پیش کیا۔ یہ فرماتے ہوئے کہ ان کو میری طرف سے قبول فرمالیں۔

چنانچہ ان سب کے بعد حضرت مولانا عبد الباری صاحب نے جب وہ تھانہ بھون تھے ان کو لکھا کہ 'اب تو آپ کو آہی جانا چاہئے کہ حضرت حکیم الامۃ کی علالت بھی چل رہی ہے اور طبیعت بھی ناساز ہے'۔ چنانچہ وہ عازم سفر ہوئے اور تھانہ بھون پہنچے، وہاں حکیم الامۃ حضرت تھانوی قدس سرہ موجود نہیں تھے، تشریف نہیں رکھتے تھے۔ علاج کے سلسلہ میں لکھنؤ تشریف لے گئے تھے۔ اس لیے وہاں تھانہ بھون سے واپس لکھنؤ روانہ ہوئے۔ لکھنؤ پہنچے تو حکیم الامۃ حضرت تھانوی کا قیام مولانا محمد

حسن کا کوروی کے مکان پر تھا۔ بیماری اور علالت کی وجہ سے عام ملاقات بند تھی۔

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ خادم خاص حضرت تھانوی قدس سرہ کے، انہوں نے جب حضرت کو اطلاع دی کہ یہ حضرت کی طرف رجوع کے ارادہ سے حاضر ہوئے ہیں،فوراً حضرت تھانوی قدس سرہ نے علامہ صاحب کو بلا لیا اور ان کی درخواست بھی فوراً منظور ہوگئی اور تربیت کے لیے حضرت آمادہ ہوگئے اور بلا تامل حضرت نے آپ کی درخواست منظور فرمالی۔ یہ ۱۹۳۸ء کا واقعہ ہے جب حضرت تھانوی قدس سرہ بغرض علاج لکھنؤ میں مقیم تھے۔ وہاں یہ سالہا سال کی متاع جس کی خاطر برسہا برس سے پریشان ، پشیمان تھے اور متلاشی تھے، اللہ نے فضل فرمایا اور وہاں پہنچا دیا۔

ایک مجذوب کا واقعہ

ایک عجیب لطیفہ یہ ہے کہ ادھر تھانہ بھون میں حضرت تھانوی تشریف نہیں رکھتے ،لکھنؤ تشریف لے گئے ہیں۔ وہاں حضرت تھانوی قدس سرہ کے ایک خادم خاص گذر رہے ہیں۔ رستہ میں پڑے ہوئے ایک مجذوب ان کو اپنے پاس بلاتے ہیں اور بلا کر پوچھتے ہیں کہ حضرت والا کہاں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ طبیعت خراب رہتی ہے اس لئے بغرض علاج لکھنؤ تشریف لے گئے ہیں۔ یہ جواب سن کر اس مجذوب نے زور سے قہقہہ لگایا اور کیا جملہ کہا۔ علاج ولاج تو ایک بہانہ ہے۔ وہ تو ایک شہباز کے شکار کو گئے ہیں اور شہباز کو شکار کر لائیں گے۔

اللہ اکبر! اس مجذوب کو بھی پتہ ہے کہ لکھنؤ حضرت تشریف لے گئے ہیں۔ وہاں کیوں اللہ عزوجل نے آپ کو پہنچایا ہے کہ ایک بندۂ خدا جو اپنے مالک کی معرفت کا متلاشی اور طلب گار ہے، اس کی مدتوں کی طلب اور تلاش کا سفر اب ختم ہورہا ہے۔ اور لکھنؤ میں یہ ملاقات مقدر ہوگی ۔اس مجذوب نے کہا کہ یہ علاج ولاج تو ایک بہانہ ہے، وہ تو ایک شہباز کے شکار

کو گئے ہیں اور شکار کر لائیں گے۔ جب حضرت تھانوی قدس سرہ تھانہ بھون پہنچے اور یہ شہرہ پھیل گیا ہر جگہ عوام میں اور خواص میں، یہی گفتگو کا موضوع کہ حضرت علامہ سید سلیمان ندوی نے حضرت تھانوی قدس سرہ کی طرف رجوع فرمایا۔ اب ہر ایک کی زبان پر 'قلندر ہر چہ گوید دیدہ گوید' کہ اس مجذوب قلندر نے جو بات کہی تھی بالکل سچی بات کہی تھی۔

لکھنؤ میں حضرت تھانوی قدس سرہ کی خدمت میں حاضری اور ملاقات سے پہلے خطوط کے ذریعہ، پھر بار بار تھوڑی دیر کے لیے، کچھ زیادہ وقت کے لیے تھانہ بھون بھی حاضری دیتے رہے۔ مگر حتمی طور پر فیصلہ نہیں کیا تھا کہ بیعت ہونا ہے۔ اسی لئے جب یہ شہرت ہر جگہ پھیل گئی ،اس کے جواب میں حضرت علامہ سید سلیمان صاحب یہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے فخر یہ ہے کہ لوگوں نے مولانا تھانوی کو اپنی طرف کھینچا اور مجھے خود مولانا تھانوی نے بار بار اپنی طرف کھینچا ہے، یعنی خواب میں بار بار حضرت کو دیکھ رہا تھا کہ مجھے اپنی طرف کھینچ رہے ہیں اور پھر حضرت مدنی قدس سرہ نے تو آخری مرتبہ فیصلہ ہی فرما دیا۔

ایک زریں نصیحت

ایک مرتبہ کی حاضری کے متعلق اشرف السوانح میں لکھا ہے کہ ایک مشہور فاضل ندوی اتفاقاً چند گھنٹوں کے لیے حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چلتے وقت عرض کیا کہ مجھ کو کوئی نصیحت فرمایئے۔ حضرت والا فرماتے ہیں کہ میں متردد ہوا کہ ایسے فاضل انسان کو میں کیا نصیحت کروں۔ پھر اللہ نے فوراً میرے دل میں ایک مضمون ڈالا جو بعد میں معلوم ہوا کہ بالکل ان کے مناسب حال تھا۔

میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ جیسے فاضل کو میں نصیحت تو کیا کرسکتا ہوں لیکن ہاں میں نے جو اپنی اس تمام عمر میں سارے طریقہ تصوف کا حاصل سمجھا ہے وہ عرض کر دیتا ہوں۔ وہ حاصل جو میں سمجھا ہوں وہ فنا اور عبدیت ہے۔ بس جہاں تک ممکن ہو اپنے آپ کو مٹایا

جائے۔بس اسی کے لیے ساری ریاضتیں اور مجاہدات کئے جاتے ہیں اور بس اپنی ساری عمر فنا اور عبدیت کے تحصیل میں گذار دینی چاہیے۔اس تقریر سے ان فاضل ندوی پر اس درجہ اثر ہوا کہ وہ آبدیدہ ہو گئے۔

بیعت کی درخواست

پھر جب کسی حاضری میں یہ عرض کرتے ہیں بیعت کے لیے اور بیعت کی درخواست کرتے ہیں، حضرت حکیم الامۃ فرماتے ہیں کہ پچاس خط لکھ چکیں، پھر ان شاء اللہ۔ یعنی پچاس خط آپ لکھئے۔ اس کے بعد پھر ان شاء اللہ بیعت کرلیں گے۔لیکن ساتھ ہی پھر فرمایا کہ خواہ روزانہ صبح وشام یہ خطوط لکھ کر یہ عدد پورا کردیجئے۔کیا طریق تربیت تھا حضرت تھانوی قدس سرہ کا! پھر ان خطوط کے متعلق بھی حضرت علامہ سید سلیمان صاحب ارشاد فرماتے ہیں کہ خطوط جو حضرت تھانوی کی رحلت تک لکھے گئے وہ پچیس سے تیس تک ہوں گے اس سے زائد نہیں ہیں۔

شفقت ومحبت

ان سید زادہ پر شفقت بھی حضرت تھانوی قدس سرہ کی کس قدر تھی۔حضرت تھانوی فرماتے تھے کہ جب رات کے دو بجے آنکھ کھلتی ہے، جی چاہتا ہے کہ سید صاحب کو بلا کر باتیں کرتا رہوں پھر ان کی زحمت کے خیال سے چپ ہو رہتا ہوں۔اللہ! کس قدر شفقت۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ جیسے ہی حضرت تھانوی قدس سرہ کی نظر علامہ سید سلیمان ندوی صاحب پر پڑی، بے ساختہ کھڑے ہو گئے۔انہوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ تشریف رکھیں۔حضرت تھانوی قدس سرہ نے جواب دیا کہ واللہ میں تعظیماً کسی کے لیے نہیں اٹھتا۔ میں تو فرطِ محبت سے کھڑا ہو گیا۔ پھر یہ شفقتیں بڑھتی رہیں۔

حضرت تھانوی قدس سرہ کا عصا

کبھی عصا عنایت فرماتے ہیں اور وہ عصا جو حضرت تھانوی قدس سرہ کا عطیہ حضرت علامہ کے پاس تھا تو وہ ہمارے دوست ڈاکٹر غلام محمد صاحب کے مقدر تھا۔ ان کے حصہ میں آیا۔ علامہ سید سلیمان صاحب نے جب وہ عصا ڈاکٹر غلام محمد صاحب کو پیش کیا تو یہ سطور تحریر فرمائیں:

عزیزی السعید ادام اللہ توفیقکم ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حضرت والا کا عطا فرمودہ عصائے مبارک جو میرے پاس ہے مع اس کی سند کے میرے پاس موجود ہے۔ حالات کے تقاضے اور عمر کی ناپائیداری سے میں اس کی حفاظت کا حق ادا نہیں کرسکتا۔ اس کو آپ کو سپرد کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے آپ کو مستفید فرمائے۔ والسلام۔ الفقیر الی اللہ، سید سلیمان ۱۵/ ذی الحج ۱۳۷۷ھ

یہ نعمت حضرت علامہ کے خلیفہ اجل ڈاکٹر غلام محمد صاحب کے مقدر تھی۔ انہیں وہ عصا ملا۔

خلافت

غرض یہ ۱۹۳۸ء میں رجوع کے لیے درخواست آپ نے فرمائی تھی حضرت تھانوی سے۔ چار برس کے بعد ۴۲ء میں حضرت تھانوی قدس سرہ نے آپ کو ایک مکتوب گرامی تحریر فرمایا۔ جس کا عنوان اوپر تحریر تھا 'استشارہ بعد از استخارہ'۔ اس میں لکھا تھا کہ میرا جی چاہتا تھا کہ میں آپ کو خلافت دوں۔ میں نے اس سلسلہ میں استخارہ بھی کرلیا ہے اب آپ کا کیا مشورہ ہے۔ یہ ایک امتحان ہے۔ حضرت علامہ فرماتے ہیں دو تین روز ہی میں تھانہ بھون حاضری کا قصد تھا اس لئے میں نے گرامی نامہ کا جواب نہیں دیا۔ اور تھانہ بھون حاضری پر بھی میں اس سلسلہ میں خاموش ہی رہا۔

بالآخر وہاں کی حاضری میں حضرت کی طرف سے ایک پرچہ ملا جس میں تحریر تھا کہ آپ

نے میرے استشارہ کا جواب نہیں دیا۔ پھر جواب دینا پڑا کہ ’حضرت والا کا مکتوب گرامی پڑھ کر قدموں تلے سے زمین نکل گئی۔ کہاں میں اور کہاں یہ ذمہ داری‘۔ امتحان میں پاس ہوگئے۔ حضرت تھانوی اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ الحمد للہ، وہی جواب آیا جس کی توقع تھی۔ اس کے بعد ۲۲/اکتوبر ۴۲ء میں آپ کو اجازت بیعت اور خلافت سے سرفراز فرمایا گیا۔

خلافت کا اثر

بیعت کی اجازت ملنے پر حضرت علامہ پر اس کا جو اثر ہوا وہ سنئے۔ تحریر فرماتے ہیں

ابھی تو مشق فغان کنج میں ہزار کرے — اثر کے واسطے کچھ اور انتظار کرے
جو آج لذت دردِ نہاں کا جویا ہے — وہ پہلے سوز سے تو دل کو داغدار کرے
انہی کے دینے سے ملتا ہے جس کو ملتا ہے — وہی نہ چاہیں تو کوشش کوئی ہزار کرے
ادب سے دیکھ لیں مشتاق دور سے ان کو — مجال ہے جو کوئی ان کو ہمکنار کرے
سنا تو دے انہیں افسانۂ غم ہجراں — وہ اعتبار کرے یا نہ اعتبار کرے
وہ اپنے کان سے سنتے ہیں میرے نالوں کو — وہ طرز نالہ ہو جو ان کو بے قرار کرے
تیری نظر میں ہے تاثیر مستی صہباء — تیری نگاہ جسے چاہے بادہ خوار کرے
تیری نگاہ میں دونوں خواص رکھے ہیں — وہ چاہے مست کرے چاہے ہوشیار کرے

شبِ وصال کا خواب

بیعت کی اجازت ملنے کے چند ماہ بعد ہی حضرت تھانوی کی شدت علالت شروع ہوتی ہے۔ اسی دوران حضرت علامہ سید سلیمان صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ خاکسار جب بھوپال میں تھا، عنایتِ الٰہی دیکھئے کہ عین شب وصال کو یہ خواب دیکھا کہ مولانا شبیر علی فرما رہے ہیں کہ حضرت مولانا کو پوری صحت ہوگئی۔ صبح اٹھ کر میں نے حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ

صاحب سے خواب بیان کیا تو چپ رہے۔
خواب دیکھا حضرت نے کہ جس میں مولانا شبیر علی نے فرمایا کہ حضرت مولانا کو پوری صحت ہوگئی۔ جو شدید علیل ہو، جن کے متعلق یہ امید نہ ہوں کہ وہ اپنے آپ چل پھر سکتے ہیں اوران کو دیکھا جائے کہ وہ چلنے پھرنے لگیں، یہ موت کی خبر ہوتی ہے۔

حضرت مولانا ابراراحمد صاحب دھلیوی نوراللہ مرقدہ

جیسے ہمارے دوست حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلیوی نور اللہ مرقدہ ہسپتال میں ہیں سورت میں۔ جب سے اطلاع ملی تھی برابر دل ان کی طرف لگا ہوا تھا۔ مولانا فضل حق صاحب واڑی والا میرے یہاں تشریف لائے ، میں نے انہیں خواب سنایا کہ آج میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مولانا ابراراحمد صاحب اور میں ہم دونوں بے تکلفی سے بچوں کی طرح ساتھ کھڑے ہوگئے اور دونوں دوڑ لگا رہے ہیں کہ کون آگے نکل جاتا ہے۔
کافی دور تک ہم دوڑے۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ حضرت مولانا مجھ سے آگے نکل گئے اور اگلے دن پھر یہ اطلاع پہنچی کہ حضرت مولانا کا وصال ہوگیا۔ یہ بستر مرگ پر تھے، بستر علالت پر تھے اور اچانک دوڑنا شروع کیا، یہ موت کی خبر تھی۔ اسی طرح یہاں بھی ہوا۔

حضرت تھانوی قدس سرہ کا صال

اس سے پہلے تو علالت کے دوران حضرت علامہ حاضر ہو چکے تھے۔ آخری بار جب حاضر ہوئے، حضرت والا نے ازراہِ محبت سرہانے کی طرف، سر بالین ایک کرسی پر بیٹھنے کا امر فرمایا کہ اس کرسی پر بیٹھ جاؤ۔ کرسی پر بیٹھے اپنے مرشد کے نورانی چہرے پر نظر ہے۔ دیکھ رہے ہیں کہ غنودگی یا استغراق کا عالم بار بار طاری ہوتا تھا اور آنکھیں بند فرما لیتے تھے اور اپنے رومال سے حضرت علامہ مگس رانی فرمارہے تھے، مکھیوں کو ہٹا رہے تھے۔ اسی عالم میں وہیں پر بیٹھے بیٹھے دل ہی دل میں اشعار گنگنا رہے ہیں:

دل بھر کے دیکھ لو یہ جمالِ جہاں فروز — پھر یہ جمالِ نور دکھایا نہ جائے گا
گوش جہاں بغور سنے اس کلام کو — پھر یہ کلامِ شوق سنایا نہ جائے گا
اے مے کشو! یہ درد تہہ جام بھی پیو — ترسو گے پھر یہ جام پلایا نہ جائے گا
دل خموش! صبر ورضا کا مقام ہے — نقشِ دوام فیض مٹایا نہ جائے گا
پیر مغاں نہیں ہے مگر میکدہ تو ہے — جام وصبو یہاں سے ہٹایا نہ جائے گا
یوں ہی بچھا رہے گا یہاں خانہ فیض عام — جب تک ہیں مہماں بڑھایا نہ جائے گا
چاہا خدا نے تو تیری محفل کا ہر چراغ — یوں ہی جلا کرے بجھایا نہ جائے گا

یہ تو وہی دل گنگنا رہا تھا۔ ہونٹ اور زبان سے یہ کلام ادا نہیں ہوئے۔ وہ بعد میں ضبط کیا ہوگا۔ اس زیارت کے بعد جو لکھنؤ پہنچتے ہیں اور ندوہ جاتے ہیں، تب وہاں اپنے صاحبزادہ سلمان کے ذریعہ اطلاع ملتی ہے کہ حضرت والا ہمیں چھوڑ کر عالمِ بالا میں تشریف لے گئے۔ اسی کے اخیر میں دوشعر اور بڑھائے:

داغِ فراقِ یار مٹایا نہ جائے گا — اب دل کا یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

آخری جو کلمات تھے جو حضرت والا نے ملاقات پر ان کی واپسی پر یہ دعا دی۔ حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ہم ملاقات کر کے جب جدا ہوتے تھے، اکثر وبیشتر زبان پر یہ ہوتا تھا، حضرت دعا دیتے تھے ’سپرد خدا۔ اسی میں وہ مسنون دعا بھی آ گئی۔ دوشعر جو بڑھائے اس میں وہ یہ ہیں:

داغِ فراقِ یار مٹایا نہ جائے گا — اب دل کا یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا
حرفِ دم وداع ’خدا کے سپرد ہو‘ — تا آخر حیات بھلایا نہ جائے گا

اور کیسے بھول سکتے ہیں حضرت علامہ۔ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت تھانوی قدس سرہ کے درجات بلند فرمائے۔ حضرت علامہ سید سلیمان صاحب کے درجات بلند فرمائے۔ سب کے سب جنت نشین ہو گئے۔

حضرت مولانا اشرف صاحب سلیمانی رحمۃ اللہ علیہ

جن کے خواب سے یہ ذکر میں نے شروع کیا تھا، یہ تذکرہ میں نے شروع کیا تھا، یعنی حضرت مولانا اشرف صاحب سلیمانی رحمۃ اللہ علیہ کا، کہ قوانینِ اسلامی مرتب فرمارہے ہیں اور کسی حدیث کی تلاش ہے۔ حضرت علامہ عالمِ بالا سے جھانک رہے ہوں گے کہ میرا مسترشد اس حدیث کی تلاش میں تین دن سے پریشان ہے، وہ بھی وہاں پریشان ہوئے ہوں گے۔ ادھر مولانا اشرف سلیمانی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کرتے ہیں اور زیارت ہوتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تمہیں فلاں حدیث کی تلاش ہے، دیکھ لو اوجز المسالک کا فلاں باب اس میں فلاں جگہ یہ حدیث ہے۔ وہ انہیں وہاں مل جاتی ہے۔ یہی سے ہم نے یہ تذکرہ شروع کیا تھا۔

حضرت مولانا موسیٰ صاحب بلیشوری رحمۃ اللہ علیہ

ابھی تھوڑی دیر پہلے میرے پاس اطلاع آئی کہ حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلیوی رحمۃ اللہ علیہ کے بہت گہرے دوست، بے تکلف ساتھی، بے تکلف دوست حضرت مولانا موسیٰ صاحب بلیشوری رحمۃ اللہ علیہ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ہم ایک ہی دار الاقامۃ میں راندیر نئی بورڈنگ کے حجروں میں رہے۔ برابر والے کمرہ میں ان کا قیام تھا۔ اسی طرح وہاں سہارنپور میں میں دورہ میں تھا، اس وقت یہ موقوف علیہ کی کتابوں میں وہاں سہارنپور میں پڑھ رہے تھے۔

جب میں ۷۵ء میں ہندوستان پہنچا اور ڈومس میں میرا وہاں قیام رہا، کئی روز وہاں میرے پاس رہے۔ اتنا پیارا ماشاء اللہ ذکر کرتے تھے۔ اس قدر خوش اوقات کہ لطف آجائے۔ تمام معمولات کے انتہائی پابند۔ روزہ کی حالت میں ملک الموت نے اپنا نوشتہ سامنے کر دیا ہوگا اور عالمِ بالا کو روانہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا موسی صاحب بلیشوری رحمۃ اللہ علیہ کو بلند

درجات عطا فرمائے۔حضرت مولانا ابرار صاحب کے درجات بلند فرمائے۔ میں خواب میں دیکھ رہا تھا کہ ہم دوڑ لگا رہے ہیں، دوڑ کا معنی تو یہ ہوتا ہے کہ کچھ آگے چلے گئے، پیچھے تو ہم جائیں گے ان شاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ ایسے اقوال اور افعال سے ہماری حفاظت فرمائے جو ان تک پہنچنے اور ہمارے لئے حاجز اور آڑ بن جائیں۔ ہمارا ایمان اللہ تعالیٰ سلامت رکھے کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں اس سے بہت ڈرایا ہے کہ 'آخر ما ینزع' کہ شہوت کی طرف راغب کیا اور اس کے ساتھ ہی عبادات کی لذت ختم کردی جاتی ہے۔مزدور جس طرح اپنے آپ کو بوجھ سمجھ کر انسان نمازیں بھی پڑھتا ہے، تلاوت بھی کرتا ہے، ذکر و عبادت بھی کرتا ہے۔

مگر اس میں لذت نہیں پاتا۔ یہ ابتدا ہوتی ہے ہماری متاع کے چھننے کی۔ ایک ایک کر کے تمام ہماری چیزیں وہ چھین لیتا ہے اور سکرات کے وقت ایک رہی سہی مایہ اور ہماری آخری متاع ایمان، وہ بھی لے اڑنے کی کوشش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آخری وقت ہمیں ایمان کے ساتھ اٹھائے، ہمارا ایمان سلامت رکھے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

۷؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا تھا کہ حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت سے متاثر ہیں۔ پھر جب حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسترشدین، آپ کے در کے فیض یافتگان، آپ کے خلفائے کرام اور خلفاء کے خلفاء پر نظر ڈالتے ہیں، جہاں تک میں سمجھا ہوں وہ دو ہستیوں پر آ کر رک جاتے ہیں۔ کہ میں حضرت مدنی قدس سرہ سے بیعت ہوجاؤں یا حضرت تھانوی قدس سرہ سے رشتۂ عقیدت و بیعت قائم کروں۔ بالآخر فیصلہ حضرت مدنی قدس سرہ پلنگ پر تشریف فرما ہیں، دوسرے پلنگ پر حضرت تھانوی قدس سرہ تشریف رکھتے ہیں۔ جب حضرت مدنی قدس سرہ نے فیصلہ فرمادیا تب جا کر اطمینان ہوگیا۔

ننگ اسلاف یا ننگ انام

یہ تردد کیوں تھا؟ کہ دیکھتے ہیں کہ دونوں ایک جیسے ہیں۔ عمر میں حضرت تھانوی قدس سرہ حضرت شیخ الاسلام سے کئی سال بڑے تھے۔ جب دونوں پر نظر فرماتے ہیں، ہر چیز میں مماثلت تھی، فیصلہ دشوار تھا۔ اور دشوار کیوں نہ ہو؟ کہ ایک اپنے آپ کو لکھتے ہیں 'ننگِ

اسلاف'۔ چھوٹے بڑے عام خاص ہر ایک کے عریضہ و چٹھیوں کے جواب میں اخیر میں لکھتے 'ننگِ اسلاف حسین احمد'۔ اور ادھر حضرت حکیم الامۃ کی تحریرات پر نظر ڈالتے ہیں، وہ کہیں لکھتے ہیں کہ 'اشرف علی نام، ننگِ انام'۔ تو ننگِ اسلاف ، ننگِ انام اور اس میں انہیں تردد ہونے لگا کہ کس سے بیعت ہوں۔

جس طرح حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت مولانا اشرف صاحب جو حدیث کے لیے پریشان ہیں۔ انہیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے رہنمائی ہوئی، اس طرح یہاں بھی حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ کی طرف سے صاف رہنمائی ہوئی۔ جنہوں نے دونوں حضرات کو قریب سے دیکھا، واقعی انہیں کوئی اشکال پیش نہیں آیا اور جو دور سے سنتے رہے اور بلا تحقیق فیصلے دیتے رہے، انہوں نے نقصان اٹھایا اور کتنی مماثلت تھی ہر چیز میں۔

حضرت مولانا حامد میاں صاحب

یہ تو تحریری مماثلت کی مثال تھی کہ 'ننگِ اسلاف' اور 'ننگِ انام'، اسی طرح ایک مکاشفہ میں بھی مماثلت پائی گئی تھی۔ مجھے یاد ہے کہ جب ہم ایک مرتبہ لاہور گئے۔ حضرت صوفی اقبال صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ کی معیت میں حضرت مولانا حامد میاں صاحب خلیفہ حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ کی خدمت میں جامعہ مدنیہ پہنچے۔

صوفی جی مجھے چپکے سے حضرت مولانا حامد میاں صاحب کی مجلس ہی میں ان کے سامنے میرے کان میں کہنے لگے کہ حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ نے تقسیم ہند کے بارے میں جو مکاشفہ بیان فرمایا تھا اور حضرت مولانا حامد میاں صاحب کی تحریرات میں جو مضامین نوائے وقت وغیرہ میں شائع ہوئے اسے ساری دنیا نے پڑھا۔ صوفی جی کو اشتیاق ہوا کہ حضرت مولانا حامد میاں کی زبانی ہم سن لیں تو مجھ سے فرمایا کہ پوچھئے وہ واقعہ۔ چنانچہ وہی واقعہ

حضرت مولانا حامد میاں صاحب نے اس مجلس میں سارا سنایا۔

تقسیم ہند

۱۴؍نومبر ۱۹۸۳ء کے نوائے وقت کی اشاعت میں ایک مضمون کی شکل میں یہ واقعہ شائع ہوا تھا اور تین قسطوں میں شائع ہوا۔ اس میں حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ کے سفر کے بارے میں تحریر ہے کہ:

’مختلف مقامات پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تقریروں کے پروگرام بنانا اور آپ کے سفر کے متعلق انتظامات کرنا راقم الحروف سے متعلق تھا۔ بہر کیف ہمارا قافلہ ۳؍مارچ کی شام کو گوپال پور تھانہ بیگم گنج پہنچا۔ مولانا عبدالحلیم صدیقی، مولانا نافع گل اور دوسرے چار پشاوری طالب علم ہمراہ تھے۔ چوہدری رازق کے دولت کدہ پر قیام ہوا۔

دوسرے دن ایک عظیم الشان جلسہ میں انتخابی تقریر کرنی تھی۔ نمازِ عشاء کے بعد گیارہ بجے کھانا تناول فرمایا اور تقریباً بارہ بجے سونے کی غرض سے آرام فرمانے لگے۔ راقم الحروف پاؤں دباتا رہا۔ کچھ دیر کے بعد آپ کو نیند آگئی۔ دیکھا کہ حضرت شیخ الاسلام آرام فرما ہوگئے اور ہم لوگ دوسرے کمرے میں ضروری کام میں لگ گئے۔ تقریباً دو بجے شب کو راقم الحروف اور چوہدری محمد مصطفیٰ کو طلب فرمایا۔ ہم دونوں حاضر خدمت ہوئے۔

حضرت شیخ الاسلام نے فرمایا کہ لو بھائی اربابِ باطن نے تقسیمِ ہندوستان کا فیصلہ کر دیا اور ہندوستان کے ساتھ پنجاب اور بنگال کو بھی تقسیم کر دیا۔ راقم الحروف نے عرض کیا کہ اب ہم لوگ جو تقسیم کے مخالف ہیں کیا کریں گے؟ حضرت شیخ الاسلام نے جواب دیا ہم لوگ ظاہر کے پابند ہیں اور جس بات کو حق سمجھتے ہیں اس کی تبلیغ پوری قوت کے ساتھ جاری رکھیں گے۔

دوسرے دن گوپال پور کے عظیم الشان جلسے میں تقسیم کی مضرتوں پر معرکۃ الآراء تاریخی تقریر ارشاد فرمائی۔ اور حضرت نے جو اربابِ باطن کا فیصلہ تقسیم کے متعلق فرمایا تھا وہ سچ

ثابت ہوا اور اس دن کے ایک سال چار ماہ کے بعد تین جون لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے غیر متوقع اعلان کر دیا'۔

مکاشفہ از بارگاہِ اشرفیہ

یہاں جیسے حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ ڈیڑھ برس قبل اپنے خواص کو اربابِ باطن کے حوالہ سے پیشین گوئی فرما رہے ہیں کہ اربابِ باطن نے فیصلہ کر دیا اور ملک تقسیم ہونے جا رہا ہے۔ جیسے وہ 'ننگِ اسلاف' اور 'ننگِ انام' والی مماثلت کو یاد رکھئے اس کے ساتھ یہ حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ کا مکاشفہ ذہن میں رکھئے۔

بالکل اسی جیسا بارگاہِ اشرفیہ کے خادمِ خاص حضرت تھانوی قدس سرہ کے برادر زادہ مولانا شبیر علی تھانوی اپنی روئیداد تبلیغ میں یوں درج فرماتے ہیں کہ:

'یہ واقعہ مئی ۱۹۳۸ء کا ہے کہ ایک روز دوپہر کا کھانا کھا کر میں اپنے دفتر میں کام کر رہا تھا جو حضرت حکیم الامۃ کی سہ دری کے سامنے تھا۔ حضرت حکیم الامۃ دوپہر کا کھانا نوش فرما کر قیلولہ کے لیے خانقاہ میں تشریف لے گئے۔ اپنی سہ دری میں پہنچ کر مجھے آواز دی۔ میں فوراً حاضر ہوا سامنے بیٹھ گیا۔ سر جھکائے ہوئے کچھ دیر متفکر تشریف فرما رہے۔ اس زمانے تک پاکستان کا مشہور ریزولوشن (resolution) لاہور پاس نہیں ہوا تھا۔ اس وقت جو کلمات حضرت نے فرمائے بحمد اللہ حافظے میں محفوظ ہیں کہ آپ نے فرمایا 'میاں شبیر علی! ہوا کا رخ بتا رہا ہے'....

اوہو! دیکھئے! ہمارے اکابر کے یہاں تحدی، چیلنج، بلند و بالا دعوے نہیں ہوتے۔ حضرت مدنی ارباب باطن کے کھاتے میں یہ پیشین گوئی ڈال رہے ہیں کہ 'اربابِ باطن کا فیصلہ ہے' اور ادھر حکیم الامۃ حضرت تھانوی قدس سرہ پیشین گوئی فرما رہے ہیں، کیا بتاتے ہیں۔ کتنے سادہ الفاظ میں بتاتے ہیں کہ:

’میاں شبیر علی! ہوا کا رخ بتا رہا ہے‘۔

اللہ! یہ تستر، یہ اپنے آپ کو چھپانا، اپنی پیشین گوئیوں کو چھپانا۔ فرمایا کہ:

’میاں شبیر علی! ہوا کا رخ بتا رہا ہے کہ لیگ والے کامیاب ہو جائیں گے اور بھائی جو سلطنت ملے گی وہ انہی لوگوں کو ملے گی جن کو آج سب فاسق فاجر کہتے ہیں۔ مولویوں کو تو ملنے سے رہی لہٰذا ہم کو یہ کوشش کرنا چاہئے کہ یہی لوگ دیندار بن جائیں اور بھائی آج کل کے حالات ایسے ہیں کہ اگر سلطنت مولویوں کو مل بھی جائے تو شاید مولوی چلا بھی نہیں سکیں۔

یورپ والوں سے معاملات، ساری دنیا سے جوڑ توڑ ہمارے بس کا کام نہیں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ سلطنت کرنا دنیا داروں ہی کا کام ہے۔ مولویوں کو یہ کرسیاں اور تخت زیب بھی نہیں دیتا۔ اگر تمہاری کوشش سے یہ لوگ دیندار اور دیانت دار بن گئے اور پھر سلطنت انہی کے ہاتھ میں رہی تو چشمِ ما روشن دلِ ما شاد۔ کہ ہم خود سلطنت کے طالب ہی نہیں۔ ہم کو تو صرف یہ مقصود ہے کہ جو سلطنت قائم ہو وہ دین دار اور دیانت دار لوگوں کے ہاتھ میں ہو اور بس۔ کیونکہ اللہ کے دین کا بول بالا ہو۔

میں نے یہ سن کر عرض کیا کہ پھر تبلیغ نیچے کے طبقہ یعنی عوام سے شروع ہو یا اوپر کے طبقہ یعنی خواص سے۔ اس پر ارشاد فرمایا کہ اوپر کے طبقہ سے کہ وقت کم ہے اور خواص کی تعداد کم ہے اور **الناس علی دین ملوکھم**۔ اگر خواص دین دار اور دیانت دار بن گئے تو ان شاء اللہ عوام کی بھی اصلاح ہو جائے گی‘۔

کیا فراست ہمارے اکابر کی تھی کہ دونوں حضرات پر یہ واضح ہے۔ حضرت تھانوی قدس سرہ نے بھی پیشین گوئی فرمادی کہ ہوا کا رخ بتا رہا ہے اور حضرت مدنی قدس سرہ نے بھی کہ ملک آزاد ہوگا لیکن تقسیم ہو جائے گا اور تقسیم پنجاب اور بنگال کی بھی ہوگی۔

ایک تاریخی خط

یہ تو مئی کا قصہ ہے۔ ۲۶/اپریل ۱۹۴۳ء آل انڈیا مسلم لیگ کا دہلی میں اجلاس ہونے والا تھا۔ اس میں حکیم الامۃ حضرت تھانوی قدس سرہ کو بھی دعوت دی گئی تھی کہ آپ اس موقعہ پر دہلی تشریف لاکر اپنے ارشادات سے مجلس کو ہدایت دیں تو بہتر ہو لیکن اگر حضور تشریف نہ لاسکیں، اپنے نمائندے کو بھیج کر مشکور فرمائیں۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس اجتماع کے رعب سے غیر مسلموں کے دلوں کو مسحور کرے اور ہمارا مطالبہ پاکستان منوا دے تاکہ اسلامی سلطنت قائم ہوسکے۔

یہ حضرت تھانوی قدس سرہ کی وفات سے تین ماہ قبل کا واقعہ ہے جب کہ آپ ضعف اور مرض کی شدت میں مبتلا تھے۔ اس لئے معذوری ظاہر فرماتے ہوئے ایک تاریخی خط لکھا۔ تحریر فرمایا:

'از ناکارہ آوارہ ننگِ انام اشرف علی نام ....'

میں نے عرض کیا کہ حضرت مدنی قدس سرہ ہر خط کے اخیر میں تحریر فرماتے 'ننگِ اسلاف' اور یہاں 'ننگ انام'۔ چنانچہ تحریر فرمایا:

'بخدمت ارکان مسلم لیگ نصر اللہ و نضرھم اللہ

السلام علیکم

لیگ کے عزائم معلوم کرکے اس آیت پر عمل کی توفیق ہوئی 'قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا'۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اگر عذر نہ ہوتا تو اس آیت پر بھی عمل ہوتا 'اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَثِقَالًا'۔ لیکن عذر کے سبب اس رخصت پر عمل کی اجازت مل گئی 'لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا'۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس آیت کا شرف حاصل ہوگیا کہ اپنی دو کتابوں کا پتہ دیتا ہوں جو ان شاء اللہ

قیامت تک آنے والی نسلوں کے لیے پیامِ عمل ہیں۔ ایک 'حیوٰۃ المسلمین' شخصی اصلاح کے لیے۔ دوسری 'صیانۃ المسلمین' جمہوری نظام کے لیے۔ ان کے مضامین اپنے موضوع میں گو رنگین نہیں مگر سنگین ہیں جن میں وہی فرق ہے جو ذوق اور غالب کے اشعار میں ہے اور حکیم محمد صادق خان کے نسخوں میں فرق ہے۔ اور نمائندہ وہ کام نہیں کرسکتا جو یہ کتابیں کرسکتی ہیں مگر عمل شرط ہے۔'

آگے اور مضامین بھی حضرت نے تحریر فرمائے جن میں اجلاس کے شرکاء کو نصیحت بھی فرمائی۔ میں تو یہ عرض کررہا تھا کہ کتنی مماثلت دونوں بزرگوں میں۔ وہ لکھتے ہیں 'ننگ اسلاف' یہ لکھتے ہیں 'ننگ انام'۔ انہیں پورا یقین ہے کہ آزادی ملے گی اور ملک تقسیم ہوجائے گا اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا۔ مگر وہ اربابِ باطن کے نام سے سنا رہے ہیں اور حضرت تھانوی قدس سرہ فرما رہے ہیں 'ہوا کا رخ یہ بتا رہا ہے'۔

تبلیغی وفد

جو 'ہوا کا رخ' حضرت تھانوی قدس سرہ نے دس برس پہلے دیکھ لیا تھا کہ مئی ۱۹۳۸ء میں حضرت کی یہ پیشین گوئی حضرت مولانا شبیر علی کو حضرت نے بتائی اور اس کے بعد ہی فوراً اگلے مہینہ ۴؍ جون ۱۹۳۸ء میں جب حضرت کو معلوم ہوا کہ بمبئی میں مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کا اجلاس ہورہا ہے، وہاں حضرت نے تبلیغ کی نیت سے وفد بھیجنے کا فیصلہ فرمایا۔

چنانچہ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کو امیر وفد مقرر فرمایا اور مولانا عبد الکریم گمتھلوی اور سہارنپور کے ایک صاحب کو، تین کا ایک وفد بھیجنا طے فرمالیا۔ مگر یکم جون کو جب یہ حضرات دیوبند کے ارادہ سے روانہ ہوئے، وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی کی والدہ صاحبہ شدید علیل ہیں جس کی وجہ سے حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی اس وفد میں شریک نہیں ہوسکتے اور سفر نہیں فرماسکتے۔ اس لئے پھر اس وفد کو اس وقت

ملتوی کرلیا گیا۔

پہلی دفعہ تو یہ وفد ملتوی ہوگیا مگر پھر دسمبر میں مسلم لیگ کا سالانہ جلسہ پٹنہ میں ہورہا تھا۔ وہاں حضرت نے اس وفد کو بھیجا جن میں مولانا شبیر علی، مولانا ظفر احمد عثمانی، مولانا عبدالغنی صاحب پھولپوری، مولانا معظم حسین امروہوی اور مولانا مرتضٰی حسن صاحب چاندپوری بطور رئیس الوفد متعین ہوئے اور یہ تمام صاحبان پہنچے اور جناح صاحب سے ملاقات کرکے تقریباً ایک گھنٹہ بہت سارے مذہبی امور حضرت کی ہدایت کے مطابق انہوں نے جناح صاحب کے سامنے پیش کیئے۔

پھر تیسری مرتبہ حضرت حکیم الامۃ نے دہلی میں ملاقات کے لیے جناح صاحب کے پاس ایک وفد بھیجا جن میں حضرت مولانا شبیر علی مولانا ظفر احمد عثمانی اور حضرت مولانا شفیع صاحب نور اللہ مراقدہم دہلی میں جناح صاحب سے ملے اور حضرت کا سلام اور حضرت کے پیغامات پہنچائے۔ اس کے بعد حضرت نے حضرت مولانا شبیر علی صاحب سے فرمایا کہ کسی اور کے ساتھ لے جانے کی کیا ضرورت ہے، تم اکیلے ہی چلے جایا کرو چنانچہ وہ بار بار حضرت کے پیغامات لے کر جناح صاحب سے ملتے رہے۔

افادات اشرفیہ در مسائل سیاسیۃ

اسی زمانے کے واقعات کے سلسلہ میں حضرت حکیم الامۃ حضرت تھانوی قدس سرہ کا ایک ملفوظ 'افادات اشرفیہ در مسائل سیاسیۃ' میں صفحہ ۹۶ پر ہے کہ آپ نے فرمایا کہ:

'جس زمانہ میں کانگریس مسلم لیگ سے مفاہمت کی گفتگو کررہی تھی میں نے ایک خط مسلم لیگ کے صدر مسٹر محمد علی جناح کو اس مضمون کا لکھا کہ 'مفاہمت میں چونکہ مسلمانوں کے امور دینیہ کی حفاظت نہایت اہم اور بہت ضروری ہے اس لیے شرعیات میں آپ اپنی رائے کا بالکل دخل نہ دیں بلکہ علمائے محققین سے پوچھ کر عمل فرمائیں، انہوں نے نہایت شرافت اور

تہذیب سے جواب لکھا اور اطمینان دلایا کہ اسی کے مطابق عمل کیا جائے گا‘۔

اور دوسری یہ تحریر ہے کہ:

’اس کا جواب انہوں نے انگریزی میں دیا تھا۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ ’آپ کا والا نامہ ملا، بڑی مسرت ہوئی۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں آپ کی ہدایات پر عمل کی کوشش کروں گا۔ آئندہ بھی آپ مجھے ہدایت فرماتے رہیں‘‘۔

اسلامی دستور کی کمیٹی

حضرت تھانوی قدس سرہ کے مکاتیب تو اردو میں ہوتے تھے مگر خواجہ حضرت عزیز الحسن صاحب مجذوب ان کا انگریزی میں ترجمہ کرکے اصل خط کے ساتھ اردو اور انگریزی دونوں بھیجتے تھے۔ انہی کاوشوں کے نتیجہ میں اور حضرت تھانوی قدس سرہ کی توجہات عالیہ کے نتیجہ میں پاکستان بن جانے کے ساتھ ہی وہاں کے اسلامی دستور کے متعلق جو کمیٹی بنائی گئی، اس میں سب سے پہلا جن کا نام لکھا گیا وہ ہمارے ممدوح تھے، جن کا ذکر خیر دو تین دن سے جاری ہے حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ۔

اول ان کا اسم گرامی اور پھر حضرت مفتی شفیع صاحب نور اللہ مرقدہ، پھر علامہ سید مناظر احسن گیلانی اور چوتھا نام ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کا تھا۔ لیکن پھر قریبی عرصہ ہی میں گیارہ ستمبر ۱۹۴۸ء کو جناب محمد علی جناح صاحب کا انتقال ہو جاتا ہے اور یہ دستور ساز کمیٹی اپنا کام آگے نہ بڑھا سکی۔ اور پھر جب علامہ عثمانی کی دسمبر ۱۹۴۹ء میں وفات ہوگئی، اس کے بعد تو اور بھی زیادہ یہ اہم کام مؤخر ہو گیا۔

چونکہ پہلے سے حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا اسمِ گرامی اس کمیٹی میں سرفہرست تھا اور علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد تو بہت زیادہ آپ کی ضرورت محسوس کی گئی چنانچہ حضرت علامہ سید سلیمان ندوی اپنے مسترشد ڈاکٹر غلام محمد صاحب کے نام گرامی

نامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

'حالت یہ ہے کہ ہر دو جگہ میرے وجود کے لیے احباب مصر ہیں۔ اپنی حالت یہ ہے کہ عدمِ صحت اور ضعف قویٰ اور طبیعت کے اقتضاء سے بھی اختلافات اور منازعات سے گھبراتا ہوں'۔

جنوری ۱۹۵۰ء میں حضرت علامہ صاحب نے اپنے مرید کے نام معذرت لکھی لیکن برابر اصرار بڑھتا رہا یہاں تک کہ لیاقت علی خان وزیر اعظم پاکستان نے حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی کو بھوپال بھیجا اور انہوں نے آپ کو منوالیا۔ پھر آگے بڑی عجیب داستان ہے کہ وہ اپنی تمام تصانیف کو ماضی کی تمام محنتوں کو یکا یک اچانک چھوڑ کر کے پاکستان تشریف لے جاتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کو امت کی طرف سے بے حد جزائے خیر عطا فرمائے۔

اخیر میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا کچھ کلام میں پڑھ دیتا ہوں لیکن مثنوی مولانا روم اور اس طرح کے عشاق رب ذوالجلال اور عشاقِ دربارِ نبوی کی باتوں کو اور ان کے کلام کو نہ سمجھ کر اگر بعض اس پر رائے زنی کریں، ان پر اف ہے اور تف ہے کہ اپنی جہالت پر کیوں نہیں روتے۔

ایک افہامی مثال

اس غزل کو سمجھانے کے لیے میں ایک مثال دیتا ہوں کہ ابھی کوئی سہارنپور جا کر آئے اور وہاں کا موسم ، وہاں کی سڑکیں، بازار، مدارس کا حال بیان کرے، میں اس سے پوچھوں کہ ہمارے پیر صاحب حضرت مولانا طلحہ صاحب کو آپ نے دیکھا ؟ ملاقات ہوئی؟ وہ کہے کہ نہیں اس طرف ، کچے گھر تو جانا نہیں ہوا۔ میری زبان سے کیا نکلے گا کہ تب تو تم نے کچھ بھی نہیں دیکھا۔ مدرسہ دیکھا تو کیا دیکھا۔ سہارنپور دیکھا تو کیا دیکھا۔

ایسے اونچے پائے کے اکابر جن کی پرواز بہت بلند تو ایسا شخص جو گناہوں میں، معاصی میں لوٹ پوٹ ہوتا رہے، جس سے ہر وقت ابلیس گیند کھیلتا رہتا ہے فٹ بال کی طرح وہ ان حاتم اصم جیسے بزرگوں کے کلام کو کیا سمجھے۔

ان جیسے بزرگ کے پاس کوئی حج کر کے آتا تو پوچھتے کہ 'احرام باندھا تھا؟' وہ کہتا کہ ہاں احرام باندھا تھا اور دعا پڑھی تھی۔ فرماتے 'اچھا! تو اس کے بعد مالک نے جتنی چیزیں حرام کی تھیں ساری نظر، فکر، سوچ تصور میں اس سے بچتے رہے؟' وہ کہتا کہ حضور اس سے تو نہیں بچ سکا۔ فرماتے کہ 'تو نے تو احرام نہیں باندھا'۔ اس طرح ایک ایک چیز پوچھ کر کہتے رہے کہ 'تب تو تم نے طواف نہیں کیا'، 'تب تو تم نے لبیک نہیں پڑھی'، 'تب تو تم نے زمزم نہیں پیا'۔

حاجی امداد اللہ صاحب کا کلام

اسی طرح کا یہ کچھ کلام ہے حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا کہ وہ فرماتے ہیں۔

نہ دیکھا داغِ دل گلزار کو دیکھا تو کیا دیکھا!
نہ دیکھا خار میں گل خار کو دیکھا تو کیا دیکھا!

گرچہ کوئے جاناں میں بھی آ پھر پھر کے سر مارا
نہ دیکھا یار کو گھر بار کو دیکھا تو کیا دیکھا!

بیت اللہ کو دیکھا، اس بیت کے مالک اللہ کو تو دیکھا ہی نہیں تم نے۔

تماشائے دوعالم ہے میرے دلدار کا کوچہ
جہاں کے گلشن و بازار کو دیکھا تو کیا دیکھا

رخ رخسار جاناں کی تجلی چاہیئے دیکھے
مہ و خورشید کے انوار کو دیکھا تو دیکھا

نہ دیکھا برشِ تیغ نگاہِ یار کو تم نے
اگر شمشیر کی اک دھار کو دیکھا تو کیا دیکھا

ہماری چشم سے لعل و گہر کی دیکھ لے بارش
سماء پر ابر گوہر بار کو دیکھا تو کیا دیکھا

لب و دندانِ دلبر کی ٹک آب و تاب کو دیکھو
اگر لعل و در شہوار کودیکھا تو کیا دیکھا

یہاں نوک مژہ پر لخت دل کی دیکھ جاں بازی
وہاں منصور صاحبِ دار کو دیکھا تو کیا دیکھا

طبیبوں نے علاج مرض اپنا خوب کردیکھا
نہ دیکھا حالِ بیمار کو دیکھا تو کیا دیکھا

نہ دیکھا ایک بھی تم نے اگر دردِ جدائی کو
فلک سے گرچہ لاکھ آزار کو دیکھا تو کیا دیکھا

یہاں جو دیکھنے کا ہے اسی دم دیکھ لے غافل
نہ دیکھا اول آخر ، کار کو دیکھا تو کیا دیکھا

دل مضطر میں ظاہر یار کو تھا چاہئے دیکھا
نہ دیکھا سائے میں انوار کو دیکھا تو کیا دیکھا

نظر جب کھل گئی اپنی جسے دیکھا اسے دیکھا
نہ دیکھا آپ میں دلدار کو دیکھا تو کیا دیکھا

اِدھر دیکھا، اُدھر دیکھا جدھر دیکھا اُسے دیکھا
نہ دیکھا یار میں اغیار کو دیکھا تو کیا دیکھا

اِسے دیکھا، اُسے دیکھا نہ یہ دیکھا نہ وہ دیکھا

نہ دیکھا ایک کو دو چار کو دیکھا تو کیا دیکھا

اسی ایک کو ہی دیکھنا ہے۔ کوئی کہے کہ نہیں، ایک کو چھوڑو، میں نے تو دو کو، چار کو، چار ہزار کو، چار لاکھ کو، چار ملین کو دیکھا۔ فرماتے ہیں کہ

اِسے دیکھا، اُسے دیکھا نہ یہ دیکھا نہ وہ دیکھا
نہ دیکھا ایک کو دو چار کو دیکھا تو کیا دیکھا

کیا ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ اللہ تعالیٰ ان کے علوم معارف سے کوئی گھونٹ، کوئی جرعہ، کوئی قطرہ ہمیں بھی نصیب فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

۸؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

بسم الله الرحمن الرحیم

جیسا کہ پہلے عرض کیا تھا کہ حضرت علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کو روحانی طور پر حضرت مدنی قدس سرہ حضرت حکیم الامۃ حضرت تھانوی کی طرف متوجہ فرمارہے ہیں۔ یہ حضرت مدنی قدس سرہ کی طبیعت تھی۔ بے شمار حضرات اس علاقہ کے جو حضرت سے بیعت کی درخواست کرتے، بالخصوص علمائے کرام میں سے، انہیں حضرت مدنی قدس سرہ حضرت حکیم الامۃ سے بیعت ہونے کا مشورہ دیتے اور فرماتے کہ ’ہماری جماعت کے بڑے حضرت تھانوی ہیں ان سے بیعت ہوجاؤ‘۔

حضرت مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی شیخ الاسلام حضرت مدنی سے بیعت ہونا چاہتے تھے۔ مگر حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ اپنے ساتھ ان کو خود تھانہ بھون لے کر پہنچے اور بیعت کی درخواست کی۔ حضرت تھانوی قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ ’کام تقسیم کرلیا جائے۔ کہ اگر بیعت مجھ سے ہوں تو اصلاحی تعلق آپ سے ہو۔ یا بیعت آپ فرمائیں تو اصلاحی تعلق مجھ سے ہو‘۔ آخر حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ سے بیعت ہوئے اور مولانا دریابادی کا اصلاحی تعلق

حضرت تھانوی سے رہا۔

ایک گرامی نامہ میں حضرت مدنی مولانا عبدالماجد دریابادی کوتحریر فرماتے ہیں کہ ’واقعہ یہ ہے کہ یہ ناکارہ تو حضرت مولانا تھانوی دامت برکاتہم کا نہایت معتقد اور ان کی تعظیم اور احترام کونہایت ضروری سمجھتا ہے۔ ان کی قابلیت اور کمالات کے سامنے اتنی بھی نسبت نہیں رکھتا جتنی کہ طفل دبستان کوافلاطون سے ہوسکتی ہے۔ میں مولانا کواپنا مقتدیٰ اور اکابرین میں سمجھتا ہوں‘۔

ایک اور صاحب کوحضرت نے تحریر فرمایا کہ ’حضرت تھانوی بہت بڑے مؤحد، خداپرست انسان ہیں،تصوف میں ان کا قدم بہت راسخ ہے۔ پیری مریدی بھی حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجرمکی رحمۃ اللہ علیہ اورحضرت گنگوہی قدس سرہ کے حکم پر اوران کی اجازت سے کرتے تھے اورعلم ظاہر میں بھی ان کا قدم راسخ ہے‘۔

ایک اورمکتوب گرامی میں مولانا عبدالماجد صاحب کوتحریر فرمایا۔’والا نامہ باعث سرفرازی ہوا۔ تھانہ بھون ارزانی کے متعلق مجھ روسیاہ اور نالائق سے اجازت چاہنا عجیب بات ہے۔ میں تو خود ہی ناکارہ ہوں۔ اس سے بڑھ کر کیا چیز خوشی کی ہوسکتی ہے کہ مقصد اصلی اورمحبوب حقیقی تک رسائی ہو جو کہ حضرت مولانا تھانوی دامت برکاتہم کی بارگاہ میں ارجیٰ ہے‘۔

آگے تحریر فرمایا کہ ’اپنے مشاغل قلبیہ سے غافل نہ رہیں۔ ذکر میں کوشاں رہیں۔ مولانا تھانوی دامت برکاتہم کی خدمت میں جس قدر بیٹھنا نصیب ہوغنیمت جانیں۔ اس وقت جہاں تک ممکن ہوذکر کا خیال رہے اورقلب حاضر ہو۔ ’صُحْبَةُ الشَّيْخِ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ سِتِّيْنَ سَنَةً‘ اکابر کا قول ہے۔ حضرت مولانا کی خدمت میں سلام مسنون اوراستدعائے دعوات صالحہ اورصرف ہمت عرض کردیں‘۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر خیر

اور دوسری طرف حضرت حکیم الامۃ حضرت تھانوی قدس سرہ بھی اپنی نجی مجالس میں فرمایا کرتے تھے کہ 'ہمارے اکابر دیوبند کی بفضلہٖ تعالیٰ کچھ خصوصیات ہوتی ہیں۔ چنانچہ حضرت شیخ مدنی کے دو خداداد خصوصی کمال ہیں جو ان میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ ایک تو یہ کہ مجاہدہ جو کسی دوسرے میں اتنا نہیں۔ دوسرے تواضع۔ چنانچہ سب کچھ ہونے کے باوجود اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتے'۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری نے یہ ملفوظ نقل فرمایا۔

اسی طرح حضرت تھانوی قدس سرہ کو اس درجہ عقیدت اور محبت اور تعلق کہ ضلع اعظم گڑھ سرائے میر میں مدرسۃ الاصلاح کا ایک جلسہ تھا جس میں حضرت شیخ الاسلام مدنی تشریف لے گئے۔ جناب اقبال سہیل صاحب نے بطور خوش آمدید ایک نظم کہی جسے ایک خوش الحان طالب علم نے پڑھ کر سنایا۔ جس کا پہلا شعر یہ تھا:

اے سایہ ات بالِ ہما خوش آمدی، خوش آمدی　　اہلا وسہلا مرحبا خوش آمدی خوش آمدی

اور اس نظم کا آخری شعر تھا ؎

از مقدمت دل شاد شد ویرانہ ام آباد شد　　اے بر توچہ من صد فدا خوش آمدی خوش آمدی

کہ آپ تشریف لائے، ہم بے حد فرحاں وشاداں ومسرور ہیں اور ہمارے ویرانہ دل کو آپ نے تشریف لاکر آباد فرمادیا۔ مجھ جیسے سینکڑوں ہزاروں آپ پر فدا ہوں۔

جب یہ نظم حضرت مولانا عبد الماجد دریا آبادی صاحب نے حضرت تھانوی قدس سرہ کی خدمت میں لکھ کر بھیجی، حضرت والا نے یہ نظم ملاحظہ فرمائی اور جواب میں مولانا عبد الماجد صاحب دریا آبادی کو تحریر فرمایا کہ 'واقعی نفیس ہے اور لطف یہ ہے کہ سلیس ہے گویا سہل ممتنع ہے میں نے نقل کرلی ہے'۔ ایک اور گرامی نامہ میں تحریر فرمایا کہ 'مولانا مدنی کی تواضع مجھ میں ہو ہی نہیں سکتی'۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی امامتِ فجر

کس قدر جانبین سے تعلق تھا کہ مولانا عبد اللہ صاحب تاؤلی حضرت شیخ قدس سرہ کی خدمت میں طویل عرصہ کے لیے مدینہ منورہ میں مقیم ہوگئے۔ ان کا بیان ہے کہ میں تھانہ بھون حاضر تھا حضرت مدنی تشریف لائے رات کو قیام فرمایا۔ فجر میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے نماز پڑھانے کے لیے فرمایا۔ حضرت مدنی نے جواب دیا کہ میرے نماز پڑھانے سے ہوسکتا ہے کچھ لوگوں کو تکلیف ہو۔ اس پر حضرت والا نے فرمایا کہ 'جن کی نماز نہ ہو وہ اپنی نماز کہیں دوسری مسجد میں جا کر پڑھ لیں مگر نماز آپ ہی پڑھائیں گے'۔

چنانچہ حضرت مدنی نے فجر کی نماز پڑھائی۔ جمعہ کا دن تھا۔ پہلی رکعت میں الم سجدہ اور دوسری رکعت میں سورۃ الدہر پڑھی۔ آیۃ السجدہ پر سجدہ کیا۔ لیکن بعض لوگ سجدہ کے بجائے رکوع میں چلے گئے۔ جب سجدہ سے اٹھنے کی تکبیر حضرت مدنی نے کہی تب وہ رکوع سے اٹھے۔ نماز کے بعد چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ بعض نے کہا کہ ان کی نماز نہیں ہوئی۔ جب یہ شور حضرت تھانوی قدس سرہ نے سنا، فرمایا کہ 'شاید اس نماز کی برکت سے ہماری زندگی بھر کی نمازیں قبول ہوجائیں'۔ اللہ! اللہ!

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی تواضع

جیسا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت مدنی قدس سرہ جیسی تواضع شاید و باید کسی میں ہوگی۔ خود مولانا عبداللہ صاحب فاروقی کا بیان ہے کہ ایک روز مسجد جاتے ہوئے میں نے حضرت شیخ الاسلام مدنی کا جوتا اٹھا لیا۔ پھر ہم جب مسجد سے واپس ہوئے، میں دیکھتا ہوں کہ حضرت شیخ الاسلام مدنی میرا جوتا اٹھا کر سر پر رکھے ہوئے چلے جارہے ہیں۔ میں پیچھے پیچھے بھاگا، حضرت شیخ الاسلام مدنی نے تیز قدم چلنا شروع فرمادیا۔ میں نے کوشش کی کہ جوتا لے لوں مگر نہیں دیا۔ میں نے کہا کہ للہ جوتا سر پر تو نہ رکھئے۔ اس پر حضرت مدنی نے

فرمایا کہ عہد کرو آئندہ حسین احمد کا جوتا نہ اٹھاؤ گے۔ بجز عہد کے کوئی چارہ نہ پا کر میں نے عہد کرلیا تب جا کر جوتا سر پر سے نیچے اتار کر عنایت فرمایا۔

یہ سب حضرت مدنی کی تواضع اور عبدیت کے ثمرات ہیں جو حضرت کا حال بن چکی تھی۔ اسی لئے جب اس صفت کا غلبہ ہوتا تب کی تحریر قابل دید ہوتی۔ ایک گرامی نامہ میں کسی کو لکھا 'واللہ، باللہ، ثم تاللہ میں اس قدر نالائق اور نانہجار، گنہگار، دنیا پرست، سگ دنیا اور بدکردار ہوں کہ اگر محض اپنے فضل وکرم سے اس غفار الذنوب وستار العیوب نے کام نہ لیا تو اشد الناس عذابا اور اخسر الخاسرین میں ہوں گا۔ **فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ عَلٰى حِلْمِهٖ وَعَلٰى عَفْوِهٖ بَعْدَ قُدْرَتِهٖ**'۔

کوئی حضرت مدنی سے بیعت کی درخواست کر رہا ہے، جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ 'مجھے نہایت تعجب ہے کہ آپ جیسا تجربہ کار صاحب علم وشعور ایسی غلطی میں پڑے۔ میرے محترم! اصلاحِ نفس کے لیے کسی سگِ دنیا نفس پرست ناکارہ اور نالائق کے پاس جانا کیا معنیٰ رکھتا ہے۔ پیاسا دریا کا قصد بے شک کرتا ہے مگر آتش کا قصد نہیں کرتا۔ در و دیوار سنگ وکوہسار کی طرف نظر نہیں اٹھاتا'۔

آگے اور فرمایا 'میں حلفیہ کہتا ہوں اور سچا ہوں کہ میں اپنی روسیاہی اور سیہ کاری سے خود شرمندہ اور نادم ہوں اور بسا اوقات روتا ہوں۔ میری واقعی حالت اشخاص انسانیہ سے بدتر ہونا درکنار ارذل حیوانات سے بھی بدتر ہوں'۔ اللہ عزوجل نے تبھی جا کر ملینوں انسانوں کے قیامت تک کے لیے، ان کی نسلوں کے ایمان پر رہنے کا سامان اور سبب ذات والا کو حق تعالیٰ شانہ نے بنایا۔

اللہ تعالیٰ شیخ الاسلام حضرت مدنی اور اور حکیم الامۃ حضرت تھانوی قدس سرہ کو ہم سب کی طرف سے بے حد جزائے خیر عطا فرمائے۔ ان کے علوم سے بہرہ ور ہونے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ جو طریق اور مسلک یہ ہستیاں ہمیں دے کر گئیں، اللہ تعالیٰ دانتوں سے مضبوط

پکڑنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ ان کے طریق اور واضح و روشن راستہ پر ہمیں اور ہماری نسلوں کو قیامت تک باقی رکھے۔

ایک شہباز کا شکار

جیسے کسی جگہ پہلے بیان کیا کہ حضرت اقدس تھانوی قدس سرہ کی زیارت و ملاقات کے لیے حضرت سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ تھانہ بھون پہنچتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ حضرت لکھنؤ کے سفر پر ہیں۔ وہاں کے گلی کوچوں میں ایک چرچا تھا کہ لکھنؤ کیوں گئے؟ علیل ہیں، بیمار ہیں، علاج کے لیے گئے۔ وہاں کے ایک مجذوب نے خدام میں سے کسی سے پوچھا کہ حضرت والا کہیں گئے؟ کہا 'ہاں لکھنؤ گئے علاج کے سلسلہ میں'۔ مجذوب نے زور سے قہقہہ لگا کر کہا کہ علاج ولاج کا تو بہانا ہے۔ ایک شہباز کے شکار کے لیے لکھنؤ گئے ہیں۔

کشف الدجیٰ

حکمتِ الٰہیہ سے ایک دانہ شہباز کی طرف کیسے پھینکا گیا کہ حضرت والا نے حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی سے ایک کتاب لکھوائی 'کَشْفُ الدُّجیٰ عَنْ وَجْہِ الرِّبا'۔ اور کتنا عجز وانکسار اور عبدیت وتواضع تھی کہ حضرت نے خود کتاب سنی، مگر حکم صادر فرمایا کہ اس رسالہ پر علمائے عصر کی تصدیقات بھی حاصل کر لی جائیں تاکہ علماء کی موافقت سے وزن بڑھے اور نفع عام ہو جائے۔

ساری دنیا تصدیق کے لیے، ایک کلمہ زبان مبارک سے نکل جائے اس کے لیے یہاں آتی ہے اور حضرت اپنی کتاب بھجوا رہے ہیں۔ اوروں کی طرح سے حضرت مولانا ظفر صاحب نے یہ کتاب حضرت علامہ سید سلیمان ندوی کی خدمت میں بھی بھیجی۔ ان کے نام جواب بھیجنے کے بجائے، کتنی ذکاوت ماشاءاللہ، کہ انہوں نے براہ راست حضرت والا کو عریضہ لکھا:

’حضرت العلامہ المفضال نصر اللہ المسلمین بطول بقائکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ، رسالہ النور متضمن رسالہ کشف الدجی مع ہدایت نامہ سرفرازی کا باعث ہوا۔‘

یہ تو پہلا جواب تھا۔ اس کے بعد اس پہلے عریضہ میں کتاب کو غور سے پڑھنے اور اس پر اپنی تحریر کا جو وعدہ فرمایا تھا، جب یہ کام مکمل فرمالیا، حضرت والا کی خدمت میں دوسرا عریضہ لکھتے ہیں:

’حضرت ہادی طریقت متع اللہ المسلمین بطول بقائکم !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ والا نامہ جو لطف وعنایت سے بھرا ہوا تھا ورود فرما ہوا۔ اس سے ایک پریشان حال اور متشتت البال کی سکینہ ہوئی۔ مولانا میں آپ کی دعا اور دعوات کا بہترین مستحق ہوں۔ مسائل علمی کی الجھن سے نجات کا خواستگار نہیں بلکہ روح کی الجھن سے نجات کے لیے دعا اور ہمت کا طالب ہوں۔

اس خط میں اپنا حال تفصیل سے لکھا اور اپنا تعارف بھی کرایا کہ ’میرا خاندان صوبہ بہار میں علم ظاہر و باطن کا جامع رہا ہے۔ والد صاحب مرحوم ابو العلائی المشرب تھے۔ بھائی صاحب مرحوم مجددی تھے۔ دونوں صاحب حال اور نسبت تھے۔ بچپن بھی ان بزرگوں کی آغوش میں بسر ہوا اور ذکر اور مراقبہ بھی اسی سن سے شروع کردیا گیا مگر برا ہوا علم باطل کا کہ جس نے مدتوں کے لیے اس راہ سے ہٹا دیا اور خدا جانے کہاں کہاں ٹھوکریں کھائیں۔

اب جب مرحلہ اربعین سے گذر کر ہوش آیا ہے، ان بزرگوں کا سایہ سر سے اٹھ چکا ہے۔ میں نے یہ کیفیت اس لئے لکھ دی تا کہ جناب میرے مستقبل کی اصلاح میں میرے ماضی سے باخبر رہیں۔ چونکہ حضرت مجدد الف ثانی نے انتہائی شفقت فرمائی تھی، اس کی طرف بھی اشارہ فرمادیا کہ امام ربانی مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے سلسلہ سے عقیدت تامہ رکھتا ہوں۔ اخیر میں اصل مقصود جو رسالہ کا تھا ’رسالہ کشف الدجی‘ پر قلم نے جو

یاوری کی ہے مولوی ظفر احمد صاحب کی خدمت میں ارسال کیا ہے۔ سلیمان ندوی، ۲۱ر شعبان ۱۳۴۸ھ‘۔

القاب سے احتراز

اب حضرت تھانوی قدس سرہ کا عجز وانکسار اور تواضع دیکھئے کہ حضرت نے تحریر فرمایا کہ سب سے اول اس عنوان کی تبدیلی کے متعلق درخواست کرتا ہوں جس سے مجھ کو خطاب فرمایا ہے یعنی ہادیٔ طریقت۔ کہ اس کو دیکھتے ہی ذہن پر یہ وارد ہوا کہ:

او خویشتن گم است کرا رہبری کند صلاح کار کجا و من خراب کجا

اور آئندہ کے لیے حضرت نے فرمادیا کہ جو عنوان خود میں نے آپ کے لیے اختیار کیا ہے اس سے تجاوز نہ فرمایا جائے۔ اس جواب کے شروع میں پہلی سطر ہے:

’از خاکسار اشرف علی عفی عنہ بخدمت مکرمی ومحترمی دام فیضہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ‘

کہ بس القاب سے احتراز کی تلقین فرمائی اور فرمایا کہ جتنا میں نے آپ کو لکھا ہے ’محترمی و مکرمی دام فیضھم‘ اس سے تجاوز نہ فرمایا جائے۔ فرمایا کہ گو میں اس کا بھی اہل نہیں مگر عرف کی روایت میں اہلیت کی شرط نہیں۔

ہمارے سارے ہی اکابر کو اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے بے حد جزائے خیر عطا فرمائے۔ ہمارے اکابر نور اللہ مراقدہم کے یہاں اونچے اونچے القاب وغیرہ اور اونچے مناصب، تمام سے وہ گریزاں رہے، بھاگتے رہے۔

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ

حضرت مفتی محمود صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ کو دار العلوم کی مجلس شوریٰ نے صدر مفتی اور ناظم دار الافتاء کے تمام اختیارات سپرد فرمادیئے۔ حضرت مفتی مہدی حسن صاحب قدس سرہ کے بعد شوریٰ نے آپ کو مفتی اعظم دیوبند بنایا لیکن حضرت مفتی محمود صاحب نے بہ اصرار

صدر مفتی کا یہ عہدہ اور ناظم دار العلوم دیوبند کے تمام اختیارات حضرت مفتی نظام الدین صاحب زید مجدہم، جو حضرت کی ماتحتی میں کام کررہے تھے، ان کے سپرد فرمادیئے۔

خود حضرت مفتی نظام الدین صاحب کو اس میں پس وپیش رہا، اور وہ اس کے لیے آمادہ نہیں ہورہے تھے۔ عرض کیا کہ جب شوریٰ نے آپ کیلئے یہ عہدہ تجویز کیا ہے، میں کس طرح قبول کروں۔ مگر حضرت مفتی محمود صاحب نے فرمایا کہ اگر آپ نے قبول نہ کیا تو میں دارالعلوم ہی چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔ تب جا کر حضرت مفتی نظام الدین صاحب نے اس کو قبول فرمایا۔ اور حضرت مفتی محمود صاحب انہی کی زیر صدارت اور انتظام اور ان کی ماتحتی میں برابر خدمت انجام دیتے رہے۔ اور اپنے ہر طرز اور عمل سے اپنا ماتحت ہونا ہی ظاہر فرماتے۔ کوئی ٹھکانہ ہے نفس کشی کا۔

نفس کشی

ان مراکز، مدارس، بڑی جگہوں میں جھگڑا ہی اس کا رہتا ہے مناصب اور عہدوں پر۔ اس درجہ کی نفس کشی اللہ تعالیٰ ہمیں بھی عطا فرمائے۔ حضرت شیخ قدس سرہ جب کبھی علمائے کرام کو ان مناصب کا طالب پاتے اور درس گاہوں کے جھگڑے حضرت سنتے ، بلکہ خانقاہوں میں ذاکرین میں خلافت واجازت کی طلب پاتے، حضرت ایک قصہ سنایا کرتے تھے۔

فرماتے ’ایک تھا گرو اور ایک چیلا بننے کے لیے گرو جی کے پاس پہنچا۔ گرو جی کے پاس پہنچا، دیکھ رہا ہے کہ ہدایا بہت آرہے ہیں۔ چاروں طرف سے سارے چیلے خدمت میں مشغول ہیں۔ کوئی سر کی مالش کررہا ہے کوئی بدن دبا رہا ہے۔ کوئی یہ لا رہا ہے، وہ لا رہا ہے۔ دیر تک یہ نو وارد دیکھتا رہا جو چیلا بننے کے لیے آیا تھا، وہ آکر گرو جی سے کہتا ہے کے ’گرو جی! میں تو آیا تھا چیلا بننے کے لیے لیکن میں نے دیکھا کہ گرو بننے میں بڑے مزے ہیں، مجھے گرو ہی بنا دیجئے‘۔ اکابر نے اپنے طرز عمل سے ماتحتوں کو سمجھانے، عقل دینے، مناصب سے

گریزاں رہنے کی تلقین فرماتے رہے۔

اکابر کی فراست

حضرت مدنی قدس سرہ کے یہاں تو بہت زیادہ اس کا اہتمام تھا تقریر میں بھی، تحریر میں بھی۔
حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب کو ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ' میں ہمیشہ کا خادم ہوں مگر نالائق ہوں۔ آپ حضرات کا بالخصوص حضرت نانوتوی قدس سرہ کے خاندان کا خیر خواہ ہوں مگرا کھڑ دریوزہ گر ہوں۔ نا کارہ غلام ہوں مگر بے وقوف ہوں۔ میری عین خواہش ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاف اس طریقہ پر مضبوطی سے قائم رہیں جس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ چلتے رہے اور جس پر ہم دور افتادوں کو چلایا ہے۔ جب ان کے اخلافِ صدق میں سے کسی کو اس طریقہ سے دور اور خلاف پاتا ہوں، بہت زیادہ متاثر ہوتا ہوں۔ چونکہ زور کچھ نہیں اس لئے گھٹ کر رہ جاتا ہوں۔ اور کنارہ کش ہو جاتا ہوں'۔
اکابر کی فراست ہر چیز کو تاڑ لیتی ہے، جب عمل میں وہ نیچے والوں کو کسی طرح مبتلا پاتے ہوں گے۔ جس طرح حضرت نے فرمایا 'گھٹ کر رہ جاتا ہوں'۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جب فراست سے اندرون کو دیکھ کر کسی چیز پر مطلع ہوتے ہوں گے، انہیں کس قدر تکلیف ہوتی ہوگی۔ اسی لئے 'یا ستار' کا وظیفہ پڑھتے ہوئے ہم حضرت شیخ قدس سرہ کی مجلس میں ہمیشہ رہتے تھے، ڈرتے رہتے تھے۔

اکابر کی تواضع

اللہ تعالیٰ ہمارے اکابر نور اللہ مراقدہم کی سی تواضع ہمیں نصیب فرمائے۔ بار بار حضرت رائپوری قدس سرہ کی خانقاہِ رائپوریہ کا حال میں ساتھیوں کو سناتا رہتا ہوں کہ ہر دیکھنے والا وہاں یہی کہتا تھا کہ یہاں کے ذرہ ذرہ سے، قطرہ قطرہ سے، ایک ایک پتہ پتہ سے تواضع ٹپکتی ہے۔ مولانا عبد المنان صاحب تو حضرت شاہ عبد القادر صاحب رائپوری، شاہ عبد الرحیم

صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ یہاں تو خودی کا سر کٹا ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں کبر ونخوت اور اس جیسی تمام برائیوں سے محفوظ رکھے۔ اور ماہِ مبارک کے صدقہ عیوبِ سیئہ کو خوبیوں سے بدل دے اور مغفرت اور معافی کا ہمیں فکر عطا فرمائے اور ہر وقت اس مالک سے ہر قدم پر، ہر لمحہ اپنی مغفرت کی، منوانے کی درخواست پیش کرنے کی توفیق ارزاں فرماتا رہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

۹؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ ہمارے اکابر حکیم الامۃ حضرت تھانوی قدس سرہ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے جو واقعات سنائے وہ اس لئے تاکہ ہم ان حضرات کی زندگی کے اس پہلو کو دیکھیں۔ بلکہ اصل ہم لوگوں کے لیے جن کے پاس نہ علم ہے، نہ عمل ہے، نہ جذبہ ہے، اگر ان کے ساتھ جنت میں جانا ہے اور ان کی رفاقت مطلوب ہے یا ان کے جیسا بننا ہے، بہت آسان نسخہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ ان کے اس طرح کے واقعات پڑھنے کے بعد اللہ عزوجل نے ان کے خمیر میں عجز وانکسار خاک اور مٹی والا عبدیت کی صفت جو رکھی تھی اس کو ہم اپنا لیں۔ بس۔

صفتِ عبدیت

چھوٹا بن کر ہر جگہ رہنا ہے۔ ایک کتے کے سامنے بھی اس سے اپنے آپ کو بدتر سمجھنا ہے۔ صرف تصور کو، دماغ کو بدلنا ہے۔ ہمارا دماغ تو پتہ نہیں فرعون سے بھی آگے ہے ہر چیز میں۔ صرف اس تصور کو ہم بدل لیں کہ جیسے حضرت شیخ قدس سرہ کو پیشاب کا تقاضا ہوتا اور میں دارِ جدید سے حضرت کی چیئر کو لے کر بھاگتا کہ حضرت کو استنجا کا تقاضا ہے۔ بار بار

حضرت فرماتے کہ جلدی لے چلو بھائی، جلدی لے چلو۔

کسی کو بھاگتا ہوا دیکھ کر کتے پیچھے پڑ جاتے ہیں، وہ راستہ میں بھونکتے ہوئے پیچھے پڑ جاتے۔ حضرت فرماتے 'ارے بھائی! میں تو تیرا بھائی ہوں۔ اپنے بھائی کو کیوں بھونکے؟' اسی طرح وہاں مدینہ شریف میں گردوغبار اور مٹی اور چبھنے والے پتھروں پر حضرت نے دونوں طرف کے سنبھالنے والوں کے ہاتھ جھٹک کر اپنے آپ کو زمین پر پھینک دیا اور روتے ہوئے فرمانے لگے کہ 'مدینہ کے کتے یونہی بیٹھا کریں'۔ یعنی میں مدینہ کا کتا ہوں۔

دل کی گہرائیوں سے روتے ہوئے ان کے یہ کلمات کبھی جھوٹ ہو سکتے ہیں؟ بناوٹ ہو سکتے ہیں دوستو؟ تو یہ ہے صفتِ عبدیت جو اللہ نے ان میں رکھی تھی۔ اس کو اپنانے کی ضرورت ہے۔

ہم تو دیکھتے ہیں کہ حضرت شیخ الاسلام کے جلسوں میں لاکھوں انسان ہوتے تھے، تمنا ہوتی ہے کہ کاش میں بھی اس سٹیج پر ہوں اور بڑا مجمع سامنے ہو، گلا پھاڑ پھاڑ کر میں ان کو خطاب کروں۔ مسندِ تدریس پر جب ان کو بیٹھا ہوا دیکھتے ہیں یا پڑھتے ہیں، تمنا کرتے ہیں کہ کاش کہ میں بھی بخاری پڑھاؤں۔ دوستو! ان تمناؤں کا ہمارا منہ نہیں ہے۔

میں نے عرض کیا کہ جو اصل ہمیں کرنا ہے وہ صرف دماغ کو بدلنا ہے اور ان اکابر کی عبدیت اپنے اندر پیدا کرنی ہے اور اسی سے اللہ نے انہیں بلند فرمایا۔ کہاں سے کہاں پہنچایا ان کو۔ اور ان کا یہ تواضع کا معمول ہر ایک کے ساتھ تھا۔

حضرت شیخ قدس سرہ

حضرت شیخ قدس سرہ سے بار بار یہ قصہ سنا کہ حضرت فرماتے تھے کہ میرا اور چچا جان کا معمول ہمیشہ یہ رہا کہ ہم ایک آدھ شب کے لیے بھی کاندھلہ جاتے، تمام اعزہ کے گھروں میں ایک ایک دو منٹ کے لیے حاضر ہوتے۔ جن دو کی آپس میں خفگی ہوتی، وہ صاف تو نہیں

کہتے مگر دبے الفاظ میں کہتے کہ ذرا سا وقت ہوتا ہے وہ بھی سب پھرنے میں خرچ ہوجاتا ہے اور اندر خانہ ان کو غصہ یہ ہوتا کہ جب ہماری فلاں سے لڑائی ہے، ان سے کیوں ملتے ہیں۔

حضرت فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ تقریباً آٹھ ماہ بعد میرا کاندھلہ جانا ہوا۔ عادت کے مطابق سب گھروں میں چکر لگایا۔ میرے عزیز، برادرِ معظم ماسٹر محمود الحسن کاندھلوی بھی اس وقت کاندھلہ میں تھے وہ بھی میرے ساتھ بادلِ نخواستہ اس مٹر گشت میں چل دیئے۔ ایک عزیز جو مجھ سے روٹھے ہوئے تھے، ان کے گھر جا کر میں نے سلام کیا انہوں نے منہ پھیر لیا۔ میں نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھائے مگر انہوں نے ہاتھ کھینچ لیا۔

بھائی محمود کا غصہ اس وقت اس قدر تھا کہ چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ میں نے اس عزیز کا ایک مونڈھا کھینچا اور ان عزیز کے پاس دو منٹ بیٹھ کر چلا آیا۔ انہوں نے میری طرف منہ بھی نہیں کیا۔ واپسی میں بھائی محمود نے کہا 'بے غیرت! بے حیا! پھر بھی ان کے یہاں آوے گا؟' میں نے کہا ضرور آؤں گا۔ یہ ان کا فعل تھا جو انہوں نے کیا۔ وہ میرا فعل ہوگا جو میں کروں گا اور حدیث پر عمل کروں گا کہ 'صِلْ مَنْ قَطَعَکَ'، جو تعلق توڑے اس سے جوڑو۔

بدخواہ کی خاطر تواضع

ایک موقعہ پر مرشدی حضرت شیخ قدس سرہ نے مولانا سعد صاحب کی والدہ صاحبہ کو لکھوایا کہ 'میری بچی، میری پیاری، میری لاڈلی میں تجھے نہ لکھواتا اور ہرگز نہ لکھواتا مگر صرف تیری دلداری کی خاطر لکھواتا ہوں کہ ایک شخص کے بارے میں مجھے معلوم تھا کہ اسے میرے پاس بھیجا جا رہا ہے مجھ پر سحر کرنے کے لیے۔ لیکن جب شخص وہ میرے یہاں آتا تھا، میں اسے مرغ ہی کھلاتا تھا۔

اور اگر میرے یہاں نہ ہوتا تو میں کہیں سے بھی منگوا کر اسے مرغ ہی کھلاتا۔ دوستو! یہ چیزیں ان اکابر کی ہیں جن کے نقل کی کوشش کرنی چاہئے۔ جس طرح نفس کا سر انہوں نے

کاٹ رکھا تھا تو نفس کشی کر کے اللہ ہمیں عبدیت اور تواضع وانکسار پیدا کرنے کی توفیق دے۔

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ

حضرت شیخ قدس سرہ کے فیض یافتگان میں سب سے اونچا مرتبہ حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ کا ہے۔ عجیب وغریب اللہ نے اوصاف عطا فرمائے تھے کہ شاید وبایدوہ کسی میں پائے جائیں۔ اس کی ہم حرص بھی نہیں کر سکتے۔

مظاہر علوم میں آخری تنازع کا واقعہ ہے۔ اللہ کرے کہ یہ آخری ہوا ہو، اور ہمیشہ کے لیے ہمارے تمام ادارے بالخصوص دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم ایسے تنازعات سے محفوظ رہیں۔ اس میں حضرت مفتی محمود الحسن صاحب کے خلاف ایک فتویٰ چھاپا گیا اور اشتہار کی شکل میں اسے سڑکوں پر، دیواروں پر، ہر جگہ چسپاں کیا گیا۔

ان کی اس حرکت کے بعد ان فتویٰ دینے والے صاحب سے جب حضرت مفتی صاحب پہلی مرتبہ ملے، حضرت مفتی صاحب کھڑے ہوگئے، انہیں سینے سے لگایا، اپنی مسند پر قریب بٹھایا، شفقت محبت سے گفتگو فرماتے رہے، گھر کی خیریت، مدرسہ کی خیریت، اساتذہ کی خیریت پوچھتے رہے اور خود اس فتوی کا کوئی ذکر تک اشارۃً کنایۃً بھی نہیں چھیڑا۔ بالآخر ان فتویٰ دینے والے صاحب نے خود ہی عرض کیا کہ مجھے معاف کیجئے کہ مجھ سے یہ فتویٰ زبردستی لکھوایا گیا اور معذرت اور معافی چاہنے لگے۔

اس پر حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ میری طرف سے یہ سب معاف ہے۔ البتہ یہ غلط فتویٰ دے کر اسے اشتہاروں میں شائع کیا جائے اور معافی اس طرح مانگی جائے؟ بلکہ اَلتَّوْبَةُ مِثْلُ الْحَوْبَةِ۔ جیسا گناہ اور جس انداز سے کیا گیا ہو، اسی انداز سے اس کی توبہ بھی ہونی چاہئے۔ ہاں میری طرف سے معاف ہے۔ میں قیامت میں دامن گیر نہیں ہوں گا، تمہارا دامن نہیں پکڑوں گا۔

بلکہ اس کے بعد بھی جب بھی وہ صاحب تشریف لاتے، وہ صاحب حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں پہنچتے، اسی محبت وشفقت سے حضرت گفتگو فرماتے اور پھر کبھی پوچھا بھی نہیں کہ آپ کی بھلائی کے لیے جو میں نے راستہ بتایا تھا کہ 'اَلتَّوْبَةُ مِثْلُ الْحَوْبَةِ' اس پر عمل کیا بھی کہ نہیں؟ اس پر ہمیں عمل کرنا چاہئے، ایسے دل اللہ تعالیٰ ہمارے بنائے۔ یہ ہمارے اکابر اپنے چھوٹوں کے ساتھ ہمیشہ ان سے چھوٹے بن کر رہے ہے۔

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہ

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہ حضرت مفتی محمود صاحب کے طالب علمی کے ساتھی ہیں۔ درس میں تو شریک نہیں تھے، کمرہ میں ساتھ رہتے تھے۔ حضرت مفتی محمود صاحب تقریباً دو سال آگے ہوں گے اور طالب علمی کے زمانہ میں آپس میں بے تکلفی بھی تھی کہ ساتھی تھے مگر جب حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب کو حضرت تھانوی قدس سرہ کی طرف سے اجازتِ بیعت عطا ہوئی، اسی وقت حضرت مفتی صاحب نے ساتھی کے ساتھ اپنا انداز بدل دیا۔ بے تکلفی کے بجائے احترام کا معاملہ شروع فرمادیا۔

بلکہ اس سے بھی آگے کہ جب دیوبند سے فارغ ہو کر حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب تھانہ بھون تشریف لے جانے لگے، حضرت مفتی صاحب نے حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب کا بستر اپنے سر پر اٹھا لیا اور پیادہ پا، پیدل تھانہ بھون تک سامان اٹھا کر پہنچا کر آئے۔ کیونکہ اس وقت سواریوں کی اس قدر سہولت نہیں تھی۔

اوجِ کمال

ہمارے مفتی محمد فاروق صاحب شہید نور اللہ مرقدہ اس واقعہ کو لکھ کر شعر لکھتے ہیں:

پردۂ عجز میں مخفی ہے تیرا اوجِ کمال   خاکساری میں نہاں رتبۂ اعلیٰ تیرا

کہ اوجِ کمال پر کیسے پہنچے؟ اس عجز وانکساری سے پہنچے۔ اور پھر اس قدر تعلق تھا اپنے

ساتھی سے کہ جب بھی جلال آباد کی طرف سے گذرنا ہوتا، چاہے چند منٹ ہی کے لیے ہو، لیکن ملنا ضرور ہے۔

ایک عجیب قصہ حضرت مفتی محمد فاروق صاحب شہید نے لکھا کہ حضرت مفتی صاحب کا آنکھ کا آپریشن کلکتہ میں ہوا تھا۔ تین ماہ کلکتہ رہ کر جب واپس تشریف لائے، ضعف ونقاہت اور کمزوری انتہاء کو تھی۔ ذرہ سی حرکت سے سخت تکلیف آنکھ میں ہوتی تھی۔ اس سفر سے واپسی پر معمول کے مطابق اپنی صاحبزادی کو جھنجھانہ ملنے کے لیے تشریف لے گئے۔ بس کے ذریعہ سفر نانوتہ سے آتے ہوئے مدرسہ کے قریب بس رک جاتی ہے۔ مگر وہاں رکشہ نہیں ملتا اور وہاں سے حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب کی قیام گاہ فاصلہ پر ہے۔

حضرت مفتی فاروق صاحب لکھتے ہیں کہ 'احقر نے حضرت مولانا ابراہیم پانڈور صاحب سے عرض کیا کہ رکشہ یہاں نہیں ملے گا اس لئے بس اڈے پر اتریں گے کہ رکشہ مل جائے گا اور سہولت رہے گی۔ حضرت مفتی صاحب نے سن لیا اور فرمایا کہ 'نہیں بھائی یہیں اتریں گے۔ بزرگوں کی خدمت میں کچھ پیدل بھی چل کر جانا چاہئے۔ حق تو یہ تھا کہ ہم دیوبند سے پیدل چل کر حاضر ہوتے۔ اگر ایسا نہ کر سکیں تو کیا ہم یہاں سے بھی پیدل چل کر حاضر نہ ہوں؟'

یہ ہے ؎

پردۂ عجز میں مخفی ہے تیرا اوجِ کمال   خاکساری میں نہاں رتبۂ اعلی تیرا

حضرت مفتی محمود صاحب اوپر کے درجات میں تھے۔ حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب آپ سے نیچے کے درجات میں تھے۔ کتابوں کے سمجھنے کے سلسلہ میں اپنے ساتھی کی مدد فرماتے ہوں گے۔ لیکن اس کے باوجود کیسا تواضع کا معاملہ ان کے ساتھ فرمایا۔

حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہ

اس تعلیم وتعلم میں مدد کے علاوہ ایک بہت بڑا عجیب واقعہ حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ

اللہ علیہ کی زبانی میں نے خود سنا۔ فرماتے ہیں کہ میں اوپر کے درجات میں تھا حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب نیچے کے درجات میں تھے۔ ایک مرتبہ فجر کی نماز پڑھتے ہی کمرہ میں پہنچے اور رونے لگے۔ میں نے پوچھا خیر تو ہے؟ حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب نے اپنا ایک خواب بیان کیا۔

فرمایا کہ 'میں نے آج خواب میں دیکھا کہ میں اپنی چارپائی پر تکیہ لگائے ہوئے کتاب کے مطالعہ میں مصروف ہوں۔ داہنی طرف کھڑکی ہے، مجھے محسوس ہوا کہ کھڑکی کے باہر کوئی صاحب ہیں۔ میں نے توجہ نہیں کی۔ کافی دیر کے بعد پھر میں نے ان کی طرف توجہ کی اور پوچھا کہ آپ کون؟ ارشاد فرمایا 'میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں'۔

فرماتے ہیں کہ اس پر آنکھ کھل گئی۔ اب میں نے کتنی بڑی گستاخی کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنی دیر انتظار کی تکلیف پہنچائی۔ میں نے شروع سے توجہ نہیں کی'۔ اس پر روتے ہوئے سسکیاں لے رہے ہیں۔ حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا کہ نہیں رونے کی کوئی بات نہیں۔ ان شاء اللہ پھر زیارت ہو جائے گی۔

کتنی بڑی پیشین گوئی اور کتنی بڑی خوش خبری پیشگی سناتے ہیں۔ کیا مقام ہوگا حضرت مفتی صاحب کا کہ حالانکہ ابھی تو طالب علم ہیں، دار العلوم میں پڑھ رہے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ دو تین دن نہیں گذرے کہ فجر کے بعد پھر وہ ہشاش بشاش شاداں وفرحاں حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں پہنچتے ہیں اور اپنا خواب سناتے ہیں کہ آج الحمد للہ بہت اچھی طرح زیارت ہوئی۔ یہ اوجِ کمال پر کیسے پہنچے؟ یہ خواجہ رسول نما کیسے بنے؟ اور بارگاہِ نبوی میں مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبانِ مبارک کا نکلا ہوا جملہ کیسے مقبول ہوا، کہ پھر کیسے زیارت ہوئی۔ دوستو! یہ عجز وانکسار اور اپنے آپ کو گرانے اور مٹانے سے حاصل ہوا۔

پردۂ عجز میں مخفی ہے تیرا اوجِ کمال　　　خاکساری میں نہاں رتبۂ اعلیٰ تیرا

حضرت شیخ قدس سرہ کی جفاکشی

جیسے حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ساتھی کو ان کا بستر مزدور کی طرح سر پر رکھ کر تھانہ بھون تک پہنچایا، اسی طرح ایک مرتبہ رمضان المبارک میں مغرب، عشاء کے درمیان کی مجلس سے پہلے حضرت شیخ قدس سرہ کو ہم چائے پلا رہے تھے۔ سورت کے ایک ہمارے ساتھی انہوں نے ایک خواب بیان کیا تھا، اس خواب کی تعبیر ہم نے حضرت شیخ قدس سرہ سے پوچھی چائے پلاتے ہوئے۔

حضرت نے اشارہ سے فرمایا کہ 'ورے کو آجاؤ' ۔ یعنی قریب آجاؤ۔ اس خواب کی تعبیر دے کر حضرت نے فرمایا کہ 'ابتدائی دور میں میں یہاں سے دلی جایا کرتا تھا، یہاں سے دلی تک میرا ایک قرآن اور وہاں سے واپسی پر سہارنپور تک ایک قرآن ختم ہو جاتا' ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس ماہِ مبارک میں قرآن کریم کا جو ہم پر حق ہے اس حق کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور تلاوت میں اپنے آپ کو مشغول رکھنے کی توفیق دے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ 'جب میں ریل میں دلی پہنچتا تو سامان کی گٹھری اپنے سر پر رکھ لیتا اور چپل نکال کر ایک ہاتھ میں پکڑ لیتا اور قلعہ کی دیوار پر سے ہوتا ہوا پیدل نظام الدین پہنچتا۔ یہ ہمیشہ کا میرا معمول تھا' ۔

وہاں سے واپس نکل کر بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہم دیر تک اس کا مذاکرہ کرتے رہے کہ کیسی جفاکشی اور ہمت و جواں مردی حضرت شیخ قدس سرہ کو حق تعالیٰ شانہ نے عطا فرمائی تھی کہ مزدوروں کی طرح سے دور دور پیدل ننگے پاؤں سفر فرمالیتے۔

جیسا میں نے عرض کیا کہ بزرگوں کی نقل کی یہ چیزیں ہیں۔ وہ جس طرح بخاری شریف کی گدی پر بیٹھتے، ہمیں بھی اس کی دعا ضرور کرنی چاہیے لیکن اس سے پہلے ان چیزوں اور ان اوصاف کو اپنے اندر پیدا کرنے کی ضرورت ہے کہ جو اوجِ کمال تک پہچانے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ان اکابر نور اللہ مراقدہم کے یہ اوصاف ہمیں اپنے اندر پیدا کرنے کی توفیق دے، جن اوصاف نے انہیں ان بلند وبالا مراتب تک پہنچایا۔ صرف انہیں نہیں پہنچایا بلکہ اللہ نے نسلوں میں اسے منتقل فرمایا۔ جیسے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کتنی جلدی فوراً تعبیر کے بجائے بشارت سنادی، ان شاء اللہ جلد ہی اچھی طرح زیارت ہو جائے گی۔

بھائی خالد منیار

ایک مرتبہ حضرت شیخ قدس سرہ کی مجلس میں فضائلِ درود شریف میں سے وہ واقعات عشاء کی اور تراویح کے بعد کی مجلس میں پڑھے گئے کہ جنہیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ وہ سن کر ہمارے بھائی خالد منیار صاحب حضرت پیر صاحب کے معتکف اوران کے بستر پر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت یہ آج واقعات پڑھے گئے۔ عرصۂ دراز سے تمنا ہے، خواہش ہے، دعا بھی ہے اور کوشش بھی ہے مگر اب تک اس میں کامیابی نہیں ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اب تک زیارت نہیں ہوئی۔ ابھی یہ پیر صاحب کے سامنے اپنی درخواست پوری پیش نہیں کر پائے کہ حضرت شیخ قدس سرہ نے اپنے معتکف میں سے آواز دی ’طلحہ!‘ حضرت پیر صاحب اپنے بستر سے اٹھ کر حضرت شیخ کے معتکف میں تشریف لے گئے۔

اب بھائی خالد صاحب بیدار ہیں۔ ہزاروں کے مجمع کے بیچ میں ہیں کہ اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ میدانِ محشر قائم ہے۔ تمام مخلوق بھاگی جارہی ہے۔ بھائی خالد صاحب فرماتے ہیں کہ میں بھی بھاگ رہا تھا، اتنے میں دیکھا کہ اللہ عزوجل کا عرش ہے اور عرش کے سایہ میں جو کھڑے ہیں، ان میں سے ایک ہماری عزیزہ مرحومہ بھی سائے میں کھڑی ہیں۔

اس نے مجھے اشارہ سے بتایا کہ اس طرف بھاگو۔ جس طرف انہوں نے اشارہ فرمایا ادھر دیکھا کہ ایک نور چمک رہا ہے، لہذا میں اس طرف بھاگنے لگا۔ جب اس کے قریب پہنچا،

دیکھا کہ نورانیت میں اس قدر اضافہ ہوا کہ نگاہیں چکا چوند ہو رہی ہیں۔ جب قریب پہنچے، دیکھا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ان اوصاف عجز وانکسار کی برکت سے یہ اوجِ کمال عطا فرماتے ہیں اور پھر اس طرح یہ منتقل ہوتے ہیں نسلوں میں۔ اللہ تعالیٰ ہماری نسلوں میں ایمان کو باقی رکھے۔

نورِ محمدی

بھائی خالد منیار صاحب نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محشر میں زیارت فرمائی، دور سے نور دکھائی دیا۔ ساری کائنات میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہی نور اہلِ بصیرت دیکھ پاتے ہیں۔ اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کے پیدا کرنے سے پہلے نورِ محمدی کو پیدا فرمایا۔ اس نور کو اپنی قدرت سے جہاں چاہا سیر کرائی۔ اس وقت نہ لوح تھی، نہ قلم۔

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی تقدیر زمین وآسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے لکھ دی اور اس کا عرش پانی پر تھا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا اور اس سے کہا کہ لکھ۔ اس نے کہا کہ میرے رب کیا لکھوں؟ حکم ہوا کہ تمام اشیاء کی تقدیر لکھ۔ ایک حدیث میں ہے کہ عرش سے پہلے پانی کو پیدا کیا۔ معلوم ہوا کہ سب سے پہلی مطلق چیز نورِ محمدی پھر پانی، پھر عرش پیدا کیا گیا۔

حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، نورِ محمدی کو آپ کی پشت میں رکھ دیا۔ وہ نور آدم علیہ السلام کی پیشانی میں چمکتا تھا۔ جب آپ کی وفات ہونے لگی، انہوں نے اپنے فرزند حضرت شیث علیہ السلام کو وصیت فرمائی اور انہوں نے وہی وصیت اپنے فرزند کو کی کہ یہ نور صرف ارحامِ طاہرہ میں منتقل کیا جائے۔ اس وصیت پر برابر عمل ہوتا

رہا یہاں تک کہ وہ نور جاہلیت کی بدکاری سے محفوظ ہوکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبد اللہ تک پہنچا جس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف احادیث میں خبر دی ہے۔

اسی لئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو اس وقت حضرت آمنہ دیکھتی ہیں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے ساتھ ہی ساری کائنات روشن ہوگئی۔ ہر طرف نور ہی نور اور بصریٰ تک کے علاقوں کو حضرت آمنہ دیکھ پائیں۔

سیرتِ پاک کے گیارہ سال

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ ربیع الاول کے مہینہ میں ہوئی جب کہ نوشیروانِ عادل کا زمانہ تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ تشریف لے جاتے ہیں، یہ بھی ربیع الاول کا مہینہ۔ مکہ مکرمہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترپین برس گذارے اور مدینہ طیبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام دس برس رہا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ آمد کے پہلے سال میں ماہِ محرم میں مسجد نبوی اور حجرہ شریفہ کی تعمیر ہوئی اور مہاجرین و انصار میں بھائی بندی اور مؤاخات کرائی گئی۔ پہلے ہی سال میں اذان مشروع ہوئی۔

ہجرت کے دوسرے سال میں نصف شعبان پر نمازِ عصر میں بیت المقدس کے بجائے قبلہ کعبہ شریف کو قرار دیا گیا۔ اسی سال ماہِ شعبان میں رمضان کے روزوں کی فرضیت کا حکم ہوا، صدقۂ فطر واجب کیا گیا۔ پھر رمضان المبارک میں غزوۂ بدر کا معرکہ پیش آیا۔ شوال میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا عقد اسی سال میں ہوا۔

ہجرت کے تیسرے سال میں سات شوال ہفتہ کے دن غزوۂ احد ہوا۔ اور غزوۂ بدر صغریٰ ذیقعدہ میں پیش آیا۔ اسی تیسرے سال میں غزوۂ بنونضیر ہوتا ہے اور غزوۂ احد کے بعد شراب

کی حرمت کا حکم نازل ہوتا ہے۔ چوتھے سال میں غزوۂ خندق پیش آیا جسے غزوۂ احزاب بھی کہا جاتا ہے۔ اسی غزوہ میں مدینہ طیبہ کا پندرہ دن تک محاصرہ کیا گیا پھر اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کو شکست دی۔ اسی سال نماز میں قصر کا حکم اور تیمّم کی آیتیں نازل ہوئیں۔

پانچویں سال شروع محرم میں غزوۃ ذات الرقاع پیش آیا اور نمازِ خوف پڑھی گئی۔ نیز دومۃ الجندل اور بنی قریظہ بھی اسی پانچویں سال میں پیش آئے۔ چھٹے برس میں غزوۂ حدیبیہ جسے بیعت الرضوان بھی کہا جاتا ہے اور غزوۂ بنوالمصطلق پیش آئے۔ ساتویں سال میں غزوۂ خیبر ہوا۔ آٹھویں سال میں غزوۂ موتہ اور ذات السلاسل ہوا اور آٹھویں سال کے رمضان المبارک میں مکہ مکرمہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم فاتحانہ داخل ہوتے ہیں اور طائف کے غزوات ہوتے ہیں۔

نویں سال میں غزوۂ تبوک ہوتا ہے، اس کے بعد وفود کی آمد ہوتی ہے اور لوگ 'یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا' فوج درفوج اسلام میں داخل ہوتے ہیں۔ دسویں سال میں حجۃ الوداع ہوا ہے اور حضرت ابراہیم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ وفات پاتے ہیں۔ گیارہویں سال میں بارہویں ربیع الاول کی صبح سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف ہوتی ہے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک تریسٹھ برس تھی۔

اس سراپا رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی سے اللہ تعالیٰ ہمیں قرب نوازے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہمارے دل کی کھڑکی ہر وقت کھلی رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہمارے اعمال اس حال میں پہنچیں کہ ان پر جب سرکار کی نظر ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف سے خوش ہوں۔

اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کرنے والے اسباب اور افعال واقوال اور حرکات اور سکنات سے ہماری حفاظت فرمائے۔ اور جن سے باری تعالیٰ ناخوش ہوتے ہیں ایسے گناہوں سے اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے اور رمضان المبارک میں ہماری مغفرت کا فیصلہ فرمادے، ہم سب کو

معافی دے دے۔

گذشتہ رات مانچسٹر کی طرح سے لندن میں جو واقعات رونما ہوئے انسانیت کے ماتھے پر بڑا دھبہ ہیں۔ ایسے ظالموں سے اللہ تعالیٰ اس دنیا کو پاک کرے، اس ملک کو محفوظ رکھے اور آئندہ اللہ تعالیٰ ایک مثالی امن وسکون کی جگہ اس ملک کو بنائے۔

پچاس سال قبل

جیسا کہ میں نے اس دن سنایا تھا کہ پچاس سال قبل ان چیزوں کا اس ملک میں کبھی کوئی تصور بھی نہیں کرسکتا تھا، سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ بڑی بڑی قیمتی چیزیں پوسٹ مین وغیرہ پارسل والے دروازہ پر چھوڑ کر چلے جاتے۔ نہ چوری کا کوئی خطرہ ہوتا تھا نہ کسی کی طرف سے اور کسی شرارت کا کوئی تصور کرسکتا تھا اور اب یہ عجیب دنیا بدل گئی کہ یہ ایسے بڑے بڑے جرائم روزمرہ کے واقعات ہونے لگے کہ آج یہاں ہورہا ہے، کل وہاں ہورہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے ، انسانیت پر رحم فرمائے، دنیا کے چپہ چپہ میں ، ہر ملک میں، اس کی ہر گلی میں، ہر محلّہ میں اللہ تعالیٰ امن وسکون کی فضا پیدا فرمائے۔ انسانوں کو انسان بن کر ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارہ کے ساتھ محبت کے ساتھ رہنے کی سب کو سمجھ عطا فرمائے۔ مبارک مہینہ کی دعاؤں میں یہاں کے امن وسکون کے لیے بھی ہمیشہ دعا مانگتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

۱۰؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہم جتنی چیزوں میں پھنسے ہوئے ہیں، ہمارے اکابر کے حالات ہم پڑھتے ہیں دیکھتے ہیں کہ وہ اتنے ہی ان چیزوں سے دور بھاگتے تھے۔ ہم اپنی چھاتی سے، کلیجے سے لگائے ہوئے ہیں۔ ہر وقت اسی کا تصور ہے، ہم اسی کے اندر مشغولی ہیں۔

حضرت شیخ قدس سرہ

بار بار میں نے قصہ سنایا کہ سیدی مرشدی حضرت شیخ مہاجر مدنی قدس سرہ کو نہ کپڑوں سے محبت تھی، نہ کھانے پینے کی چیزوں سے ہماری طرح لگاؤ تھا۔ ابھی آم کا موسم چل رہا ہے، حضرت اس وقت دھڑی کے حساب سے منگواتے تھے اور فرماتے کہ اس میں سے اچھے اور خراب الگ کرلو۔ جو اچھے ہیں اور جو خراب ہو چکے ہیں یا ہونے کے قریب ہیں انہیں علیحدہ کرلو۔ اس کے بعد اچھے والے سارے تقسیم کروا دیتے تھے اور جو سڑے ہوئے رہ گئے ہوتے فرماتے اس میں سے کھانے کے قابل حصہ کاٹ لو۔

ایک دفعہ کا قصہ سنایا تھا کہ حضرت نے ایسے ہی گرمی کے موسم میں تربوز منگوائے اور حضرت نے یوں فرمایا کہ اس کو عشاء کے بعد کیلئے کاٹ کر رکھ لو۔ وہیل چیئر میں تشریف لے

جا رہے تھے مغرب کی نماز کے لیے۔ جہاں مرے ہوئے جانور اور کوڑا کرکٹ اور سب کچھ غلاظت پھینکی جاتی تھی وہاں وہ چھلکے بھی پھینکے ہوئے تھے تربوز کے۔

حضرت نے وہیل چیئر میں سے سرخی دیکھ لی فرمایا ’گاڑی روکو‘۔ وہیل چیئر روکی فرمایا کہ قریب لے جاؤ۔قریب لے گئے۔فرمایا اٹھاؤ۔ایک اور دو تین۔ دیکھ کر فرمایا ’یہ کس احمق کو اس کے کاٹنے پر لگا دیا تھا؟ یہ سب اٹھاؤ اور سرخ حصہ کاٹ لو‘۔اس کے بعد عشاء کے بعد حضرت نے فرمایا کہ ’یہ کوڑے پر سے اٹھا کر کے صاف کر کے کاٹا گیا ہے ۔جس کا جی نہ چاہے نہ کھائے۔ میں تو اسی کو کھاؤں گا‘۔

رمضان المبارک میں ہمارے الوان (رنگ برنگ کے کھانوں) کی تو کوئی انتہاء نہیں رہتی۔ روز نیا نیا رنگ، مطبخ میں نئی نئی خوشبو اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا سارا رمضان اس طرح گذرتا تھا۔ کہ مغرب کے بعد طویل نفلوں کے بعد عشاء کے قریب ایک چائے کا کپ اور گھر والے جو نمکین چیز بھیجتے اس کا ایک آدھ لقمہ لیتے۔کبھی بھائی ابوالحسن بہت زیادہ اصرار کرتے، ابلے ہوئے انڈے میں سے آدھا زردی والی حصہ نوش فرما کر بس چائے پر اکتفا فرماتے۔ یہی حال سحری میں ہوتا۔ پورا رمضان المبارک حضرت اس طرح کیسے گذارتے ہوں گے۔

ہاں البتہ رغبت تھی کھانے کی، ایک سال بھر میں موقعہ آتا تھا کہ کئی دن تک حضرت منتظر رہتے اس کھانے کے لیے۔ ذی الحج کا چاند سہارنپور میں دیکھا گیا کہ گریہ و زاری شروع ہوجاتی کہ عشاق تیرے در پر پہنچ چکے ہیں۔ ہم یہاں پڑے ہوئے ہیں۔ اشعار پڑھتے روتے رہتے۔کوئی عطر پیش کرتا، روتے ہوئے فرماتے کہ عشاق اب تو خوشبو سے روک دیئے گئے ہیں کہ محرم احرام کے بعد خوشبو نہیں لگاتا۔ ادھر ہی ذہن متوجہ رہتا، اسی کو سوچتے رہتے۔ دن میں بار بار ہر موقعہ پر وہاں والوں کو یاد فرماتے اور روتے رہتے۔ ذہن ادھر ہی رہتا۔

قربانی کا گوشت

جب عید قریب آجاتی، تقریباً تین دن پہلے سے کھانا پینا بالکل موقوف ہو جاتا رمضان المبارک کی طرح سے۔ بس اب تو قربانی کے گوشت میں سے کھائیں گے۔ تین دن کے فاقہ کے بعد جیسے ہی قربانی ہوتی اور وہ گوشت کٹڑے کا لایا جاتا، اس کے ساتھ اس وقت نہ روٹی رکھی جاتی نہ چاول رکھے جاتے۔ صرف قربانی کا گوشت کہ مالک کی طرف سے ضیافت ہے، اسی سے کھائیں گے اور تقریباً تین دن تک مسلسل یہی حال رہتا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ روٹی رکھی جاتی پھر معمول کے مطابق دسترخوان شروع ہوتا۔

لباس میں سادگی

کھانے پینے کی طرح یہی حال بلکہ اس سے بھی آگے لباس کا تھا کہ حضرت فرماتے ’مجھے اچھا لباس نہ اپنے جسم پر کبھی اچھا لگا نہ دوسرے کے جسم، پر کہ میں اس کو دیکھ کر سوچتا ہوں کہ اس قیمتی اچھے لباس سے اس کے جسم کو کیا ملا‘۔

اسی لئے ایک سویٹر حضرت نے ستائیس برس تک پہنا۔ ایک ہی سویٹر کو۔ ایک کرتہ حضرت کے یہاں تھا جسے حضرت سترہ برس تک پہنتے رہے۔ اونی کرتہ تھا وہ سردیوں کے چھ مہینے جسم پر رہتا۔ اسے دھویا نہیں جاتا تھا بس دھوپ میں رکھ دیا جاتا تھا۔ اسے حافظ صدیق صاحب زور زور سے مار کر گرد و غبار اڑا دیتے تھے۔ اس میں سے اتنی خوشبو، اتنی خوشبو ہوتی۔ اب تک جس کسی کے پاس حضرت کے کپڑے ہیں، اس میں وہی حضرت کے جسم والی خوشبو پائی جائے گی۔

جسم کی خوشبو

اور حضرت کے جسم والی خوشبو کون سی تھی؟ ملتزم پر جب آپ پہنچیں، جو وہاں خوشبو کعبۃ اللہ کے غلاف میں اور بیت اللہ کے پتھروں میں محسوس ہوتی ہے، وہی حضرت کے جسم میں

ہروقت خوشبو رچی بسی رہتی تھی۔جنہیں نہ کھانے پینے سے کوئی رغبت، نہ اچھے لباس کی حاجت
تو صحیح معنی میں اس دنیوی زندگی کا لطف انہوں نے اٹھایا۔ ظاہر میں ، دیکھنے والے سوچتے
ہوں گے کہ ساری دنیا مزے اڑا رہی ہے اور یہ تقشّف کی راہ پر چل کر کتنے بے چارے یہ
راحتوں سے محروم ہیں۔

جیسا میں نے عرض کیا کہ حضرت ذی الحج کے چاند سے لے کر عید تک حضرت تصور میں
حرمین میں رہتے تھے۔ یہاں سہارنپور میں جسم ہے مگر دل و دماغ وہیں ہے۔ نہ عمارت کی تعمیر
حضرت کو اچھی لگتی۔ کچے گھر میں مولانا نصیر الدین صاحب نے ایک مرتبہ چھتجا ذرہ سا بنالیا۔
حضرت سفر میں تھے انہوں نے سوچا کہ موقعہ اچھا ہے بنالیتے ہیں۔آ کر ہتھوڑا لے کر حضرت
اسے توڑ رہے ہیں۔

پنکھے اور بجلی

کسی نے برما سے سہارنپور کے مدرسہ کے لیے بجلی، لائٹ اور پنکھے وغیرہ کے لیے رقم
بھیجی۔حضرت نے فرمایا کہ 'میری زندگی میں تو یہ لگتی نہیں'۔ بڑی مشکل سے کئی سال تک
حضرت نے اسے روکے رکھا۔ بعد میں بڑی مشکل سے لگائی گئی۔اسی لئے جب ہم ۶۷ء اور
۶۶ء میں پڑھتے تھے، اس وقت وہاں کسی درس گاہ میں پنکھے نہیں تھے۔ یہ حضرات اصل میں
سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی کی طرف ہر چیز میں دیکھتے تھے کہ آقائے پاک صلی
اللہ علیہ وسلم کا بستر کیسا تھا۔آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مکان کیسا تھا۔ہر چیز میں جہاں
تک ہوسکے نقل فرماتے۔

حضرت میاں اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا مناظر حسن گیلانی فرماتے ہیں کہ میں جب فراغت کے بعد دیوبند حاضر ہوا
اور حضرت میاں اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری دی، حضرت نے

پوچھا 'مکان کہاں تجویز ہوا ہے'، کہاں سوتے ہو؟ کہتے ہیں کہ دیکھا کہ اگلے دن کوئی پلنگ لے کر آرہا ہے کہ حضرت میاں صاحب نے بھیجا ہے۔ کہتے ہیں کہ میں حیران رہ گیا کہ خود چھوٹے سے ایک چبوترے پر حضرت مصلی بچھا کر تشریف رکھتے ہیں۔ اور ایک دو بان کی چارپائیاں پڑی ہیں اسی پر مہمان آکر بیٹھتے ہیں اور میرے لئے یہ پلنگ!

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ذاتی زندگی میں یہ تقشّف اس کے باوجود تھا کہ حضرت کی بار بار راندیر میں آمد رہی اور بالآخر وہیں وصال بھی ہوا۔ وہاں راندیر میں برما والوں کا طرزِ زندگی حضرت دیکھتے تھے لیکن کسی چیز سے کوئی تاثر نہیں ہوئی۔ اپنے گھر کو اسی حال میں حضرت نے رکھا۔ ہر وقت ان حضرات کی زبان پر یہی رہتا تھا کہ ہمیں تو مرنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح ہمیں سمجھایا کہ مسافر کسی درخت کے نیچے سایہ دیکھ کر تھوڑی دیر کے لیے ٹھہر جاتا ہے، اس طرح کا ہمارا یہاں ٹھہرنا ہے، نہ جانے کب بلاوا آجائے۔

موت سے غفلت

اسی لئے علامہ زبیدی یوں فرماتے ہیں کہ 'جو دنیا میں مشغول رہتا ہے اس کے دھوکے کے اسباب اور جالوں میں پھنسا ہوا رہ جاتا ہے۔ ہر وقت اسی کی مشغولی رہتی ہے، اسی میں اوندھا سیدھا گرا پڑا جا رہا ہے، اس چیز کی شہوت ہر وقت لگی رہتی ہے۔ پیٹ اور شرمگاہ کی شہوتیں پوری کرنے کے پیچھے دل ہر وقت لگا رہتا ہے۔

'یَغْفُلُ قَلْبُهُ لَا مَحَالَةَ عَنْ ذِكْرِ الْمَوْتِ فَلَا يَذْكُرُهُ' کہ ان شہوتوں کے غلبہ کی وجہ سے اس کا دل موت کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے۔ کبھی یاد نہیں آتا۔ کبھی یاد نہیں کرتا۔ جب کبھی موت یاد بھی آجائے تب بھی موت سے محبت نہیں ہوگی، کراہیت ہوگی اور اس سے بھاگے گا۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ کہ تب اس سے بھاگتے ہو لیکن اس سے مفر اور چارہ نہیں'۔ اللہ

تعالیٰ ہمیں موت کی تیاری کی توفیق دے۔

اسی لئے حضرت فرماتے کہ 'لاموت کا قصیدہ سنا'۔قصیدۂ موت سنتے اور روتے۔ اور پھر موت انہیں اتنی محبوب اور پیاری لگتی ہے کہ منتظر رہتے ہیں کہ کب بلاوا آجائے کہ جس کے متعلق زبیدی فرماتے ہیں کہ 'وَاَمَّا الْعَارِفُ الْمُنْتَهِيْ فَاِنَّهُ يَذْكُرُ الْمَوْتَ دَائِمًا لِاَنَّهُ مَوْعِدُ لِقَاءِ حَبِيْبِهٖ'۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ وفات کے وقت فرمانے لگے کہ 'حَبِيْبٌ جَاءَ عَلٰى فَاقَةٍ' کہ ضرورت کے وقت ہی مالک کی طرف سے بلاوا آیا ہے۔ ابھی مجھے سب سے بڑی ضرورت محبوب کے پاس پہنچنا ہے، کہ کب مجھے ملک الموت لے جائے۔

جو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس مرض الوفات میں موجود تھے،انہوں نے سنا کہ 'اگر مجھے یہ یقین نہ ہوتا کہ یہ میرا دنیا سے رحلت کا آخری دن ہے'وَاَوَّلُ يَوْمٍ مِّنَ الْاٰخِرَةِ ' اورآخرت کا یہی میرا دن پہلا آج شمار ہوگا، میں اس راز کا افشاء نہ کرتا۔ یہ تو اپنے مصاحبین سے فرمایا۔ پھر مالک کی طرف متوجہ ہوکر مالک سے خطاب فرما کر کہنے لگے 'اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَعْلَمُ اِنِّيْ كُنْتُ اُحِبُّ الْفَقْرَ عَلَى الْغِنٰى وَاُحِبُّ الذِّلَّ عَلَى الْعِزِّ وَاُحِبُّ الْمَوْتَ عَلَى الْحَيَاةِ' کہ مجھے غنا کے بدلہ فقر محبوب تھا،اورعزت کے بدلہ مجھے ذلت پسند تھی،اور زندہ رہنے کے مقابلہ میں مجھے موت پسند تھی'۔

ہر چیز میں یہ تین چیزیں ہم اپنے اندر ٹٹول کر دیکھیں کہ ہمیں سیری ہی نہیں ہوتی۔ کتنی دولت اکٹھی ہوجائے پھربھی ہم اپنے آپ کومحتاج ہی سمجھتے ہیں۔اور وہ سچ مچ اپنے لئے غناء کے مقابلہ میں فقر ہی کو پسند کرتے تھے۔کہ قرآن پاک میں ہے 'لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ'۔ جواس کے دین کے خادم بننے جارہے ہیں،اس کی طلب میں مشغول

ہیں، ان کو سب سے بڑا جو ٹائٹل دیا وہ 'فقیر' کا دیا ہے 'فُقَرَآء'۔ یہ طالب علم کی حقیقت ہے۔

اور تیسری چیز ارشاد فرمائی 'اُحِبُّ الْمَوْتَ عَلَی الْحَیَاۃِ'۔ اللہ کو خطاب کر کے تین چیزیں گنوائیں۔ کہ مجھے فقر کے مقابلہ میں غنا پسند ہے، عزت کے مقابلہ میں مجھے ذلت پسند ہے۔ اور زندہ رہنے کے مقابلہ میں مجھے موت پسند ہے۔ یہ آخری کلمات حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمائے۔ اور ہم تو زندہ رہنے کے لیے سامان نہیں اکٹھا کر رہے، بلکہ سات پشتوں تک کا بھی اکٹھا کر کے، دل کو تسلی نہیں ہے۔

حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ہمارا یہ حال کہ ہر وقت ناک اونچی رہتی ہے، کبھی نیچی نہ ہو۔ اور وہ فرماتے ہیں 'وَیُحِبُّ الذِّلَّ عَلَی الْعِزِّ' کہ مجھے ذلیل بننا پسند ہے عزت کے مقابلہ میں۔ اسی لئے حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مفتی اعظم شوریٰ نے بنایا، مگر حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب کو حکماً بہ اصرار دھمکی دے کر ان کو بٹھا دیا۔ اور خود ان کی ماتحتی میں رہے کہ اگر تم اس کو قبول نہیں کرو گے، میں دار العلوم چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔

یہ مناصب انہوں نے قبول نہیں فرمائے اور وہ بھی دنیائے اسلام کا اتنا بڑا ادارہ اتنا عظیم مرکز، وہاں کے دار الافتاء کی ریاست کو قبول نہیں فرمایا۔ یہ اس کے معنی ہیں 'اُحِبُّ الذِّلَّ عَلَی الْعِزِّ وَاُحِبُّ الْمَوْتَ عَلَی الْحَیَاۃِ'۔ بار باران اکابرین کی زبان سے سنا گیا کہ 'موت آ کے ہی نہیں دیتی'۔ منتظر رہتے ہیں۔

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس معالج کو لایا گیا، ڈانٹا اس کو:

از سر بالین من برخیز اے ناداں طبیب درد مند عشق را دارو بجز دیدار نیست

کہ ہمارے سرہانے سے اٹھ جاؤ۔ تم میرا کیا علاج کرو گے، تم میری بیماری کو سمجھ ہی نہیں

سکتے۔تم سمجھ نہیں پاؤ گے میری بیماری کیا ہے۔علاج کیا کرو گے۔ میں بتادیتا ہوں کہ مجھے کیا بیماری ہے:

دردمندِ عشق را دارو بجز دیدار نیست

کہ مجھے جو درد ہے اور تکلیف ہے وہ عشق ومحبت کا درد ہے۔'دردِمند عشق را' اوراس کا علاج ہے'دارو بجز دیدار نیست'۔بس مجھے مالک کے پاس جانے دو۔ چنانچہ انتقال ہوتا ہے، دیکھنے والے کیا کیا دیکھتے رہے۔ادھر آنکھیں بند ہونے کے ساتھ ہی ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے احوال پڑھیئے۔

حضرت ذوالنون مصری سارے علاقہ کے بڑے تھے۔جس طرح ہمارے یہاں ہندوستان کے خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے کھاتے میں ہندوستان کا ملک لکھا گیا ہے، اسی طرح نہ صرف مصر بلکہ اس کے مضافات کے تمام علاقوں کے سب سے بڑے حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ تھے۔وہ ڈانٹتے ہیں

از سرِ بالینِ من بر خیز اے ناداں طبیب

کہ میرے سرہانے سے اٹھ جاؤ اے بے وقوف ڈاکٹر!

کہ دردمندِ عشق را دارو بجر دیدار نیست

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں ایک روایت بیان کی '**حَدَّثَنَا عَفَّانُ قَالَ حَدَّثنا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ حَبِيْبِ بْنِ شَهِيْدٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ**' کہ حبیب حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بصری نے ارشادفرمایا'**لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ وَذُرِّيَّتَهُ قَالَتِ الْمَلٰئِكَةُ**' کہ جب اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کواوران کی صلب میں ان کی ذریت کو پیدا فرمایا، ملائکہ کہنے لگے کہ '**اِنَّ الْاَرْضَ لَايَسَعُهُمْ**'۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے صحابی کا نام ذکر نہیں کیا چونکہ خود تو صحابی نہیں ہیں۔ انہوں نے راوی کو کیوں حذف کردیا۔ یہ اکثر و بیشتر عادت شریفہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کی تھی کہ یہ روایت انہوں نے کس سے سنی، کس صحابی کی زبانی یہ ارشادِ نبوی انہیں پہنچا، صحابی کا نام نہیں لیتے۔ کسی نے تدلیس کا الزام لگایا کسی نے کیا لگایا۔

ایک مرتبہ کسی نے خود حضرت حسن بصری سے پوچھا کہ 'حضرت والا! یہ آپ نے فلاں فلاں موقعہ پر فلاں روایت بیان فرمائی، اس میں صحابی کا نام نہیں لیا؟' صاف جواب دیا کہ وہ حجاج بن یوسف کا زمانہ تھا۔ یہ بنوامیہ اہل بیت کا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نام سننے پر تلوار چلا دیتے تھے، سر کاٹ کر رکھ دیتے تھے۔ کسی کی مجال تھی کہ وہ اہلِ بیت میں سے کسی کا نام لے کر دین کو بیان کرے۔ اور امام اہلِ بیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا نام لے اور ان سے بیان کرے۔

پھر اس کے بعد فرمایا کہ میں نے یہ روایات حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے سنی ہیں۔ جب میں یہ بیان کرتا تھا، حجاج بن یوسف کی تلوار کوفہ میں اور بصرہ میں قتلِ عام مچا رہی تھی۔ میں کیسے ایسے موقعہ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف اس روایت کو منسوب کرتا۔

امنیات

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ملائکہ نے پھر پوچھا۔ عرض کیا اللہ عزوجل سے کہ یہ ذریت جو ہم ان کی پشت میں دیکھ رہے ہیں، حضرت آدم علیہ السلام کی صلب میں دیکھ رہے ہیں، وہ تو اتنی زیادہ ہے کہ روئے زمین میں جتنی وسعت اور گنجائش ہے اس سے کئی گنا زیادہ یہ مخلوق ہے۔ یہ اس کو رکھا کہاں جائے گا؟ یہ کہاں جائے گی؟ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے فرمایا کہ 'اِنِّیْ جَاعِلٌ مَوْتًا' کہ میں موت کا سلسلہ قائم کروں گا۔ وہ آتے رہیں گے مرتے رہیں گے، کٹتے رہیں گے۔

پھر ملائکہ نے پوچھا 'اَذًا لَا یَھْنَـؤَھُـمُ الْعَیْـشُ' کہ جب انہیں پتہ ہوگا کہ ہمیں مرنا ہے، انہیں زندگی وہاں زمین میں کیسے اچھی لگے گی؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ 'اِنِّـیْ جَـاعِلٌ أَمَلاً' کہ میں امیدوں کا ایک لامتناہی سلسلہ ان کے لیے قائم کردوں گا۔ کہ یہ کروں گا تو یہ ہوگا، وہ کروں گا تو یہ ہوگا۔ امیدیں، لمبی چوڑی ہوں گی۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مثالاً جو لکیریں کھینچیں اور مثال بیان فرمائی، اس میں فرمایا کہ یہ موت کی لائن اس کی آنکھوں کے سامنے ہے مگر اس کی آرزوئیں اس کے مرنے کے بعد تک آگے چلی جارہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان امنیات سے جن کی طرف نفس ہمیں ہروقت راغب کرتا رہتا ہے اس سے ہماری حفاظت فرمائے۔ ہمیں موت کی حقیقت اپنی نظروں کے سامنے ہمارے اکابر کی طرح رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

التوبۃ مثل الحوبۃ

'اُحِبُّ الـذِّلَّ عَـلیَ الْعِزِ'، حضرت مفتی محمود صاحب کو اپنے لئے عزت پسند نہیں ہے، نیچے رہنا پسند ہے۔ کسی کی ماتحتی میں گذارا پسند ہے۔ حضرت مفتی صاحب کے خلاف جو فتویٰ لکھا گیا اور دیواروں پر چسپاں کیا گیا، اسے سر پر حضرت بٹھا رہے ہیں اور پھر انہی کی خیر خواہی کے لیے فرمایا کہ یہ تمہاری توبہ اور معذرت میری ذات تک تو یہ قبول ہے میں کل قیامت میں تمہارا دامن نہیں پکڑوں گا۔

لیکن جو مالک کے لیے تم نے گناہ کیا ہے کہ اس جھوٹ کو دیواروں پر چسپاں کیا گیا اور تمہیں یہ پسند آیا، اس کی تلافی اور توبہ اسی وقت ہوسکتی ہے کہ مالک سے توبہ بھی کرو اور اسی انداز میں اس کی تلافی کی جائے۔ کہ یہ مجھ سے غلطی تھی یا زبردستی لکھوایا گیا تھا، کہ اس کو لکھو اور دیواروں پر چسپاں کرو۔ تب جا کر جو شرعی قائدہ ہے کہ 'اَلتَّـوْبَۃُ مِثْـلُ الْـحَوْبَۃِ' اس کے مطابق تلافی ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نفسانی شکنجوں سے نجات نصیب فرمائے۔

حضرت مولانا شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ، نے دنیا آسانی سے ترک کر دی تھی کہ انہیں بھی نہ کھانے کی کوئی حاجت۔ لباس تو بہت نفیس پہنتے تھے لیکن کھانے کی کوئی حاجت نہیں۔ روز میں ٹفن لے کر ان کے یہاں پہنچتا اور شام کو اسی طرح بھرا ہوا واپس لاتا۔ ہمت کر کے ایک دفعہ پوچھ لیا کہ حضرت آپ ہمیشہ کس طرح گذارا فرما سکتے ہیں۔ ایک دن، دو دن، پورا سال، سالہا سال تک آپ کا یہی معمول ہے؟

فرمایا کہ میں جب یہاں سے مدرسہ جاتا ہوں، ایک آنہ کے چنے لے لیتا ہوں کیونکہ وہ چنے کھاتے ہوئے میرے مطالعہ کا حرج نہیں ہوتا۔ میں کتاب کو دیکھ سکتا ہوں پڑھ سکتا ہوں۔ قلم ہاتھ میں لے سکتا ہوں، لکھ سکتا ہوں۔ اور یہ جو کھانا تم ٹفن میں لاتے ہو اس کے لیے مجھے ہاتھ دھونا پڑے گا، ہاتھ خراب ہوگا اس کی وجہ سے میں کتاب کے اوراق نہیں الٹ سکتا، میں قلم نہیں پکڑ سکتا، لکھ نہیں سکتا۔ اتنی دیر تک کے لیے مجھے اپنے علم سے دور رہنا گوارا اور پسند نہیں ہے اس لئے میں چنے پر گذارا کرتا ہوں۔

کیسے اللہ نے اپنے بندوں کو اپنے نفس پر قابو دیا۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ بزرگی بہت آسان اور علم بہت مشکل ہے۔ علم تو پڑھنے سے ہی ملتا ہے۔ سالہا سال یہ کتاب پڑھو، یہ فن پڑھو تب جا کر علم ملتا ہے۔ اور فرماتے کہ بزرگی بہت آسان، نفس پر ایک قدم رکھ دو دوسرا قدم تمہارا جنت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی نفس کشی ہمیں بھی نصیب فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

۱۱/رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

بسم الله الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ مبارک مہینہ کی ہر گھڑی میں اپنے مولیٰ کو مناتے رہنے کی توفیق دے۔ جیسے میں نے بچہ کی مثال دی تھی کہ جب ضد پر آتا ہے، اس کی زبان پر ایک ہی رٹ ہوتی ہے۔ چاہے وہ سویٹ کا مطالبہ ہو یا کسی اور چیز کی طلب ہو۔

اس طرح ہم سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے بچنے کے لیے ایسا نہیں کر سکتے کہ ہر وقت مالک سے اپنی معافی مانگتے رہیں تاکہ ہم جبریل امین اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا کے مستحق نہ ہوں ورنہ پھر ہمارا ٹھکانہ کہاں ہوگا اور ہمارا کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کا فکر ہمیں عطا فرمائے۔

نظراندازی

یہ جو ہماری ignore (نظر انداز) کرنے کی طبیعت ہے اللہ تعالیٰ اس سے ہمیں توبہ کی بھی توفیق دے۔ دوسرے عیوب اور رذائل کی طرح سے یہ بھی ایک بہت بڑا رذیلہ ہمارے اندر موجود ہے کہ جب کسی کا بیان سنا، کسی کتاب میں پڑھا، کسی مجلس میں شرکت کی، اس وقت ذرا سا دل پر اثر ہوا۔ کبھی آنسو بھی نکل گئے، لیکن جب وہاں سے اٹھے پھر وہی

حال ہے۔ کوئی تبدیلی نہیں۔ زندگی کا رخ جس طرف ہم نے بنا لیا ہے اس سے ذرہ بھر ادھر ادھر کرنے کے لیے ہم تیار نہیں ہوتے۔

اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس، اس روٹھے ہوئے مولیٰ کو ہم منوا لیں اور اللہ ہم سے راضی ہو جائے اور ہم اس سے راضی ہو جائیں۔ کہ ہمارے ساتھ جو کچھ بھی پیش آئے، کبھی ہماری زبان پر شکایت نہ ہو۔ یہی سوچیں کہ اوہ! میں نے اپنی بربادی میں کونسی کسر اٹھا رکھی ہے۔ جو کچھ آئے اسے مولیٰ کی طرف سے سمجھیں اور مولیٰ عادل ہے، منصف ہے، مقسط ہے وہ جو کچھ میرے ساتھ کرتا ہے وہ اس کا عدل اور انصاف ہے۔ ہر وقت مالک کے ہر فیصلہ پر ہم راضی رہنے کی کوشش کریں۔

شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہ

یہ نفس کشی کا ذکر چل رہا تھا اور اس کے ذیل میں ہمارے اکابر نور اللہ مراقدہم کی تواضع عاجزی، انکساری، اور بے شمار واقعات ذکر کیے گئے۔ حضرت شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہ کے یہاں اسی طرح کے واقعات ظہور پذیر ہوتے تھے چاہے وہ تقریر میں ہوں، تحریر میں ہوں، مزاح کے انداز میں ہوں۔ چاہے حضرت کے عاشق زار، خادم خاص حاجی بدر الدین صاحب کے واقعات ہوں۔ بے شمار حاجی بدر الدین صاحب کے واقعات ظہور پذیر ہوئے۔

یہ صرف مزاح نہیں ہے۔ یہ نام ہے مزاح کا لیکن اس کے پس پردہ اپنی شیخ الاسلامی، اپنی مرشدیت، حضرتیت کو پیروں تلے کچل رہے تھے۔ کہ جو مجمع آپ کو زار و قطار روتے ہوئے دیکھتا اور جو مجمع آپ کو رلاتا ہوا دیکھتا اور مسند درسِ بخاری پر دیکھتا، یا لاکھوں کے مجمع میں ایک عظیم واعظ اور خطیب کی شکل میں آپ کو دیکھتا، ان تمام چیزوں کو پیروں تلے روندنے کی خاطر اور دیکھنے والوں کی نگاہ میں اپنے آپ کو ایک عام انسان کی طرح بتانے اور جتانے کے لیے یہ سب کچھ حضرت کیا کرتے تھے۔

جیسا میں نے عرض کیا ہمارے تمام اکابر کے حالات آپ پڑھیں، سب کے ایک جیسے حالات ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے واقعات کی میں نے مثال دی حاجی بدر الدین کے ساتھ۔ یہاں تو سننے والوں میں کون ہوگے جنہیں معلوم ہو کہ حاجی بدر الدین کون ہیں، کیا ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام کے واقعات پڑھنے کی اور ان کے حالات پڑھنے کی توفیق کس کو ہوتی ہے۔

حاجی بدر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حاجی بدر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بسیں چلتی تھیں۔ بہت بڑے امیر تھے، اللہ نے بہت فراوانی عطا فرمائی تھی۔ وہ بہت کثرت سے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ دار الحدیث میں درس کے دوران حاضر ہوجاتے تا کہ حضرت کا درس سنیں۔ جیسے ہی حضرت درس سے فارغ ہوتے، فرماتے 'حاجی صاحب یہ طلبہ آپ سے مٹھائی کا مطالبہ کر رہے ہیں'۔ وہ بھی پہلے سے تیاری کر کے آتے کہ مجھے گڑیا بننا ہے، گڑیا کی طرح وہ میرے ساتھ کھیلیں گے، پہلے سے تیاری کر کے آتے۔ ادھر ادھر جیبوں میں ہاتھ ڈال کر کہتے کہ حضرت پیسے نہیں ہیں۔ یہ جیب بھی خالی، یہ بھی خالی ہے۔ اب حضرت ان کا ہاتھ پکڑ لیتے، زمین پر گراتے۔

حضرت تو اخیر عمر تک ورزش فرماتے تھے۔ حاجی صاحب تو ویسے بھی میں نے کہا کہ فٹ بال بننے کے لیے، گڑیا بننے کے لیے تیار ہوتے۔ ایسی کس کی قسمت ہوگی کہ حضرت مدنی، دنیائے اسلام کے شیخ الاسلام، وہ آپ کے ساتھ بچوں کی طرح کھیلیں۔ حضرت فرماتے طلبہ کو آؤ بھائی پکڑو۔ ازار بند میں چھپا رکھے ہوں گے۔

اب طلبہ ان کا ازار بند کھولتے، اسی کے اندر وہ نوٹ چھپائے ہوتے تھے۔ حضرت نکال کر پھینکتے کہ 'جاؤ طلبہ کو مٹھائی خرید کر کھلا دو۔ دیکھو! کہاں چھپائے پیسے'۔ یہ اپنے نفس کو پیروں

تلے کچلنے کے لیے تمام مزاح کے انداز میں حضرت جو کچھ فرماتے تھے، سب کا منشاء وہی کچھ ہوتا تھا جو میں نے عرض کیا کہ نفس کشی۔

حکیم الامۃ حضرت تھانوی قدس سرہ

حکیم الامۃ حضرت تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ 'میں پڑھنے میں مشغول تھا کہ ایک صاحب آئے اور بالکل میری پیٹھ کے پیچھے آ کر بیٹھ گئے'۔ حضرت فرماتے ہیں 'میں نے ان کو منع کیا'۔ ظاہر ہے ایک سے زائد دفعہ ہی حضرت کو یہ ڈانٹ ڈپٹ کرنی پڑی ہوگی، حضرت فرماتے ہیں کہ 'جب نہ مانے تو حضرت فرماتے ہیں کہ میں ان کی پشت کی طرف جا کر بیٹھ گیا'۔ اللہ!

بچپن میں ایک کھیل ہوتا تھا 'کھو والا' کہ پیٹھ کی طرف پیٹھ کر کے بچے بیٹھ جاتے تھے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ 'جب وہ نہ مانے تو میں ان کی پشت کی طرف جا کر بیٹھ گیا'۔ وہ گھبرا کر فوراً کھڑے ہوگئے۔ میں نے کہا 'جناب پشت کی طرف بیٹھنا اگر بری بات ہے تب تو آپ باوجود منع کرنے کے اس سے کیوں باز نہیں آئے؟ اور اگر اچھی بات ہے تو مجھے کیوں بیٹھنے نہیں دیتے۔ آپ اندازہ کر لیجئے کہ میرے پشت کی طرف بیٹھنے سے آپ کو کس قدر گرانی ہوئی۔ اس سے میری تکلیف کا آپ اندازہ کر لیجئے۔ اور اگر بجائے میرے، کوئی دوسرا اس طرح بیٹھ جائے تب بھی گرانی یقینی ہے، گو میرے بیٹھنے اور اس کے بیٹھنے میں کوئی تفاوت ہو ،مگر ایذا رسانی کا تو کوئی جزو بھی بلاضرورت جائز نہیں'۔

حکیم الامۃ حضرت تھانوی قدس سرہ کو اپنے مسترشدین، مریدین کی اصلاح کے لیے کس درجہ تک نیچے اترنا پڑتا تھا اور اسے وہ گوارا فرماتے تھے۔ ورنہ یہ بھی کر سکتے تھے کہ کسی کو آواز دی کہ اس کا ہاتھ پکڑ و اس کو باہر نکالو۔ نہیں حضرت تمام تکالیف کو گوارا فرماتے تھے کیوں کہ ان کا نفس مرا ہوا ہوتا ہے۔ بس ان کے مدنظر ایک ہی چیز ہوتی ہے نفس کشی، للہ فی اللہ،

فنائیت۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اکابر کے نقش قدم پر رکھے۔ ان کے علوم و معارف کو پڑھنے اور سمجھنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

حضرت مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اسی تکلیف کے ذیل میں پھر آگے حضرت فرماتے ہیں کہ 'مجھے اپنی طالب علمی کے زمانے کا قصہ یاد ہے کہ حضرت مولانا یعقوب صاحب رحمۃ وللہ علیہ مدرسہ میں تشریف لاتے۔ ہم سب لوگ ادب سے اٹھ کھڑے ہوتے۔ ایک روز مولانا نے فرمایا 'مجھ کو اس سے تکلیف ہوتی ہے، تم لوگ میرے آنے پر مت اٹھا کرو'۔ اس روز سے ہم نے اٹھنا چھوڑ دیا۔ دل میں ولولہ پیدا ہوتا، لیکن ساتھ میں خیال ہوتا کہ مقصود تو ان کو راحت پہنچانا ہے۔ جس میں ان کی راحت ہو وہی کرنا مناسب ہے'۔

کبر کے ذیل میں میں نے اپنے اکابر نور اللہ مراقدہم کی تواضع کے قصے سنانے شروع کئے تھے۔ جب کسی مجلس میں ہم سن لیتے ہیں، کتاب میں پڑھ لیتے ہیں کہ اوہ! تکبر ہی سے انسانوں کی زندگیاں برباد ہو رہی ہیں، کسی طرح اسے نکالنا ضروری ہے، لے دے کر کسی کو خط لکھیں گے، ٹیکسٹ کریں گے کہ اب تکبر کا کیا علاج۔

تکبر کا علاج

ایسے ہی کسی اللہ والے سے ان کے مرید نے علاج پوچھا۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک ٹوکرا لو اخروٹ کا اور مسجد کے دروازہ پر بیٹھ جاؤ اور گذرنے والے ہر مصلی سے کہو کہ بھائی اس میں سے مٹھی اخروٹ کی بھر کر لیتے جاؤ اور ایک جوتا میرے سر پر مارتے جاؤ۔ مراد اس سے یہ کہ نفس کو پیر تلے جب تک روندو گے نہیں، ذلت و خواری سے آپ کو مزہ نہیں آئے گا وہاں تک تکبر نکلتا نہیں ہے۔

آداب

اسی وجہ سے تکبر کی ضد کو طلب کرنے سے اس کا علاج ممکن ہے۔ اسی طرح یہ ادب۔ یہ بھی ذلت وخواری کا متقاضی ہے۔ وہاں تک ادب حاصل نہیں ہوسکتا۔ اور یہ آداب بھی مختلف انواع واقسام کے ہیں۔ جگہوں کے آداب، مجلسوں کے آداب، اللہ عز وجل کی ذات عالی کا ادب، مشائخ کا ادب، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کا ادب۔ اوہو! کتنا وسیع باب ہے یہ۔

ہمارے حضرت بھائی جان نور اللہ مرقدہ کے یہاں ایسی بہت سی امتیازی چیزیں ہم نے دیکھیں ادب کے سلسلہ کی۔ یہ جو کچھ ان سب نے پایا ادب سے پایا۔ اور یہ ادب کر ہی نہیں سکتا انسان جب تک کہ مکمل طور پر کبر ونخوت کا خاتمہ نہیں ہوجاتا، اس کی صفائی نہیں ہوجاتی۔ جب اللہ تعالیٰ کسی کو بلند فرمانا چاہتے ہیں، پہلے اسے ادب عطا فرماتے ہیں۔ ہر چیز کا ادب، ہر مجلس کا ادب اسے عطا فرماتے ہیں۔

حضرت حاجی صاحب امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حاجی صاحب امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کس انداز میں سویا کرتے تھے۔ جس طرح سہارنپور کے چلے کی سردی میں ٹھٹھرتا ہوا انسان اپنے جسم کو، اپنے تمام اعضاء کو ایک دوسرے کے ساتھ بالکل ملا کر سوتا ہے، جیسا کہ ماں کے پیٹ میں جنین کی شکل اطباء نے بتائی ہے، بالکل اسی طرح حضرت حاجی صاحب سوتے تھے۔ خدام کو رحم آتا تھا کہ حضرت! آپ کو تکلیف ہوتی ہوگی، راحت نہیں ملتی، آرام نہیں ملتا۔ ہاتھ پیر لمبے کرکے، کھول کر سو جایا کریں۔ حضرت جواب میں ارشاد فرماتے، ارے اللہ عز وجل کے سامنے پیر لمبے کرکے کوئی سوسکتا ہے؟

کتنا زبردست مراقبہ ساری عمر کا فرماتے تھے۔ اس پر ساری عمر کی راحت آرام کی اور

سونے کی آپ نے قربان فرمادی۔ نیند بلا سے آنا ہو تو آئے، نہ آنا ہو نہ آئے۔ لیکن یہی مراقبہ فرماتے ہوں گے جب بستر پر جاتے ہوں گے کہ مالک عزوجل مجھے دیکھ رہا ہے۔ پھر وہ کیوں نہ اسے دیکھ پائیں۔ جتنا زیادہ قریب سے پکارا ہے کسی شاعر نے اللہ عزوجل کو تو وہ حضرت حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ اردو داں شعراء میں اور ہمارے علاقہ کے شعراء میں کسی نے مالک جل شانہ کو، اللہ عزوجل کو بالکل قریب سے پکارا ہو اور بے تکلفی میں پکارا ہو تو وہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی ہیں۔ عجیب عجیب پیرایہ میں مخاطب ہوتے ہیں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ جس سے بہت سوں نے وحدۃ الوجد اور پتہ نہیں کیا کیا فتوے دھر دیئے اور الزام لگائے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے۔

غلبۂ حضوری

حضرت حاجی صاحب نوراللہ مرقدہ پر حضوری کا اس قدر غلبہ ہوتا تھا جیسا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز میں مراقبہ تعلیم فرمایا کہ نماز ایسی پڑھو کہ تم خالق اور مالک کو دیکھ رہے ہو۔ جب حضرت حاجی صاحب اس مراقبہ میں رہ کر، پیر سکیڑ کر کے ساری عمر سونے کی آپ نے عادت بنالی، مالک کو کتنا رحم آتا ہوگا۔ پھر کیوں قرب کے منازل آپ طے نہ کرتے۔ مالک کو تو رحم آتا اسی کے نتیجہ میں منازل پر منازل طے ہوتے ہیں، مدارج علیا طے ہوتے ہیں۔

خدام تکلیف محسوس فرماتے، پوچھتے کہ حضرت آپ پاؤں کیوں نہیں پھیلاتے؟ فرمایا کہ کوئی اپنے بادشاہ کے سامنے بھی پیر پھیلایا کرتا ہے؟ خدام انہی اوصاف کو دیکھ کر ہی تو آپ کے گرویدہ اور عاشق ہوئے۔ اور جبالِ علوم حضرت نانوتوی قدس سرہ، حضرت گنگوہی قدس سرہ نے آپ کی غلامی اختیار فرمائی۔

اور کس درجہ تک اختیار فرمائی کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ مجالس میں فرمایا کرتے تھے کہ اگر ایک مجلس میں جنید اور حاجی صاحب جمع ہوں ، ہم حضرت جنید کی طرف التفات بھی نہ کریں۔ ایک نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھیں۔کیا مقام ان حضرات کے دلوں میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا رہا ہوگا۔

اس قدر عظمت ان حضرات اکابر کے دل میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کیوں نہ ہوتی کہ تھے ہی ایسے حضرت حاجی صاحب۔ ایک دفعہ کسی نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ان کی تکفیر کی۔ حضرت سن رہے ہیں اور ذرہ بھی برا نہیں مانا۔ بلکہ یوں فرمایا کہ ’میں عند اللہ اگر مومن ہوں تو مجھ کو کسی کی تکفیر مضر نہیں۔ اور اگر خدانخواستہ کافر ہوں تو پھر برا ماننے کی کیا بات ہے‘۔

کس درجہ تک حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے آپ کو گراتے ہیں۔ ہم تو کسی کا کوئی کلمہ کوئی ایک گالی سنے ، تو ممکن نہیں کہ سن پائیں اور وہ سلامت ہمارے پاس سے چلا جائے۔ بڑے بڑے علمائے کرام علوم کے پہاڑ حضرت حاجی صاحب کے جیسے گرویدہ ہوئے۔

جن کی توبہ

اسی طرح دوسری مخلوق جناتوں کی حالت تھی ، وہ کیوں متاثر نہ ہوتی۔ ایک دفعہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیران کلیر سے واپس سہارنپور تشریف لائے ، واپسی پر سہارنپور میں حاجی صاحب کو جس مکان میں ٹھہرایا گیا اس کے متعلق مشہور تھا کہ اس مکان میں جنات بستے ہیں۔ اس امید پر کہ حاجی صاحب چند گھنٹے اس میں گذار لیں۔آپ کی دعا کی برکت سے یہ مکان قابلِ استعمال ہوجائے ، جناتوں کا شر دفعہ ہوجائے۔ حاجی صاحب کو اس مکان میں ٹھہرا دیا گیا۔

حضرت رات کوتہجد کے واسطے اٹھے اور معمولات سے فارغ ہوئے۔ دیکھا کہ ایک شخص سامنے آکر بیٹھ گیا۔ حاجی صاحب کو حیرت ہوئی کہ باہر کا آدمی اندر کوئی تھا نہیں، کنڈی اندر سے لگی ہوئی ہے پھر یہ شخص کیسے آیا۔ حضرت نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ حضرت میں وہ شخص ہوں جس کی وجہ سے یہ مکان متروک ہوگیا ہے۔ یعنی جناتوں میں سے ہوں، جن ہوں۔ مدت دراز سے حضرت کی زیارت کا میں مشتاق تھا اللہ نے آج میری تمنا پوری کی۔ حضرت نے کہا کہ ہمارے ساتھ محبت کا دعویٰ اور مخلوق کو ستاتے ہو؟ توبہ کرو۔

حضرت نے اس سے توبہ کروائی پھر فرمایا 'دیکھو! سامنے حافظ صاحب تشریف رکھتے ہیں ان سے بھی ملو۔ یعنی حضرت ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ۔ وہ جن کہنے لگا کہ حضور ان سے ملنے کی تو ہمت نہیں ہے وہ بڑے جلال والے بزرگ ہیں ان سے ڈر لگتا ہے۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ جب تھانہ بھون میں ہوتے، وہاں کئی دفعہ ایسا ہوتا کہ دوپہر کو قیلولہ کے لیے آرام فرمانے لگے کہ کوئی آکر بیٹھ جاتا۔ حضرت ضامن شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پھر نگرانی شروع فرمادی۔ جب کوئی آتا اسے بھگاتے کہ تھوڑی دیر کے لیے آرام فرماتے ہیں، سونے بھی نہیں دیتے حضرت حاجی صاحب کو۔

بے چارہ بیٹھا ہوا ہے باتیں کررہا ہے پوچھ رہا ہے، حضرت حاجی صاحب تواضع میں جواب دے رہے ہیں، اپنی نیند قربان کررہے ہیں۔ مگر اس جنات نے کہا کہ وہ تو جلال والے بزرگ ہیں ان سے ڈر لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کس قدر جن و بشر سب کے دلوں میں آپ کی محبت ڈال دی۔

ایک حج کا واقعہ

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کرامتیں، حضرت حاجی صاحب کے واقعات بے شمار ہیں۔ ایک دفعہ حج کا موسم ہے اور دنیا بھر سے، عرب، عجم، مشرق اور مغرب، دور دور سے لوگ آتے

اور رباط آغا الماس میں قیام تھا، وہاں حاضری دیتے۔

ایک دفعہ حج کا موسم، ایک شخص تھانہ بھون سے حج کیلئے پہنچے۔ حضرت کا پتہ معلوم کر کے پہنچ گئے۔ دیکھا کہ جم غفیر ہے، مجلس لگی ہوئی ہے، وہ دور کونے میں بیٹھ گئے۔ حضرت نے عمر بھر ان کو دیکھا نہیں ہوگا۔ ان کے باپ دادا میں سے کسی کو دیکھا ہو۔ اور اگر ان کو دیکھا بھی ہوگا، تو بچپن میں برسہا برس پہلے کہیں دیکھا ہو۔ وہ مجلس کے ایک کنارہ پر، کونے میں جا کر بیٹھ گئے کہ مجمع میں اتنے سارے لوگوں کے بیچ میں حضرت کے پاس جا کر ملنا خلاف ادب ہے۔ جب مجمع منتشر ہوگا، اس وقت میں مصافحہ کرلوں گا۔

اتنے میں حضرت حاجی صاحب گویا ہوئے۔ ارشاد فرمایا 'کیا بات ہے اس وقت بوئے وطن آرہی ہے؟' تھانہ بھون کی وطن کی خوشبو آرہی ہے۔ کوئی تھانہ بھون کا تو اس مجلس میں نہیں ہے؟ اس وقت ان کو عرض کرنا پڑا کہ جی حضرت میں ہوں۔ حضرت نے ان کو بلایا، سینہ سے لگایا۔ پھر پوچھا کہ 'کس کے لڑکے ہو؟ کہیں اس طرح بن ملے بیٹھ جاتے ہیں؟ اطلاع تو کر دیتے؟' کیسی فراست!

علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ

ابھی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد حنیف صاحب، جامعہ قاسمیہ کھروڑ سے تشریف لائے تھے۔ میں نے انہیں بیروت کے ایک قاضی القضاۃ علامہ نبہانی کے متعلق ایک کتاب میں بتایا کہ دیکھئے! حضرت حاجی صاحب کا فیض کہاں کہاں تک پہنچا۔

یہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے جن کی پچاسوں کتابیں ہیں۔ اور ہمارے حضرت صوفی اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرح سے ان کا ایک ہی مشن ساری عمر رہا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی کی طرف امت کو متوجہ کرنا، کہ ہم کس قدر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ نبوی سے غافل ہیں۔ اسی کی دعوت دیتے رہے ساری

عمر۔ اپنی تمام کتابوں میں ایک ہی دعوت تھی۔

کربوغہ شریف

حضرت شیخ قدس سرہ نے کربوغہ شریف کا عمر بھر نام بھی سنا نہیں ہوگا اور مصافحہ کی لائن لگی ہوئی ہے اور ایک مصافحہ کرنے والے کا ہاتھ پکڑ کر حضرت نے فرمایا کہ 'تم کیا کرو؟ کہاں سے آ رہے ہو؟' بتایا کہ دبئ سے۔ 'کیا کرتے ہو؟' کہا مزدوری۔ حضرت نے اس طرح ایک دو سوال کے بعد فرمایا کہ 'میری طرف سے تمہیں بیعت کی اجازت ہے'۔

وہ سمجھ نہیں پائے، مجمع کے چاروں طرف انسان ہی انسان ہیں۔ اور ابھی مغرب کی نماز میں جانے کا تقاضا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ صوفی جی ان کو ایک طرف لے جا کر سمجھا دو۔ حضرت صوفی جی نے پوچھا ان سے، تب پتہ چلا کہ بہت بڑی ان کے آباؤ اجداد کی وہاں کربوغہ شریف میں روحانی سلسلہ کی گدی ہے اور یہ کربوغہ شریف کے رہنے والے ہیں۔ کیسے حضرت نے اتنے بڑے مجمع میں اپنی فراست سے ان کو تاڑ لیا۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ان اکابر نور اللہ مراقدہم کے علوم اور ان کے واقعات پڑھنے اور سمجھنے اور ادب برتنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ

بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

۱۲/رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

بسم الله الرحمن الرحیم

جیسے حضرت شیخ قدس سرہ کے زمانہ میں ہزاروں کا مجمع دارِ جدید میں ہوتا تھا، رمضان کی بہاریں ہوتی تھیں۔ اللہ عز وجل نے حضرت شیخ قدس سرہ کے وصال کے بعد اسی انداز میں اسی طرح انہیں فیوض و برکات کے ساتھ اس درِ اقدس کے فیض کو جاری و ساری رکھا ہے۔

وہاں ماشاء اللہ ابھی بھی بہت بڑی تعداد میں مجمع ہے۔ حضرت پیر صاحب حضرت شیخ مولانا محمد طلحہ صاحب مدظلہم العالی کے فیوض و برکات کا دروازہ کھلا ہوا ہے ۔ سارے ہندوستان بھر سے دور دور سے فیض یافتگان ماشاء اللہ حاضر ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ قیامت تک اس فیض کو جاری رکھے۔

بھائی خالد منیار

حضرت شیخ قدس سرہ کے زمانے کا قصہ بھائی خالد صاحب منیار کا سنایا تھا کہ جیسے ہی انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کرنے والوں کے قصے سنے، حضرت پیر صاحب سے جا کر ابھی عرض کیا کہ ہمیں کبھی یہ سعادت میسر نہیں آئی اور خواب میں کبھی زیارت نہیں ہوئی۔ یہ شکوہ ابھی پورا نہیں کر پائے کہ حضرت شیخ قدس سرہ آواز دیتے ہیں

’طلحہ!‘۔ پیر صاحب ادھر تشریف لے جاتے ہیں اور ادھر بھائی خالد صاحب منیار کا کام بن جاتا ہے۔

دیکھ رہے ہیں کہ میدانِ محشر قائم ہے۔ خدا کا عرش ہے اس کے سایہ میں کچھ لوگ کھڑے ہیں۔ ان کی کوئی عزیزہ ان میں ہے، وہ انہیں دیکھ کر اشارہ کرتی ہے کہ اس طرف بھاگو۔ جدھر وہ اشارہ کرتی ہیں ادھر وہ نور دیکھ رہے ہیں۔ ادھر بھاگے چلے جا رہے ہیں۔ قریب جاتے ہیں، نور اور زیادہ بڑھتا ہے۔ بالکل قریب پہنچے، دیکھا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔

حسین بن علی الجعفی رحمۃ اللہ علیہ

اسی سے ملتا جلتا ایک قصہ ایک بہت بڑے محدث کا بھی ہے۔ یہ بڑے اونچے محدثین میں سے ہیں حسین بن علی الجعفی۔ دوسری صدی ہجری ۱۱۹ھ میں کوفہ میں ان کی ولادت ہے۔ بہت بلند مرتبہ محدثین میں سے ہیں۔ متعدد تابعین سے انہوں نے استفادہ کیا اور تبع تابعین کی جماعت میں ممتاز محدثین میں ان کا شمار ہے کہ سفیان بن عیینہ جیسے امام العصر حد درجہ ان کی تعظیم فرماتے تھے۔

سفیان بن عیینہ کو کسی حج میں پتہ چلا کہ حسین الجعفی حج کے لیے پہنچے ہوئے ہیں۔ تلاش کیا اور خدمت میں پہنچے اور جیسے ہی زیارت ہوئی، فرطِ عقیدت میں ان کی دست بوسی فرمائی۔ مصافحہ کر کے ان کے ہاتھوں کو بوسہ دینے لگے۔ اسی لئے ابن سعد فرماتے ہیں کہ اہل قرآن ان کے متلاشی رہتے تھے اور ان کی تشنگی ان کی مجلسوں میں دور ہوتی تھی، اس لئے کہ انہیں قرأت قرآن میں کامل عبور حاصل تھا۔ قرأت سبعہ کے ماہر تھے۔ بالخصوص حمزہ بن حبیب الزیات کے خصوصی شاگرد تھے۔

خود ان کا بھی حلقۂ قرآن بڑا وسیع تھا۔ اسی لئے خلیفہ ہارون الرشید نے ایک مرتبہ امام

کسائی سے پوچھا کہ لوگوں میں سب سے بڑے قاری کون ہے؟ جواب ملا حسین بن علی الجعفی۔ انہوں نے جس طرح اکابر قرائے کرام سے استفادہ کیا اسی طرح حدیث میں بھی ان کے اساتذہ میں موسی الجہنی، لیث بن ابی سلیم، جعفر ابن برقان، زائدہ، فضیل، ابن ابی داؤد، اسرائیل، ابن موسی اور فضیل بن عیاض خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

لیکن جیسا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا روایات اور احادیث کے بارے میں ایک مزاج تھا کہ بہت ڈرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں ایک کلمہ بھی ذرہ ادھر سے ادھر ہو گیا، بڑا نقصان کا باعث ہو سکتا ہے۔ اس لئے روایات کے بیان کرنے میں بہت محتاط تھے۔ یہی مزاج ایک عرصہ تک حسین الجعفی کا رہا۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

لیکن ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تیار کیا گیا کہ خواب میں دیکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کو کھولا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کے اعضاء کو اکٹھا فرما رہے ہیں، یہ بشارت تھی جو پوری ہوئی۔ اسی طرح ان کو بھی تیار کیا گیا۔

افریقہ سے ایک شاگرد پہنچتے ہیں امام اعظم کے در اقدس پر۔ درس ہو رہا ہے اسی دوران اوپر والی منزل سے کوئی چیز گری۔ کسی نے لکھا کہ گھڑا گرا 'جرہ'۔ کسی نے لکھا کہ اینٹ گری 'اُجُرہ'۔ یہ زخمی ہوئے۔ امام اعظم قریب پہنچے۔ مزاج پوچھا چوٹ تو نہیں لگی؟

اس کے بعد دوسرا سوال ہوا کہ آپ کو ہمارے گھر میں تکلیف پہنچی، اس کا تاوان بتائیے۔ آپ کو مالی تاوان چاہئے یا احادیث کا۔ مانگنے کے لیے بھی علم چاہئے۔ انہوں نے مانگا کہ تین لاکھ احادیث چاہئے۔ چنانچہ قاضی عیاض مالکی اپنی کتاب میں یہ قصہ نقل کر کے ان کا قول شاگرد کا نقل کرتے ہیں کہ 'فحدثنی' چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جو وعدہ کیا تھا

تین لاکھ احادیث کا، آپ نے مجھے وہ سنائیں۔

روایت حدیث

حضرت حسین الجعفی احتیاط فی الروایۃ کی بنا پر درس قرآن کا حلقہ تو کرتے تھے، مگر درسِ حدیث سے احتراز کرتے رہے۔ جیسے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بشارت ملی اور احادیث کی روایت کی طرف، تدریس کی طرف متوجہ ہوئے، اسی طرح انہیں بھی متوجہ کیا گیا کہ ایک شب کو خواب دیکھ رہے ہیں کہ میدانِ محشر قائم ہے جیسا کہ بھائی خالد صاحب نے دیکھا۔

یہ دیکھ رہے ہیں کہ ایک منادی آواز دے رہا ہے کہ علماء جنت میں داخل ہو جائیں۔ چونکہ یہ حسین الجعفی بہت بڑے قاری علماء میں سے تھے، یہ بھی ان میں شامل ہو کر جب جانے لگے، انہیں روک دیا گیا اور یہ کہہ کر روک دیا گیا 'اِجْلِسْ! لَسْتَ مِنْهُمْ، اَنْتَ لاتُحَدِّثُ'۔ کہ آپ ان میں سے نہیں ہو اس لئے کہ آپ نے درس حدیث کا حلقہ کیوں نہیں قائم کیا؟۔ یہ خدمت آپ کیوں نہیں انجام دیتے؟۔

چنانچہ جیسے ہی بیدار ہوئے، ان کو فکر ہوا اور یہ روایت حدیث کا سلسلہ شروع فرمایا اور آخر عمر تک اس کو قائم رکھا۔ اور اتنا زیادہ کہ 'فَلَمْ يَزَلْ يُحَدِّثُ فِي الْبَرْدِ وَالْحَرِّ وَالْمَطَرِ حَتّٰى كَتَبْنَا لَهُ اَكْثَرَ مِنْ عَشَرَةِ آلافٍ' ۔ کہ آپ کے ایک شاگرد ہیں حمید بن الربیع، وہ بیان فرماتے ہیں کہ گرمی ہو سردی ہو بارش ہو آپ کا حلقہ کبھی موقوف نہیں ہوتا تھا۔ اپنے متعلق وہ فرماتے ہیں کہ ہم نے دس ہزار احادیث ان سے لکھیں۔

دیوان محمد یاسین مرحوم

جیسے اِنہیں متوجہ کیا گیا کہ اٹھو پڑھاؤ، اسی طرح سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دار العلوم دیوبند میں تشریف آوری ہوتی ہے۔ اور کس انداز میں تشریف آوری ہوتی ہے کہ یہ زمانہ ہے

حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم دیوبند کا ہے۔

حضرت کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ کے خدام میں سے دیوان محمد یاسین مرحوم تھے، جن کا ذکر بالجہر خاص طور پر بہت مشہور تھا۔ اورشہرت کی وجہ یہ تھی کہ ان کا ذکر سن کر کوئی بغیر روئے وہاں سے گذر جائے یہ ناممکن تھا۔ نہایت دردناک آواز میں ذکر کیا کرتے تھے اور بہت روتے تھے اور ہر وارد وصادر پر اور سننے والے پر ان کے ذکر کا اثر ہوتا تھا۔ گریہ وزاری کرنے لگتے تھے۔

جیسے حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے 'ابے تیرے ذکر کی آج آواز نہیں آئی'۔ حضرت سے ہم عرض کرتے کہ میں ذکر کر رہا تھا۔ فرماتے کہ میرے کان میں تو پڑی نہیں اونگھ رہا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ قدس سرہ نے حضرت مولانا سید محمد عاقل صاحب مدظلہ العالی سے فرمایا تھا جب کہ کتب خانے میں تصنیف جاری تھی۔

دورانِ تصنیف حضرت کے کان میں آواز پہنچ رہی ہے حضرت مولانا محمد شاہد صاحب کراچوی اور ان کے برادرِ اصغر مرحوم، حضرت مولانا زبیر صاحب کراچوی رحمۃ اللہ علیہ، دونوں بھائی وہاں پہنچے ہوئے تھے۔ حضرت نے کن الفاظ میں ان کے ذکر کو سراہا کہ حضرت مولانا عاقل سے حضرت نے فرمایا کہ 'اس کے ذکر کی آواز نے تو میرے دل کو گھائل کر دیا'۔ اتنا پیارا انداز تھا ان کے ذکر کا۔

یہاں بھی ہمارے یہاں تشریف لائے ۔ دارالعلوم میں کافی قیام رہا یہاں بلیک برن پریسٹن وغیرہ مساجد میں بیانات ان کے ہوتے رہے۔ ان دیوان محمد یاسین کا ذکر بہت دردناک آواز میں ہوتا تھا کہ ہر کوئی سننے والا روئے بغیر رہتا نہیں تھا۔ ایک دفعہ چھتہ کی مسجد کے شمالی گنبد کے نیچے ذکر میں وہ مصروف تھے اور حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ مسجد کے صحن میں اسی شمالی جانب مراقبہ میں مشغول تھے۔ اور فرماتے ہیں کہ میں ذکر کے دوران محسوس کر رہا ہوں کہ مراقبہ میں حضرت نانوتوی کی توجہ کا رخ میرے قلب ہی کی

طرف تھا۔

اسی اثناء میں مجھ پر ایک حالت طاری ہوئی اور میں نے بحالت ذکر دیکھا کہ مسجد کی چار دیواری تو موجود ہے، مگر چھت اور گنبد کچھ نہیں ہے۔ بلکہ ایک عظیم الشان روشنی اور نور ہے، جو آسمان تک فضا میں پھیلا ہوا ہے۔ اچانک میں نے دیکھا کہ آسمان سے تخت اتر رہا ہے اور اس پر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ اور تخت کے چاروں کونوں پر خلفائے اربعہ تشریف رکھتے ہیں۔ وہ تخت نیچے اترتے اترتے فرماتے ہیں کہ میرے بالکل قریب آکر مسجد میں ٹھہر گیا اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفائے اربعہ میں ایک سے فرمایا کہ بھائی ذرا مولانا قاسم کو بلاؤ۔ وہ تشریف لے گئے اور مولانا کو لے کر پہنچ گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مولانا قاسم صاحب سے ارشاد فرمایا کہ 'مولانا مدرسہ کا حساب لائیے'۔ عرض کیا حضرت حاضر ہے اور یہ کہہ کر بتلانا شروع کیا اور ایک ایک پائی کا حساب دیا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی اور مسرت کی اس وقت کوئی انتہا نہ تھی بہت ہی خوش ہوئے۔ اور فرمایا 'اچھا مولانا اب اجازت ہے؟' حضرت نے عرض کیا جو مرضی مبارک ہو۔ اس کے بعد وہ تخت آسمان کی طرف عروج کرتا ہوا نظروں سے غائب ہوگیا۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم حساب پوچھ کر نہایت مسرور واپس تشریف لے جاتے ہیں۔ میں اپنی تشریح میں اس کو کہتا ہوں کہ اور بڑھاؤ۔ اللہ تعالیٰ اس کو اور بڑھائے، قیامت تک کے لیے قائم رکھے، حسد کی نگاہوں سے اس عظیم مرکز کو اور تمام اسلامی اداروں کو اپنی حفاظت میں رکھے۔

ابواسحاق الفزاری رحمۃ اللہ علیہ

جیسے حسین الجعفی کو ارشاد فرمایا کہ 'اٹھو! اور پڑھاؤ'۔ بارگاہِ ایزدی سے ہاتف ان کو آواز دے رہا ہے کہ اِجْلِسْ، تم بیٹھو!۔ اس لئے کہ تم نے حدیث کا حلقہ کیوں نہیں قائم کیا؟ اس میں بیٹھ کر حدیث کا درس کیوں نہیں دیتے؟ اسی طرح ایک اور بزرگ ہیں ابواسحاق الفرازی

کا حال ہے۔ یہ بھی بڑے اونچے محدثین میں سے ہیں۔ جیسے حسین الجعفی کوفہ سے ہیں، اسی طرح یہ بھی کوفہ سے قریب چند فرلانگ پر، واسط نامی جگہ میں ان کی ولادت ہے۔

بعد میں وہاں سے منتقل ہوکر مصیصہ چلے گئے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حدیث میں امامت اور اجتہاد کا درجہ عطا فرمایا۔ جب اس جہان سے رخصت ہوئے، ابوداؤ دطیالسی ان کے متعلق فرماتے ہیں کہ 'مَاتَ اَبُوْ اِسْحَاقَ الْفَزَارِيِّ وَمَا عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ اَفْضَلُ مِنْهُ'۔ اللہ اکبر! جس درجہ کہا جاتا ہے قطب الاقطاب، اس طرح فرماتے ہیں کہ ابواسحاق الفزاری کا انتقال ہوا اور روئے زمین کے تمام انسانوں میں سب سے افضل وہ تھے۔

موضوع احادیث

ابن کثیر نے ان کے متعلق فرمایا کہ امام اوزاعی کے بعد مغازی میں، علم میں اور عبادت میں سب سے اونچا مرتبہ ابواسحاق الفزاری کا تھا۔ تمام اسلامی علوم کے ماہر، بالخصوص علم حدیث میں ان کا پایہ بہت ہی بلند تھا اور بالاخص اس میں بھی اسانید اور اسماء الرجال کے بھی انتہائی ماہر تھے۔ اور عوام وخواص میں اتنے مقبول تھے ابواسحاق الفزاری کہ ایک دفعہ ہارون رشید کے پاس ایک زندیق کو لایا گیا اور اس کے قتل کا خلیفہ نے حکم دیا۔

اس پر وہ قتل کئے جانے سے پہلے کہنے لگا کہ آپ مجھے قتل کر کے کیا کرلوگے۔ میں نے جو چار ہزار روایات وضع کر کے بناوٹی عوام میں پھیلا دی ہیں۔ ان کا آپ کے پاس کیا علاج ہے؟ ہارون رشید نے فوراً کہا 'اے اللہ کے دشمن! تجھے پتہ نہیں کہ ابواسحٰق الفزاری اور عبداللہ بن مبارک چھلنی میں احادیث پاک کا ایک ایک کلمہ چھانٹتے ہیں اور چھانٹ کر وہ ان تمام موضوع احادیث کے ایک ایک کلمہ کو الگ کر سکتے ہیں۔

عوام وخواص میں ابواسحٰق الفزاری کو اللہ نے اس قدر مقبولیت عطا فرمائی تھی۔ جب ان کے شاگرد اپنے استاذ ابواسحٰق کی روایات نقل کرتے، نہایت پیار کے انداز میں وہ کہتے

'حَدَّثَنِيْ صَادِقُ الْمَصْدُوْقِ اَبُوْ اِسْحَاقَ الْفَزَارِيّ'۔ کہ ہمارے استاذ بھی سچے اور جس سند سے یہ روایت انہیں پہنچی، اس سند کے تمام محدثین اور کڑیاں ساری کی ساری، جو اس میں مذکور ہیں، ان کی سند میں وہ سب کے سب سچے ہیں۔

تشدد فی العقائد

ابواسحٰق عقائد کے بارے میں نہایت متشدد تھے۔ جو بار بار دار العلوم کی طرف سے آواز اٹھتی ہے، کہ ہمارے اکابر کا مسلک، اکابر کا مسلک، دوستو! دانتوں سے مضبوط پکڑے رہئے۔ سب سے اہم ترین نازک چیز یہی ہے، عقائد کے باب میں فتنوں سے بچنا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے عقائد کو ان تمام فتنوں سے بچائے رکھے۔ یہ خود بھی عقائد کے باب میں نہایت متشدد تھے۔ کسی طرف سے کوئی فتنہ اٹھتا، وہ سینہ سپر ہو جاتے۔

صاف اعلان کرتے تھے اپنے دروس کے بارے میں کہ لوگوں سے کہہ دو کہ جو قدریہ کے عقائد رکھتا ہو وہ ہماری مجلس میں نہ آئے۔ جو فلاں فلاں غلط عقائد کا حامل ہو وہ ہماری مجلس میں شامل نہ ہو۔ عجیب عجیب اعلان ہوتے تھے ان کی مجلس سے پہلے۔ کسی نے آکر اطلاع دی کہ فلاں قدری عقیدہ کا ہے اور ملنا چاہتا ہے فرمایا کہ اسے واپس بھیج دو۔ اسے کہہ دو کہ یہاں سے چلا جائے۔ اسی لئے کہتے ہیں اس زمانے میں مصیصہ اطراف کے علاقے میں صفائی عقیدہ میں مشہور ہو گیا تھا۔

ان کی ان خدمات کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ نبوی میں کس قدر پذیرائی ملی اور کیا مرتبہ ملا۔ بہت بڑے بزرگ فضیل بن عیاض ہیں۔ آپ بار بار ان کے ارشادات سنتے رہتے ہیں۔ وہ خود بیان فرماتے ہیں کہ ایک شب مجھے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے۔ میں نے دیکھا کہ مجلس لگی ہوئی ہے۔ میں قریب پہنچا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں جگہ دیکھی اور وہاں بیٹھنے کے ارادہ

سے میں آگے بڑھا۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے روک کر ارشاد فرمایا کہ 'ھٰـــذَا مَجْلِسُ الْفَزَارِيِّ'۔ ابواسحٰق الفزاری کے لیے یہ جگہ مخصوص ہے۔

اللہ! کیا مرتبہ ہوگا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں بھی اس قابل بنائے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر رأفت، شفقت، رحمت ایک نظر ہم پر بھی پڑ جائے۔

حضرت نافع بن نعیم رحمۃ اللہ علیہ

قراء میں سے حضرت نافع بن نعیم بہت مشہور ہیں۔ ان کا اصلی وطن تو تھا اصفہان، مگر ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے۔ مدنی ہوگئے 'نافع مدنی'۔ جلیل القدر تبع تابعین میں سے ہیں۔ اس لئے کہ قرآن کریم کی قرأت کے ساتھ ساتھ حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو بہت بڑا فقہ اور علم عطا فرمایا تھا۔ اس میں بہت ممتاز تھے۔

اسی لئے لیث فرماتے ہیں کہ جب میں حرمین کی زیارت کے سلسلہ میں مدینہ طیبہ پہنچا، وہاں نافع کی قرأت کا غلغلہ میں نے سنا۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ 'نَـافِـعٌ اِمَـامُ الـنَّـاسِ بِالْقِرَائَةِ'۔ لیث بن سعد کا بیان ہے کہ 'اَدْرَکْتُ اَھْلَ الْمَدِیْنَةِ وَھُمْ یَقُوْلُوْنَ قِرَائَةُ نَافِعٍ سُنَّةٌ'۔ کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق اور سنت کے مطابق جو قرأت ہے، وہ نافع کی ہے۔ اسی لئے امام مالک فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اہل مدینہ کی قرأت پسند ہے۔ پھر وضاحت کے لیے پوچھا گیا کہ کیا نافع کی؟ فرمایا 'جی ہاں نافع کی قرأت'۔

خوشبو و جمال

یہ کیوں نہ ہو کہ جب کوئی قریب بیٹھتا اور تکلم فرماتے، تکلم کے ساتھ ہی ایک سپرے نکلتا منہ سے مشک اور عنبر کا۔ کسی نے ایک دفعہ دریافت کیا کہ یہ کیا خوشبو ہے؟ جواب دیا کہ 'ایک رات خواب میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجھے زیارت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے منہ کے قریب اپنا دہن مبارک لا کر کچھ آیات تلاوت فرمائیں، اسی وقت سے یہ

خوشبو باقی ہے۔ اللہ اکبر! ہائے ہائے۔ ہمارے ناپاک بدبودار دلوں پر بھی ایسی کوئی نظرِعنایت سرکار کی ہوجائے اور یہ ہماری بدبو خوشبو سے بدل جائے۔

عجیب بات دوسری یہ بھی ہے کہ آپ کا رنگ کالا تھا، سیہ فام تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی نہایت حسین وجمیل تھے۔ محمد بن اسحٰق نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ آپ کے اعضاء کی ساخت بناوٹ اور شکل اور نقشہ کتنا حسین وجمیل ہے؟ ایسا کیوں ہے؟ خوشبو کے لیے تو فرمایا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہونٹوں سے ہونٹ ملا کر تلاوت فرمائی اس کا یہ معجزہ ہے۔ ہمیشہ کے لیے یہ مجھے مل گیا، خوشبو ہی خوشبو۔ اور یہ جمال اور خوبصورتی آپ میرے اندر دیکھ رہے ہیں، باوجود سیہ رنگ کے، اس کی وجہ یہ ہے کہ خواب میں مجھے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کا شرف حاصل ہوا۔ اللہ!

کان کی معذوری

آگے سنئے کہ حضرت نافع جس طرح سیہ فام تھے، اسی طرح کان سے معذور بھی تھے۔ سن ہی نہیں سکتے تھے کوئی چیز 'الا کلام اللہ' ۔ ہاں بچہ، بڑا، آہستہ آواز سے، بلند آواز سے، کوئی بھی قریب جا کر قرآن شریف پڑھے، غلطی بتائیں گے، رہنمائی فرمائیں گے۔ لکھا ہے کہ قوت سامعہ سے محروم تھے لیکن قرآن سننے میں بھی ذرا بھی دقت اور رکاوٹ محسوس نہیں ہوتی تھی۔

اللہ تعالیٰ اپنے کلام پر یقین اور ایمان کی پختگی نصیب فرمائے۔ کلام اللہ سے ہمیں عشق و محبت دے۔ ہر وقت ہم قرآن کریم پڑھتے رہیں۔ اب یہی ماہ مبارک چل رہا ہے، دنیا میں ہزاروں انسان ہوں گے ابھی بھی، اس گئے گذرے زمانے میں بھی، کہ ایک ایک قرآن ان کے لیے پڑھنا اللہ نے آسان فرمادیا ہوگا۔ جیسا کہ ائمہ اربعہ کے متعلق روایات میں آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی قرآن کریم سے اس درجہ کی محبت عطا فرمائے۔

یہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکنڈوں اور منٹوں کے لیے خواب میں قریب ہوجانے

اور ایک مصافحہ کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹ سے ہونٹ مل جانے کی کتنی عظیم برکات ساری عمر کے لیے، دنیا و آخرت کے لیے نافع کو مل گئیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہماری نسلوں کو بھی ایسا خوش قسمت بنائے۔

جب خواب کا یہ حال ہے، جن آنکھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میسر رہی ان کا کیا ٹھکانا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اسی جماعت صحابہ کے عشاق، محبین اور فدائین میں ہمیں اور ہماری نسلوں کو قیامت تک رکھے۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدٍ وَعَلیٰ اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

۱۳؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جمعہ کے دن درود کے فضائل

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثِرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَإِنَّهُ يَوْمٌ مَشْهُوْدٌ تَشْهَدُهُ الْمَلٰئِكَةُ وَاِنَّ اَحَدًا لَن يُّصَلِّيَ عَلَيَّ اِلاَ عُرِضَتْ عَلَيَّ صَلٰوتُهُ حَتىّٰ يَفْرُغَ مِنْهَا.

قال: قُلْتُ: وَبَعْدَ الْمَوْتِ؟ قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلىَ الْاَرْضِ اَنْ تَأْكُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَآءِ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ.

رَوَاهُ اِبْنُ مَاجَةَ بِاِسْنَادٍ جَيِّدٍ. كَذَافِي التَّرْغِيْبِ. زَادَ السَّخَاوِيُّ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ: فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُرْزَقُ. وَبَسَطَ فِيْ تَخْرِيْجِهِ وَاَخْرَجَ مَعْنَاهُ عَنْ عِدَّةٍ مِنَ الصَّحَابَةِ وَقَالَ الْقَارِئُ وَلَهُ طُرُقٌ كَثِيْرَةٌ بِاَلْفَاظٍ مُخْتَلِفَةٍ.

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میرے اوپر جمعہ کے دن کثرت سے درود بھیجا کرو اس لئے کہ یہ ایسا مبارک دن ہے کہ ملائکہ

اس میں حاضر ہوتے ہیں۔ اور جب کوئی شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے، وہ درود اس کے فارغ ہوتے ہی مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! آپ کے انتقال کے بعد بھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا 'ہاں انتقال کے بعد بھی۔ اللہ جل شانہ نے زمین پر یہ بات حرام کردی ہے کہ وہ انبیائے علیہم الصلوۃ والسلام کے بدنوں کو کھائے۔ پس اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے رزق دیا جاتا ہے'۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ میرے اوپر روشن یعنی جمعہ کی رات اور روشن دن یعنی جمعہ کے دن میں کثرت سے درود بھیجا کرو اس لئے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش ہوتا ہے، تو میں تمہارے لئے دعا اور استغفار کرتا ہوں۔

وَعَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ 'اَلصَّلٰوةُ عَلَيَّ نُوْرٌ عَلَى الصِّرَاطِ. وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ثَمَانِيْنَ مَرَّةً غُفِرَتْ لَهُ ذُنُوْبُ ثَمَانِيْنَ'.

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ مجھ پر درود شریف پڑھنا پل صراط پر گذرنے کے وقت نور ہے۔ اور جو شخص جمعہ کے دن اسّی دفعہ مجھے پر درود بھیجے، اس کے اسّی سال کے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں۔

اظہارِ رضا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رحمۃ للعالمینی کی صفت کی بنا پر صبح وشام کی ہماری ہر حرکت وسکون کی ایک ایک لمحہ کی، ہمارے لئے اس طرح کی دوائیں تجویز فرمائیں، اس طرح کے کلمات تجویز فرمائے کہ صبح آنکھ کھلے، آنکھ کھلنے کے ساتھ ہی، نیند سے رات کو بھی آنکھ کھلے، آنکھ کھلتے ہی پڑھیں 'رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا'۔ سال

بھر کے مختلف مہینوں ، مختلف دن اور راتوں اور مختلف گھڑیوں کی الگ الگ دعائیں، الگ الگ چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں منتخب فرما کر دیں۔

کیوں؟ اس لئے دیں کہ یہ جو ارشاد فرمایا کہ آنکھ کھلے پڑھو 'رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلاً' کہ اے مالک! اے میرے خدا! میں تجھ سے راضی ہوں، کہ تو ہی میرا رب ہے اور تو نے بڑا اکرم فرمایا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ مجھے ہدایت فرمائی۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے راضی اور خوش ہوں اور جو دین واسلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ تو نے ہمیں پہنچایا اس سے میں خوش ہوں۔

تین چیزوں پر اپنی رضا وخوشنودی وخوشی ومسرت کا اظہار آنکھ کھلتے ہی کرو لیکن ہم بشر ہیں۔ اس کائنات کے جنجال میں پھنس کر جو ہمارے سامنے ہے ارضی اور سماوی، نیچے والی اور اوپر والی، اس میں الجھ کر ہم رہ جاتے ہیں۔ کبھی ادھر نگاہ، کبھی ادھر نگاہ، کبھی ادھر خیال، کبھی ادھر خیال۔

یہ ہمارا جو ایمان کا پارہ ہے، توحید و رسالت پر جو ہمارا ایمان ہے، اس کا پارہ اور مالک سے ہمیں ہر حال میں خوش رہنا ہے۔ جو بھی حالات پیش آئیں، ہر حال میں خوش رہنا ہے اور اپنے نبی سے ہر حال میں خوش رہنا ہے، اپنے دین پر ہر وقت مسرت اور خوشی دل میں محسوس کرنی ہے۔

یہ پارہ اوپر نیچے ہوتا رہتا ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے الگ الگ چیزیں تجویز فرمائیں کہ بشر ہے۔ ایک چیز بتادی کہ یہی کرے تو اس کی طرف توجہ کم ہو جائے گی۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پر لطف، مزیدار بنانے کے لیے الگ الگ موقعہ پر، الگ الگ چیزیں ہمارے لئے تجویز فرمائیں۔

شبِ جمعہ

چنانچہ جمعہ کی شب جیسے ہی شروع ہو، پہلے سے اس کا انتظار ہونا چاہئے کہ آج تو ہاٹ لائن ملنے والی ہے۔ اس کا کوئی لمحہ ضائع نہ ہو۔ جیسا کہ درود شریف کی مجلس میں تین سال قبل میں نے تین دن تک مسلسل رمضان المبارک میں اسی کو بیان کیا تھا۔ اس کی توجہ ہوئی جامعہ ازہر والوں کو کہ اوہو! یہ کیسی مبارک رات ہے، کیسا مبارک دن اس کو کیسے ضائع کرتے ہیں۔

انہوں نے ٹھان لی اور دعوت دی اور دعوت پھیلتی چلی گئی۔ سارا قاہرہ جمع ہوجاتا تھا جامعہ ازہر میں۔ محدثین جو حدیث کی کتابیں لکھ رہے تھے اس کو لے کر برکت کے لیے اس میں پہنچتے، اس مجلس میں حاضر ہوتے اور یہ دعوت پھیلتے پھیلتے یمن اور سارے عرب اور شام میں پھیل گئی۔ اس کا مرکز پھر بن گیا مسجد نبوی علیہ الصلوۃ والسلام اور ریاض الجنۃ۔ وہاں وہ مجلس ہفتہ واری شب جمعہ کو منعقد ہوتی تھی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان لمحات کی قدر کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارا پارہ نیچے نہ جانے پائے اوپر ہی جائے۔

دار العلوم دیو بند

جیسے اس سے پہلے میں نے بیان کیا تھا کہ کسی کے خواب میں دار العلوم دیو بند کی چھتہ کی مسجد میں ایک تخت اترا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بیچ میں تشریف رکھتے ہیں اور چاروں کونوں پر چاروں خدام ابوبکر و عمر، عثمان و علی رضوان اللہ علیہم اجمعین تشریف رکھتے ہیں۔ حساب مانگا گیا۔ مہتمم صاحب نے ایک ایک پائی کا سارا حساب سنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت مسرور ہوئے۔ اس مسرت کے اظہار کو یہ سرٹیفکیٹ اور یہ پیغام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پیغام نبوی تھا کہ اس کو بڑھاتے چلے جاؤ۔ ایک دار العلوم جو دیو بند کا بنا ہے، ساری دنیا میں ایسے دار العلوم پھیلا دو۔

وہ پارہ بڑھانے کے لیے وہ تخت اترا تھا۔ چنانچہ جن کے حصہ میں سعادت مقدر تھی انہوں نے اس کی قدر کی۔ بڑھاتے چلے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ٹھنڈک کا سامان بنے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت کی حرکات، سکنات، اقوال، افعال، ان کے اعمال ناموں کے ذریعہ اطلاع پا کر، یا تو مسرور ہوتے ہیں یا مجھ جیسے سیہ کار انسان کے اعمال ناموں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم محزون، کریب اور مغموم ہوتے ہیں۔ **اللهم احفظنا منه۔**

یہ پارہ نیچے نہ ہونے پائے اس لئے یہ تمام اسرار اور رموز ہمارے سامنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھولتے چلتے گئے۔ کیا دنوں کے، کیا راتوں کے، کیا مہینوں کے ہیں۔ جب سے شب جمعہ شروع ہوتی ہے اس وقت سے مشغول ہو جاؤ۔ اور خاص طور پر آخری گھڑی جمعہ کی وہ کبھی فوت نہ ہونے پائے۔

حضرت شیخ قدس سرہ

اسی لئے میں نے عرض کیا کہ اس گھڑی کے انتظار میں، یا عصر سے لے کر مغرب تک درود شریف میں مشغولی کی نیت سے، مراقبہ کی نیت سے یا ذکر وفکر کی نیت سے حضرت شیخ قدس سرہ کا ہمیشہ کا معمول رہا۔ جب ہم ۶۲/ ۶۳ ء میں پہنچے تھے، اس وقت ہم نے سنا تھا کہ حضرت شیخ قدس سرہ کا ۳۵ / سال سے یہ معمول، کبھی سفر حضر میں، کہیں قضا نہیں ہوا۔

عصر سے مغرب تک کا جمعہ کا وقت حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں نہایت قیمتی تھا۔ یہاں تک کہ اسی مجلس میں شرکت کے لیے، اس زمانہ میں حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ، کانپور سے تشریف لایا کرتے تھے۔ پھر دیوبند منتقل ہوئے، دیوبند سے اس مجلس میں حاضری دیتے تھے۔ کیوں حاضری دیتے تھے؟ اسی مجلس کے لیے، اسی کی نیت سے وہ حضرت کے یہاں وہ حاضر ہوتے تھے۔ آخر کوئی بات تو تھی۔

حضرت پیر صاحب مولانا محمد طلحہ صاحب دام ظلہم العالی

ہمارے سروں کے تاج حضرت پیر صاحب مولانا محمد طلحہ صاحب دام ظلہم العالی نے ایک مرتبہ حضرت شیخ قدس سرہ کو مدینہ طیبہ عریضہ لکھا، اور بطورِ خاص اس جمعہ کے دن، عصر کے بعد کی اس مجلس کا ذکر کیا۔ اس میں یہ تحریر فرمایا کہ ہفتہ بھر کی تمام ذکر کی مجالس میں تو تمام ذاکرین اور شرکاء یکساں ہوتے ہیں ۔لیکن جمعہ کے دن دیوبند سے حضرت مفتی محمود صاحب بھی تشریف لے آتے ہیں، ہم میں ایک بڑا ہو جاتا ہے۔

دیکھئے! حضرت پیر صاحب کی تواضع تو دیکھئے کہ اور دنوں میں سارے ذاکرین روز کچے گھر میں آتے ہیں، روز مغرب کے بعد دفتر کی مسجد میں آتے ہیں، ذکر ہوتا ہے ۔ روز تمام ذاکرین یکساں درجہ کے ہوتے، میں ان کا خادم طلحہ۔ اور جب جمعہ کی مجلس ہوتی ہے، حضرت مفتی محمود صاحب تشریف لاتے ہیں، ان میں ایک بڑا ہو جاتا ہے۔ ہمیں ایک سردار مل جاتے ہیں، رئیس مل جاتے ہیں۔

کیا ذاکرین اور شرکاء حضرت پیر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوکر ذکر اس لئے کرتے تھے کہ ان کے گھر پر جگہ نہیں تھی؟ یہاں کیوں پہنچتے ؟ جیسے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی مجلس ذکرِ جس میں دور دور سے بے شمار لوگ اکٹھے ہوتے تھے، ان کے یہاں جگہ نہیں تھی مجلس ذکر کی؟ اویس قرنی کے پاس جا کر کیوں ذکر کرتے تھے؟

خوش الحان ذکر

اس لئے کرتے تھے کہ ادھر چھتہ مسجد میں حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ مراقب ہیں اور ایک پیر و مرشد یہاں مراقب ہیں ۔ اور ان کا ایک خادم ، آپ کا دیوانہ، آپ کا عاشقِ زار ترنم کے ساتھ، مزے کے ساتھ، مزے لے لے کر ذکر کر رہا ہے، ذکر میں مصروف ہے۔ ان کے جیسے ترنم کا ذکر حضرت مولانا شاہد صاحب کراچوی اور حضرت مولانا

زبیر صاحب کراچوی رحمۃ اللہ علیہ کی میں نے مثال دی تھی کہ وہ حضرت کے یہاں کراچی سے پہنچے۔ چلہ بھر قیام کیا، حضرت مولانا عاقل صاحب کو حضرت شیخ کیا فرما رہے ہیں کہ اس کے ذکر نے میرے دل کو گھائل کر دیا۔ اوہ! کتنا بڑا سرٹیفکیٹ۔

یہ حضرت مولانا قاسم صاحب کے خادم اور دیوانے دوسرے کونے پر اپنے ذکر میں مصروف ہیں، انہوں نے جلوۂ نبوت دیکھا۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تخت اترتے ہوئے دیکھا اور پھر سارا یہ واقعہ جو آپ کو بیان کیا کہ سارا حساب لیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت مسرور ہوئے اور پھر آگے میں نے اپنی طرف سے اضافہ کیا کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہارِ مسرت کاہے کے لیے تھا؟ کہ بڑھاتے جاؤ۔ ہر جگہ دارالعلوم دیوبند ہو، ہر جگہ دار العلوم ہو۔ جس طرح میں یہاں آیا، جہاں جہاں یہ دارالعلوم ہوں گے، وہاں وہاں بھی میں آوں گا۔

دارالعلوم بری

ہمارے دارالعلوم بری کا پارہ اوپر نیچے رہتا ہے۔ کبھی سردی، کبھی گرمی۔ سب سے زیادہ پارہ ڈاؤن کس وقت رہا؟ جب کہ زیرو ہونے والا تھا یہ دارالعلوم۔ ہم خریدنے جارہے تھے، آدھی سے زیادہ رقم، ایک لاکھ دس ہزار میں سے ادا کر چکے تھے اور باقی ادا نہیں کر پائے۔ مدت انہوں نے ایک دفعہ دی، پھر رعایت کرکے دوسری دفعہ دی۔ پھر تیسری دفعہ دی۔ بالآخر وہ بھی اپنی ضرورت محسوس کرتے ہوں گے۔ انہوں نے ہمیں آخری نوٹس دے دیا کہ فلاں وقت تک اگر آپ کی یہ رقم بقیہ آپ نے جمع نہ کرائی، ہم اسے آکشن auction کر دیں گے اور اپنی رقم وصول کرلیں گے۔

ظاہر ہے کہ اس وقت پیر تلے سے زمین نکل گئی۔ الٰہی میں کیا کروں؟ ابا جان کو خواب میں دیکھا۔ دار العلوم کے سلسلہ میں صرف ایک ہی دفعہ انہیں دیکھا۔ اسی رات کو دیکھا ہوگا۔

ابا جان تشریف لائے اور کیا گجراتی میں جملہ فرمایا۔ کہتے ہیں کہ 'تے تاری شکتی تھی ودھارے وزن اٹھاوی لیدیلو چھے۔ ماڑنسے ایتلو ج اٹھاوُو جوئے جیتلی شکتی ہوئے'۔ کہ انسان جتنی استطاعت اور طاقت اور گنجائش سمجھے اپنی طاقت میں، اتنا ہی وزن اٹھانا چاہئے ورنہ نقصان ہوتا ہے۔

ان پریشان کن لمحات میں ایک شب میں نے یہ دیکھا کہ میرے بھائی جان تشریف لائے۔ اور دو پرانے کوئن coin ، پرانے سکے عطا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہیں۔ الحمد للہ! پھر کیا تھا کہ وہ تقریباً تین چار روز پریشانی کے گذرے اور انتظام ہوگیا اور ہم نے رقم ادا کردی۔ اور اللہ نے اس دن سے لے کر آج تک اس جیسا امتحان پھر کبھی نہیں لیا۔ وہ امتحان پارہ جانچنے کے لیے اور پارہ اوپر کرنے کے لیے تھا کہ بڑھاتے چلے جاؤ۔

حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ایک دفعہ حضرت شیخ قدس سرہ درسِ بخاری کے لیے دارِ جدید پہنچے۔ اطلاع مل چکی تھی کہ حضرت ناظم صاحب، مولانا اسعد اللہ صاحب علیل ہیں، بیمار ہیں ۔ مسجد کلثومیہ کی طرف بڑھنے سے پہلے رستہ میں، گیٹ سے داخل ہوکر داہنی طرف، سب سے پہلا کمرہ حضرت ناظم صاحب کا تھا۔ حضرت نے وہاں پہنچ کر فرمایا کہ ناظم صاحب کے پاس لے چلو۔ جب حضرت پہنچے ، ناظم صاحب کا خادم تھرمامیٹر رکھے ہوئے تھا۔ حضرت خاموش تھے، ساکت وہیل چیئر میں تشریف فرما رہے۔

جب وہ تھرمامیٹر ہٹایا گیا، حضرت نے پوچھا یہ کیا؟ حضرت ناظم صاحب نے فرمایا کہ 'حضرت! یہ بخار جانچ رہے تھے کہ کتنا بخار ہے'۔ حضرت نے فرمایا کہ بھئی کتنا ہے؟ بتایا گیا ہے کہ ایک سو دو ڈگری۔ بہت زیادہ بخار ہے۔ اس کا اظہار کرتے ہوئے ناظم صاحب نے

فرمایا کہ 'ایک سو دو ڈگری بخار ہے!'۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا 'لاؤ مجھے لگا کر کے دیکھو'
اِس وقت یہ تھرمامیٹر ابھی تو زبان کے نیچے رکھا جاتا ہے، اُس زمانے میں بغل میں رکھا جاتا تھا۔ پرانے حضرات کو یہ یاد ہیں، یہ باتیں تازہ ہوں گی۔ ان کو یاد آئے گا۔ جب بچوں کو گدگدی ہوتی تھی، وہ کافی دیر لگتی تھی تھرمامیٹر وہاں رکھنے میں۔

جب حضرت شیخ قدس سرہ کا تھرمامیٹر نکال کر دیکھا گیا، اس میں پارہ کتنا اوپر پہنچا ہوا تھا؟ ایک سو سات ڈگری پر تھا۔ حضرت ناظم صاحب تو خود جانتے تھے انگریزی بہت اچھی۔ میں جب کبھی پہنچتا، کبھی انگریزی میں چند جملے فرماتے کہ یہ یوسف انگلینڈ سے آیا ہے۔ لیکن پھر بھی آج تک انگریزی زبان نہ سیکھ سکا، پتہ نہیں کوشش بھی بہت کی شروع میں پھر ہتھیار ڈال دیئے۔

حضرت ناظم صاحب انگریزی جانتے تھے تو حضرت ناظم صاحب نے دیکھ کر فرمایا کہ 'یہ ایک سو سات ڈگری ہے، اس میں تو انسان زندہ نہیں رہ سکتا'۔ حضرت مسکراتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں تو آپ کے سامنے زندہ بیٹھا ہوں۔ ابھی جا کر سبق پڑھاؤں گا۔

معمور، مشغول اور منور رکھنے کے لیے یہ تمام معمولات ہمیں عطا فرمائے تا کہ ہمارا پارہ اوپر جائے، اوپر جائے ۔ ملکوتی بن جائیں، ملکوتی صفات ہمارے اندر پیدا ہوں، رذائل ہمارے سارے ختم ہوں۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے یہ لمحات عطا فرمائے، جمعہ کی رات کے یہ لمحات کتنے مبارک ہیں۔ اس کی قدر کرنے کی طرف ہمیں توجہ دلائی۔

کاش کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اطہر کو ٹھنڈا رکھ سکیں۔ ہماری طرف، ہمارے اعمال نامے کی طرف جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں۔ اور دوستو! سب سے زیادہ فکر ہمیں یہی ہونا چاہیئے اپنے بارہ میں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا پارہ ہمارے حق میں ہے یا ہمارے خلاف ہے؟ رضا اور خوشنودی کا پارہ اونچا ہے، بلندی پر ہے یا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی ہم سے مسرور اور خوش ہیں یا

غضب اور غصہ کا پارہ بلند ہے۔

ہم دونوں کو دیکھ سکتے ہیں۔ کس طرح دیکھ سکتے ہیں؟ ہم اپنا حال دیکھیں، اپنے اعمال دیکھیں، اپنے آپ کا حساب کریں جیسے حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے حساب مانگا گیا۔ ہمیں پتہ چل جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے خوش ہیں یا ناخوش ہیں۔ مسرور ہیں یا مغموم ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی راحت کا سامان بنائے۔

حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ

ایسا ہی پارہ دیکھنے کے لیے ایک مرتبہ ابوسفیان نے ایک سفر کیا۔ کہ جنگیں کرتا رہا، مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوتا رہا۔ کیا بدر میں آیا اور کیا احد میں آیا۔ اور آخری مرتبہ غزوۃ الاحزاب اور غزوۂ خندق کے موقعہ پر تو ساری دنیائے عرب میں لے کر آیا اور خود مدینہ منورہ میں بھی کسی کو چھوڑا نہیں، جس سے وہ امید کر سکتا تھا۔ ان سے ساز باز کی لیکن ہر مرحلہ پر وہ ناکام، خائب اور خاسر رہا۔

اب تک تو ہمیشہ وہی حملہ آور ہوتا تھا۔ اب کچھ دھیمی دھیمی آواز میں، چپکے چپکے کان میں کہیں آواز اس کو پہنچ رہی ہے، اطلاع مل رہی ہے کہ اب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری خبر لیتے ہیں۔ خدا کے دشمنو! تیار ہو جاؤ، آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری خبر لینے کے لیے تیاری فرما رہے ہیں، آنے والے ہیں۔ اب آئے، تب آئے۔

یہ خبریں جھوٹی ہیں یا سچی ہیں اس کے امتحان کے لیے اِس سے پوچھا، اُس سے پوچھا، اِس قافلہ کو بھیجا، اُس کو بھیجا۔ بالآخر اس نے خود سفر کیا۔ اوہو! کتنا بڑا مجرم، کتنا بڑا دشمن، کتنا بڑا پاپی، جس نے کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی کسی بھی چیز میں۔ لیکن اس کا بھی عقیدہ تھا، ایمان تھا، یقین تھا کہ وہ سمجھتا تھا کہ یہ رحمت للعالمین ہیں۔ وہ تن تنہا خود پہنچتا ہے اور اپنی صاحبزادی ام حبیبہ رضی اللہ عنہ کے گھر پر سیدھا پہنچتا ہے۔

بیٹی نے دیکھا کہ باپ آیا ہے، اب سوچ میں ہیں کہ دشمنِ خدا کے ساتھ میں کیا کروں۔ نہ کوئی خیر خیریت معلوم کی۔ صرف تھوڑی دیر تو ہکا بکا بیٹی ہوگئیں کہ یہ کون آ گیا، کیسے آ گیا میرے گھر۔ باپ کی شکل میں وہ نہیں دیکھ رہی تھیں۔ تھرما میٹر حبِ نبوی کا جو لگا ہوا تھا حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے دل میں، اس سے وہ چیک کر رہی تھیں کہ یہ تو خدا کا دشمن ہے۔ میرا باپ نہیں ہے۔ میرا اس سے کیا تعلق ہے۔

فراشِ نبوی

اس لئے جیسے ہی اپنے باپ کو، ابوسفیان کو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا دیکھتی ہیں کہ وہ گھر میں داخل ہوکر سیدھا بستر نبوت کی طرف ، فراشِ نبوی کی طرف ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر کی طرف قدم بڑھا رہا ہے۔ فرمایا ’ خبردار! ‘ ساری آنکھیں کھول کر ابوسفیان اپنی بیٹی کو دیکھ رہا ہے، کہ ارے جیسے کوئی ڈاکو آ گیا ہو، چور آ گیا ہو۔ اس طرح کا یہ باپ کے ساتھ برتاؤ۔ اتنے میں کچھ کہنے سننے کے بجائے بیٹی نے کیا کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر شریف لپیٹا، آنکھوں پر رکھا اور سر پر رکھا۔ خالی زمین پر اسے بٹھایا۔

وہ بیٹھا ہوگا بٹھایا بھی نہیں ہوگا۔ ہکا بکا ہوکر ابوسفیان اپنی صاحبزادی ام حبیبہ سے سوال کرتا ہے کہ ’يَا بُنَيَّةِ مَاأَدْرِيْ أَرَغِبْتِ بِيْ عَنْ هٰذَا الْفِرَاشِ أَوْ رَغِبْتِ بِهِ عَنِّيْ؟‘ کہ تجھے تیرا باپ زیادہ مرغوب اور محبوب ہے یا تیرا یہ بستر۔ صاحبزادی یہ جواب دیتی ہیں۔ ’قَالَتْ بَلْ هُوَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ وہ فرماتی ہیں بلکہ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے۔ آگے کتنی نفرت کا اظہار فرماتی ہیں۔ کتنے نفرت بھرے کلمات جو وہ کہہ سکتی تھیں فرماتی ہیں۔

پارہ دیکھو ام حبیب رضی اللہ عنہا کا کہ کتنا بلند ہوگیا کہ وہ بیٹھا نہیں، اس نے ناپاک نہیں کیا بلکہ لپیٹ کر رکھ دیا پھر بھی تسلی نہیں ہوئی۔ اس کے سوال کے جواب میں کیسا زبردست تیر

مارا ابوسفیان کے دل پر۔ کہ بَلْ هُوَ فِرَاشُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، کہ یہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے محبوب کا بستر ہے۔ 'وَأَنْتَ رَجُلٌ مُشْرِكٌ نَجِسٌ' ۔تو میرا باپ نہیں ہے، تو ایک ناپاک، گندہ، نجس مشرک ہے۔ اور زیادہ تکلیف دینے کے لیے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ 'وَلَمْ اُحِبَّ اَنْ تَجْلِسَ عَلٰى فِرَاشِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔اور مجھے بالکل پسند نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر تو بیٹھے اور اسے گندہ کرے۔

غریب باپ اب کیا کہہ سکتا ہے اس ویلکم اور استقبال کو دیکھ کر۔ کہ برسوں بعد زندگی میں پہلی دفعہ قدم رکھا بیٹی کے گھر اور یہ ویلکم اور یہ استقبال۔ وہ شکایتی انداز میں کہتا ہے کہ 'وَاللّٰهِ لَقَدْ أَصَابَکَ يَا بُنَيَّةِ بَعْدِيْ شَرٌّ' ۔معلوم ہوتا ہے کہ میرے پیچھے کچھ تمہیں شر تو نہیں پہنچ گیا؟ آج کل تو شر کے لیے ایک ہی لفظ جن اور جادو استعمال ہوتا ہے۔ کچھ بھی ہو جائے، اس کھاتے میں ڈال دو کہ اس پر جادو ہے، اس پر جن ہے۔ اس نے بھی یہ ہی کہا 'وَاللّٰهِ لَقَدْ أَصَابَکَ يَا بُنَيَّةِ بَعْدِيْ شَرٌّ'۔ کہ میرے پیچھے تمہیں یہ شر لگ گیا۔

اس نے جب بیٹی کی طرف سے یہ برتاؤ دیکھا 'ثُمَّ خَرَجَ'، پھر وہاں سے نکل جاتا ہے۔ اور بیٹی نے بھی نہیں کہا کہ سوری sorry۔ غصہ میں ہو گیا۔ کچھ نہیں، بلکہ وہ خوش ہوئی۔ ثم خرج۔ ابوسفیان نکل جاتا ہے 'حَتّٰى أَتٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔اللہ! میں نے عرض کیا کہ اسے یقین تھا کہ یہ رحمۃ للعالمین ہیں۔ ہم کتنے ہی گنہگار بن جائیں۔ گناہوں کے پہاڑ، گناہوں کی نجاستوں میں لت پت ہوں، پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے رحمۃ للعالمین ہی ہیں۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ مدینہ

طیبہ میں مسجد نبوی میں روتے ہوئے مجھے فرمانے لگے کہ مجھے آئے ہوئے اتنے دن ہوگئے۔ لیکن میں کسی کونے میں بیٹھ کر سلام پڑھ لیتا ہوں۔ مواجہہ شریف میں حاضری کا میرا منہ نہیں۔ میں نہیں جاسکتا۔ اتنے دن ہوگئے۔

حضرت اس رونے کی تفصیل فرمارہے تھے۔ وہ ساری سن کر میں نے عرض کیا کہ بچہ نے جیسے ہی نیپی nappy میں پیشاب کرلیا، پاخانہ کرلیا، اس کی بدبو اسے محسوس ہورہی ہے، اسے گھن محسوس ہورہی ہے، اسے بھی کھجلی ہورہی ہے، وہ پریشان ہے گندگی سے۔ کسی تقریب میں، اطراف میں چاہے ہزاروں انسان جمع ہوں، کسی سے جاکر شکایت نہیں کرے گا۔ وہ بھاگے گا، ماں کی گود میں جاکر بیٹھ جائے گا روتے ہوئے۔ ماں سمجھ جائے گی کہ اس کو دھونا ہے۔

حضرت مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درجات حق تعالیٰ بلند فرمائے۔ کتنا رو رہے تھے، لیکن اب فرمایا 'بس مجھے اطمینان ہوگیا۔ آپ نے بہت عمدہ طریقہ سے میری تسلی فرمادی'۔ اتنے دنوں تک حاضر نہیں ہوئے تھے، اس کے بعد سیدھے تشریف لے گئے۔

درخواستِ سفارش

ابوسفیان اپنے متعلق سمجھتا تھا کہ میں بہت بڑا پاپی ہوں، ان کا سب سے بڑا دشمن ہوں، سب سے بڑا مجرم ہوں۔ لیکن اس کو یقین تھا کہ وہ تو رحمۃ للعالمین ہیں، ضرور میرے ساتھ رحم اور رحمت کا برتاؤ ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچا۔ 'فَلَمْ یَرُدَّ عَلَیْهِ شَیْئًا' ۔ کیسی رحمۃ للعالمینی ۔ اللہ! کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالکل خاموش، بالکل ساکت رہے۔ کوئی جواب عنایت نہیں فرمایا۔

' ثُمَّ ذَهَبَ اِلیٰ اَبِي بَكْرٍ ' ۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ 'فَكَلَّمَهُ اَن یُّكَلِّمَ لَهُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔ ان سے درخواست کی کہ آپ سفارش

کیجئے۔ وہاں بھی ٹیڑھا جواب ملا۔ فَقَالَ اَبُوْ بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقُ 'مَا أَنَا بِفَاعِلٍ' ۔ میں بالکل کبھی نہیں کروں گا۔

'ثُمَّ اَتیٰ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَکَلَّمَهُ' ۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچتا ہے۔ یہی درخواست ان سے کرتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فاروقی انداز اور جلال کے ساتھ کیا فرماتے ہیں 'اَنَا اَشْفَعُ لَکُمْ اِلیٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ؟' میں اور تیری سفارش بارگاہِ نبوت میں کروں؟ 'فَوَاللّٰهِ لَوْ لَمْ اَجِدْ اِلَّا الضَّرَّ لَجَاهَدْتُکُمْ بِهٖ' ۔ کہ مجھ سے تجھے اس کی امید کیسے ہوگئی؟ میرا مزاج تو تو جانتا ہے اس کے برعکس، آخری دھمکی کا انداز۔

'ثُمَّ خَرَجَ فَدَخَلَ عَلیٰ عَلِیِّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ' ۔ وہاں سے نکلے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس پہنچے 'وَعِنْدَهُ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَعِنْدَهَا حَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ غُلَامٌ یَدُبُّ بَیْنَ یَدَیْهَا' ۔ کہ حضرت فاطمہ کے پاس پہنچا، وہاں حضرت حسن رضی اللہ عنہ ابھی چلنا بھی نہیں سیکھا، رینگ رہے ہیں۔ جا کر عرض کرتا ہے۔ یا علی! میں کل کو پچھلے زمانہ میں ماضی میں ہمیشہ تمہیں دیکھتا کہ تم میرے ساتھ بہت زیادہ رحیم وکریم وشفیق تھے میرے اوپر۔

'یَا عَلِیُّ! اِنَّکَ اَمَسِّ بِیْ رَحِیْمًا وَاِنِّیْ قَدْ جِئْتُکَ فِیْ حَاجَةٍ' ۔ تم میرے اوپر بڑے شفیق اور مہربان تھے، میں ایک ضرورت کو لے کر حاضر ہوا ہوں۔ 'فَلَا اَرْجِعَنَّ کَمَا جِئْتُ خَائِبًا' ۔ کہ جیسا اور جگہوں سے میں ناکام واپس آیا، تجھ سے اس کی امید رکھتا ہوں کہ میں کامیاب یہاں سے واپس ہوں گا۔ 'فَاشْفَعْ لِیْ اِلیٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ' ۔ اس لئے میری درخواست یہ ہے کہ میرے لئے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آپ سفارش فرمادیں۔

اظہارِ نفرت

جیسے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زبانِ مبارک سے دھمکی سنی تھی اور اس سے بڑی لڑنے بھڑنے کی۔ یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زبان مبارک سے گالی نما ایک کلمہ نکلا، بد دعا نما ایک کلمہ نکلا۔ نفرت کے اظہار کا آخری کلمہ، اگر اس کو نفرت کہا جائے۔ بعض کلمات ایسے ہوتے ہیں کہ ذی معنیین ہوتے ہیں۔ اگر محبوب کی طرف سے ہو، یہی 'وَیۡحَکَ' کا لفظ، گلاب کا پھول مراد ہوتا ہے۔ اور اگر کسی دشمن کی طرف سے ہو، سب سے بڑی گالی شمار ہوتی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ 'وَیۡحَکَ یَا اَبَاسُفۡیَانَ'، 'تیرا ناس ہو، تو مَرے اے خبیث'۔ پھر آگے اسے دھمکانے کے لیے کیا سنا دیا؟ وَاللّٰہِ لَقَدۡ عَزَمَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَمۡرٍ مَا نَسۡتَطِیۡعُ اَنۡ نُکَلِّمَہُ فِیۡہِ۔ کہ جیسا تو نے سنا بالکل صحیح، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو انتہائی درجہ میں پختہ عزم مکہ پر چڑھائی کی تیاری فرمالی ہے۔ ہم میں سے کسی کی استطاعت، طاقت اور ہمت نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عزم کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی گفتگو کرسکیں۔

دیکھا جتنوں کے پاس گیا، ہر ایک کا نفرت کا پارہ ایک سے ایک اوپر چڑھا ہوا ہے۔ ہر ایک کا انداز اور کلمات سے نفرت ہی نفرت ٹپکتی ہوئی اس نے دیکھی۔ فَالۡتَفَتَ اِلٰی فَاطِمَۃَ۔ اب وہ حضرت فاطمہ کی طرف متوجہ ہوا۔ فَقَالَ 'یَااِبۡنَۃَ مُحَمَّدٍ' اے محمد کی بیٹی! 'ھَلۡ لَکِ اَنۡ تَأۡمُرَ بُنَیَّکَ ھٰذَا فَیُجِیۡرُ بَیۡنَ النَّاسِ؟' کہ یہ تجھے نبی کی بیٹی ہونے کا واسطہ کہ، اس چھوٹی سی جان کے ذریعہ میرے بارے میں ایک کلمہ کہلوا دے کہ میں نے اس کو پناہ دے دی اور مکہ والوں کو پناہ دے دی۔

لیکن یہ کتنا غبی اور بے وقوف تھا کہ ساتھ ہی آگے لالچ دیتا ہے۔ کہ 'فَیَکُوۡنُ سَیِّدَ

اَلْعَرَبِ اِلیٰ آخِرِ الدَّھْرِ، تیرے بیٹے کو عمر بھر کے لیے دنیائے عرب کا بادشاہ تسلیم کرلیا جائے گا۔ **قَالَتْ وَاللّٰهِ مَابَلَغَ بُنَيَّ ذٰلِکَ اَن یُّجِیرَ بَیْنَ النَّاسِ وَمَا یُجِیرُ اَحَدٌ عَلیٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ** ۔حضرت فاطمہ فرمانے لگیں کہ میرا بیٹا اس کی یہ عمر نہیں ہے۔اوراس بیٹے کی تو کیا مجال ہے،' **وَمَا یُجِیرُ اَحَدٌ عَلیٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ**' ۔سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم پانچ دہائیوں کا بدلہ لینے کے لیے عازم سفر ہوئے ہیں، وہاں کس کی مجال ہے کہ مکہ والوں کو پناہ دینے کی سفارش کرے۔

مکہ والوں کی مایوسی

اب اس نے ہتھیار ڈال دیئے اور رونے دھونے لگا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مخاطب ہوکر کہنے لگا'**یَا اَبَاالْحَسَنِ !اِنِّي اَرَی الْاُمُوْرُ قَدِ اشْتَدَّتْ عَلَيَّ فَانْصَحْنِيْ**' ۔یا علی نہیں کہا۔ اعزاز، تعظیم اور تکریم کے طور پر وہ کنیت کو استعمال کرتے تھے۔ کہتا ہے'اے ابو الحسن ! میں دیکھ رہا ہوں کہ مصیبتیں مجھ پر بہت سخت ہوگئیں،تم مجھے کچھ نصیحت کرو کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے'۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا'**وَاللّٰهِ مَاأَعْلَمُ لَکَ شَیْئًا یُغْنِيْ عَنْکَ شَیْئًا**' ۔ لاعلمی ظاہر کی کہ مجھے کوئی چیز معلوم نہیں جو تجھے ذرہ بھر فائدہ دے سکے۔ تیرے کرتوت یاد کر اور مکہ والے اپنے تمام کرتوت یاد کریں۔کتنا مایوس کردیا، اسے زبردست جملہ فرما کرکے۔ '**وَاللّٰهِ مَاأَعْلَمُ لَکَ شَیْئًا یُغْنِيْ عَنْکَ شَیْئًا**'۔

پھرآگے فرمایا '**وَلٰکِنَّکَ سَیِّدُ بَنِيْ کِنَانَةَ فَقُمْ فَأَجِرْ بَیْنَ النَّاسِ ثُمَّ اِلْحَقْ بِأَرْضِکَ**' کہ مکہ میں کچھ تو وہ لے کرجائے۔اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے وہ پوچھتا ہے کہ '**اَوْتَرٰی ذٰلِکَ مُغْنِیًا عَنْکَ شَیْئًا؟**' **قَالَ لَا وَاللّٰهِ مَاأَظُنُّهُ وَلٰکِنِّيْ لَا أَجِدُ لَکَ غَیْرَ ذٰلِکَ**' ۔کہ مجھے تو سوائے اس کے تیرے لئے کوئی جواب ذہن میں نہیں آرہا۔

فَقَامَ اَبُوْ سُفْيَانَ فِي الْمَسْجِدِ ۔اب اس نے خود اپنی زبان سے مسجد میں پہنچ کر صحابہ کرام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اعلان کر دیا'**فَقَالَ' اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّي أَجَرْتُ بَيْنَ النَّاسِ'، ثُمَّ رَكِبَ بَعِيْرَهُ فَانْطَلَقَ'** ۔اپنی سواری پر سوار ہو کر واپس لوٹ گیا۔

' **فَلَمَّا قَدِمَ عَلٰى قُرَيْشٍ قَالُوْا مَاوَرَائَكَ ؟** قریش وہاں منتظر تھے، جاتے ہی انہوں نے پوچھا کہ کیا خبر لے کر آئے ؟'**قَالَ جِئْتُ مُحَمَّدًا فَكَلَّمْتُهُ فَوَاللّٰهِ مَارَدَّ عَلَيَّ شَيْئًا'** ۔ کہنے لگا کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر بات کی ۔کوئی جواب نہیں دیا۔'**ثُمَّ جِئْتُ اِبْنَ اَبِي قُحَافَةَ فَلَمْ اَجِدْ مِنْهُ خَيْرًا'** ۔ابوبکر کی خدمت میں پہنچا ان سے بھی کوئی اچھا جواب نہیں ملا۔'**ثُمَّ جِئْتُ اِبْنَ الْخَطَّابِ فَوَجَدْتُهُ اَدْنَى الْعَدُوِّ'** ۔کہ میں عمر بن خطاب کے پاس پہنچا ، میں نے بہت سے کمینے اور خسیس دشمن کا انداز ان کی طرف سے بھی پایا۔**فَوَجَدْتُهُ اَدْنَى الْعَدُوِّ** ۔کہ دشمن بھی اور دشمنوں میں بھی سب سے گھٹیا، رذیل اور خسیس قسم کا دشمن ان کو پایا۔ایک روایت میں ہے '**اَعْدَى الْعَدُوِّ**'، '**اَدْنَى الْعَدُوِّ**' کی جگہ پر، کہ سب سے بڑا دشمن اگر میں نے پایا تو اس کو پایا۔

پھر آگے کہتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس میں پہنچا،اوروں کے مقابلہ میں اس قوم اور اس جماعت میں سب سے کسی کو نرم اگر پایا تو حضرت علی کو پایا۔ اور مجھے جو انہوں نے جس طرح کرنے کو کہا، وہ میں کر کے آیا ہوں۔لیکن پھر بھی مجھے نہیں پتہ کہ اس سے کوئی ہمیں فائدہ ہوگا یا نہیں ہوگا۔بس انہوں نے مجھے مشورہ دیا، میں نے مسجد میں جا کر یہ اعلان کر دیا۔سب لوگ ایک دم پوچھنے لگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ دے دی سب کو؟ **قَالَ لَا** ۔ کہنے لگا نہیں۔ان کی طرف سے بھی گالی سنی '**وَيْلَكَ**'۔ تیرا ناس ہو۔اس نے کہا کہ میں اس کے سوا کچھ کر نہیں سکتا تھا۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی کا پارہ دیکھتے تھے یہ حضرات کہ جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبت تھی، اس کے لیے کٹنے مرنے کو تیار تھے ۔جس سے نفرت تھی، اس

سے مقابلہ کے لیے کٹنے اور مرنے کو تیار۔ اللہ تعالیٰ ان صحابہ کرام کو ہماری طرف سے بے حد جزائے خیر عطا فرمائے اور ہمیں اپنا پارہ ٹٹولتے رہنے کی توفیق دے کہ ہم اپنے پارہ کو دیکھیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق میں کتنا اضافہ ہوا اور گناہوں میں کتنی کمی ہوئی۔

عمر بھر کی بری عادتوں میں سے کس کس کو میں نے چھوڑا۔ اس کی فہرست بنایئے۔ اس کو ڈیلیٹ کرتے جایئے کہ اس کو میں نے چھوڑا، اس کو چھوڑا، اس کو چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور جیسا بار بار عرض کیا کہ اس مہینہ میں ہر آن یہی فکر ہو کہ الٰہی معلوم نہیں کہ تو مجھ سے خوش ہے کہ ناراض ہے۔ تیرا رسول مجھ سے خوش ہے کہ ناراض ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سے خوش ہو، اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ہم سے خوش رہیں۔

معرفت الٰہیہ

ہمارے اکابر نور اللہ مراقدہم جو سلوک ہمیں بتا کر گئے، تصوف کا رستہ بتا کر گئے، اس میں کسی چیز کو چھوڑا نہیں انہوں نے۔ معرفتِ خداوندی سے شروع فرما کر کے ایک ایک جزئیات کی تفصیل فرمائی۔ کیا اذکار، کیا اعمال ہر چیز ان کے یہاں بڑی تفصیل سے ملتی ہے۔

معرفت الٰہیہ کے سلسلہ میں بار بار میں عرض کرتا ہوں کہ ہم اپنے مالک سے کتنے دور ہیں۔ **وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ** ۔ یہ ہمارے ہی بارے میں ہے۔ اسی طرح سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی کو نہ ہم نے پہچانا، نہ جانا تو جب معرفت ہی نہیں، جانتے ہی نہیں، کیسے پھر اتباع کر پائیں گے۔ اسی لئے حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ **مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ**۔ کہ جس نے اپنے وجود، اپنی جان کو اپنے نفس کو نہیں پہچانا اس نے مالک کو بھی نہیں پہچانا۔ جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے رب کو پہچان لیا۔

کیوں؟ کہ اسی راستے سے قرآن نے ہمیں معرفت کا راستہ دکھایا کہ 'فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ' کہ انسان اپنے آپ کو دیکھے، خود ہی عقل آجائے گی۔ حضرت شاہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر کوئی بھی اس کا مطلب نہیں سمجھا سکتا۔

حضرت شیخ الہند قدس سرہ

اوہو! حضرت شیخ الہند قدس سرہ کی ذات بابرکت ایسی عظمتوں کو چھوئے ہوئے ہے کہ حضرت شیخ الاسلام حضرت مدنی نے غالبًا اپنے گرامی نامہ میں تحریر فرمایا، جو حضرت مولانا قاری طیب صاحب کو تحریر فرمایا، کہ حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں، فلاں فلاں طالب علمی کے زمانہ میں ممتاز تھے اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی زمانہ میں طالب علم تھے۔ مگر ان کی طرح سے ممتاز طلبہ میں شمار نہیں تھا۔ پھر آگے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کہاں سے کہاں آسمان اور ملائے اعلیٰ کی بلندیوں کو چھو گئے۔

اس کے بعد پھر نام لے کر حضرت نے اس گرامی نامہ میں تحریر فرمایا کہ فلاں فلاں تھے۔ ان کا بڑا امتیاز تھا حضرت شیخ الہند کے شاگردوں میں۔ مگر کسی سے ان کا نام پوچھا جائے، کوئی پہچانے گا بھی نہیں کہ یہ کون صاحب دنیا میں تھے۔ حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی، حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی، حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ بھی، یہ سارے کے سارے اپنے استاذِ محترم حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے اس قدر گرویدہ تھے کہ یہاں حضرت مولانا انور شاہ صاحب نے فرمایا کہ 'مَنْ عَرَفَ نَفْسَهُ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهُ' اس کا مطلب حضرت شیخ الہند سے بڑھ کر کوئی بھی نہیں سمجھا سکتا۔

خود آگاہی

آگے پھر حضرت مولانا انور شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن عزیز اس کی طرف بار بار توجہ دلاتا ہے کہ انسان اپنے آپ کو نہیں دیکھتا۔ پھر ڈاکٹر اقبال کا شعر سنایا:

بے آہ سحرگاہی تفہیم خودی مشکل

کہ خودی سے مراد خود آ گاہی، اپنے آپ کو پہچاننا، کہ اپنے نفس کو انسان پہچانے کہ میں کیا ہوں۔ پھر فرمایا کہ دوسرے شعر میں اس کی تفسیر فرماتے ہیں علامہ اقبال ؎

جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خودگاہی کھلتے ہیں غلاموں پر اسرارِ شہنشاہی

یعنی جب خدا تعالیٰ سے محبت اور عشق ہوجاتا ہے تو پھر عرفان نصیب ہوتا ہے۔

جب عشق سکھاتا ہے آداب خود گاہی کھلتے ہیں غلاموں پر اسرارِ شہنشاہی

کہ جب خدا تعالیٰ سے محبت اور عشق ہوجاتا ہے، پھر عرفان نصیب ہوتا ہے۔ دوسری جگہ فرماتے ہیں:

شام جس کی آشنائے نالۂ یارب نہیں جلوہ پیرا جس کی شب میں اشک کے کوکب نہیں

جس کا سازِ دل شکستِ غم سے ہے نا آشنا جو سدا مستِ شراب عیش و عشرت ہی رہا

کلفتِ غم گرچہ اس کے روز وشب سے دور ہے زندگی کا راز اس کی آنکھ سے مستور ہے

وہ سمجھتا ہے کہ ساری دنیا بڑی پریشان ہیں، میں بڑا راحت میں ہوں۔ عیش وعشرت کا سارا سامان میرے پاس موجود ہے۔ اقبال فرماتے ہیں کہ 'زندگی کا راز اس کی آنکھ سے مستور ہے'۔ یہ دھوکہ میں ہے، زندگی کے راز کو اس نے سمجھا ہی نہیں۔

حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

اسی لئے فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب کو اکثر دیکھا گیا کہ رات کو بہت کم سوتے تھے، اکثر آنسو بہاتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ خسرو کے یہ اشعار پڑھے ؎

جاں زتن بردی ودر جانی ہنوز دردہا دادی و درمانی ہنوز

کہ ہمارے دردوں کا دینے والا بھی تو اور اس کا علاج اور درمان دینے والا بھی تو۔

قیمت خود ہر دو عالم گفتہ ای نرخ بالاکن کہ ارزانی ہنوز

کہ دو عالم، دونوں جہان خرچ کر کے بھی الٰہی اگر تو مل جائے، بڑا سستا سودا ہے۔ تو نے اس کی قیمت دو جہان رکھی ہے یہ بھی بہت سستی ہے۔ اور زیادہ تیری ذاتِ عالی کی قیمت ہونی چاہیے۔ 'نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز'۔ یہ اشعار پڑھتے جاتے اور روتے جاتے۔ بہت ہی رقت ہوئی حتیٰ کہ ریش مبارک تر ہو گئی۔

فرمایا کہ یہ شعر امیر خسرو کے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ جب آپ کو غسل دیا جا رہا تھا، یہ شعر اس وقت آپ نے کہے۔ اللہ! ۔ اس واسطہ آپ میں بے نفسی بے حد تھی۔ جب آپ نے نفس پر پیر رکھا ہوگا اس وقت معرف الٰہیہ حاصل ہوئی ہوگی۔ جیسا حضرت مولانا شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اپنے نفس پر ایک پیر رکھ دو ، دوسرا پیر تمہارا جنت میں۔ مالک نے پہچاننے کے لیے ہمیں فرمایا کہ مجھے پہچاننا ہو تو پہلے اپنی ذات کو پہچان لو۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

دو تین سال پہلے سارا رمضان دو نام ہی سنتے رہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ۔ وہاں بتایا تھا کہ داؤد طائی کا معمول تھا کہ زندگی بھر کبھی سوئے ہی نہیں۔ بیٹھے ہی رہتے تھے، ٹولتے رہتے تھے۔ یہی حال حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ ایک دفعہ اسی طرح کسی شاگرد نے دیکھا کہ اب تو سب فارغ ہو کر چلے گئے تنہائی ہے۔

عرض کیا کہ حضرت! اب تو سب چلے گئے، تھوڑے پیر لمبے کر لیں، آرام سے سو جائیں کہ اب تو کوئی نہیں ہے۔ حضرت امام اعظم نے فرمایا کہ 'اچھا مجمع ہوتا ہے، اس وقت پیر لمبے نہیں کر سکتے اور جب وہ سب چلے گئے، اب پیر لمبے کر کے سو جانا چاہیے۔ ان کی وجہ سے، جن کی وجہ سے میں پیر لمبے نہیں کرتا، میرا مالک، میرا خدا، وہ تو مجھے دیکھ رہا ہے'۔ مجاہدہ کی بھی کوئی حد ہوتی ہے! اللہ! ۔ یہ نفس کشی کس حد تک تھی!

اسی کو اپنایا حضرت انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کہ کبھی پاؤں کھول کر نہیں سوئے بلکہ سکڑ کر سوتے تھے۔ جیسا کہ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ بھلا کوئی محبوب کے سامنے پاؤں پسار کر اس طرح بے ادبی کر سکتا ہے؟ کتنا استحضار تھا مالک کا کہ ایک لمحہ کے لیے غفلت نہیں تھی۔

سونے کا انداز

سکڑ کر سونے میں بھی الگ الگ انداز ہیں۔ آپ عربی میں لکھئے 'محمد'، میم بنائیے۔ سکڑ کر اس طرح سوتے ہوں گے کہ یہ میرا ماتھا اور سر اس کی گولائی میم کی گولائی ہے۔ اس کے بعد تھوڑا سا نیچے کرتے ہیں حا کے لیے۔ یہ میم جو حا کو ملانے والی ہے، یہ کندھا اور اوپر کی ہڈیاں اور اوپر کا ڈھانچا ہے۔ حا اس سے بنا دی اور حا بھی خالی ہے۔

اسی طرح ہڈیوں کے بیچ میں یہ سارا خلا ہی خلا ہے، جس کو ہم بھر کر اپنے جسم کو گندا کرتے رہتے ہیں، بھرتے رہتے ہیں۔ یہ حا ہوگئی۔ اس کے بعد جو چوتڑ کی گولائی ہے وہ دوسرا میم ہے۔ پھر گھٹنے سے لے کر پیر تک یہ دال ہے۔ اس تصور سے ان کو کتنا مزہ آتا ہوگا۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر خطاب کر کے حضرت شیخ الہند کیوں نہ فرمائیں:

اے جنت تجھ میں حور و غلمان رہتے ہیں — ہم نے مانا کہ ضرور رہتے ہیں
مگر اے جنت میرے دل کا طواف کر — کہ اس کے تئیں حضور رہتے ہیں

اس طرح مالک کا ادب ان حضرات نے ہمیں سکھایا۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے متعلق بیان کیا تھا کہ وہ کبھی پیر پسار کر کے سوتے نہیں تھے اور فرماتے تھے کہ محبوب کے سامنے اور مالک کے سامنے کوئی پاؤں پسار کر کے سو سکتا تھا؟

بے ادبی

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کیوں ایسا کرتے تھے؟ اس لئے ایسا کرتے تھے کہ سرکارِ

دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک چرواہا لایا گیا۔ اس کی شکایت کی گئی کہ یارسول اللہ! یہ ریگستان میں اپنے جانوروں کو چرا رہا تھا اور ہم نے اس کو دیکھا کہ شرمگاہ کو کھولے ہوئے بیٹھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تحقیق کی۔ جب ثابت ہوگیا، فرمایا کہ اس نے جو کام کیا، اسے اس کی اجرت دے کر فارغ کردو۔

یہ حدیث کیا ادب ہمیں سکھاتی ہے؟ کہ جنگل بیابان، جہاں صرف جانور ہوتے ہیں، وہاں بھی آداب کو ملحوظ رکھنا چاہئے۔ حالانکہ وہاں کون دیکھنے والا ہے؟ کیوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نکال دیا؟ فرمایا یہ بے ادبی ہے مالک کے سامنے کہ مالک تو دیکھ رہا ہے۔

تصوف پر اشکال

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم میں اور قرآن کریم کی جو تفسیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی، اس میں ہر چیز کا جواب موجود ہے۔ اسی لئے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ مبارکہ کیا تھے؟ آپ نے ارشاد فرمایا 'كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ' ۔ امی جان کا علم کس قدر تھا! کہ ایک جملہ میں سارا تصوف سمو دیا۔ اسی لئے کہا گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عملی قرآن تھے۔ اسی لئے فرمایا گیا کہ 'تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ'۔

تصوف پر اشکال؟۔ اور تعجب تو یہ ہے کہ یہ بچپن سے لے کر بڑھاپے تک سب پہنچے، یہ کرتے کرتے اور بڑھاپے میں جب بال سفید ہورہے ہیں اور ہوگئے، تب خیال ہوا کہ تصوف کوئی چیز نہیں ہے۔ حضور والا! پھر آپ کی ساری عمر کاہے میں گذری؟ برسہا برس آپ نے کدھر گذارے؟ اور ابھی اتنی طویل عمر گذارنے کے بعد یہ کہاں سے الہام ہوا؟ جب تصوف سے انکار کیا تو یہ تو جڑ کاٹنا ہے۔ ان کے جو شاگردان ہیں وہ ایک ایک جزو کو لیتے ہیں۔

کوئی کہتا ہے کہ یہ درود شریف جمعہ کے دن پڑھا جاتا ہے اس کی کوئی دلیل نہیں۔ حضرت شیخ قدس سرہ نے اپنی اس کتاب کے حاشیہ میں، عربی میں تمام کتابوں کے دلائل عربی میں رہنے دیئے کہ عوام کے سمجھنے کی چیز نہیں ہے۔ کیا فضائلِ اعمال۔ ہر حدیث کے ساتھ عربی میں حضرت نے اس حدیث کی پوری تحقیق تحریر فرمادی۔ یہاں بھی اس حدیث کی تحقیق حضرت نے عربی میں فرمادی ہے۔ لیکن وہی جو اس ملحد بادشاہ نے ان کو گر سکھایا کہ میں مانوں گا تب ہی تو۔

حضرت مولانا انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ ایک ایک چیز کو گنواتے کہ میں اس کا بھی قائل ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب کے ارشادات اور وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کے باب میں شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں تو بیداری میں زیارت کا بھی قائل ہوں۔ اسی لئے حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے ملا حسن اور ترمذی شریف کا کچھ حصہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔ سبق پڑھاتے وقت کہیں سے کہیں نکل جاتے۔ میں تو غیر مقلد ہو جاتا اگر شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر نہ ہوتا۔

ذکر اسم ذات

خود حضرت مولانا عبد القادر رائپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ سنہری مسجد دہلی میں میں نے دیکھا کہ حضرت شاہ صاحب اسم ذات، اللہ، اللہ، اللہ، اللہ، اللہ، اللہ، اللہ، اللہ درمیانہ جہر کے ساتھ، اس کا ذکر فرما رہے ہیں۔ حجرہ کے اندر بیٹھے ہوئے تھے، دروازہ پر پردہ لٹک رہا تھا۔ اور کیوں نہ کرتے؟ کہ پابندی سے حضرت گنگوہی قدس سرہ کی خدمت میں جمعرات کے دن حاضری دیا کرتے تھے۔ حضرت مولانا محمد انوری فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب خود بھی اسم ذات کا تنہا اللہ اللہ کا ذکر فرماتے تھے اور اپنے مریدین

متوسلین کو بھی اس کی تلقین فرماتے تھے۔

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی القول الجمیل میں قادریہ کا طریقِ ذکر بیان فرمایا ہے کہ ان کے یہاں کل آٹھ تسبیح کا ذکر ہوتا تھا جس میں تین لا الہ الا اللہ، نفی اثبات کی۔ لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ اور پانچ اللہ، اللہ اسم ذات کی۔ اور پھر فرمایا کہ کیا یہ بدعت ہے؟ اچھا بتاؤ حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر جب کفار ابوجہل وغیرہ مظالم ڈھاتے تھے، جواب میں اَحد، اَحد کا وہ نعرہ لگاتے جاتے تھے۔ جب امیہ بن خلف مار رہا ہوتا تھا، اس کو چڑانے کے لیے اَحد اَحد زبان سے جاری تھا۔ فرمایا کہ کیا یہ بھی بدعت ہے؟

شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب 'الیواقیت والجواہر' میں فرماتے ہیں وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ کی تفسیر میں، کہ اسم ذات 'اللہ، اللہ' کا ذکر حق تعالیٰ شانہ کے دیگر تمام اسماء اور ناموں کے ذکر سے سب سے بڑھ کر، سب سے بڑا اور سب سے اعظم ہے۔

صیغۂ خطاب در درود

جیسے پہلے بھی سنایا کہ حضرت مولانا احرار الحق صاحب دار العلوم دیوبند کے استاذ حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں رمضان میں تشریف لاتے تھے۔ دوپہر بارہ بجے جب حضرت تلاوت میں مصروف تھے، اس وقت پہنچ کر انہوں نے سوال کیا حضرت سے کہ 'خطاب کے صیغہ سے درود شریف پڑھا جا سکتا ہے؟'۔

حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا کہ 'ہاں پڑھا جا سکتا ہے'۔ پھر بطور دلیل کے حضرت نے فرمایا کہ تم اپنے خط میں لکھتے ہو، حضرت نے ٹیلی گرام کا لفظ استعمال فرمایا کہ میں فلاں دن، فلاں وقت جہاز سے دلی پہنچوں گا، تم وہاں پہنچ جانا۔ یہ 'تم وہاں پہنچ جانا'، انہیں حاضر ناظر مان کر لکھا جا رہا ہے؟ انہوں نے نفی میں سر ہلایا کہ جی حاضر ناظر مان کر کوئی نہیں لکھتا۔

اسی طرح کا ایک سوال کسی طالب علم نے حضرت شاہ صاحب سے پوچھا۔ شاہ صاحب

نے فرمایا کہ پھر نماز میں تم کیوں پڑھتے ہو 'اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ'۔ اسی لئے حضرت شاہ صاحب کے اشعار میں بھی خطاب کے صیغے پائے جاتے ہیں، جس طرح اور شعراء کے یہاں ہیں۔ شاہ صاحب یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

اے ختم رسل مرتبہ ات معلومم شد

کہ آپ تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو جتنے علوم، جتنی خوبیاں عطا کی گئیں، سب کو انفرادی انفرادی طور پر جو چیزیں ملی تھیں، ساری کی ساری آپ میں جمع کر دی گئیں۔ اتنی صدیوں میں ان انبیائے علیہم الصلوۃ والسلام کے جو انوارات تھے، وہ دنیا میں صدیوں تک پھیلاتے رہے۔ ان تمام کو سمیٹ کر آپ کے قلب اطہر میں ودیعت کیا جانا تھا اس لئے آپ دیر سے تشریف لائے، اس لئے کہ بہت دور کا سفر فرما کر آپ تشریف لائے۔

اے ختم رسل مرتبہ ات معلومم شد

کہ آپ کا راستہ دور کا ہے کہ بہت سے مراحل اور تمہیدیں طے کر کے آئے ہیں۔

اسی لئے 'تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ'۔ اور ان میں سب سے اعلیٰ ترین، رئیس الانبیاء والمرسلین، خاتم الانبیاء والمرسلین فخر دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ شاعر کہتا ہے:

محمد عربی کابرو ہر دوسرا ست ہر آنکہ خاک درش نیست خار بر سرِ او

کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو دونوں جہان کی آبرو اور دونوں جہان کی عظمت کا نشان ہیں۔ جس کے سر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی در اقدس کی خاک نہیں، ہم اس پر لعنت بھیجتے ہیں اور اس کے سر پر خاک پھینکتے ہیں۔ 'ہر آنکہ خاک درش نیست' کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس کی خاک نہیں ہے، اس کے سر پر مٹی۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا علم

جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ تمام شاگردان جنہوں نے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو پایا اوران سے پڑھا، ہر وقت ان کی عظمتوں کی تسبیح ان کی زبان پر رہتی۔ اسی طرح حال تھا ان حضرات کا جنہوں نے حضرت شاہ صاحب کو دیکھا۔ جیسا کہ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ شاہ صاحب کے علوم کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ آپ کے علوم علوم کسبی سے زیادہ علومِ لدنی ہیں۔

علامہ عثمانی فرماتے ہیں کہ ساری عمر پڑھنے اور پڑھانے کے بعد ہم حضرت شاہ صاحب کے علمی فیصلوں کے محتاج تھے۔ علامہ زاہد کوثری کو جب حضرت شاہ صاحب کی تصانیف پہنچیں، پڑھ کر فرمایا تھا کہ ’اس درجہ کا جامع علوم وفنون پانچ سو سال کے بعد امت محمدی کو میسر ہوا ہے‘۔

بچھو کا ڈنک

ایک مرتبہ مدینہ طیبہ میں آسمان کے نیچے، مسجد نور کے پیچھے مکان کے صحن میں، ہم لوگ سارے خدام حضرت کی چارپائی کے چاروں طرف اپنے اپنے بستر ڈال کر پڑے ہوئے ہیں۔ اور رات کو ڈیڑھ بجے نیند میں سے میری آنکھ کھلی، ایک بہت بڑا بچھو بیچ والی انگلی کے ساتھ چمٹا ہوا تھا۔ زور سے ہاتھ سے میں نے جھٹک دیا۔ دور جا کر گرا۔ تکلیف اس قدر کہ جیسے آگ کا انگارہ انگلی پر رکھا ہوا ہے۔ لیکن یہ سوچ کر کہ کسی ساتھی کو میں جگاؤں گا یا اٹھوں گا اپنے بستر سے، حضرت شیخ قدس سرہ کی نیند متاثر ہوگی، کسی کو اٹھایا نہیں۔ بلکہ یہ طے کیا کہ حضرت تہجد کی نماز کے لیے اٹھیں گے تب دیکھا جائے گا۔

چنانچہ بھائی ابوالحسن اٹھے مجھے بیٹھا ہوا دیکھا۔ جب انہوں نے پوچھا تو میں نے قصہ بتایا۔ اور حضرت شیخ قدس سرہ جب وضو سے فارغ ہوئے تب مجھے گردن مبارک سے اشارہ کیا۔

قریب بلایا۔ میں قریب پہنچا، تھوڑی دیر پڑھتے رہے پھر انگشت شہادت پر، شہادت کی انگلی پر اپنا لعاب مبارک لے کر جس جگہ بچھو نے ڈنک مارا تھا وہاں لگا دیا۔ لگاتے ہی ساری تکلیف کافور ہوگئی۔ اب یہ کیسے کافور ہوگئی؟ کہ کہاں تو وہ انگارہ رکھا ہوا ہے اس قدر تکلیف اور یہ لعاب مبارک، تھوک مبارک اپنا لگا دیا اور ساری تکلیف کافور۔

کوئی ایسا لمبا چوڑا وظیفہ بھی حضرت نے نہیں پڑھا۔ سورۃ فاتحہ شاید پڑھی ہو، بسم اللہ پڑھی ہو میں نہیں جانتا۔ لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ جیسے یہ ہماری سند (chain) چلتی ہے کہ میں نے حضرت شیخ قدس سرہ سے بخاری شریف پڑھی، حضرت شیخ قدس سرہ نے حضرت سہارنپوری سے پڑھی، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تک مسلسل یہ سند چلتی ہے۔ اسی طرح تسلسل سے یہ نعمتیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی سے منتقل ہوئیں۔

اور منتقل کیسے ہوئیں؟ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لعاب کے بارے میں کیا فرمایا؟ 'بِسْمِ اللّٰہِ تُرْبَۃُ أَرْضِنَا بِرِیْقَۃِ بَعْضِنَا یُشْفٰی سَقِیْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا' ۔ بِرِیْقَۃِ بَعْضِنَا سے سید الکونین آقائے نامدار فخر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی مراد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطورِ تواضع کے فرمایا کہ 'میں بھی انسان ہوں'۔ لیکن اس میں رمز، راز اور اشارہ دوسری طرف بھی ہے کہ یہ 'بَعْضِنَا' اس لئے فرمایا تاکہ یہ دولت امت کے افراد میں آگے منتقل ہو۔

مدینہ پاک کی مٹی

'تُرْبَۃُ أَرْضِنَا' وہاں کی مبارک مٹی کا کیا کہنا! ہم نے وہاں مد بنانے کی کوشش کی۔ بنانے والے بنا نہ سکے کہ ہاتھ سے مٹی کا برتن بنایا جاتا ہے، تم جس طرح چاہتے ہو کہ اتنے ۵۷۳ ملی میٹر کا ناپ، یہ ممکن نہیں اس میں جو برتن ہاتھ سے بنائے جاتے ہیں۔ یہ تو جو چیزیں مشین سے ڈھالی جاتی ہیں اسی میں ممکن ہے۔

پھر ہم نے کہا کہ اچھا ہمیں کٹورے، مدنی کٹورے پانی پینے کے لیے بنا دے۔ جب جنید جمشید مرحوم ہمارے گھر تشریف لائے اور اس میں زمزم ان کو پیش کیا کہ یہ مدینہ پاک کی مٹی کا کٹورا ہے، کوئی پانچ منٹ لگے ہوں گے اس ایک گلاس پانی کے پینے میں۔ روتے جاتے تھے، ایک ایک گھونٹ لیتے جاتے تھے۔ جب آخری گھونٹ لے کر فارغ ہوئے، کہنے لگے کہ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آج تک میں نے ایسا لذیذ پانی نہیں پایا۔ تو 'تُربَةُ أَرضِنا بِرِيقَةِ بَعضِنا'۔

کیا فرمایا 'بِرِيقَةِ بَعضِنَا'۔ جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا بنالیں ان کا یہ مرتبہ ہے کہ ہم میں سے بعض ہے، ہم میں سے ایک ہے۔ جن کو ہم نے اپنا بنایا ہے، ان کا تھوک ہو۔ مدینہ پاک کی مٹی کا بھی یہی اثر اور ہم میں سے بعض کے لعاب کا بھی یہی اثر۔ جو ہمارا بن جائے، ہم اسے اپنا بنالیں، ان کا بھی یہی مرتبہ ہوگا۔ 'تُربَةُ أَرضِنَا بِرِيقَةِ بَعضِنَا'۔ حضرت شیخ قدس سرہ 'بَعضِنَا' میں سے تھے۔ جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بنایا۔ تو پھر کیوں وہ ڈنک کی تکلیف رہتی۔ 'بِسمِ اللّٰهِ تُربَةُ أَرضِنَا بِرِيقَةِ بَعضِنَا يُشفٰى سَقِيمُنَا بِإِذنِ رَبِّنَا'۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنا لعاب مبارک ڈالا تھا۔ جیسے امام نافع قراء سبعہ میں سے ایک ہیں۔ ان کا قصہ بیان کیا تھا۔ اس میں تو لعاب مبارک کی ابھی ڈالنے کی نوبت نہیں آئی۔ صرف ان کے منہ سے منہ ملا کر، دہن مبارک کو ان کے منہ سے قریب کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت فرمائی اور وہ خوشبو ہمیشہ کے لیے انہیں مل گئی۔

حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے بیٹے کو لایا گیا کہ میاں بیوی میں جدائی ہوگئی تھی اور ثابت بن قیس نے حضرت جمیلہ سے علیحدگی اختیار کر لی تھی۔ جب علیحدگی ہوئی، ہماری والدہ کی طرح سے، جس طرح میں پیٹ

میں تھا،اسی طرح حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کا بیٹا جمیلہ کے پیٹ میں تھا۔ جب وضع حمل ہوا،شوہر سے لڑائی کی بنا پر اس نے قسم کھالی کہ میں ہرگز اس بچہ کو دودھ نہیں پلاؤں گی۔اب میاں بیوی کا جھگڑا ہوا ہے،تو بچہ کو دودھ کون پلائے۔

اس میں ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ ایک کپڑے میں لپیٹ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بچہ کو لائے۔ واقعہ بیان کیا۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسے میرے قریب لاؤ۔ چنانچہ حضرت ثابت فرماتے ہیں کہ میں بچہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب لے گیا۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد بچہ کے منہ میں اپنا لعاب مبارک ڈالا۔محمد نام رکھا۔اور کھجور کے ذریعہ تحنیک فرمائی اور فرمایا اسے لے جاؤ، اللہ اس کا رازق ہے۔ پھر کوئی بھی نہ ملتا اس بچہ کو تو بھی یہ ایک دفعہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ڈالا ہوا لعاب مبارک یہ اس کے لیے کافی تھا۔

حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ

جیسے عبد الرحمٰن بن عثمان بن ابراہیم اپنی ماں کی زبانی بیان فرماتے ہیں کہ بیٹا! میں تجھ کو لے کر حبشہ چلی۔ اور حبشہ لے کر جاتے ہوئے راستہ میں ابھی مدینہ منورہ سے ایک آدھ دن کی مسافت طے کی ہوگی کہ وہاں پڑاؤ کیا۔ میں نے تیرے لئے کھانے کو کچھ پکانا چاہا لیکن لکڑیاں ختم ہوگئیں پکاتے ہوئے بیچ میں۔ میں لکڑیوں کی تلاش میں باہر نکل کھڑی ہوئی۔ لے کر آئی۔ جب ہانڈی پک چکی اور میں نے اٹھائی تو ہانڈی تمہارے بازو پر گر پڑی۔ کھولتی ہوئی ہانڈی بچے کے بازو پر گری، میں تجھے لے کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچی۔

میں نے کہا یا رسول اللہ' یہ محمد بن حاطب ہے۔ اور یہ پہلا بچہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم نام ہے'۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے منہ میں لعابِ مبارک ڈالا، سر پر

دست مبارک پھیرا۔ تیسرا، تمہارے لئے دعا فرمائی۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب مبارک تمہارے ہاتھوں پر لگایا یہ دعا مبارک پڑھتے ہوئے 'اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لاَ شِفَآءَ اِلَّا شِفَاؤُکَ شِفَاءً ا لاَ یُغَادِرُ سَقْمًا' ۔ دعا کی کہ اے انسانوں کے خدا! بیماری کو دور فرما۔ شفا دے، تو ہی شفاء دینے والا ہے، تیری شفاء کے بغیر کوئی شفاء نہیں۔ ایسی شفاء جو بیماری کو نہ چھوڑے۔

فرماتی ہیں کہ یہ لعاب مبارک کا تمہارے منہ میں جانا، تمہارے سر پر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کا پھرنا، پھر تمہارے لئے دعا فرمانا، پھر لعاب مبارک تمہارے زخمی ہاتھ پر لگانا۔ اور یہ دعا پڑھتے ہوئے 'اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لاَ شِفَآءَ اِلَّا شِفَاؤُکَ شِفَاءً ا لاَ یُغَادِرُ سَقْمًا' ، میں ابھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھی ہوئی تھی کہ تیرا ہاتھ بالکل تندرست ہوگیا۔

یہ معجزہ تھا اس معجزہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے خواص میں منتقل فرمایا یہ فرما کر 'بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ أَرْضِنَا' کہ وہاں کی مٹی کے خواص تو ہمیشہ ہی رہیں گے۔ لعاب مبارک کے متعلق فرمایا 'بِرِیْقَةِ بَعْضِنَا یُشْفٰی سَقِیْمُنَا' کہ ہم میں سے جو ہمارے بن جائیں گے، ان میں سے بھی کچھ لوگوں کو سب کو نہیں، جن کو ہم چاہیں گے، ان میں یہ معجزہ منتقل ہوگا۔ حضرت شیخ قدس سرہ کی بھی جنون والوں، بیماروں، پریشان حال انسانوں کے مختلف بے شمار واقعات پائے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی اربوں کھربوں رحمتیں، نعمتیں آپ کی قبر مبارک پر ہوں۔

بلندیٔ قامت

'بِرِیْقَةِ بَعْضِنَا' کا ایک اور معجزہ سنئے۔ حضرت لبابۃ بنت ابی لبابۃ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ ابولبابہ ساتھ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا

'اے ابولبابۃ یہ عبد الرحمٰن تمہارا کون ہے؟ کیا رشتہ داری ہے؟'۔ ابولبابہ نے کہا کہ میرا نواسہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اس سے چھوٹا بچہ دیکھا نہیں۔ یعنی قد مبارک کے متعلق فرمایا کہ کتنا چھوٹا قد اس کا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور چبا کر ان کے منہ میں ڈالی۔ تحنیک فرمائی اور ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا دی۔

جس طرح وہاں تین چیزیں تھیں اسی طرح یہاں بھی ہوا کہ لعاب مبارک ان کے منہ میں ڈالا، سر پر دست مبارک پھیرا اور تیسرے ان کے لیے برکت کی دعا فرمادی۔ اب کیا تھا کہ عبد الرحمٰن ہر مجمع میں بلند قامت معلوم ہوتے تھے اور پورے قد کے آدمی تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اس وقت چھ برس کے تھے۔ مدینہ طیبہ میں قیام کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چھ برس پہلے کا یہ قصہ۔ عمر بھر کے لیے ان کو کیا امتیاز مل گیا کہ جس مجمع میں ہوتے، ہزاروں کا مجمع ہو، سب سے بلند عبد الرحمٰن معلوم ہوتے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ صلی اللہ علی حبیبی۔

عبد الرحمٰن کے بیٹے عبد الحمید کو حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے کوفہ کا حاکم بنادیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب ان کو دیکھتے تو انہیں پیار آتا۔ وہ یہ شعر پڑھتے:

اَخُوکُمْ غَیْرَ أَشْیَبَ اَتَاکُمْ   بِحَمْدِ اللّٰہِ عَادَ لَہُ الشَّبَابُ

اللہ کا شکر ہے کہ تمہارے بھائی آتے ہیں جو ابھی بوڑھے نہیں ہوئے اور بڑھاپے میں ان کی جوانی لوٹ آئی۔

حضرت عتبہ بن فرقد رضی اللہ عنہ

اسی طرح کا معجزہ حضرت عتبہ بن فرقد رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ان کے جسم میں ہر وقت خوشبو محسوس ہوتی تھی۔ جہاں کہیں سے وہ گذر جاتے، سارا علاقہ خوشبو سے معطر ہو جاتا۔ رواۃ فرماتے ہیں کہ ہم سب نے مل کر ایک دفعہ ان سے اس کا سبب پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ

ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پِت کے مرض میں مبتلا ہوگیا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علی وسلم سے اس کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علی وسلم نے مجھ کو اپنے سامنے بیٹھنے کا حکم فرمایا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک میں اپنا لعاب مبارک لیا۔ میری پیٹھ پر ملا اور میرے پیٹ پر مل دیا، اسی وقت سے یہ بے نظیر خوشبو میرے جسم میں پیدا ہوگئی۔

اللہ کرے کہ ہم کو درود شریف پڑھتے پڑھتے خوشبو عطا ہو۔ حضرت گنگوہی قدس سرہ ہر وقت پڑھا کرتے تھے۔ حضرت تھانوی قدس سرہ نے فرمایا کہ ہم دیکھتے رہتے تھے کہ ہر وقت زبان مبارک پر درود شریف ہے۔ یہ پڑھتے پڑھتے ہمیں بھی حق تعالیٰ شانہ یہ خوشبوئیں عطا فرمائے۔ ہمارے وجود سے عالم میں، ہمارے قول فعل حرکت سکون ہر چیز سے بدبو ہی بدبو پھیل رہی ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ خوشبو سے مبدل فرمادے اور درود شریف پڑھنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

حضرت عبداللہ بن عیاش رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن عیاش کی حبشہ میں ولادت ہوئی تھی۔ ان کے بیٹے کا قصہ ہے کہ آپ صلی اللہ علی وسلم آل ابی ربیعہ کے کسی گھر میں تشریف لے گئے، کسی مریض کی عیادت کے لیے یا کسی اور کام کے لیے۔ وہاں آپ صلی اللہ علی وسلم کی خدمت میں عیاش کا ایک بچہ پیش کیا گیا جو بیمار تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچہ کو لیا کچھ پڑھ کر اس پر پھونکا اور کچھ لعاب مبارک بھی اس بچہ پر ڈالا۔ بچہ بھی اپنی ناسمجھی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کے جواب میں تھوکنے کی کوشش کرتا ہے۔ گھر والے بچے کو ڈانٹنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ڈانٹنے سے منع فرمارہے تھے۔

مدینہ شریف میں ایک قصہ ہماری بیٹی خدیجہ کا بھی ہے کہ حضرت شیخ قدس سرہ اسے

چھیڑتے۔ وہ بھی جواب میں چھیڑتی۔ حضرت اس کو ہلکے سے تھپڑ مار رہے ہیں، جواب میں وہ بھی مار رہی ہے۔ حضرت لطف لیتے تھے۔ اسی طرح یہ بچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دم فرماتے ہوئے، تھتھکارتے ہوئے لعاب مبارک اس پر ڈالتے۔ اس نے دیکھا، اس نے بھی جواب میں ایسا ہی کیا۔ گھر والوں نے اس کو ڈانٹا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر والوں کو ڈانٹنے سے منع فرمایا۔ اندھا دھند، آنکھیں بند کر کے ہم ہمارے اکابر نور اللہ مراقدہم کے پیچھے نہیں چلتے۔ ان تمام کی زندگیوں کا مطالعہ ہم کرتے نہیں، پڑھتے نہیں اور دور سے پتھر پھینکتے رہتے ہیں نفرت کے اظہار کے لیے۔

حضرت رائپوری حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بڑے حضرت رائپوری حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیر ومرشد۔ وصال سے کچھ قبل زندگی کے آخری ایام میں ایک حکیم صاحب کو آپ کے علاج کے لیے لایا گیا۔ نبض پر ہاتھ رکھتے ہی فرمایا کہ اوہو! آپ کو بہت پرانی تپ دق تھی۔ وہ چل رہی تھی اس میں اچانک ایک مرتبہ پھر اس کا حملہ زبردست ہوا اور وہ بڑھنی شروع ہوگئی۔ اتنا وہ کہہ پائے تھے کہ حضرت تو مرض الوفات میں صاحب فراش تھے اور جوش میں اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ بالکل حکیم صاحب تم نے سچ کہا۔

فرمایا 'جب میرے حضرت قطب الارشاد حضرت گنگوہی قدس سرہ کی وفات ہوئی اس کے صدمہ نے مجھے تپ دق دی ہے۔ ان کے فراق اور ان کی جدائی کا صدمہ مجھے اس قدر تھا کہ مجھے ٹی بی ہوگئی۔ اور جو دوسری دفعہ تم نے بتایا وہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کر کے مالٹا جیل بھیجا گیا۔ یہ اتنے برس پہلے ہوا تو یہ دوسری دفعہ تھا۔ تم نے بالکل سچ کہا'۔ یہ تمام چیزیں کہاں سے ماخوذ ہیں؟

یہ ایسا ہی ہے جیسا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہم دیکھتے ہیں کہ خلفائے اربعہ میں

سب سے کم مدت خلافت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تھی۔ کیوں؟ کہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا صدمہ اس قدر تھا کہ وہ زندہ ہی نہیں رہ سکے۔ وہی آپ کی وفات اور اس جہان سے جلد جانے کا سبب بن گیا۔

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حکیم کی نباضی کی تعریف فرمائی کہ تم نے بالکل سچ کہا۔ یہ محبوب کی جدائی عاشق اور محبت کے لیے جان لیوا ثابت ہوتی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ صرف دو برس تین مہینے دس دن زندہ رہ سکے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی طرف سے صحابۂ کرام کو بے حد جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے تمام چیزیں ہمارے لئے آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محفوظ فرما کر ہم تک پہنچائیں۔

جتنے کرشمے ہمارے اکابر نوراللہ مراقدہم کے ہیں، کہ ان کی دعاؤں کے معجزے ہم دیکھتے ہیں، ان کے کارناموں کے معجزے دیکھتے ہیں جو انسانی عقل میں نہیں آسکتے، کیا بیماروں کی شفا، کیا بیمار قلوب کی شفا۔ جو اثر ان کی نگاہوں میں، ان کی تقریروں میں، ان کی تحریروں میں اللہ نے پیدا فرمایا، یہ سب اس کی برکت ہے۔ ’’**بِسْمِ اللّٰہِ تُرْبَۃُ أَرْضِنَا بِرِیْقَۃِ بَعْضِنَا**‘‘۔

اللہ تعالیٰ ان بعض میں ہمیں بھی بنائے، ہماری نسلوں کو بھی بنائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری طرف سے بے حد جزائے خیر عطا فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کرام کو ہماری طرف سے بے حد جزائے خیر عطا فرمائے۔ ہمارے اکابر نوراللہ مراقدہم کے علوم اور ان کی خدمات جلیلہ کو باقیات صالحات بنا کر حق تعالیٰ شانہ قیامت تک کے لیے جاری ساری رکھے۔

جن کی طرف سرکار کی توجہ ہوگئی وہ تو ’تُرْبَۃُ أَرْضِنَا بِرِیْقَۃِ بَعْضِنَا‘ میں شامل ہوگئے اور جنہوں نے بے ادبی کی اور ناقدری کی ان کا حال کیا ہوا۔ سنئے!

بنو حارثہ کی روگردانی

حضرت عبداللہ بن عوسجہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مکتوب گرامی دے کر بنو حارثہ کی طرف بھیجا۔ اور فرمایا کہ ان کو اسلام کی دعوت دو۔ اس مکتوب گرامی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو حارثہ کو اسلام کی دعوت دی تھی۔ بنو حارثہ نے عبداللہ بن عوسجہ سے وہ خط لے لیا اور جو تحریر تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی، اسے انہوں نے دھولیا۔ دھو کر پانی گرادیا۔ وہ مکتوبِ گرامی چمڑے پر لکھا گیا تھا۔ ان کے کسی ڈول میں سوراخ تھا جو چمڑے کا ڈول تھا۔ اس مکتوبِ گرامی کے چمڑے کے ٹکڑوں کو لے کر اپنے ڈول میں پیوند کے طور پر لگا دیا اور آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس گرامی نامہ کا کوئی جواب بھی نہیں بھیجا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع ہوئی، ارشاد فرمایا ’اللہ نے ان کی عقل سلب کر لی ہے‘۔ یہ کلمہ فرمانا تھا کہ دور دور تک مدتوں تک، اسی ارشادِ گرامی کے زمانوں بعد بھی جب اس قبیلہ کو دیکھا گیا، تو سیرت نگار لکھتے ہیں کہ اس قبیلہ کے لوگ اب تک بے وقوف اور مخبوط الحواس ہوتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْہُ۔

حضرت اقدس مولانا اسعد مدنی صاحب نور اللہ مرقدہ

فدائے ملت حضرت اقدس مولانا اسعد مدنی صاحب نور اللہ مرقدہ یہاں کے مسلمانوں کے بارے میں جو کچھ فرما کر گئے، ہو بہو اسی طرح پورا ہوتے دیکھا۔ کہیں مدت بیان فرمادی کہ تم پینتیس برس کے بعد دیکھنا کیا ہوتا ہے۔ جہاں ابھی دار العلوم کا کتب خانہ ہے اس کے نیچے ایک بیڈروم کا چھوٹا سا کاٹج تھا، اس میں میں رہا کرتا تھا۔

جب اس کا سامنے والا دار العلوم کا حصہ سب سے پہلے تیار ہوا، میں لے کر حضرت کو بتا رہا تھا کہ اب یہ حصہ تیار ہو گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ وہاں تم تکلیف سے رہتے ہو یہاں کیوں نہیں آجاتے۔ یہاں آجاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ نہیں مجھے کوئی تکلیف نہیں۔ فرمایا نہیں۔

دوسری دفعہ فرمایا کہ یہاں آجاؤ۔ پھر کتنی محبت تھی انہیں کہ جلال میں اپنی چھڑی مبارک جو ہاتھ میں تھی اس کو دو تین دفعہ زمین پر زور سے مارتے ہوئے فرمایا کہ ایک وقت ہوگا کہ تم ہوگے اور یہ جگہ ہوگی اور تم یہاں آکر رہوگے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت کے اس ارشاد کو کوئی ڈیڑھ برس بھی نہیں گذرا ہوگا کہ وہاں ایک کمرہ کے کاٹج میں کچھ کام شروع ہوگیا، مجھے یہاں منتقل ہوجانا پڑا مجبوری میں۔

در و دیوار سے تسبیح

حضرت فدائے ملت مولانا اسعد مدنی صاحب کا جو آخری دار العلوم میں بیان ہوا جس میں حضرت نے کافی دیر بیان فرمایا اس بیان سے پہلے میں نے مختصر حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ دو چار واقعات طلبہ کو سنائے۔ حضرت جب فارغ ہوکر چلنے لگے، بالکل وسطِ مسجد میں منبر سے دور پہنچے۔ وہاں کھڑے ہوگئے اور مجھ سے حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے ایک قریبی خادم، جو آپ کے خواص میں سے تھے، ان کا قصہ بیان فرمایا۔

فرمایا کہ وہ بہت بیمار تھے، ان کے بیٹے نے حضرت کو تحریر فرمایا کہ میرے والد صاحب علیل تو ہیں، مگر یہ ان کا وقت آخری ہے اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہر وقت زمین، جائیداد، مکان، پیسے کا ذکر کر رہے ہیں۔ لکھا کہ ہمیں اس سے بہت ڈر ہو رہا ہے، بہت تکلیف ہو رہی ہے۔ جیسے ہی حضرت نے یہ عریضہ پڑھا کہ حضرت فوراً سبق کے بعد اسٹیشن کی طرف روانہ ہوگئے۔

اساتذہ میں سے جس نے بھی سنا کہ فلاں کی علالت کی وجہ سے وہاں جارہے ہیں ریل کا سفر ہے، اساتذہ کرام کی ایک جماعت حضرت کے ساتھ ہوگئی۔ حضرت جب ان کے گھر پہنچے، حضرت نے وہاں پہنچ کر کوئی نصیحت نہیں فرمائی، صرف مراقب ہوکر بیٹھ گئے۔ تمام خدام کا بیان ہے کہ وہ در و دیوار سے تسبیح اور ذکر کی آواز سن رہے تھے۔ بس اس کے بعد پھر انہوں

نے کوئی ضیافت کی ہوگی اور فارغ ہوکر واپس آ گئے۔

ایک دو دن کے بعد انہوں نے لکھا کہ حضرت آپ کی تشریف آوری کا بہت شکریہ۔ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد سے لے کر اب تک ذکر الٰہی کے سوا ابا جان کی زبان پر اور کوئی چیز نہیں۔ ہر وقت ان کی زبان سے ہم ذکر سن رہے ہیں۔ یہ تمام چیزیں وہاں سے ملتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا 'بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا يُشْفٰى سَقِيْمُنَا'۔

درو دیوار سے آمین

درو دیوار کا ذکر حضرت مدنی قدس سرہ کی تشریف بری سے کیسے ہوا؟ کہ حضرت حنظلہ الغسیل کا قصہ مشہور ہے فرشتوں نے جنہیں غسل دیا تھا ان کے بیٹے ہیں عبد اللہ۔ یہ عبد اللہ الغسیل کی روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جارہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر حضرت عباس پر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس سے فرمایا کہ اے چچا! اپنے تمام لڑکوں کو لے کر میرے پیچھے چلے آؤ۔ چنانچہ وہ اپنے چھ لڑکوں کو لے کر چلے۔ حضرت فضل، حضرت عبد اللہ، اور عبید اللہ، قثم، معبد اور عبد الرحمٰن۔

گھر میں داخل ہوکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سیاہ چادر لی جس پر سرخ دھاریاں تھیں اور ان پر ڈال دی۔ اور یہ دعا فرمائی 'یا اللہ! یہ لوگ میرے اہل بیت اور میری عزت ہیں، ان کو اس کملی میں چھپا اور تو ان کو آگ سے اپنی پناہ میں لے لے جس طرح میں نے ان کو اس کملی سے چھپایا ہے'۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلماتِ مبارکہ زبان اقدس سے نکلے کہ گھر میں جس قدر درو دیوار تھے سب سے آمین کی آواز آنے لگی۔

حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ نے گردن جھکائی، مراقبہ فرمایا۔ قلبِ مبارک کی طرف متوجہ ہوکر اس سے اللہ، اللہ کی آواز حضرت شیخ الاسلام خود سن رہے ہوں گے۔ مگر رفقائے مجلس نے سنا کہ درو دیوار ذکر اللہ میں مشغول ہیں، ان کی آواز سب سن رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ

ہمارے اکابر کو ہماری طرف سے بے حد جزائے خیر عطا فرمائے۔

شہدائے دار العلوم

ہمارے دار العلوم کے شہداء، علمائے کرام کے ایکسیڈنٹ کا جب واقعہ ہوا اس کے فوراً بعد سے ایسے ایسے عجائب اور واقعات روز نئے نئے ہم سنتے تھے۔ کسی نے ان کو کس حالت میں دیکھا، کسی نے کس حالت میں دیکھا۔ میری بیٹی خدیجہ کی عمر اس وقت نو برس تھی، اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا۔ ایک دن، دو دن، تین دن۔ سارے ہی، پورا برطانیہ سوگ میں اور اس صدمہ میں شامل تھا، ہمیں فکر ہو گیا اس کی صحت کی طرف سے۔

ایک دن سو کر اٹھی، اس سے پہلے تو تین دن چار دن وہ مری ہوئی پڑی رہتی تھی۔ سوچتے تھے کہ پتہ نہیں اس کو کیا ہو جائے گا۔ نیند سے اٹھی بالکل ہشاش بشاش، خوش۔ ہم اس کی شکل دیکھ کر خوش ہو گئے۔ اس نے بتایا اشارہ کر کے کھڑکی میں سے باہر کہ یہاں دار العلوم میں کار میں شہداء پہنچے۔ پچھلی کار کی سیٹ پر حضرت مولانا یعقوب ڈیسائی صاحب اور حضرت مولانا ابراہیم ڈیسائی صاحب تشریف فرما تھے اور اگلی سیٹ پر ڈرائیور کے برابر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے۔

ایک سیٹ خالی تھی۔ خدیجہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کار میں بٹھالیا اور وہ کار چلی۔ بہت بلندی پر جارہی ہے۔ بہت اونچا پہاڑ تھا اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ کار جا کر رکتی ہے۔ وہاں لے جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گلاس میں دودھ خدیجہ کو عنایت فرمایا اس نے پیا وہ صدمہ سارا جاتا رہا، وہ کمزوری ساری جاتی رہی۔ کیوں نہ جائے کہ خود کار میں شہید بیٹھے ہوئے تھے۔

حضرت مولانا ابراہیم ڈیسائی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا ابراہیم ڈیسائی صاحب کی شہادت کے قصہ کے بعد میں نے اس زمانہ میں تو

متعدد مجالس میں بیان کیا کہ حضرت مولانا ابراہیم صاحب اپنے بارے میں ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ تعلیم سے میری فراغت ہوگئی۔ ملازمت بھی شروع ہوگئی۔ گھر والوں کو فکر تھا کہ اب مجھے رشتۂ ازدواج میں وہ منسلک کردیں، نکاح ہو جائے۔ جہاں کہیں پیغام دیتے، ناکامی ہوتی۔ کیوں؟ کہ لوگوں میں مشہور ہوگیا تھا کہ ان کو پیٹ میں کینسر ہے۔ اور سچ مچ کمزور بھی تھے، بیمار بھی تھے۔ اور ساتھ میں یہ چیز مشہور ہوگئی۔

ماں باپ کی دعا کیسے رنگ لاتی ہے، کہتے ہیں کہ میرے والدین میرے گھر والے بہت پریشان۔ مجھ سے زیادہ پریشان وہ تھے اور ان کی پریشانی دیکھ کر میں پریشان ہوتا تھا۔ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے خواب دیکھا کہ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ تشریف لائے اور مجھ سے پوچھا کہ آپ کو پیٹ میں تکلیف ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جی۔ فرمایا 'لیٹ جاؤ'۔ میرے پیٹ پر سے کپڑا ہٹایا اور وہی 'بِرِیْقَةِ بَعْضِنَا' والا عمل فرمایا۔ اللہ!

کیا کیا کرشمے ہیں اس مبارک کلمہ کے۔ کس کس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بعض میں شامل فرمایا۔ **اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ** ۔حضرت حکیم الامۃ حضرت تھانوی قدس سرہ نے میرے پیٹ پر سے کپڑا ہٹایا اور پڑھنا شروع کیا اور اپنا لعاب مبارک میرے پیٹ پر لگایا۔ میری آنکھ کھلی، میری تکلیف جاتی رہی۔ پیغام دیا تو وہ پیغام بھی پھر منظور ہوگیا۔ شادی ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد پر اولاد، بیٹوں پر بیٹے، بیٹیوں پر بیٹیاں عنایت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان میں برکت فرمائے، ہمارے اکابر کی قدر کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

سوزشِ دل

اب اخیر میں دل کا درد سن لیجئے ؎

مرا دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد   وگردم در کشم ترسم کہ مغز استخواں سوزد

کہ میرے دل میں ایک درد ہے اگر زباں پر لاؤں تو زباں جل جائے اور اگر اس درد کو دباتا رہوں تو ہڈی کے اندر کا گودا جل کر خاکستر ہو جائے۔

بے طرح درد سے دل آج بھرا آتا ہے
خون بن کر جگر آنکھوں میں چلا آتا ہے

حسرت و یاس کا سینے سے پرا آتا ہے
شکوے چلے آتے ہیں گلہ آتا ہے

جسم میں آج میری جان گھٹی جاتی ہے
میرے ارمانوں کی اقلیم لٹی جاتی ہے

رائیونڈ کے ان نادانوں سے میں کہتا ہوں ؎

عشق نے کیا سمجھا ہے حسن نے کیا جانا ہے
ہم خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے

آغاز محبت آنا ہے نہ جانا ہے
اشکوں کی حکومت ہے آہوں کا زمانہ ہے

عشق نہیں آساں ، بس اتنا ہی سمجھ لیجئے
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

تم نے اشرف کو کیا سمجھا انور کو کیا جانا ہے
طلحہ کو تم نے خاک سمجھا ابوطلحہ کو کیا جانا ہے

وَصَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ

بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

۱۴؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی سے جو چیز منسوب ہوگئی اور جس قدر قریبی نسبت پیدا ہوگئی، اتنا ہی اس کا درجہ سب سے بلند ہوگا۔ جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیوی زندگی میں اپنی آنکھوں سے زیارت کی، وہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے بعد سب سے بلند ترین اور سب سے افضل انسان قرار پائے۔

مراتبِ صحابہ

انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے حق تعالیٰ نے ایک عہد لیا تھا 'وَاِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ'، اس عہد کی بنا پر وہ تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام، حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کی ذریت اور آپ کی اولاد میں سب سے افضل ترین ہیں۔ کہ ان سے مالک جل جلالہ وعز اسمہ نے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو عہد لیا تھا اس عہد پر وہ پورے اترے، اس عہد پر وہ قائم رہے۔ البتہ پھر آگے خود انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام میں درجات ہیں 'تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ'۔

ان انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام میں سب سے افضل ترین ہمارے آقائے نامدار تاجدار

مدینہ فخر دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ ہے۔ اس کے بعد انبیاء علیہم الصلوات والسلام میں درجات ہیں ۔اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہ میں درجات ہیں کہ تمام صحابۂ کرام میں سب سے افضل ترین خلفائے اربعہ ہیں، پھر عشرۃ مبشرۃ میں سے بقیہ جو چھ حضرات ہیں ان کا درجہ ہے، پھر اہل بیت کا درجہ ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے جن کے بارے میں فضیلت معلوم ہوگئی وہ افضل قرار پائے۔ پھر بدریین، پھر بیعت رضوان کے موقعہ پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جنہیں مصافحہ کا، دست مبارک میں ہاتھ دینے کا شرف حاصل ہوا ان کا نمبر آتا ہے، پھر اصحاب حدیبیہ ان کا نمبر آتا ہے۔ پھر مہاجرین، پھر انصار پھر جمیع صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں ان کی محبت عطا فرمائے، ان کے احوال پڑھ کر ان کی محبت دل میں بسانے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

کتابوں کی برکات

جیسے یہ انسان افضل قرار دیئے گئے درجہ بہ درجہ اسی طرح حق تعالیٰ شانہ نے جن کتابوں کو فضیلت عطا فرمائی ان کے متعلق بار بار آپ ختم بخاری کے موقعہ پر سنتے ہیں کہ بخاری کا ختم کرنے سے امت نے فلاں فلاں فوائد دیکھے۔ یہ تو اس کے پڑھنے اور اس کی روایت کرنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کو زبان سے ادا کرنے کی برکت ہے۔

میں نے سہارنپور کا حال بار بار بیان کیا کہ جب کبھی کسی کے یہاں ولادت کا وقت قریب آتا، دردِ زہ کی تکلیف سے بچنے کے علاج کے طور پر حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں لوگ مؤطاء امام مالک کے لیے بھاگے ہوئے آیا کرتے تھے۔ اور وہ جزدان میں، کپڑے میں لپیٹی ہوئی تیار ہوتی تھی اور اسے اس خاتون کے سرہانے رکھ دیا جاتا تھا۔ کسی زمانے میں ہماری مختصر قدروی کا یہ حال تھا کہ اسے ایسی بابرکت کتاب قرار دیا گیا تھا۔

کسی زمانے میں شفاء قاضی عیاض کو اس قدر بابرکت سمجھا جاتا تھا۔ مغرب کے علاقہ میں جہاں جہاں یہ کتاب مالکیہ میں پہنچی ہوگی، ان میں شفائے قاضی عیاض کے ساتھ یہ عقیدت کا معاملہ تھا کہ پڑھو نہ پڑھو پھر بھی عقیدہ یہ تھا کہ جہاں یہ کتاب ہوگی وہاں آفات و بلیات کی بجائے خدا کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں گی۔ ملاح اپنی کشتیوں میں ان کو اپنی حفاظت کے لیے رکھا کرتے تھے۔ جیسے ٹرک ڈرائیور انڈیا پاکستان میں پتہ نہیں کیا کیا چیزیں لٹکاتے ہیں اور کیا کیا چیزیں رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خرافات سے امت کو بچائے۔

شیخ محمد بن عبداللہ السبیل رحمۃ اللہ علیہ

مؤطا کے ذکر میں مجھے یاد آیا کہ اِس ملک میں بار بار حضرت شیخ محمد بن عبداللہ السبیل امام حرم تشریف لائے۔ بڑے فرشتہ صفت انسان تھے۔ اللہ اکبر۔ ان کی سادگی، ان کی خود فراموشی کا حال یہ تھا کہ میں حرم کا امام ہوں کوئی دور دور تک بھی سوچ نہیں سکتا تھا۔ جب ان سے قریب بیٹھتا اور ان سے باتیں سنتا، ان کی سادگی معلوم ہوتی۔

ہمارے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جو امام مالک سے مؤطا پڑھی اور روایت کی اور جس پر حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی کا حاشیہ تھا۔ کسی چیز کی تلاش کے سلسلہ میں اسے کھول کر ان کے سامنے پیش کیا تو نام سن کر فرمانے لگے کہ ہم تو مؤطا امام مالک کو ہی جانتے ہیں اور آج تک کبھی اس کتاب کا نام کان میں نہیں پڑا۔

دیکھئے کتنے بڑے علامہ، جب شروع ہوتے تھے تو اندازہ ہوتا تھا کہ انہیں ہزاروں اشعار حفظ ہیں۔ ایک دفعہ میں نے کوئی ذکر کر دیا۔ معلوم ہوا کہ ملک فہد نے جب جلالۃ الملک کے مقابلہ میں خادم الحرمین الشریفین کا لقب اختیار کیا تو مشائخ کی دعوت کی تھی۔ اس میں حضرت شیخ طٰہٰ عبد الواسع البرکاتی تھے، جنہوں نے اپنے بیٹے کو ہمارے یہاں دار العلوم بھیجا تھا۔ انہوں نے ملک فہد کے فضائل اور ان کی تعریف کے سلسلہ میں کچھ اشعار کہے۔ غالبًا اسی

موقعہ کا یہ واقعہ ہے۔

پھر اشعار کے متعلق ذکر ہوتا رہا تو خود شیخ محمد السبیل نے فرمایا کہ مجھے کم از کم ہزاروں کی تعداد میں اتنے اشعار یاد ہوں گے۔ حضرت السبیل کا کیا کہنا، لیکن مؤطا امام محمد کے متعلق فرمایا کہ نہ یہ کتاب ہم نے کبھی دیکھی نہ اس کا نام سنا۔ چنانچہ میں نے ان کی خدمت میں یہ کتاب ہدیہ کی۔

بیت بازی

حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم بے تکلف ساتھی عشاء کی نماز کے بعد بیت بازی کر رہے تھے۔ ایک بیت کسی نے پڑھا، مثلاً نظر پر کسی شاعر کا کلام پڑھا اور اس کے بعد دوسرا تیسرا پڑھنے لگا۔ وہ نظر پر چل رہا ہے۔ ایک ایک چیز کے بارے میں بیت بازی کرتے رہے، کبھی وصال کے بارے میں، کبھی ہجر کے بارے میں، کبھی فراق کے بارے میں۔

فرماتے ہیں کہ عشاء کے بعد ہم بیٹھے، پڑھنا شروع کیا، کسی ساتھی کو استنجا کی حاجت ہوئی۔ وہ نکلا تو اس نے سب کو آواز دی۔ ارے آؤ ادھر! یہ نور کیسا ہے، یہ روشنی تو دیکھو۔ سب بڑے تعجب سے دیکھ رہے ہیں۔ پوری رات کس قدر محو اور مستغرق رہے ہوں گے کہ کسی کا دوسری طرف ذہن نہیں جاتا۔ اور ان کے ہوش اڑ گئے جب انہوں نے سنا مؤذن کی آواز میں 'اللہ اکبر'، اللہ اکبر۔ ارے رات کیسی گذر گئی۔ حضرت شیخ قدس سرہ کو بے شمار اشعار یاد تھے ہر موقعہ کی مناسبت سے فوراً شعر لکھواتے اور پڑھتے۔

ایک باطل مہم

دوستو! ایک مستقل مہم چلائی گئی ہر جگہ۔ کیا کتابوں کے متعلق اور کیا افراد کے متعلق۔ اور یہ مہم قرون اولیٰ سے چلائی گئی۔ میں نے کبھی کہا بھی ہوگا کہ کیا شان سلاسل کے امام حضرت

حسن بصری کی کہ جن کا سب سے زیادہ کلام امام بخاری نے نقل کیا۔ حضرت امام بخاری کا اتباع اس میں بھی تو ہونا چاہئے کہ جتنی قدر و منزلت ان کے دل میں ہے اس کا کوئی حصہ تو ہو۔

اور کیا شان اویس قرنی رئیس التابعین، خیر التابعین کی۔ حیرت اس پر ہے کہ ان کے وجود سے انکار کر دیا گیا کہ یہ کوئی شخص ہی نہیں ہے۔ قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قصہ جو سورۂ کہف میں مذکور ہے جس میں حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر ہے، ان کے متعلق عجیب عجیب بحثیں کی گئیں۔ اب یہاں تک کہ خضر کون ہیں ان کے وجود کے متعلق اور کب تھے اور کب تک زندہ رہے اور زندہ ہیں یا نہیں؟ عجیب عجیب بحثیں کی گئیں۔ ماء الحیوۃ کے ذکر سے شاید توحش ہوتا ہے کہ جب کائنات ساری ختم ہو جائے گی دوبارہ حق تعالیٰ شانہ چاہیں گے، اس وقت بارش برسنی شروع ہوگی اور مخلوق کے ذرات میں سے کسی ذرہ پر اس بارش کا کوئی حصہ کوئی قطرہ پہنچ جائے گا، وہ چیز پھر زندہ ہو جائے گی۔ اس ماء الحیوۃ کا انکار کر دیا گیا۔ یہ کیوں ایسا ہوا؟ کتب خانوں کے کتب خانے بہا دیئے گئے اور جلا دیئے گئے۔ اس قدر نفرت کیسے اور کہاں سے اور کیوں آئی؟ اللہ ہی جانے۔

فضائل درور شریف

خیر ایک اچھی سمت میں نے لی تھی لیکن دوسری سمت میں چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے۔ وہ یہ لی تھی کہ جیسے مختصر القدوری بابرکت کتاب ہے، جیسے مؤطا کا درجہ بہت بلند ہے، صحیح بخاری کا درجہ بہت بلند ہے، شفائے قاضی عیاض بڑی پیاری عشق و محبت سے بھر پور کتاب اس کا درجہ بہت بلند ہے۔ اسی طرح حضرت حکیم الامۃ حضرت تھانوی قدس سرہ کی ایک کتاب ہے نشر الطیب۔

جیسے حضرت شیخ قدس سرہ نے فضائل درود شریف تصنیف فرمائی اور ابھی زیادہ اس کی

شہرت بھی نہیں تھی کہ ماجد علی گڑھی کا عریضہ حضرت شیخ قدس سرہ کے نام پہنچتا ہے۔ وہ اپنا خواب ذکر کرتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ اپنی تصنیف فضائل درود شریف کی وجہ سے تمام بزرگوں سے سبقت لے گئے۔

نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم

جیسا بارگاہِ نبوت اور آستانۂ نبوت پر اس کتاب کو یہ درجہ حاصل ہے، پسندیدگی کا سرٹیفکیٹ حضرت کے ایک مسترشد کے ذریعہ حضرت تک پہنچا، اسی طرح درود شریف کے فضائل کی کتاب ہے نشر الطیب۔ حضرت تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک کتاب لکھی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات میں۔ اس کے لکھنے کے زمانے میں تھانہ بھونہ میں طاعون اور پلیگ تھا۔ میں نے یہ تجربہ کیا کہ جس روز اس کا کوئی حصہ لکھا جاتا تھا اس روز کوئی حادثہ نہیں سنا جاتا تھا اور جس روز تصنیف میں ناغہ ہوجاتا تھا اس روز دو چار اموات سننے میں آتی تھیں۔

ابتداء میں تو میں نے اس کو اتفاق پر محمول کیا لیکن جب کئی مرتبہ ایسا ہوا، مجھے خیال ہوا کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کی برکت ہے۔ آخر میں میں نے یہ التزام کرلیا کہ روزانہ اس کا کچھ حصہ میں ضرور لکھ لیتا۔ آج کل بھی مجھے لوگوں نے طاعون ہونے کے متعلق اطراف و جوانب سے لکھا ہے میں نے ان کو یہی جواب میں لکھا کہ نشر الطیب پڑھا کرو۔

مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ مجلس منعقد کی جائے اور اس میں مٹھائی منگوائی جائے اور ایک شخص بیٹھ کر پڑھے اور سب لوگ بیٹھ کر سنیں۔ کیوں کہ ان التزامات میں تو مذکورہ خرابیوں کے علاوہ ایک اور یہ بھی کمی ہوگی کہ ایسا کبھی ہوگا کبھی نہیں ہوگا۔ کیوں کہ اس قدر التزامات کے ساتھ دوام مشکل ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے وظائف کی طرح اس کا بھی

روزمرہ وظیفہ مقرر کرلیا جائے۔ یہ نہیں کہ اس کا بھی سال بھر میں ایک دو دفعہ مقرر تاریخوں پرعمل کرلیا اہلِ محرم کی طرح اور پھر سال بھر تک کروٹ نہ لی۔

دیکھا آپ نے ؟ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر شریف، سیرت مبارکہ کے لکھنے پڑھنے سننے کی کیسی برکات ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس پر ہمیں یقین عطا فرمائے۔ہم نے تو اپنے نبی کو پہچانا نہیں۔کاش کہ جیسا ہمارے اکابر نے پہچانا اور ہر وقت لگے رہے، اس طرح ہمیں بھی توفیق دی جائے۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق آتا ہے کہ ہر وقت درود شریف زبان پر ہے۔اسی لئے لکھتے ہیں کہ سوا لاکھ روزمرہ کے درود شریف پڑھنے والے حضرت کے یہاں ہوتے تھے اور خود حضرت کا مستقل وظیفہ بھی ہوتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات

حضرت شیخ قدس سرہ اپنے ہر گرامی نامہ اور مکتوب گرامی کے اخیر میں درود شریف کی تاکید فرماتے رہے کہ درود شریف کا اہتمام یہ تمام آفات اور بلیات سے حفاظت کا ذریعہ ہے اور کیوں نہ ہو کہ جیسے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جدھر بھی توجہ ہوگئی، وہاں برکات پائی گئیں۔

دو پرانے کوئین (سکے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرحمت فرمادیئے تمام پریشانیاں ختم ہوگئیں۔دارالعلوم بن گیا۔ اللہ تعالیٰ ہماری سیئات سے اس ادارہ کو نقصان سے محفوظ رکھے۔ ہماری گندگیوں برائیوں سے اسے نقصان نہ پہنچے۔ اور دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم یہ تمام الہامی ادارے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان تمام اداروں کو، دنیا بھر کے اسلامی مراکز کو اپنی حفاظت میں رکھے۔

گھڑی بھر کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنہیں خواب میں زیارت ہوگئی، یا بیداری

میں جنہوں نے دیکھا ان کے مراتب بلند ہوگئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے۔ جیسا کہ وہ دیکھنے والے صحابہ کرام، ان کے دیکھنے والے تابعین، ان کے دیکھنے والے تبع تابعین کا حال رہا، کہ قرون ثلثہ مشہود لہا بالخیر قرار دیئے گئے کہ ان میں خیر ہی خیر تھا، خیریت ہی خیریت تھی۔ سب سے افضل ترین زمانہ اسے تمام زمانوں میں قرار دیا گیا۔

اسی طرح ایک جماعت اور بھی ہے۔ وہ بھی ایک پوری جماعت ہے اللہ! ۔ کیا ٹھکانہ مالک کی دین کا۔ وہ کون سی جماعت ہے؟ یہ وہ حضرات ہیں جنہیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل و شباہت اور شکل وصورت میں شباہت میسر تھی۔ مالک نے جب تمام انسانوں کے اعضاء بنائے تو ان کے اعضاء سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے بنائے۔ کتنے پیارے تھے وہ حضرات۔ کتنے خوش قسمت تھے۔ ان میں سے ایک صحابی کا میں نے ایک دفعہ ذکر کیا تھا کہ فوج کے ساتھ صرف اس ایک بابرکت شخص کو بھیج دیا جاتا جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شباہت حاصل تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل تھے۔ جہاں جہاں وہ فوج اور جمعیت گئی، بغیر کسی جنگ کے فتوحات ہوتی چلی گئیں۔

حضرت عبداللہ بن عامر بن کریز بن ربیعہ رضی اللہ عنہ

انہیں میں سے حضرت عثمان غنی کے ماموں زاد بھائی عبداللہ بن عامر بن کریز بن ربیعہ ہیں۔ یہ عبداللہ بن عامر ان کی ولادت سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہوئی اور ولادت کے ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مبارک انہیں میسر آئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انہیں پیش کیا گیا۔ دیکھ کر ارشاد نبوی ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ارشاد فرمایا ’ یہ ہمارے مشابہ ہے‘۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا فرمائی۔ مالک سے اس بچے کی حفاظت کی دعا فرمائی۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا لعاب مبارک اس بچہ کے منہ میں ڈالنے لگے، وہ بھی مزہ

سے لعاب دہن کو چوستے رہے اور نگلتے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ سیراب ہوگا۔ جہاں کہیں پانی کی ضرورت ہوتی یہ پہنچ جاتے، وہاں پانی ہی پانی ہوتا۔ لکھا ہے کہ اس ارشاد مبارک کا اثر یہ ہوا کہ وہ جس زمین کو بھی کام میں لانا چاہتے تھے اس میں پانی نکل آتا تھا۔ اس ارشادِ مبارک سے فائدہ اٹھا کر مستقل انہوں نے نہر ابن عامر نام کی ایک نہر بنادی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی جگہ بصرہ کا حاکم انہیں مقرر فرمایا تھا۔ پھر فارس کا حاکم بھی انہیں بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہونے کی وجہ سے جہاں کہیں یہ گئے، وہاں فتوحات ہی فتوحات حاصل ہوتیں۔ اس لئے ان کے زمانہ حکومت میں سارا خراسان، سجستان، کرمان، غزنی تک کا یہ سارا علاقہ ان کے وجود مسعود سے، ان کے حسن و جمال کی برکت سے فتح ہوگیا۔

جب خراسان فتح ہوا تو یہ شکریہ میں اور فتح کی خوشی میں نیشاپور سے احرام باندھ کر حج کے لیے چلے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ نے وہاں سے احرام باندھا، وہاں سے نہیں باندھنا چاہئے تھا۔ کیوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایک جماعت کا اصرار تھا کہ جب حج کے لیے کوئی جائے، پہلے مدینہ شریف کی میقات ذوالحلیفہ پر پہنچے اور وہاں سے احرام باندھے۔ کیوں کہ ہمارے آقا نے ذوالحلیفہ سے حج کا احرام باندھا تھا۔ ان کے حصے میں یہ برکات آئیں اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے پیشین گوئی ہوئی تھی کہ 'یہ سیراب ہوگا'۔

نہر ابن عامر

مرآۃ الحرمین میں لکھا ہے کہ دس چشموں کا پانی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسی نہر ابن عامر سے مکہ مکرمہ میں پہنچایا اور اہل مکہ کے لیے بے انتہاء پانی کی فراہمی ہوگئی۔ پھر ان سب نالیوں کو ملا کر کے ایک نہر میں پانی گرایا اور عرفات تک پہنچایا جس سے عرفات میں

حاجیوں کو پانی کی کمی کی تکلیف سے نجات ملی۔ دیکھئے! سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ جماعت! اللہ! یہ کتنی پیاری اور کتنی نرالی جماعت ہے۔

عمرو بن اسود رضی اللہ عنہ

البتہ یہ تنہا ابن عامر نہیں ہیں۔ بلکہ امیر المؤمنین سیدنا عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ مسجد نبوی میں ہیں۔ ایک حاجی کو دیکھ رہے ہیں۔ انہیں بار بار یکھ رہے ہیں۔ سیری ہی نہیں ہوتی دیکھنے سے۔ اللہ! لکھا ہے کہ 'فَلَمَّا اِنْتَهٰى اِلَى الْمَدِيْنَةِ نَظَرَ اِلَيْهِ ابْنُ عُمَرَ وَهُوَ يُصَلِّیْ' ۔ کہ جب مدینہ منورہ پہنچے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ آپ کو دیکھ رہے ہیں نماز پڑھتے ہوئے۔ نماز سے فراغت پر ان سے پوچھتے ہیں کہ آپ کون ہیں؟ کہاں سے آئے؟ بتایا کہ میں شام سے آیا ہوں اور مجھے عمرو بن اسود کہا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے 'مَارَأَيْتُ اَحَدًا أَشْبَهَ صَلوٰةً وَلاَ هَدْيًا وَلاَ خُشُوْعًا وَلاَ لُبْسَةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ هٰذَا الرَّجُلِ' ۔ کتنی ساری چیزوں میں انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت اور مماثلت حاصل ہے! نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی، چلنے اور حرکات وسکون کا انداز آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا، نماز میں خشوع خضوع بھی اور نماز سے باہر چلنے کا انداز بھی اور عاجزی ومسکنت وتواضع اور خشوع آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا، حتی کہ لباس کا انداز بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا!۔

حرکات وسکنات میں مماثلت اور مشابہت کو دیکھ کر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بہت سی چیزیں پیش فرمائیں۔ کوئی جائیداد بھی پیش کی اور کھانے کی چیزیں بھی۔ ضیافت ان کے لیے بھی پیش کی اور ان کی سواریوں کے لیے بھی چارہ وغیرہ پیش کیا اور کچھ نقد پیش کیا۔ لکھا ہے کہ 'فَقَبِلَ ذٰلِکَ فَرَدَّ النَّفُقَةَ' کہ صرف توشہ کھانے پینے کی چیزیں قبول فرمالیں

باقی واپس فرمادیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر یاد بسی ہوئی تھی کہ ہر چیز میں اپنے محبوب کی تلاش رہتی تھی کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی طرح آپ کے جیسی نماز کون پڑھتا ہے، آپ کے جیسا لباس کس کا ہے، آپ کے جیسی حرکات وسکنات کس کی ہیں، آپ کی جیسی آواز کس کی ہے، آپ کی طرح سے کون بولتا ہے، آپ کی طرح سے کون قرآن پڑھتا ہے۔

دوستو! آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی نماز، اپنا ٹائم ٹیبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا، لباس آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا اور حرکات وسکنات اور کھانے اور پینے اور اٹھنے، بیٹھنے سونے جاگنے میں جو ہمیں سنتوں کی تاکید کی جاتی ہے وہ اسی لئے کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے محبت عطا فرمائے۔

قابس بن ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ

اسمائے رجال میں حدیث کی کتابوں کی سند میں جن راویوں کے نام آتے ہیں ان کے حالات جن کتابوں میں لکھے گئے ان میں قابس بن ربیعہ بن مالک بن عدی کے حالات بھی ہیں۔ قابس بن ربیعہ کے متعلق لکھا ہے ’کَانَ یُشْبِہُ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ‘۔ کہ ان کی شکل وصورت مالک نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی بنائی تھی۔ یہ شہرہ پھیل گیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ شام میں ہیں وہاں آپ کو اس کی اطلاع ملی۔ آپ نے گرامی نامہ بھیجا کہ بڑی عزت اور اعزاز اور تکریم اور تعظیم کے ساتھ ان کو میرے پاس بھیجا جائے۔

جب یہ شام پہنچے، کیا حال ہوا ہوگا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا کہ محبوب کے جمال اور جلوہ سے بیداری میں دیکھنے سے ہم محروم ہوگئے تصورات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ کو لاکر دل کو تسکین دیتے رہتے ہیں۔ ’فَلَمَّا رَاٰہُ قَامَ اِلَیْہِ فَتَلَقَّاہُ وَقَبَّلَ مَا بَیْنَ عَیْنَیْہِ‘۔ لیکن

جب ان کو دیکھا، کھڑے ہو گئے آپ کے استقبال کے لیے، گلے لگایا، آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تازہ کرنے کے لیے ان کو دیکھتے رہیں۔ اپنے قریبی علاقہ میں بصرہ میں ایک بڑی جائیداد عطا فرمائی تاکہ یہیں رہیں اور جب کبھی موقعہ ہو تو زیارت ہو جایا کرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد مبارک تازہ رہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل

جنہیں سب سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکل وصورت میں مشابہت حاصل تھی وہ ہیں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادگان کو مشابہت حاصل تھی کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ ناف سے لے کر سر کے بالوں تک ہر چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ۔ بال بالکل آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے، رنگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا، خدوخال سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے۔ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ بقیہ جسم میں بالکل آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا 'اَشْبَھْتَ خَلْقِيْ وَخُلُقِيْ' کہ جیسے مالک نے میری شکل وصورت بنائی ایسا ہی تمہیں بنایا اور پھر مزید اس میں یہ کہ جیسے میرے اخلاق ہیں، خلق محمدی کا کامل حصہ تمہیں عطا کیا گیا۔

یہ حضرت جعفر بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا حال تھا۔ پھر ان کے بیٹے محمد میں یہ صفت منتقل ہوئی 'محمد بن جعفر بن ابی طالب' کہ وہ بھی اپنے باپ کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو بہو تصویر تھے۔ پھر ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔ بلکہ جس رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی اسی رات ان ابوسفیان بن حارث کی بھی ولادت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم عمر اور ہم شکل تھے۔

پھر یہ دولت حارث بن عبد المطلب کے پوتے عبد اللہ بن نوفل بن حارث بن عبد

المطلب میں منتقل ہوئی جو ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب کو ملی تھی ۔ وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل تھے۔اسی طرح ابولہب کے پوتے مسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل تھے۔ بنو ہاشم میں سائب بن عبید بن عبد یزید بن ہاشم بن عبد المطلب بن عبد مناف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل تھے۔ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے صاحبزادگان میں قثم بن عباس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل تھے۔ اور پھر جن کا یہ ہم نے ابھی ذکر کیا قابس بن ربیعہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل تھے۔ اور عبداللہ بن عامر بن کریز وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ اور منصب بہت بلند کیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبع فیوض و برکات ہیں جس وقت ہم چاہیں جتنی دولت چاہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی سے رابطہ کر کے حاصل کر سکتے ہیں درود شریف کے ذریعہ۔ اور درود شریف پڑھتے پڑھتے جب آنکھ لگنی شروع ہو، زبان ساتھ نہ دیتی ہو اس وقت تصورات کی دنیا کو اس مادی دنیا سے ہٹا کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہم مبذول رکھیں ۔ اللہ تعالیٰ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدٍ وَعَلىٰ اٰلِهِ وَصَحْبِهِ اَجْمَعِيْنَ

بِرَحْمَتِکَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

۱۵؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ امت کے حال پر رحم فرمائے، آزمائشوں سے محفوظ رکھے۔ دنیا کے کونے کونے میں جہاں اسلامی مراکز، مساجد، مدارس، تعلیم گاہیں مصروف کار ہیں اللہ تعالیٰ ان تمام کی حفاظت فرمائے، حرمین شریفین کی حفاظت فرمائے۔ خود اللہ تعالیٰ ہماری اپنے نفسوں سے حفاظت فرمائے، شیطان سے حفاظت میں رکھے کہ ہم نفس و شیطان کے اشاروں پر مصروف رہنے کے بجائے مالک کی یاد میں مصروف رہیں۔ ہر آن ہر گھڑی اسی کا مراقبہ ہو اسی کی ذات عالی کی طرف ہماری توجہ رہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر وقت موت کو سامنے اور یاد رکھنے کی توفیق ارزاں فرمائے۔

تذکرۂ موت

جب موت سامنے رہے گی، مالک کی طرف بڑھنا آسان ہو جائے گا۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تاکید فرمائی کہ لذتوں کو ختم کرنے والی موت کا تذکرہ بکثرت کیا کرو اور اس کو کثرت سے یاد رکھا کرو۔ جب انسان کے سامنے موت ہو گی، وہ اِس زندگی سے جو اُس کے گرد و پیش، آنکھوں کے سامنے، دائیں بائیں چاروں طرف ہے اس سے متاثر نہ ہو گا

اس کے برعکس جب موت ہی کے تذکرے سے اسے وحشت ہوگی اور اس کی یاد کو بھلانے کی کوشش کرے گا، ابلیس کے لیے اس کے دل و دماغ پر تسلط آسان ہو جائے گا۔ پھر دل و دماغ ابلیس کے نفخ کی وجہ سے، جب وہ پھونکتا ہے، کبر و نخوت، بڑائی دل و دماغ میں سرایت کر جاتی ہے۔ 'ہم چو من دیگرے نیست' کہ میرے جیسا کوئی دوسرا نہیں۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے امام، روحانیت کے امام کہ ہمارے سلاسل بڑے بڑے ان تک پہنچتے ہیں، حضرت حسن بصری ہیں۔ ان کا ارشاد ہے کہ جب گھر سے نکلو اور باہر کسی سے بھی ملو تو اس کو اپنے سے افضل اور بڑھ کر سمجھو۔ کوئی کافر بھی ملے جسے ایمان میسر نہیں، اس وقت بھی تصور کرو کہ پتہ نہیں میرے ایمان کا کیا حال ہے اور یہ سامنے مجھے تو نظر آ رہا ہے کہ بہ ظاہر اسے ایمان میسر نہیں لیکن کب اللہ تعالیٰ اسے ایمان سے نواز دے اور کب میرے ایمان کی شمع اور میرا ایمان کا دیا بجھ جائے کوئی پتہ نہیں۔ اس لئے فرماتے ہیں کہ جب گھر سے نکلے کسی سے بھی ملے تو اسے اپنے سے افضل اور برتر سمجھے۔

اللہ تعالیٰ نے بڑا علو مرتبت آپ کو عطا فرمایا تھا۔ کیا قرآنی علوم، کیا روایت اور حدیث پاک کا علم و عرفان اور کیا حسن و جمال۔ حسن و جمال کا تو یہ حال تھا کہ عاصم احول فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ بصرہ جاتے وقت امام شعبی سے پوچھا کہ میں بصرہ جا رہا ہوں، بصرہ میں کوئی کام ہو میرے لائق تو بتا دیجئے۔ شعبی کہنے لگے کہ حسن بصری کو میرا اسلام پہنچا دینا۔

اس پر عاصم احول نے کہا کہ میں ان کو پہچانتا نہیں ہوں۔ شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بصرہ میں داخل ہونے کے بعد جو سب سے زیادہ حسین شخص نظر آئے اور تمہارے دل پر جس کا سب سے زیادہ رعب پڑے اسے میرا اسلام پہنچا دینا۔ چنانچہ انہوں نے بھی بصرہ میں داخل ہو کر کسی سے پوچھا نہیں بلکہ اسی کو تکتے رہے اور دیکھتے رہے، اسی نشان پر عاصم احول نے

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو شعبی رحمۃ اللہ علیہ کا سلام پہنچایا۔

ازواجِ مطہرات سے استفادہ

یہ سب انوارات اور حسن و جمال حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی گود اور بار بار آپ کے دست شفقت پھیرنے کا نتیجہ تھا اور بار بار ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ساتھ تمام ازواج مطہرات کے مبارک ہاتھ ان کے سر پر پھرتے رہے ان کے چہرہ پر وہ پھیرتی رہیں۔ اللہ نے اس کے نتیجہ میں کیا رعب اور کیا حسن و جمال عطا فرمایا تھا اور کیا علوم عطا فرمائے۔ کیوں کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی پرورش فرمائی اور تمام ازواج مطہرات کے گھروں میں آمد و رفت رہتی تھی۔

خود حضرت حسن بصری کا ارشاد ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ شریفہ میں میں اس کی بلندی ذرا سا اچھل کر ناپتا تو میرے ہاتھ کی انگلیاں چھت تک پہنچتیں۔ خود بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے وقت میری عمر تیرہ چودہ برس تھی اور میں بے تکلف ازواجِ مطہرات کے گھروں میں آتا جاتا تھا کہ جب تک میں نابالغ تھا تو برابر میرا ان گھروں میں بے پردہ آنا جانا رہا۔

صحابۂ کرام سے استفادہ

جب خود ازواج مطہرات کے گھروں کے ساتھ یہ حال تھا تو اس وقت تو سارا مدینہ صحابہ کرام کے وجود مسعود سے بھرا ہوا تھا، ان تمام کی زیارت اور صحبت سے بھی آپ نے استفادہ فرمایا۔ اسی کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے تمام علوم میں بہرہ ور فرمایا۔ خود فرماتے تھے کہ بارہ برس کی عمر میں وہ حافظ قرآن ہو گئے تھے۔ آگے ابوبکر ہذلی کا بیان ہے کہ ان کا قاعدہ تھا کہ جب تک وہ ایک سورت کی تفسیر اور تاویل اور معنی اور مطالب اور تشریح اور شرح اور شان نزول وغیرہ سے پوری واقفیت حاصل نہ کر لیتے تھے اس وقت تک وہ آگے بڑھتے نہ تھے۔ اسی وجہ

سے وہ قرآنی علوم کے سب سے بڑے ماہر ہو گئے تھے۔

سن شعور میں مدینہ طیبہ میں کتنی بڑی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جمعیت انہیں استفادہ کے لیے میسر آئی۔ اس سے پہلے جب سے آنکھیں کھولیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی گود انہیں ملی غیر شعوری میں۔ جب کہ شعور نہیں تھا اس وقت آپ کی زیارت میسر آئی۔ لیکن سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، جابر بن معاویہ رضی اللہ عنہ، معقل بن یسار رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ، عمران بن حصین رضی اللہ عنہ اور حضرت جندب رضی اللہ عنہ بے شمار صحابہ کرام سے آپ نے استفادہ فرمایا۔ صحابہ کرام کے علاوہ تابعین بڑے بڑے تابعین کی ایک جماعت سے آپ کو حدیث پاک سننے کا بھی موقعہ ملا۔

روایت حدیث

کسی نے پوچھا کہ آپ دوسروں کی طرح نام لے کر کیوں بیان نہیں فرماتے کہ فلاں صحابی کو میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا۔ آپ نے صاف جواب دیا کہ 'میری ساری احادیث کا بیشتر حصہ حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے میں نے سنا ہے لیکن وہ دور حجاج بن یوسف اور بنو امیہ کے ظلم کا تھا اس لئے جو روایت ہم اہل بیت سے روایت کرتے تھے ان کا نام نہیں لیتے تھے'۔ اسی بنا پر جب آپ مکہ مکرمہ تشریف لاتے، اہل مکہ آپ کو تخت پر بٹھا کر آپ سے احادیث سنتے۔ جس میں مجمع میں سننے والوں میں مجاہد، طاؤس اور عطاء جیسے اکابر شریک ہوتے۔

صحابۂ کرام سے مشابہت

ابو قتادہ رضی اللہ عنہ لوگوں کو مسائل پوچھنے کے بارے میں حسن بصری کی طرف رہنمائی فرماتے اور فرماتے کہ 'خدا کی قسم میں نے مسائل کے جواب میں، حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے مشابہ جن کے جواب ہوتے ہیں ان (حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ) سے بہتر کسی کو نہیں دیکھا'۔ یعنی سوالوں کے جوابات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل تھی۔

محدثین نقل کرتے ہیں کہ تابعین کی جماعت میں کوئی تابعی ایسا نہیں کہ جسے ان سے زیادہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام سے مشابہت حاصل ہو۔ کوئی ایسا نہیں تھا دوسرا جو اس میں ان کی ہمسری اور ان کا مقابلہ کر سکے۔ جتنی صحابہ کرام سے افعال میں، اقوال میں اور ہر چیز میں انہیں مشابہت حاصل تھی اور کسی کو نہیں تھی۔

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے تو بہت زیادہ صحابہ کرام کو دیکھا۔ بعض روایات میں تو کئی سو کا ذکر ہے۔ ان کے بیٹے نے کہا کہ میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ جیسا برتاؤ آپ حسن بصری سے کرتے ہیں کسی دوسرے کے ساتھ نہیں کرتے؟ انہوں نے یہی وجہ بیان فرمائی کہ صحابۂ کرام کو جو میں نے دیکھا ہے، ان کے سب سے زیادہ مشابہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ اس لئے میرے برتاؤ کو تم مختلف دیکھ رہے ہو۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا زہد

ان تمام فضائل کے باوجود حضرت حسن بصری کے چلنے کا نقشہ دیکھنے والے کھینچتے ہیں۔ یونس بن عبید کا بیان ہے کہ آپ چلتے تو ایسا معلوم ہوتا جیسا ابھی اپنے کسی قریب عزیز کو دفن کر کے آئے ہیں۔ بیٹھتے تو ایسے جیسے کسی قیدی کو گردن اڑانے کے لیے بٹھایا گیا ہو۔ جب دوزخ کا تذکرہ فرماتے، اتنا روتے گویا دوزخ انہی کے لیے بنائی گئی ہے۔ حجاج بن اسود نے

ایک شخص کو سنا کہ وہ دعا کرتا ہے کہ کاش کہ مجھے حسن بصری جیسا زہد، ابن سیرین جیسا ورع، عامر بن عبد قیس جیسی عبادت اور سعید بن المسیب جیسا تفقہ مل جائے۔ سوچنے لگے کہ یہ حسن بصری کا صرف زہد مانگتے ہیں حالانکہ یہ تو تمام اوصاف حسن بصری میں جمع ہیں۔

خوفِ خداوندی

ان تمام فضائل کے باوجود جیسے چلنے اور بیٹھنے کا انداز آپ نے سنا، اسی طرح حُمید فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم امام شعبی کے ساتھ مکہ مکرمہ میں تھے۔ امام شعبی نے ان سے فرمایا کہ آج حسن بصری سے تخلیہ میں جا کر ملاقات کرتے ہیں۔ جب یہ درخواست حسن بصری تک پہنچی، اجازت دے دی۔ فرمایا کہ جب جی چاہے آجائیں ملاقات ہو جائے گی۔

چنانچہ ایک دن امام شعبی پہنچے، حُمید کا بیان ہے کہ میں دروازہ پر موجود تھا۔ میں نے ان سے کہا کہ اس وقت حسن گھر میں تنہا ہیں آپ اندر چلے جائیں۔ اتنا رعب امام شعبی پر بھی ظاہر ہوا کہ امام شعبی کی تنہا اندر جانے کی ہمت نہیں پڑی۔ انہوں نے حُمید سے کہا کہ آپ بھی ساتھ اندر چلئے۔

کہتے ہیں کہ میں بھی ان کے ساتھ اندر پہنچا۔ ہم جب اندر پہنچے، کیا دیکھا کہ اس وقت حسن بصری قبلہ رو ایک عجیب عالم میں ہیں اور دعا میں مشغول ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ 'ابن آدم تو نیست تھا، نیست سے اسے ہست کیا گیا۔ معدوم تھا اسے موجود تو نے کیا الٰہی'۔ پھر اپنے آپ کی طرف متوجہ ہو کر کہتے ہیں کہ 'تو نے اللہ سے مانگا تجھ کو دیا۔ لیکن جب تیری باری آئی تجھ سے مانگا گیا تو تو نے انکار کر دیا۔ افسوس حسن تو نے کتنا برا کام کیا'۔

یہ کہہ کر وہ بالکل بے خبر ہو جاتے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ہوش میں آتے، پھر یہی کلمات دہراتے۔ حمید فرماتے ہیں کہ تھوڑی دیر تک شعبی یہ رنگ دیکھتے رہے۔ پھر آخر انہوں نے مجھ سے کہا کہ ہم لوٹ چلتے ہیں کیونکہ شیخ اس وقت کسی اور عالم میں ہیں۔ اپنے وجود کی نفی، اپنے

علم وفضل کی نفی فرماتے رہتے۔ خود دوسروں کے متعلق بھی آپ کی تمنا یہی رہتی تھی کہ کاش کہ وہ بھی اپنی گندگی کو پہچانیں۔

فرمایا کرتے تھے کہ 'ہمارے حلقہ میں بہت سے لوگ بیٹھتے ہیں لیکن اس سے ان کی غرض دنیا ہوتی ہے'۔ ایک مرتبہ زہاد عباد کا تذکرہ ہوا تو فرمایا کہ 'یہ لوگ دل کی گہرائیوں میں غرور کے بت چھپائے ہوئے ہیں اور ظاہری لباس سے تواضع اور فروتنی ظاہر کرتے ہیں'۔

چور پکڑ لیا۔ اپنے متعلق چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے ہر وقت مالک سے خائف رہتے تھے۔ اٹھتے بیٹھتے یہ دعا زبان پر رہتی تھی 'خدایا! شرک، غرور، نفاق، ریا، فریب، شہرت طلبی، دین میں شک وشبہ ان تمام سے ہمارے قلوب کو الٰہی تو بچالے۔ اے مقلب القلوب! ہمارے دلوں کو اپنے دین پر قائم اور استوار رکھ'۔

عوام میں قبولیت

عوام میں جو قبولیت ہوتی تھی، اسے بہت بڑا ابتلاء سمجھتے تھے کہ یہ مالک کی طرف سے بہت بڑا امتحان ہے۔ اسی لئے غالب القطان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حسن مسجد میں آئے، جس گدھے پر سواری کر کے مسجد میں پہنچے تھے، مسجد پہنچنے کے بعد وہ گدھا واپس چلا گیا۔ اس لئے غالب نے انہیں واپس گھر پہنچانے کے لیے اپنا گدھا منگوا لیا۔ سوار ہو کر جب چلنے لگے، حسن بصری کے ساتھ ساتھ مجمع چل رہا ہے۔

اس مجمع کو دیکھ کر انہیں اس قدر تکلیف ہوئی کہ فرمانے لگے کہ 'تمہارا برا ہو اگر مسلمان اپنے نفس کا جائزہ نہیں لیتا اور وہ اپنی حقیقت سے آگاہ نہیں تو وہ بالکل تہی دامن ہے'۔ لوگوں کی جمعیت کے ساتھ ساتھ ہو جانے پر انہیں جو تکلیف ہوئی اس کا اظہار فرماتے ہوئے کہنے لگے کہ 'ان لوگوں کے جوتوں کی ٹاپ اور چاپ کمزور انسان کے دل کو برباد کرنے کے لیے کافی ہے کہ اسی سے دل میں کبر ونخوت کا بیج پڑتا ہے'۔

منہ در منہ تعریف

سعید ثقفی کا بیان ہے کہ جو آپ کے سامنے منہ در منہ تعریف کرتا اس وقت آپ کو ناگواری ہوتی۔ البتہ اگر کوئی صرف دعا کرتا، اس سے مسرت اور خوشی ہوتی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اس امام اکبر کی اس شریعت وطریقت کی نقالی کی ہمیں توفیق عطا فرمائے، ان کی طرح سے ہمارے قلوب اور ذہنوں کو بدل دے۔ ان کے جیسا بنا دے۔ اسی لئے تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جتنے فتاویٰ ان کے نقل کئے ہیں، کسی اور کے فتاویٰ اتنے نقل نہیں کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی روحانیت سے استفادہ کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

سانحۂ وفات

جیسے آپ کو زندگی میں سامنے منہ در منہ تعریف سے تکلیف ہوتی تھی تو آپ نے وفات کے بعد کے لئے بھی انتظام فرمالیا۔ اس طرح کہ وفات سے قبل اپنے صاحبزادہ کو بلایا اور حکم فرمایا کہ 'کتابیں اکٹھی کرلی جائیں'۔ صاحبزادہ نے تعمیل ارشاد میں کتابیں جمع کرلیں۔ بیٹے سے پھر فرمایا کہ 'تنور جلاؤ'۔ جب تنور جلادیا گیا، فرمایا کہ 'یہ سارا کتابوں کا ذخیرہ اس میں ڈال دو'۔ اللہ!

اپنے آپ کو چھپانے کی کوئی حد ہوتی ہے۔ ساری کتابیں جس طرح زندگی میں اپنے لئے کوئی امتیاز اور اپنے متعلق کلمات خیر سننے کے روادار نہیں تھے، مرنے کے بعد کے لیے بھی اس کا انتظام فرمادیا اور تمام کتابیں جو آپ کے پاس تھیں، اس میں نہ معلوم کیا کیا علوم ہوں گے سارے ذخیرہ کو آپ کے حکم سے جلادیا گیا۔ ایک کتاب اس میں سے رہنے دی گئی۔ فرمایا اس کو رہنے دو۔ ممکن ہے کہ قرآن کریم سے متعلق رہی ہو۔

اس کے بعد پھر فرمایا 'کاتب کو بلاؤ'۔ اس کو بلاکر لکھوایا کہ لکھو'حسن اس کی شہادت دیتا ہے کہ لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ'۔ اور پھر یہ حدیث لکھوائی کہ 'جس نے مرتے وقت دل

کی گہرائی سے اس کی شہادت دی تو وہ جنت میں داخل ہوگا'۔ اس کے بعد پھر آخرت کے سفر پر روانہ ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ان اکابر کے مسلک پر ہمیں قائم رکھے اور ان کی تعلیمات پر عمل کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔ ان کی تعلیمات کے پڑھنے کی ہمارے دلوں میں رغبت پیدا فرمائے۔

علی بن الحسن طوسی رحمۃ اللہ علیہ

یہ تو تھے ہمارے امام الشریعۃ والطریقۃ حسن بصری۔ جس طرح ان کا مجاہدہ، جفاکشی اور ہر وقت مشغول بحق رہنے کا معمول تھا، اسی طرح ایک علی بن الحسن تھے۔ وہ تو ان سے صدیوں بعد گذرے ہیں مگر یہ جتنے روحانیت والے ہوتے ہیں سب کا رنگ بالکل ایک جیسا ہوتا ہے۔ اور کتنی جفاکشی؟ کہتے ہیں کہ بے شمار آپ نے حج کئے اور چار ہزار بار قرآن کریم ختم کیا۔ ایک ہزار سے زیادہ عمرے کئے اور طواف کا یہ عالم تھا کہ ایک ایک رات میں ستر طواف کیا کرتے تھے۔

ابھی بھی جو وہاں پہنچے ہوئے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ ان کے عمروں کو قبول فرمائے، نماز اور طواف کو قبول فرمائے اور اللہ تعالیٰ نے اس گھر کو کس قدر محبوبیت عطا فرمائی۔ خود سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا کہ 'روئے زمین کے تمام ٹکڑوں میں سب سے زیادہ تُو مجھے محبوب اور پیارا ہے اے مکہ!'۔ مکہ سے خطاب کرکے فرمایا تھا۔ یہ محبوبیت امت کے دلوں میں کس قدر ہے کہ جتنا حرم کو وسیع کرتے چلے جاتے ہیں وہ بھی چند دنوں کے بعد ہی تنگ معلوم ہونے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حرمین شریفین کی ہمیں قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

یہ علی بن الحسن طوسی کے نام سے مشہور ہیں۔ انہوں نے ایک ہزار سے زیادہ عمرے کئے اور چار ہزار بار قرآن کریم ختم کیا۔ ایک ایک رات میں ستر طواف کرتے تھے جیسے حضرت

مولانا حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حال پہلے بھی سنایا تھا کہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صاحبزادگان میں سے حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب کو مکہ شریف بھیج دیا تھا۔ حضرت شیخ قدس سرہ نے مجھے طائف کے انار اُن کو پہنچانے کے لیے بھیجا۔

حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب کے خادم مولانا غلام رسول صاحب بیان فرماتے تھے کہ یہاں قیام کے لیے انہوں نے نذر مانی تھی کہ اگر مجھے قیام کی اجازت مل گئی، میں سوا لاکھ طواف کروں گا۔ یہ سنتے ہی حضرت نے فرمایا 'انہوں نے کر لئے تھے؟'۔ میں نے عرض کیا کہ ان کے خادم بتا رہے تھے کہ انہوں نے تعداد پوری کر لی تھی۔ کیوں؟ کہ مولانا غلام رسول صاحب فرماتے ہیں کہ ہم ان کو دیکھتے تھے ہمیشہ کہ یہ دوڑتے ہوئے طواف کیا کرتے تھے۔

طواف میں تیزی

اسی طرح کا حال علی بن طوسی کا بھی تھا۔ انہوں نے بھی شاید نذر مانی ہوگی یا محبوب سے وارفتگی کا کوئی خاص عالم ہوگا کہ جس کے سبب وہ طواف میں دوڑتے رہتے ہوں گے۔ ایک ایک رات میں ستر طواف کرتے تھے۔ طواف کی حالت میں وہ بہت تیز چلتے تھے جیسے رمل کیا جاتا ہے، اس طرح ان کے طواف میں چلنے کا انداز تھا۔ کسی نے اعتراض بھی کیا۔

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کتنے محبوب تھے کہ جنہوں نے ان پر اعتراض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے خواب میں تشریف لائے۔ اس خواب میں انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس کی شکایت کی کہ یا رسول اللہ! یہ طواف میں کس قدر دوڑتے رہتے ہیں۔ اُن کی یہ شکایت سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ 'ان سے کہہ دو کہ قدرت ہو تو اور تیز چلے'۔

حالتِ بے خودی

یافعی فرماتے ہیں کہ اصل میں ان پر وجد اور بے خودی کی حالت طاری ہو جاتی تھی جس میں وہ تیز چلتے تھے۔ اور کسی کو اگر فہمائش کی جائے، یہ اس وقت مناسب ہے جب اسے اپنی

ذات پر اختیار ہو۔ اور یہ تو بے خودی میں اور وجد کی حالت میں تیز چلتے رہتے تھے۔

یافعی فرماتے ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ نہایت سخت تیز دھوپ اور گرمی میں کوئی مطاف میں قدم نہیں رکھ سکتا، ایسی تیز گرمی میں ان کو طواف کرتے ہوئے دیکھا گیا۔ کسی نے ترس کھا کر پوچھ لیا کہ حضرت آپ ایسی شدید گرمی میں طواف فرماتے ہیں آپ کو تکلیف نہیں ہوتی؟ فرمایا کہ مجھے دھوپ اور گرمی کا بالکل احساس نہیں ہوتا۔

سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے۔ ہر ایک کے ساتھ اس کا معاملہ الگ الگ ہوتا ہے۔ جس طرح سخت دھوپ میں طواف کرتے ہوئے گرمی کا احساس نہیں ہوتا تھا، اسی طرح یافعی فرماتے ہیں کہ کڑاکے کی سردیوں میں بھی جاڑوں میں بھی ہماری طرح سے صرف پنج وقتہ نماز کے لیے وضو نہیں فرماتے تھے بلکہ ٹھنڈے پانی سے غسل کیا کرتے تھے۔

یافعی بیان فرماتے ہیں کہ مجھے اُن سے ملنے والوں نے بیان کیا کہ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں بھی زیارت ہوئی ہے۔ یافعی فرماتے ہیں کہ میں نے خود اُن سے اس کی تصدیق چاہی، انہوں نے فرمایا کہ 'جی ہاں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس نعمت سے بھی سرفراز فرمایا'۔ یافعی فرماتے ہیں کہ وہ مغلوب الحال تھے۔ اور ان پر وجد طاری رہتا تھا۔

بیداری میں زیارت

میری حرم شریف میں ایک دفعہ ان سے رمضان المبارک کی راتوں میں ملاقات ہوئی، انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ مجھ کو تم سے محبت ہے۔ یہ فرما کر اپنی بچی ہوئی روٹی کا ایک ٹکڑا مجھے کھلایا۔ اس کے بعد وہ مجھ سے فرمانے لگے کہ تم ہمارے ساتھ تراویح نہیں پڑھو گے؟ میں نے عرض کیا کہ چلئے حرم میں جماعت کے ساتھ تراویح ہو رہی ہے ہم اس میں شریک ہو جائیں۔ عذر فرما دیا کہ اس بڑے مجمع میں مجھے دل جمعی حاصل نہیں ہوتی۔

اسماء الرجال کے سیرت نگار علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ مشہور ہیں۔ انہوں نے بھی اُن کی تعریف کی۔ فرمایا کہ علی بن حسن طوسی بہت بلند حال والے تھے۔ شاید ہی ان کا کوئی ہمسر ان کی برابری کی آرزو کر سکے۔ جتنے ان سے ملنے والے ہیں اور جنہوں نے ان کو دیکھا ہے، اُن سب کا اُن کے صاحب کشف وکرامات ہونے پر اور اُن کی بزرگی پر اتفاق ہے۔ ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ تنہائی پسند تھے۔ اور تہجد تلاوت روزوں کے بڑے پابند تھے اور انہوں نے ساٹھ حج کیئے۔

سفر حج

اپنے ایک حج کا قصہ انہوں نے ذہبی سے بیان کیا کہ ایک دفعہ حج کے ارادہ سے میں تن تنہا عراق سے مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوا۔ اور ساری مخلوق تو قافلے ڈھونڈھتی ہے کہ کب قافلہ جائے گا کہ ہم ریگستانوں سے صحرا سے اور غیر آباد علاقوں سے گذریں گے تو کیا ہوگا۔ لیکن وہ چونکہ مغلوب الحال تھے اس لئے انہیں کسی کی رفاقت کی ضرورت نہیں تھی۔ تن تنہا عراق سے مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے۔

اس کا حال بیان کیا کہ میں ایک اونٹنی پر سوار تھا۔ اونٹنی کو جہاں گھاس ملتی وہ چر لیتی اور میں اس کے دودھ پر گذر بسر کر لیا کرتا تھا۔ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں جتنا وقت ان کے ساتھ رہا تو دیکھا کہ عشاء کی نماز کے بعد سے لے کر ان کی تلاوت شروع ہوتی تھی اور وہ ساری رات تلاوت میں گذارتے تھے۔

جس طرح ہمارے امام حسن بصری ہمیں تعلیم فرما کر گئے، جس طرح ان اللہ والوں نے اپنی زندگی کے مقصد کو سمجھا اور اس میں مشغول رہے اللہ تعالیٰ اس طرح مشغول رہنے کی ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے اور رمضان المبارک میں ہم مالک سے اپنی مغفرت اور عفو و بخشش کا پروانہ حاصل کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ امت کے حال پر رحم فرمائے۔اس دکھی مظلوم، پریشان حال امت پر رحم اور کرم اور بخشش اور عفو و درگذر کا معاملہ فرمائے۔ بے گھروں کو حق تعالیٰ شانہ گھر عطا فرمائے، وطن سے جو بے وطن ہوئے انہیں عافیت کے ساتھ اپنے وطن کی طرف لوٹائے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ خَيرِ خَلْقِهِ سَيِّدِنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدٍ وَعَلىٰ اٰلِهِ وَصَحْبِهِ اَجْمَعِيْنَ

بِرَحْمَتِکَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

۱۶/رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جتنی ہماری گندگیاں ہیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں سے ان گندگیوں کو دھو دے۔ اس کے بدلے ہمیں وہ اوصاف عطا فرمائے جس سے مالک خوش ہوتا ہے۔ تکبر، عجب، خودسری، خودبینی، حسد، کینہ، بغض، عداوت، جھوٹ، غیبت تمام معاصی سے اللہ تعالیٰ ہمیں نجات دے۔

ہماری جس طرح لت بنی ہوئی ہے کہ چائے کے بغیر چائے والے کو چین نہیں آتا، پان کے بغیر پان والے کو نہیں آتا، اسی طرح یہ تمام رذائل اور برائیاں ایسی رچی بسی ہیں کہ تھوڑی دیر کے لیے بھی ہمیں اس کے بغیر چین نہیں آتا۔ جب تک کسی کی تھوڑی سی برائی نہ کرلیں، پیٹ بھر کر برائی نہ کرلیں چین نہیں آتا۔ ہر وقت دوسرے پر ہی نگاہ رہتی ہے کہ وہ کیا کرتا ہے۔

اسی میں پھر آگے ہر چیز میں بڑھتے رہتے ہیں۔ اسی کے نتیجہ میں یہ تمام رذائل، معاصی اور گناہ پیش آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام سے ہمیں نجات دے اور ہمیں اس کی توفیق دے کہ اس کے نیک بندوں کے حالات ہم پڑھیں کہ وہ بھی ہم جیسے انسان ہی تھے۔ ہم تو نہایت فارغ البال ہیں، کھانا، پینا اور مکان تمام نعمتیں ہمیں میسر ہیں بادشاہوں کی طرح سے اور وہ

کس حال میں زندگی گذار کر گئے۔ اس کو ہم سوچیں، پڑھیں اور موازنہ کریں ہمارے احوال کا اور ان کے احوال کا۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق ارزاں فرمائے۔

سلیمان بن مہران

دیکھئے ایک بہت بڑے محدث ہیں اعمش۔ اعمش تو ان کا لقب ہے نام ہے سلیمان بن مہران۔ جس دن عاشورہ کے دن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوتی ہے، آپ کربلا میں شہید ہوتے ہیں اسی دن یہ پیدا ہوئے۔ اور کتنے بڑے انسان! کوفہ کی مسندِ علم پر براجمان۔ وہاں کے دارالافتاء کی زینت۔ وہاں کے سب سے بڑے مفتی۔

اسی لئے حافظ ذہبی ان کو کہیں علامۃ الاسلام، کہیں شیخ الاسلام کیا کیا القاب دے کر بھی انہیں سیری نہیں ہوتی۔ کہیں لکھتے ہیں کہ بڑے عابد مرتاض مجاہدہ کرنے والے۔ اسی لئے عیسیٰ بن یونس کو کہنا پڑا کہ ہم نے بھی اور ہم سے پہلے والوں نے بھی اعمش جیسا انسان دیکھا نہیں۔ تمام مذہبی علوم پر حاوی تھے، خصوصاً کتاب اللہ کے متعلق۔ سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ کے سب سے بڑے قاری تھے۔ اور احادیث کے سب سے بڑے حافظ تھے۔ اور علم فرائض کے سب سے بڑے ماہر تھے۔

ہشیم کہتے ہیں کہ میں نے کوفہ میں اعمش سے بڑا قاری نہیں دیکھا بلکہ ان کا درس قرآن کا مستقل حلقہ تھا اور وہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پیروکار تھے۔ انہی کی قرأت کو آگے چلاتے تھے۔ ابوبکر عیاش کا بیان ہے وہ فرماتے ہیں کہ اعمش کو ہم لوگ سید المحد ثین کہا کرتے تھے۔ حضرت قاسم فرماتے ہیں کہ کوفہ میں اعمش سے زیادہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی احادیث کو جاننے والا اور کوئی نہیں تھا۔

احتیاط در روایت حدیث

اتنے بڑے علامہ، تمام علوم اسلامیہ کے ماہر اور قرآن وحدیث کے علوم میں سب کے گویا

امام سمجھے جاتے تھے لیکن دیکھئے! طلبہ ان کے پاس پڑھنے کے لیے جاتے ہیں۔ حدیث سننا چاہتے ہیں، اس کے باوجود بہت زیادہ روایت حدیث میں محتاط تھے اور زیادہ احادیث بیان کرنا اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ لوگوں کو ڈانٹتے تھے کہ تم لوگ ان مولویوں کو خراب کرتے ہو۔ تم لوگ حدیث سننے کے لیے کسی کے پاس جاتے ہو تو اس کو جھوٹ بولنے پر آمادہ کرتے ہو۔ خدا کی قسم اس سے متاثر ہو کر جو جھوٹ بولتے ہیں یہ تمام انسانوں میں سب سے بدترین اور سب سے شریر انسان ہیں۔

اتنے بڑے عبادت گذار کہ آپ کے متعلق کہا گیا کہ اعمش نے اپنے بعد کسی کو اپنے سے بڑا عبادت گذار چھوڑا نہیں۔ ان کی عبادتیں دیکھ کر لوگ کہا کرتے تھے کہ ایسی عبادت کون کرسکتا ہے۔ ستر برس تک ان کی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔ یہ جتنے خدا سے قریب ہوتے ہیں انہیں کسی کا کوئی ڈر خوف نہیں ہوتا۔ ہر وقت جان اپنی ہتھیلی پر۔

خلیفہ ہشام

ایک دفعہ خلیفہ ہشام نے ان کو چٹھی لکھی۔ آدمی بھیج کر چٹھی پہنچائی ان کو۔ جس پر اس نے لکھا تھا ہشام نے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے فضائل لکھ کر دو اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مثالب اور نعوذ باللہ آپ کی برائیاں میرے لئے تم لکھ کر مجھے دو۔ جیسے ہی شاہی قاصد خط لے کر آیا، اس کے سامنے ہی آپ نے پڑھا۔ تو سامنے بکری کی طرف اس کو بڑھا دیا، بکری نے اس کو چبالیا اس خط کو۔ کتنی جرأت!

وہاں تو ہر وقت تلوار لٹکی رہتی تھی۔ اور قاصد سے کہا بھی کہ یہ تمہاری تحریر کا جواب ہے۔ جب قاصد نے زیادہ اصرار کیا کہ میری جان بخشی کے لیے کچھ تو آپ لکھ کر دیں۔ خالی ہاتھ جاؤں گا تو پتہ نہیں میری کیا بنے گی، فوراً کاغذ قلم لیا اور لکھا کہ:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اگر عثمان رضی اللہ عنہ کی ذات میں ساری دنیا کے انسانوں کی خوبیاں جمع ہوں تو بھی اس سے تمہاری ذات کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ اور اگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات میں نعوذ باللہ دنیا بھر کی برائیاں جمع ہو جائیں تو اس سے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ تم کو صرف اپنے نفس کی خبر رکھنی چاہیئے'۔

وصیت

یہ کلمات لکھ کر شاہی قاصد کے حوالہ کر دیئے۔ اتنا بڑا انسان وہ اتنا بڑا کیسے بنا؟ کس خوبی کی وجہ سے؟ ایک تو پیچھے آپ نے سنا کہ اتنے بڑے محدث ہونے کے باوجود طلبہ جاتے، احادیث بیان کرنے سے گریز کرتے۔ ڈرتے رہتے تھے کہ میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ احادیث؟ اپنے آپ کو اتنا حقیر جانتے تھے اور اپنے آپ کو اتنا گیا گذرا سمجھتے تھے کہ مرتے وقت وصیت فرمائی کہ جب میں مر جاؤں، کسی کو میری موت کی اطلاع نہ دی جائے۔

ہم تو بڑے بڑے جنازے دیکھتے ہیں، سنتے ہیں، پڑھتے ہیں، دل میں ہوک اٹھتی ہے کہ اوہ! کاش کہ میں مر جاؤں تو۔ دعا بھی کرتے ہوں گے مالک کے سامنے کہ میرا جنازہ بھی ایسا ہو۔ دعا سے پہلے ان کلمات کے ادا کرنے سے پہلے آئینہ تو دیکھ لیتے۔ کہ میں اس عرضی گذارنے کا اہل ہوں یا کہ نہیں۔ یہ درخواست پیش کرنے کا میرا منہ ہے یا نہیں؟ اتنا بڑا عظیم انسان اور انہوں نے مرنے وقت وصیت کی۔

اللہ! کس حال میں ہوں گے، جب انہوں نے یہ کلمات دہرائے ہوں گے۔ حضرت اعمش فرماتے ہیں کہ جب میں مر جاؤں کسی کو میری موت کی اطلاع نہ دی جائے اور مجھ کو میری لحد کے پاس لے جا کر پھینک دیا جائے۔ دیکھئے! اپنے وجود سے کتنی نفرت اور ہم اپنے وجود سے کتنے خوش۔ ہماری کبھی نگاہ نہیں جاتی کہ سر پر کتنا بڑا گناہوں کا پہاڑ اٹھا کر ہم چل رہے ہیں۔

حضرت صوفی اقبال صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کوئی کھانا بچا ہوا ہوتا، ہمارے صوفی جی بیٹھ جاتے مدرسہ علوم شرعیہ میں۔ وہاں بلی کو تلاش کرتے پھر اس کو کھلاتے۔ وہاں سے کھلا کر ایک دفعہ فارغ ہوئے، کہنے لگے کہ 'جب میں مرجاؤں تو میری وصیت ہے آپ لوگوں کو کہ کسی قصائی کو، گوشت کاٹنے والے کو بلا کر کے میرے جسم کی بوٹیاں باریک باریک اتنی چھوٹی چھوٹی کاٹی جائیں کہ مدینہ پاک کی بلیاں اور کتے آسانی سے اسے کھا سکیں۔ چھوٹی چھوٹی میری بوٹیاں کر دینا'۔

حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ بار بار سنایا کہ کسی نے پوچھا کہ اپنے شیخ کی مجلس میں کیا تصور ہو؟ کہ کوئی تصور کرتا ہے کہ شیخ کے قلب سے میرے دل میں نور آرہا ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے برجستہ فرمایا کہ 'میں تو شیخ کی مجلس میں ہوتا ہوں تو میرے سامنے میرے گناہوں کا پہاڑ آجاتا ہے۔ میں ہر وقت اس سے ڈرتا رہتا ہوں کہ مجھ پر وہ پہاڑ اب گرا کہ تب گرا'۔ اللہ ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائے۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے متعلق سیدنا امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا، جیسا کہ صحیح مسلم میں بھی ہے کہ 'خیر التابعین، مراد نامی قبیلہ کا ایک شخص ہے جس کا نام اویس ہے۔ وہ تمہارے پاس امدادِ اہلِ یمن کے ساتھ آئے گا اس کے جسم پر برص کا ایک داغ ہوگا۔ باقی نشانات اس کے مٹ چکے ہوں گے۔ صرف ایک درہم کے برابر باقی رہا ہوگا۔ اس کی ماں زندہ ہوگی جس کی وہ خدمت کرتا ہے'۔ آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیر التابعین کا خدا کے یہاں کیا مرتبہ ہے وہ بیان فرمایا کہ 'وہ خدا کی قسم کھاتا ہے، اس کو اللہ پوری کرتا ہے۔ اس لئے تم اس کی دعائے

مغفرت حاصل کر سکو تو حاصل کرنا‘۔

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ برابر تلاش میں رہے۔ یہاں تک کہ جب آپ سے ملاقات ہوئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ روایت ان کے سامنے بیان فرمائی اور دعا کی درخواست کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے اویس قرنی نے دعا کی۔ پھر پوچھا کہ آپ اب کہاں جائیں گے؟ عرض کیا کہ کوفہ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہاں کے گورنر اور عامل کو میں آپ کے متعلق ہدایت کچھ لکھ دوں؟ فرمایا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ مجھے عوام کے زمرہ میں رہنے دو، عوام میں گھلا ملا مجھے رہنے دو۔

خلوت نشینی

چنانچہ وہ عوام ہی میں گھلے ملے رہے اور وہ اس قدر گھلے ملے رہے کہ بڑے بڑے محدثین کو اس سے انکار ہو گیا کہ اویس قرنی بھی دنیا میں کوئی انسان تھا۔ کیوں کہ انہیں اپنے نفس کی اصلاح سے کبھی فرصت نہیں ہوتی تھی۔ اپنی ہی روح کا تزکیہ اور ریاضت اور مجاہدہ اور نفس کشی میں اتنے مشغول رہتے کہ اور کسی کام کیلئے انہیں فرصت ہی نہیں ہوتی تھی۔ اور سب کے اصرار کے باوجود بھی عبادت کے حجرہ سے نکل کر تنہائی اور خلوت گاہ سے نکل کر مسند علم پر بیٹھنا ان پر گراں تھا۔ کیوں کہ انہیں شہرت سے، نام اور نمود سے نفرت تھی۔

خود ایک موقعہ پر فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اسی طرح پہنچی ہیں جس طرح تم محدثین کو پہنچی ہیں لیکن میں اپنے اوپر ان کا دروازہ کھول کر محدث بننا پسند نہیں کرتا، قاضی بننا پسند نہیں کرتا، مفتی بننا پسند نہیں کرتا کیوں؟ کہ مجھے خود اپنے تزکیۂ نفس کے بہت سے کام درپیش ہیں اور میں شہرت کو ناپسند کرتا ہوں۔ تنہائی، عزلت اور خلوت نشینی کو دوست رکھتا ہوں۔ انہوں نے یہ دروازہ ہی نہیں کھولا اصرار کے باوجود۔

بس وہ اپنی ذات میں مشغول رہتے تھے۔ کس طرح مشغول رہتے تھے کہ مجھے اپنی ذات

سے فرصت نہیں کہ ساری رات پلک نہیں جھپکتے تھے۔کوئی رات ایسی تجویز فرماتے کہ آج کی رات قیام کی تو ساری رات قیام میں ہیں۔ پھر اگلی رات میں نماز کی نیت باندھی تو قیام مختصر اور رکوع لمبا ہے۔ ساری رات رکوع میں ہیں۔ تیسری رات آئی تو قیام مختصر، رکوع مختصر اور سجدہ لمبا ہے۔ساری رات پڑے ہوئے ہیں سجدہ میں۔ رات اور دن یہی کام ہوتا۔

کثرتِ عبادت

ربیع کا بیان ہے کہ میں ملنے گیا تو فجر کی نماز میں دیکھا مشغول ہیں۔پھر تسبیح تہلیل میں مشغول ہیں۔ میں منتظر رہا کہ اب فارغ ہوں تب فارغ ہوں۔ظہر کی نماز تک اسی میں مشغول رہے۔ پھر ظہر سے عصر تک اسی حال میں مشغول رہے۔ پھر سوچا میں نے کہ اب مغرب کے وقت افطاری کے وقت ملاقات ہوجائے گی لیکن انہیں افطاری کی بھی فرصت نہیں۔

مغرب کے بعد عشاء تک مسلسل مشغول رہے۔ پھر عشاء کے بعد لگے تو صبح کردی اور یہ ان سے کچھ سن پائے تو کیا سنا؟ کہ فجر کی نماز کے بعد چوبیس گھنٹے سے زیادہ عبادت میں لگا ہوا انسان تھکا ہارا کچھ نیند کا غلبہ ہوا تو جھونکا آیا تھوڑی دیر کے بعد متنبہ ہوگئے اور دعا کی ’خدایا ! میں سونے والی آنکھ سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور نہ بھرنے والے پیٹ سے تیری پناہ مانگتا ہوں‘۔

ہمارا کام کھانا اور سونا ہے۔ اور یہ اس سے پناہ مانگتے ہیں کہ جو آنکھ سو جائے اس سے الٰہی میں تیری مدد چاہتا ہوں، اس کے خلاف اور تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اور اسی لذت سے سیری ہی ہماری نہیں ہوتی۔ چکھنے کے بہانے یہ کھایا، وہ کھایا۔ پچاسوں انواع واقسام ہماری روز کی ہو جاتی ہیں۔ اور یہ پناہ مانگتے ہیں ’اور نہ بھرنے والے پیٹ سے خدایا تیری پناہ مانگتا ہوں‘۔

ربیع فرماتے ہیں کہ چوبیس گھنٹے سے زیادہ میں نے ان کے ساتھ گذارا اور یہ دیکھا، میں

نے اپنے دل میں کہا کہ جو کچھ میں نے دیکھا، اس قدر ہی بس میرے لئے کافی ہے۔ ہماری دنیا، کھانا، پینا، مزے، عیش اور گناہ کی ہے۔ اور گناہوں سے بھی سیری نہیں ہوتی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ماں کی خدمت

اسی کی برکت ہے کہ خدا نے پھر، بعض روایات کے مطابق، صفین میں شہادت عطا فرمائی۔ اور کسی نے لکھا ہے کہ اس کے بعد تک بھی وہ زندہ رہے اور کسی اور جگہ شہادت ملی۔ اور تمام انسانوں میں اگر وہ ملنا جلنا پسند کرتے تھے تو ایک ماں تھی۔ جب تک ماں زندہ رہی، ان کی خدمت میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ ان کی خدمت کو سب سے بڑی سعادت اور عبادت سمجھا۔ جب تک وہ زندہ رہیں وہاں تک حج بھی نہیں۔

حج کا سفر بھی نہیں اختیار کیا اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ آنے والوں کو دیکھا۔ کہ اوہ! میرا محبوب، میرا محبّ اور میرا عاشق اور میرا محبوب اویس وہ نہیں آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ان کی ماں زندہ ہے ان کی خدمت کی وجہ سے وہ میری زیارت سے محروم رہا۔ جب ماں کی وفات ہوئی ادھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس جہان میں نہ رہے تب جا کر بعد میں انہوں نے فریضۂ حج ادا کیا ہے۔ اللہ ماں کا حق ادا کرنے کی اس طرح ہمیں بھی توفیق دے۔

ہر گھر میں یہی رونا ہے۔ ہر ماں یہی روتی ہے اپنی اولاد کے متعلق۔ جو ہمارے لئے رحمتوں کا دروازہ ہے، اسی کی زبان پر ہمارا شکوہ اور شکایت ہے۔ ہماری تباہی میں ہم نے کوئی کسر چھوڑی ہی نہیں۔ کیا بنے گا ہمارا۔ اللہ ہمارے اس گناہ کو بھی معاف فرمائے۔ اور ماں کی قدر دانی کی ہمیں توفیق دے۔ بہ کثرت احادیث میں ان کا ذکر موجود ہے۔ ان کا تذکرہ آیا ہے۔ مسند احمد، صحیح مسلم، بیہقی کی دلائل النبوۃ، حلیۃ الاولیاء، مسند ابو یعلی، مسند ابو

عوانہ، مستدرک حاکم۔ ان سب نے ان کا تذکرہ فرمایا ہے۔

ان سب سے صرف نظر کر کے کچھ حضرات پھر بھی اپنے انکار پر مصر ہیں۔اسی لئے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ان کے وجود سے انکار نقل کیا، اس کے بعد لکھتے ہیں کہ حضرت اویس قرنی کی شہرت اور ان کے حالات اتنے ہیں اور اتنی کتابوں میں اور اتنی راویوں سے مروی ہیں کہ ان کے وجود میں کسی شک و شبہ میں کوئی گنجائش نہیں۔ جیسے انہیں قاضی بننا پسند نہیں، محدث بننا پسند نہیں، مفتی بننا پسند نہیں۔

صدارتِ دارالافتاء

جیسے حضرت مفتی محمود صاحب نوراللہ مرقدہ کو دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ اپنا مفتی اعظم تسلیم کرتی ہے، دارالافتاء کے تمام اختیارات ان کے سپرد کرتی ہے۔مگر وہ کسی اور کے سپرد کر دیتے ہیں۔ اس کا بھی انہیں کوئی فکر نہیں کہ شوریٰ کو پتہ چلے گا، اکٹھے یہیں سب چوبیس گھنٹے ساتھ ہیں، وہ ناراض ہوں گے۔ بس مالک کو راضی کرنے کی فکر ہے کہ یہ منصب کہیں میرے لئے تباہی اور بربادی کا باعث نہ ہو جائے۔

حضرت مفتی نظام الدین صاحب کو بہ اصرار یہ فرما کر حوالہ کیا کہ اگر تم اس کو قبول نہیں کرو گے، میں دارالعلوم دیوبند کو چھوڑ کر چلا جاؤں گا۔ ایسے اکابر نوراللہ مراقدہم کے اوصاف ہم پڑھتے ہیں، ایسے اوصاف کے حاملین کے حالات ہم پڑھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان مراکز میں پیدا فرمائے اور ہر قسم کے ظاہری باطنی فتنوں سے ان مراکز کو محفوظ رکھے۔

حضرت ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح سے حضرت ایوب سختیانی جو بڑوں بڑوں کے استاذ ہیں۔ امام مالک، سفیان ثوری، معمر، اعمش، قتادہ، شعبہ سب آپ کے شاگرد ہیں۔لیکن ان میں بھی یہ اوصاف کیسے کوٹ کوٹ کر بھرے ہوئے تھے کہ اپنے درس کا حلقہ جس میں

حدیث بیان فرماتے اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ 'انسان کسی مرتبہ پر پہنچ کر مشکل ہی سے عجب وغرور سے بچ سکتا ہے'۔ اس لئے اس کی برائیوں اور نتائج اور عواقب سے ہر وقت لرزاں اور ترساں رہتے تھے۔

کہا کرتے تھے کہ کون انسان اس سے محفوظ رہ سکتا ہے کہ جب وہ احادیث بیان کرتا ہے، قوم کے دل میں ایک مقام حاصل کر لیتا ہے۔ اس وقت دل میں بعض چیزوں کی، یعنی عجب و غرور، پندار وغیرہ کی آمیزش ہو جاتی ہے۔ اس سے اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے اور اس سے بچنے کے لیے مختلف رستے تلاش کرتے تھے۔ جب باہر نکلتے، کوشش کرتے کہ مجھے کوئی پہچان نہ پائے۔ عام رستے کو چھوڑ کر گلیوں سے، جہاں کوئی گذرتا نہیں اس طرح کے رستوں سے جاتے۔

ساتھ کوئی ہوتا، ان کو بھگا دیتے اور جب وہ قریب کے رستے بتاتے کہ حضرت یہ تو بڑا لمبا رستہ ہے، آپ یہاں سے کیوں نہیں جاتے، وہ صاف فرماتے کہ 'میں ان مجالس سے بچنا چاہتا ہوں'۔ اور پھر بھی کوئی سلام میں پیش قدمی کرتے اور کوئی ان کی بابت اچھے کلمات کہتے، سن کر لرزہ طاری ہو جاتا۔ خدا کے سامنے اس سے وہیں گڑگڑانا شروع کرتے اور تسبیح بن جاتی ان کی یہ دعا 'خدایا تو خوب جانتا ہے کہ یہ میری خواہش نہیں ہے، خدایا تو خوب جانتا ہے کہ یہ میری خواہش نہیں ہے کہ لوگوں کے دل میں میرا ایک مقام ہو'۔ شعبہ آپ کے ایک شاگرد فرماتے ہیں کہ میں ساتھ چل رہا ہوتا، مجھے واپس فرما دیتے تھے کہ 'تم جاؤ۔ میرے ساتھ مت چلو' تاکہ لوگ انہیں جان نہ پائیں کہ یہ ایوب سختیانی گذر رہے ہیں۔

حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جیسے یہ حضرت ایوب سختیانی پیچھے چلنے والوں کو آپ کے ساتھ چلنے والوں کو، آپ کے تلاش کرنے والوں کو بھگا دیا کرتے تھے کہ میرے ساتھ مت چلو، میرے پاس مت آؤ اسی

طرح حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ مفسر پاکستان کے صاحبزادہ حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ میں تھے۔

حضرت شیخ قدس سرہ کے پاس مدرسہ صولتیہ کے دیوان میں ایک مرتبہ طائف کے انار آئے، حضرت نے فرمایا کہ 'یہ بہت بڑے، بہت میٹھے اور بہت سرخ دانوں والے ہیں، میرا جی چاہتا ہے کہ اس میں سے مولانا حبیب اللہ صاحب کیلیے بھیجوں لیکن وہ اپنا پتہ کسی کو نہیں دیتے، کسی سے ملتے نہیں۔ جب ہم یہاں پہنچے اور طواف عمرہ کے لیے حرم سے فارغ ہو کر نکلنے لگے، اس وقت وہاں ان سے ملاقات ہوئی تھی حرم میں اس کے بعد سے وہ ملے نہیں'۔

میں نے عرض کیا کہ حضرت میں پہنچا دیتا ہوں، حضرت نے فرمایا 'کیسے پہنچاؤ گے؟' میں نے عرض کیا کہ ان کے خادم ہیں مولانا غلام رسول صاحب مہاراشٹر کے ہیں۔ جن کی گھڑیوں کی دکان ہے یہاں، ان شاء اللہ ان کے توسط سے پہنچانے کی سعی کروں گا۔

حضرت مولانا غلام رسول صاحب کے ساتھ ہم حاضر ہوئے، حرم مکی کے تہہ خانے میں اس وقت چھوٹے چھوٹے کمرے بے شمار تعداد میں بنے ہوئے تھے۔ حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب کو بھی ایک کمرہ اس میں سے دیا گیا تھا۔ وہ وہاں مقیم تھے وہاں جا کر پہنچایا۔ حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب نے فرمایا کہ مجھے اختلاج قلب کی تکلیف ہے اس لئے میں صرف ایک ملاقات کے بعد حضرت شیخ کی زیارت کے لیے حاضر نہیں ہوسکا۔ پھر جب میں نے دعا کی درخواست کی، بہت لمبی دعا فرمائی اور دعا میں پورا ایک رکوع پڑھتے چلے گئے اور روتے چلے گئے۔

جب میں نے واپسی پر حضرت شیخ قدس سرہ سے ساری تفصیل بیان کی، حضرت نے فرمایا 'یہ جو اربابِ کشف ہوتے ہیں، مغیبات اور انوارات اور تجلیات کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں، ان تجلیات کا قلب تحمل نہیں کر پاتے۔ اس کے نتیجہ میں انہیں اختلاج اور قلق کا عارضہ ہو جاتا ہے'۔ پھر میں نے عرض کیا کہ حضرت جب یہاں پہنچے اور اقامہ نہیں تھا، انہوں نے نذر مانی

تھی کہ مجھے یہاں رہنے کی اجازت مل جائے، میں ایک لاکھ طواف کروں گا۔ حضرت نے فوراً پوچھا کہ 'پھر انہوں نے کر لئے؟' میں نے عرض کیا جی حضرت۔ متعدد حضرات کا بیان ہے کہ وہ دوڑتے ہوئے طواف کرتے رہتے تھے تو انہوں نے پورے کر لئے۔

ہرم بن حیان

ہرم بن حیان کا بیان ہے کہ میں نے بالخصوص کوفہ کا سفر اویس قرنی کی زیارت کے لیے کیا۔ تلاش کرتے کرتے فرات کے کنارہ پہنچا۔ وہاں دیکھا کہ ایک شخص تنہا بیٹھا نصف النہار کے وقت وضو کر رہا ہے، کپڑے دھو رہا ہے۔ اوصاف سے میں نے خود انہیں پہچان لیا۔ جسم تھوڑا سا فربہ تھا۔ رنگ گندم گوں تھا، بدن پر بال زیادہ تھے، سر منڈا ہوا تھا، داڑھی گھنی تھی۔ بدن پر ایک صوف کا ازار، ایک لنگی اور ایک صوف کی چادر تھی۔ چہرہ بہت بڑا اور مہیب تھا۔ قریب پہنچ کر میں نے سلام کیا۔

حضرت اویس نے جواب دیا اور میری طرف دیکھ کر فرمایا کہ 'خدا تم کو زندہ رکھے'۔ میں نے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا تو مصافحہ سے انکار کیا۔ پھر دوبارہ دعا دی 'خدا تمہیں زندہ رکھے'۔ میں نے بھی جواب میں دعا کی۔ حال پوچھا، غایت محبت میں ان کی ظاہری حالت پر میرے آنسو نکل آئے۔ مجھے روتا ہوا دیکھ کر وہ بھی رونے لگے۔ پھر فرمایا 'ہرم بن حیان! تم پر خدا رحم کرے میرے بھائی تم کیسے ہو؟ میرا پتہ تمہیں کس نے بتایا'۔ میں نے کہا 'اللہ نے بتایا'۔ اس جواب پر انہوں نے فرمایا 'لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ، سُبْحَانَ رَبِّنَا اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا'۔

ہرم کہتے ہیں کہ اس سے پہلے نہ میں نے انہیں دیکھا، نہ انہوں نے مجھے پہلے دیکھا۔ اس لئے میں نے پوچھا کہ آپ نے میرا اور میرے باپ کا نام کیسے جان لیا؟ فرمایا کہ 'علیم وخبیر نے مجھے بتایا۔ اس طرح کہ تمہارے نفس نے میرے نفس سے باتیں کیں اسی وقت میری

روح نے تمہاری روح کو پہچان لیا۔ زندہ اور چلتے پھرتے لوگوں کی طرح روحوں کی بھی آپس میں پہچان ہوجاتی ہے۔ مومنین خواہ کبھی آپس میں نہ ملے ہوں، تعارف نہ ہو پھر بھی ایک دوسرے کو پہچان لیتے ہیں'۔

درخواستِ وصیت

میں نے حدیث سنانے کی درخواست کی کہ آپ کی زبان سے سن کر یاد کرلوں۔ فرمایا کہ 'میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پایا اور نہ آپ کی صحبت سے میں بہرہ آور ہوا البتہ آپ کے دیکھنے والوں کو دیکھا ہے۔ تم لوگوں کی طرح مجھے بھی حدیثیں پہنچی ہیں لیکن میں اپنے لئے یہ دروزاہ کھولنا نہیں چاہتا کہ میں محدث اور قاضی اور مفتی بن جاؤں۔ مجھے اپنے نفس کے بہت سے کام ہیں'۔

میں نے عرض کیا کہ آپ کی زبان سے قرآن سن لوں۔ میرے لئے آپ دعا فرمایئے، کچھ وصیتیں فرمادیجئے تا کہ ہمیشہ یادرکھوں۔ یہ سن کر میرا ہاتھ پکڑ لیا اور '**اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ**' پڑھ کر چیخ مار کر رونے لگے اور فرمانے لگے کہ 'میرے رب کا ذکر بلند ہے، سب سے زیادہ سچی بات اسی کی ہے، سب سے اچھا کلام اسی کا ہے'۔

پھر آپ نے یہ آیات پڑھیں '**وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَابَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ۔ مَا خَلَقْنَاهُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَايَعْلَمُوْنَ ۔ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۔ يَوْمَ لَايُغْنِىْ مَوْلًى عَنْ مَوْلًى شَيْئًا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۔ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ، اِنَّهُ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ**'۔ یہاں تک تلاوت کے بعد ایک چیخ ماری۔ پھر ایسے خاموش ہوئے کہ میں سمجھا کہ بے ہوش ہوگئے۔

پھر فرمانے لگے کہ 'ابن حیان! تمہارے باپ مرچکے۔ عنقریب تمہیں بھی مرنا ہے۔ ابوحیان مرچکے۔ ان کیلئے جنت ہے یا دوزخ ہے۔ ابن حیان! آدم مرگئے، حوا مرگئیں۔ ابن

حیان! نوح اور ابراہیم خلیل الرحمٰن مر گئے۔ابن حیان! موسیٰ نجی الرحمٰن مر گئے۔ ابن حیان! داؤد خلیفۃ الرحمٰن مر گئے۔ابن حیان! محمد رسول الرحمٰن مر گئے۔ابن حیان! ابوبکر خلیفۃ المسلمین مر گئے۔ابن حیان! میرے بھائی عمر بن خطاب مر گئے۔

یہ کہہ کر وا عمراہ کا نعرہ لگایا اور ان کے لیے رحمت کی دعا کی۔ اس وقت تک حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ زندہ تھے اور ان کی خلافت کا آخری زمانہ تھا۔اس لئے میں نے عرض کیا کہ خدا آپ پر رحم کرے عمر بن خطاب تو زندہ ہیں۔فرمایا ہاں جو کچھ میں نے کہا اگر تم اس کو پوری طرح سمجھ لو، تم کو معلوم ہو جائے گا کا ہمارا تمہارا شمار مردوں ہی میں ہے۔ ہونے والی بات ہو چکی۔

دعائیں از حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجا، مختصر دعائیں فرمائیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ' ابن حیان! کتاب اللہ، صلحائے امت کی ملاقات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام میری وصیت ہے۔ میں نے اپنی موت کی خبر دی اور تمہاری موت کی خبر دی۔ آئندہ ہمیشہ موت کو یاد رکھنا۔ایک لمحہ کے لیے اس سے غافل نہ ہونا۔ واپس جا کر اپنی قوم کو ڈرانا، اپنے ہم مذہبوں کو نصیحت کرنا، اپنے نفس کے لیے کوشش کرنا۔خبردار جماعت کا ساتھ نہ چھوڑنا۔ایسا نہ ہو کہ بے خبری میں تمہارا دین چھوٹ جائے اور قیامت میں تم کو آتش دوزخ کا سامنا ہو'۔

پھر فرمایا' خدایا! اس شخص کا گمان ہے کہ وہ تیرے لئے مجھ سے محبت کرتا ہے اور تیرے لئے مجھ سے ملاقات کی اس لئے خدایا! جنت میں مجھے اس کے چہرہ کی پہچان کروانا اور اپنے گھر دارالسلام میں مجھے اس سے ملانا اور دنیا میں جہاں کہیں بھی رہے اس کو اپنے حفظ وامان میں رکھنا۔اس کی کھیتی باڑی اس کے قبضہ میں رہنے دے، اس کو تھوڑی دنیا پر خوش رکھ اور دنیا

سے تو نے جو حصہ اس کو دیا ہے وہ اس کے لیے آسان کر، اور اپنی عطایا اور نعمتوں پر اس کو شاکر بنا اور اس کو جزائے خیر دے'۔

الوداع

یہ دعائیں دے کر مجھ سے خطاب فرمایا کہ 'ابن حیان! اب میں تجھ کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اب میں تجھ کو آج سے نہ دیکھوں۔ میں شہرت کو ناپسند کرتا ہوں اور تنہائی اور عزلت کو پسند کرتا ہوں۔ جب تک میں دنیا میں لوگوں کے ساتھ رہوں گا تب تک انتہائی غم اور الم میں مبتلا رہوں گا۔ اس لئے آئندہ نہ تم مجھے پوچھنا اور نہ تلاش کرنا۔ تمہاری یاد میرے دل میں ہمیشہ رہے گی لیکن اس کے بعد نہ میں تم کو دیکھوں اور نہ تم مجھے دیکھ سکو۔ مجھے یاد کرتے رہنا، میرے لئے دعائے خیر کرتے رہنا۔ ان شاء اللہ میں بھی تم کو یاد کروں گا اور تمہارے لئے دعائے خیر کرتا رہوں گا'۔

یہ کہہ کر وہ ایک سمت میں چلے گئے۔ میں بھی ساتھ ہولیا کہ ایک ہی ساعت اور ساتھ ہوجائے لیکن اس پر بھی وہ راضی نہ ہوئے اور ہم دونوں روتے ہوئے ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔ اس ملاقات کے بعد کوئی ہفتہ ایسا نہیں جاتا کہ میں ان کو ایک یا دو مرتبہ خواب میں دیکھتا نہ ہوں۔

کوششِ باطل

یہ تمام حالات اور یہ تمام واقعات مستدرک حاکم، جلد۳، صفحہ ۴۰۶ اور ۴۰۷ پر موجود ہیں۔ لیکن ظلم کی بھی کوئی حد ہوتی ہے کہ جیسے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا نام ونشان مٹانے کی قرون اولیٰ سے کوشش آج تک جاری ہے، ان کو گرانے کی کوشش آج تک جاری ہے اسی طرح کی کوشش ان کے سلسلہ میں جاری ہے۔

اسی طرح حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا نام مٹانے کی اور انہیں نیچا کرنے کی کوشش جاری

ہے۔جن سے بخاری شریف کے سینکڑوں صفحات بھرے پڑے ہیں۔اور بخاری شریف اٹھا کر دیکھیں کسی کے فتاویٰ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اتنے جمع نہیں فرمائے جتنے حسن بصری کے جمع فرمائے،لیکن عجیب وغریب ان کی ذات عالی پر اشکالات کیے گئے۔

جو روحانیت کا سب سے بڑا امام ہیں وہ کیوں انہیں کھلتا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کا سب سے بڑا امام وہی ان کا نشانہ کیوں ہے؟ یہ رئیس التابعین، خیر التابعین، حضرت عمر رضی اللہ عنہ جن کی تلاش میں گھومتے پھرتے رہے، جب تک ملاقات نہیں ہوئی وہاں تک چین نہیں آیا، یہ کیوں ان کی آنکھ کا کانٹا بنا، ان کے وجود ہی سے انکار کردو۔اوران کے وجود ہی سے انکار کربھی دیا کہ یہ کون۔ یہ تو بہت لمبی چوڑی داستان ہے۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ خَيرِ خَلْقِهِ سَيِّدِنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدٍ وَعَلىٰ اٰلِهِ وَصَحْبِهِ اَجْمَعِيْنَ

بِرَحْمَتِکَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

۱۷؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ اُنْزِلَتْ مِنْ عِنْدَهُ السُّوَرُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَمَّا بَعْدُ يَا عُمَرُ

اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ مَاتَاْتِیْ وَمَا تَذَرُ فَكُنْ عَلٰى حَذَرٍ قَدْ يَنْفَعُ الْحَذَرُ

وَاصْبِرْ عَلَى الْقَدَرِ الْمَحْتُوْمِ وَارْضَ بِهٖ وَاِنْ اَتَاكَ بِمَا لَاتَشْتَهِی الْقَدَرُ

فَمَا صَفٰى لِاِمْرِءٍ عَيْشٍ يُسَرُّ بِهٖ اِلَّا سَيَتْبَعُ يَوْمًا صَفْوُهٗ قَذِرُ

رمضان المبارک سے پہلے زکریا مسجد کے کسی جلسہ میں میں نے خطبہ کی جگہ یہ اشعار پڑھے تھے۔ جس میں بسم اللہ بھی ہے، الحمدللہ بھی ہے، اما بعد بھی ہے، خطبہ پورا ہے جو حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے ایک خط میں تحریر فرمایا تھا جس میں مسئلہ قدر ہے۔

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے مستقل اپنے خدام سے اس پر ایک کتاب لکھوائی۔ حضرت شیخ قدس سرہ نے بھی جو تصانیف آپ کی ابھی طبع نہیں ہوئی، مخطوطات کی شکل میں ہیں، اس میں ایک رسالہ تقدیر پر، قضا اور قدر پر تصنیف فرمایا ہے۔

حضرت عبیداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

اس میں حضرت عبیداللہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے اس گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ کے نام سے، بسم اللہ سے، میں شروع کرتا ہوں۔ اس اللہ کے نام سے کہ جس کے پاس سے قرآن کریم کی سورتیں اتاری گئیں اور الحمدللہ۔ اما بعد اے عمر! سنو ابھی۔ یہ جو کچھ پیش آتا ہے اور پیش نہیں آتا، اس میں ہمارے لئے عبرت ہے کہ ہمیں ہر وقت محتاط رہنا چاہئے اور ہمیں اپنے اوپر قابو ہونا چاہئے کہ ہم یہ عہد اللہ عز وجل سے کر چکے ہیں 'اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلاَئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ'۔

اس عہد میں ہم نے اقرار کیا ہے کہ اے خدا! تیری ذات پاک پر میرا ایمان ہے۔ اس کائنات کے کارخانے کے لیے ملائکہ نامی مخلوق جو تو نے پیدا کی اور اس کے ذریعہ یہ سارا نظام تو نے چلایا، اس پر میرا ایمان ہے۔ جو تو نے قرآن کریم اور اس سے پہلے انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام پر کتابیں اتاریں ان سب پر میرا ایمان ہے کہ وہ سچی تھیں اور انسانیت اور بشر کے فلاح و بہبودی کے لیے، ان کے فائدہ کے لیے اتاری گئی تھیں۔

اور یہ جو پہلے دن سے آج تک دنیا چل رہی ہے اس کا ایک آخری دن آنے والا ہے جس کے بعد پھر فیصلہ ہو جائے گا اور دوسری دنیا شروع ہو جائے گی۔ وہاں تک یہ دنیا چلے گی اور 'وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ' اور آخری دن، حشر اور نشر کا دن وہ اس سلسلہ کا آخری دن ہوگا۔ اور اس کے بعد جن کے لیے فیصلہ ہو جائے گا جہنم کا وہ ابدالآباد تک کے لیے اس میں پڑے رہیں گے۔

اور جن کے لیے فیصلہ ہوگا جنت کا وہ خَالِدًا مُخَلَّدًا ہمیشہ کے لیے جنت کے مزوں میں رہیں گے۔ اس پر بھی میرا ایمان ہے کہ یہ حشر اور نشر ہونا ہے۔ آخری دن آنے والا ہے۔ موت آخری دن ہمارا نہیں ہے۔ اس کے بعد پھر زندہ کیا جانا ہے اور تیرے سامنے حاضری

دینی ہے اور حساب دینا ہے۔

تقدیر پر ایمان

وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ ۔اور تقدیر پر بھی میرا ایمان ہے کہ جو مالک نے فیصلہ کر دیا جس چیز کے بارے میں، اور ہر چیز کی مقدار متعین فرما دی، اسی حساب سے نظام چل رہا ہے۔ جو مالک نے فیصلہ فرما دیا اور ہر چیز کی مقدار متعین فرما دی اور اس کو ایک کتاب میں لکھ دیا لوح محفوظ میں، وہیں سے تیرے عمال، کام کرنے والے ملائکہ، اسی کے مطابق جو حکم انہیں ملتا ہے لکھا ہوا، اسی کے مطابق وہ نظام کو چلا رہے ہیں۔

اب کسی کے متعلق اس میں خیر کے فیصلے ہیں، جسے وہ اپنے متعلق بھلائی تصور کرتا ہے، اور کسی کے متعلق ایسے فیصلے ہیں جسے وہ اپنے متعلق مصیبت جانتا ہے۔ اس پر بطور خاص نصیحت فرمائی کہ:

وَاصْبِرْ عَلَی الْقَدَرِ الْمَحْتُوْمِ وَارْضَ بِہٖ

کہ یہ جو مالک نے تقدیریں لکھ دیں وہ حتمی ہیں۔ اور اس پر ہمیں یہ بھی حکم دیا گیا کہ 'وَارْضَ بِہٖ' کہ اس پر ہمیں راضی رہنا ہے چاہے ہم کسی فیصلے کو اچھا سمجھیں یا برا سمجھیں۔ ہماری سعادت مندی سے ہم جسے خیر ہی خیر سمجھیں، یا کوئی اپنی شقاوت سے مالک پر عیب لگاتے ہوئے اسے اپنے لئے شر سمجھے، اس سے کوئی مالک کی تقدیر میں فرق نہیں پڑتا کیوں کہ وہ حتمی ہے۔ فرمایا کہ:

وَاصْبِرْ عَلَی الْقَدَرِ الْمَحْتُوْمِ وَارْضَ بِہٖ وَاِنْ اَتَاکَ بِمَا لَاتَشْتَھِیْ الْقَدَرُ

کہ اگر چہ تقدیر تمہارے پاس وہ لائے اے انسان کہ جو تمہارے خواب و خیال میں بھی نہ ہو، جس کی تمہاری آرزو اور تمنا اور خواہش نہیں ہے اور تمہاری خواہش کے برعکس تقدیر لاتی ہے، اس پر بھی راضی رہو۔ اور یہ سلسلہ ایسا ہے کہ:

فَمَا صَفیٰ لِامْرِءٍ عَیْشٍ یُسَرُّ بِہٖ

کہ کسی کے لیے بھی، جب سے اسے مالک نے پیدا کیا، دوامی عیش مقدر نہیں فرمایا۔ یہ دنیا بنائی ہی ایسی ہے کہ کبھی اچھے حالات رہتے ہیں اور کبھی حالات اس کے برعکس ہو جاتے ہیں۔

رضاء بالقضاء

آج میں نے اس خطبہ کو دوبارہ اس لئے پڑھا کہ آج سترہ رمضان المبارک وہ دن ہے کہ جس میں ایک عظیم واقعہ رونما ہوا جنگ بدر کا۔ جس میں مالک نے ایک نہتی جماعت کو ایک بہت بڑی جماعت پر فتح عطا فرمائی جس کا دنیوی نقطہ نظر سے کوئی حساب نہیں بیٹھتا کہ یہ کیسے ہوا۔

لیکن وہ بھی تقدیر تھی پھر اس کے بعد جو کچھ غزوۂ احد میں ہوا وہ بھی تقدیر تھی، غزوۂ خندق میں جو ہوا وہ بھی تقدیر تھی۔ فدائیین کی یہ جماعت جو احرام باندھ کر چلی تھی اور کعبہ تک نہ پہنچ سکے، احرام کھول دینا پڑا وہ بھی تقدیر تھی۔ اس لئے اس مکتوب گرامی میں یہ نصیحت کی گئی ہے کہ:

وَاصْبِرْ عَلَی الْقَدَرِ الْمَحْتُوْمِ وَارْضَ بِہٖ   وَاِنْ أَتَاکَ بِمَا لَاتَشْتَھِیْ الْقَدَرُ

جو بھی پیش آئے اس پر راضی اور خوش رہو۔

الاعتدال فی مراتب الرجال

زمانہ پہلے جب ۱۹۴۰ء اور ۱۹۵۰ء کے درمیان والا زمانہ اور یہ دہائی، یہ دس برس بڑی قیامتوں کو لے کر آئے تھے اور انسانیت بڑی قیامتوں سے گذری۔ حضرت شیخ قدس سرہ سے اس وقت کسی مسترشد نے سوال کیا، بلکہ سات سوال کئے جس میں یہ شکوہ کیا جو آج ہم سب کی زبانوں پر ہے کہ مسلمان کیوں مارے جا رہے ہیں؟ کیوں وطن سے بے وطن، گھر سے

بے گھر کیوں لوٹے جارہے ہیں؟ جان مال عزت ہر چیز بے قیمت ہوگئی ان کی۔ ایسا کیوں؟

حضرت شیخ قدس سرہ نے ان ساتوں سوالات کا اس کتاب میں تفصیلی جواب دیا 'الاعتدال فی مراتب الرجال'۔ یہ حضرت شیخ قدس سرہ نے اردو میں تصنیف فرمائی، اس کے اور زبانوں میں ترجمے بھی شاید ہوئے ہوں۔ جب بھی حالات کی اونچ نیچ ہو، اس کتاب کو پڑھنا چاہیئے، اس میں ہر چیز کا جواب موجود ہے۔

اس مکتوب میں جس کا پہلے ذکر ہوا حضرت عبیداللہ حضرت امیر المؤمنین عمر بن عبدالعزیز کو نصیحت فرماتے ہیں کہ 'وَاصْبِرْ عَلَى الْقَدَرِ الْمَحْتُوْمِ وَارْضَ بِهِ' یہ قضاوقدر حتمی ہوتے ہیں۔ ایک عاجز بے بس انسان پر فرض کیا گیا کہ ہر حال میں اسے راضی رہنا ہے۔

رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا

حمص کی جامع مسجد میں ایک اجنبی نو وارد نئے مہمان پہنچے۔ دو چار آدمی آس پاس اکٹھے ہوگئے، انہیں پتہ چلا کہ یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم رہے ہیں۔ پھر کیا تھا مجمع نے گھیر لیا اور عرض کیا کہ 'اے خادمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم !'، اے نبی کے خدمت گذار! آپ نے جو آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث سنی ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جو ارشادات آپ کو یاد ہوں، بیان فرمایئے۔ انہوں نے ایک دعا بتائی اور اس کی فضیلت بتائی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خادم نے مجمع کو یہ ارشاد مبارک سنایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص صبح وشام 'رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا' کہ اے خدا! میرا رب تو ہی ہے اور کوئی نہیں، میں تیری ربوبیت سے راضی اور خوش ہوں کہ تو نے مجھے پیدا کیا اور ہر آن ہر مرحلہ تیری نعمتیں مجھ پر برستی رہیں۔ یہاں تک کہ میں اس کلمہ کو اپنی زبان سے ادا کر رہا ہوں وہاں تک کی تیری تمام

نعمتوں پر میں خوش ہوں جو تو نے عطا فرمائیں۔ 'رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا'۔

'وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا' دنیوی زندگی گذارنے کا جو طریقہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دین اسلام کے نام سے، ہمیں عطا فرمایا اس کے کسی چھوٹے یا بڑے حکم کے متعلق مجھے کوئی شک شبہ نہیں۔ میں اس مکمل دین اسلام سے خوش اور راضی ہوں۔ اور تمام کائنات کی جان محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں تو نے مجھے پیدا کیا اس پر بھی میں تجھ سے خوش ہوں۔ جو صبح وشام 'رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا' کہہ لیا کرے تو اللہ اس کو قیامت کے دن راضی کرے گا۔

کتنا آسان کام کہ صبح وشام ان کلمات کو دہرا لیا کرے۔ اس میں صبح کے کسی وقت کی کوئی تعیین نہیں، شام کے کسی وقت کی کوئی تعیین نہیں۔ دن کے شروع حصہ میں اور دن کے آخری حصے میں۔ اس کے اوقات بھی کوئی خاص نہیں کیئے گئے۔ یہاں تعداد بھی ایک سے زائد نہیں بتائی گئی۔ صرف اتنا کہ جو صبح وشام 'رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا' پڑھا کرے، اللہ اس کو قیامت کے دن راضی کر دے گا۔ ہاں البتہ ایک دوسری روایت میں ایک دفعہ سے زائد پڑھنے کو بتایا گیا۔

اس روایت میں خادم رسول نے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ جو مسلمان بندہ صبح وشام تین مرتبہ پڑھ لیا کرے 'رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا'، یہاں تین مرتبہ پڑھنے کا ذکر ہے۔ اور کسی روایت میں ہے کہ جب آنکھ کھلے تب پڑھو رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا'۔ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائے اور میدانِ حشر میں قیامت کے دن وہ حالات ہم سے پیش آئیں کہ جس سے ہم بھی مطمئن اور راضی ہو جائیں۔ وہاں کی ہولناکیوں اور رسوائیوں سے حق تعالیٰ شانہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

گرامی نامہ از حضرت شیخ قدس سرہ

جیسے میں نے حضرت امیر المؤمنین عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے نام مکتوب گرامی پڑھ کر سنایا، اسی طرح حضرت شیخ قدس سرہ کو جو سات سوال کیئے گئے اس کے جواب میں حضرت شیخ قدس سرہ نے جو گرامی نامہ تحریر فرمایا وہ پڑھ کر سنا دیتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عزیز گرامی قدر سلمکم اللہ تعالیٰ!

بعد سلام مسنون، محبت نامہ پہنچا۔ جس خلوص اور جوش سے تم نے لکھا ہے اس سے اور بھی لطف آیا۔ اس قسم کے سوالات تو تحریراً تقریراً کثرت سے ہوتے ہی رہتے ہیں۔ مگر اپنی نااہلی کہوں یا کاہلی۔ کثرت مشاغل سے تعبیر کروں یا تساہل سے۔ اکثر سائل کے مناسب مختصر جواب لکھوا دیتا ہوں یا کہہ دیتا ہوں۔ مفصل لکھوں تو کسے کسے لکھوں۔

لیکن تمہارے خلوص اور تمہاری دوسری خصوصیات نے مجبور کیا کہ کسی قدر تفصیل سے لکھوں تم بھی جوش سے علیحدہ ہو کر ذرا غور سے پڑھنا۔ اور صرف ایک ہی دفعہ نہیں بلکہ بار بار دیکھنا۔ اول تو مجھے اس تعلق کی بنا پر جو تم سے ہے خود ہی یقین ہے کہ تم بہت غور سے کئی بار پڑھو گے احتیاطاً میں نے بھی لکھ دیا ہے کہ رنج اور غصہ اور جذبات سے علیحدہ ہو کر دیکھنا۔ مکرر کہتا ہوں کہ خالی الذہن ہو کر غور سے پڑھنا۔ سمجھ میں آئے قبول کرنا ورنہ کوئی جبر نہیں۔

تمہارے سارے طویل مضمون کا خلاصہ جو میں نے سمجھا ہے چند امور ہیں:

۱۔ حضرت تھانوی اور حضرت مدنی میں باوجود دونوں کے مخلص اور اہل اللہ ہونے کے اتنا شدید اختلاف کیوں ہے؟ کیا مخلصوں اور دینداروں میں بھی ایسا اختلاف ہے یا ہوسکتا ہے؟

۲۔ تیرے نزدیک کون حق پر ہے؟ اور ان مسائل میں تیری کیا رائے ہے؟

۳۔ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ کیا کہیں مر رہنا چاہئے؟ تو کہیں شریک کیوں نہیں ہوتا؟
۴۔مسلمان تباہ ہوتے جارہے ہیں آخران کو کیا کرنا چاہئے؟
۵۔اغراض آج کل زیادہ کام کررہی ہیں۔ ہر شخص اپنی اغراض کے پیچھے چل رہا ہے۔
۶۔علماء کا وقار عمداً گرایا جارہا ہے۔ بے تکلف سب وشتم کیا جاتا ہے۔
۷۔علماء کے اختلاف سے بہت نقصان پہنچ رہا ہے۔

تمہارے خط کے معظم امور یہ ہیں اور یہ سوالات اکثر و بیشتر تقریراً تحریراً ہوتے رہتے ہیں۔اس لئے میں اپنے پریشان خیالات ان امور کے متعلق کسی قدر تفصیل سے لکھتا ہوں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ جو میں لکھ رہا ہوں یہی حق ہے۔ ہاں یہ ضرور کہتا ہوں کہ میرے ناقص خیالات امور بالا کے متعلق حسب ذیل ہیں۔و**العلم عند الله**'۔

اس کے بعد پھر حضرت شیخ قدس سرہ نے نمبرایک، نمبر دو، ترتیب وار ان تمام ساتوں سوالات کے جواب تحریر فرمائے۔جیسا میں نے عرض کیا کہ موجودہ حالات بھی بالکل ایسے ہی بلکہ اس سے بھی زیادہ بدتر ہیں۔ ملک کے ملک سے مسلمانوں کا خاتمہ ہوگیا، کردیا گیا۔اور تعجب تو یہ ہے کہ کرنے والوں کا کچھ پتہ نہیں کہ کون اور کیوں اور کیسے کررہا ہے۔

خلاصۂ جواب

حضرت شیخ قدس سرہ نے اس سوال کے جواب میں جو تحریر فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ جو ہم اقرار کرتے ہیں کہ '**رَضِيتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا**'، یہ دین اسلام ایسا مکمل دین ہے کہ اس میں ہر چیز کا علاج، ہر چیز کا جواب موجود ہے۔'**اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْنًا**' کہ میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور اس تکمیل سے اپنا انعام پورا کردیا ہے۔اور میں اس بات سے خوش ہوں اور اس کو پسند کرتا ہوں کہ تمہارا دین اور مذہب اسلام ہو۔

فرماتے ہیں کہ 'مکمل دین ہے' اس میں ہر چیز کا جواب موجود ہے۔

آگے فرمایا کہ 'آنچہ بر ماست از ماست۔ خود کردہ را علاج نیست'۔ فرمایا کہ جو کچھ بھی ہم پر بلائیں اوپر سے نازل ہوتی ہیں 'از ماست' وہ خود ہم نے ہی اپنے اوپر نازل کی ہیں۔ خود ہی جو چیز انسان کرے اس کا پھر کیا علاج! اور خود ہی تم نے اپنے اوپر مصیبتوں کے دروازے کھولے ہیں۔ خود قرآن کہتا ہے کہ 'مَآأَصَابَکُمْ مِنْ مُصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْ عَنْ کَثِیْرٍ'۔ کہ جو کچھ مصیبت تم کو حقیقتاً پہنچتی ہے، وہ تمہارے ہی اعمال کی بدولت پہنچتی ہے۔ اور ہر گناہ پر نہیں پہنچتی بلکہ بہت سے گناہ اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں۔

اسی طرح دوسری آیت میں فرمایا 'ظَھَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا کَسَبَتْ اَیْدِی النَّاسِ لِیُذِیْقَھُمْ بَعْضَ الَّذِیْ عَمِلُوْا لَعَلَّھُمْ یَرْجِعُوْنَ'۔ کہ خشکی اور تری غرض ساری دنیا میں لوگوں کے اعمال کی بدولت فساد پھیل رہا ہے اور بلائیں قحط، زلزلے وغیرہ نازل ہو رہے ہیں، تاکہ اللہ ان کے بعض اعمال کی سزا کا مزہ ان کو چکھادے اور وہ اس لئے کہ شاید کہ وہ اپنے ان برے اعمال سے باز آجائیں۔

سفینۂ انسانی

جہاں کہیں ایسے حالات اور مصائب پیش آتے ہیں، خود وہاں والوں کو کوسنا یہ انتہائی درجہ کی حماقت ہے۔ یہ تو روئے زمین پر بسنے والے ہم تمام انسان ایک گھر میں رہ رہے ہیں۔ روئے زمین کی مثال ایک کشتی کی مانند ہے اور ہے بھی سچ مچ اسی طرح۔ کہتے ہیں کہ یہ زمین کا گولا پانی کے اوپر ہے۔ ہم سب روئے زمین پر بسنے والے تمام انسان ایک کشتی کے سوار ہیں۔

اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں مثال کے طور پر اسی کو بیان فرمایا 'مَثَلُ الْقَائِمِ فِیْ حُدُوْدِ اللّٰہِ وَالْوَاقِعِ فِیْھَا کَمَثَلِ قَوْمٍ اِسْتَھَمُوْا عَلٰی سَفِیْنَۃٍ' کہ نبی اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس شخص کی مثال جو اللہ کی حدود پر قائم رہے اور اس شخص کو جو اللہ کی حدود میں پڑنے والا ہو، اس قوم کی سی ہے جو ایک جہاز میں بیٹھے ہوں اور قرعہ سے مثلاً جہاز کی منزلیں مقرر ہوگئی ہوں کہ بعض لوگ جہاز کے اوپر کے حصہ میں ہوں اور بعض نیچے کے حصہ میں ہوں۔

جب نیچے والوں کو پانی کی ضرورت ہوتی ہے، وہ جہاز کے اوپر کے حصہ میں آکر پانی لیتے ہیں۔ اگر وہ یہ خیال کر کے کہ ہمارے بار بار اوپر پانی لینے کے لیے جانے سے اوپر والوں کو تکلیف ہوتی ہے اس لئے ہم اپنے ہی حصہ میں، یعنی جہاز کے نیچے کے حصہ میں ایک سوراخ سمندر میں کھول لیں جس سے پانی یہاں ملتا رہے اوپر والوں کو ستانا نہ پڑے۔ ایسی صورت میں اگر اوپر والے ان احمقوں کی اس تجویز کو نہ روکیں گے اور خیال کر لیں گے کہ وہ جانیں ان کا کام جانے، ہمیں ان سے کیا واسطہ۔ اس صورت میں وہ جہاز غرق ہوجائے گا اور دونوں فریق ہلاک ہوجائیں گے۔ اور اگر وہ ان کو روک دیں گے، دونوں فریق ڈوبنے سے بچ جائیں گے۔

درمیانِ قعر

ایک شاعر نے اپنے ایک شعر میں اسی مضمون کو ادا کیا ہے:

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ ای   باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

کہ ہم سب کے سب نفس اور شیطان کی بھڑکائی ہوئی شہوتوں کے سمندر میں ایک کشتی میں سوار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نفس سے ہمیں بچائے، شیطان سے بچائے۔

ایک جگہ آگ لگی تو یہ پورے ہی گھر کی آگ ہے۔ اور یہ آگ کس نے لگائی، اس ایک گھر میں رہنے والے تمام انسان اس کے ملزم ٹھہرائے جاسکتے ہیں کہ تم نے کیا۔ یہ ایک ہی گھر ہے۔ ایک مخصوص جگہ پر جو کچھ آتا ہے، اس مخصوص جگہ والوں کو متہم ٹھہرانا یہ عقلمندی نہیں ہے۔

یہ کشتی ہے، ایک کشتی ہے۔ اسی لئے تو شاعر کہتا ہے کہ:

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ ای   باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

کہ الٰہی! تو نے ہمیں اوامر اور نواہی دے کر نفس لگا دیا۔ شیطان ابلیس ساتھ لگا دیا اور اس بحر ظلمات میں پھینک دیا نفس کی ہزاروں قسم کی چاہتیں ہیں، خواہشیں ہیں گناہ کی طرف لے جانے والی۔ ابلیس کی پلاننگ کا تو کوئی ٹھکانہ نہیں۔ اس گندہ سمندر میں ڈال کر تو ہم سے مطالبہ کرتا ہے کہ 'ہوشیار رہنا! تمہارا دامن کہیں آلودہ نہ ہونے پائے، پانی سے تر نہ ہونے پائے'۔

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ ای   باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

پھر اوپر سے یہ تیرا مطالبہ بھی مالک!

جو خدائے عز وجل کی بارگاہ کے نازنین ہیں وہ یہ مالک سے سوال کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک ہی کشتی کے اگر سوار ہوں، جو کوئی غلط حرکت کرے گا اس کا نقصان سب ہی کو بھگتنا ہے۔ مشرق اور مغرب اور مشرق سے لے کر مغرب تک اور جنوب سے لے کر شمال تک کے تمام انسان ایک کشتی کے سوار ہیں۔ ایک کی حرکت کا اثر دوسرے پر پڑتا ہے۔

ان مصیبتوں کا الزام جہاں یہ مصیبت پیش آئی ان پر ڈال کر ہم بری نہیں ہو سکتے۔ ممکن ہے کہ کسی اور جانب والوں نے، کسی اور طرف کسی اور گوشے میں رہنے والوں نے کوئی ایسی گندی حرکتیں کی ہوں کہ جو نا قابل معافی ہوں۔ ان کو تو زندگیاں دے دی گئیں کہ تم مزے سے رہو۔ لیکن مزہ آنکھ بند ہونے پر معلوم ہو جائے گا اور پھر ابد الآباد تک تم بھگتو گے۔

ممکن ہے کہ یہ جو ہمیں نظر آرہا ہے کہ ملک کے ملک تباہ ہو گئے، انسانوں کے خون سے ندیاں بہہ پڑیں، ان کو خدا تعالیٰ ملزم ہونے کی وجہ سے، مجرم ہونے کی وجہ سے منتخب نہیں کرتا، بلکہ مالک ان پر اپنے انعامات کی خاطر، اخروی انعامات کی خاطر اس جگہ کو منتخب کرتا ہے۔ اور جو اصل مجرم جنہوں نے یہ کیا ان کی سزا آخرت پر محول کر دی گئی۔ یہ مالک کا کارخانہ ہے جو

چاہے، جس طرح چاہے فیصلہ کرتا ہے۔ ابلیس کی طرح سے اپنی عقل لڑا کر کے، اپنی سوچ لڑا کر کے مالک پر اعتراض یہ سب تباہی کا اپنے لئے سامان کرنا ہے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو جب حجاج بن یوسف کے چیلوں نے شہید کر کے آپ کی نعش مبارک کو سولی پر لٹکا دیا۔ ان کی والدہ ماجدہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ حرم مکی میں مسجد حرام کے ایک کونہ میں بیٹھی ہوئی ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حضرت اسماء کی خدمت میں پہنچتے ہیں اور بطور تعزیت کے ایک جملہ کہہ پاتے ہیں کہ 'اَنَّ هٰذِهِ الْجُثَثُ لَيْسَتُ بِشَيْءٍ، وَاِنَّمَا الْاَرْوَاحُ عِنْدَ اللّٰهِ فَاتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِیْ' کہ یہ گوشت پوست اور ہڈیوں سے بنا ہوا جسم تو کوئی چیز نہیں۔ وہ تو آپ کے بیٹے شہید مرحوم کی روح تھی وہ اللہ کے پاس پہنچ گئی۔ اب یہ جسم کے ساتھ دشمن جو کچھ بھی کر رہے ہیں اس کے متعلق انہوں نے آگے فرمایا 'فَاتَّقِي اللّٰهَ وَاصْبِرِیْ' کہ تقویٰ اور صبر کی تلقین فرمائی۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا جو رضا بالقضاء کے سب سے اونچے مرتبہ اور منصب پر تھیں، جواب میں انہوں نے فوراً مثال بیان فرمائی کہ ہاں میرا بیٹا عبد اللہ بن زبیر محبوب کبریا آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک غلام اور خادم تھا۔ اس کا مرتبہ انبیائے کرام علیہم السلام سے بدرجہا نیچے ہے اور انبیائے کرام علیہم السلام کی صف میں اللہ کے برگزیدہ اور محبوب نبی حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کا حال ہمیں معلوم ہے۔

حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام

ہم دیکھتے ہیں کہ دشمنوں میں سے ایک مرد اور ایک عورت دونوں نے آپس میں اپنی شادی رچانے اور ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دینے پر جب گفتگو کی، اس مکار عورت نے اس

مرد سے کہا کہ میں تجھے اپنی ذات پر اختیار دینے کے لیے تیار ہوں بشرطیکہ ایک مہر جو میں مانگتی ہوں وہ تو مجھے دے۔اس ملعون مرد نے اس کے جواب میں کہا کہ جوتم مانگو وہ میں دینے کے لیے تیار ہوں۔

اس نے کہا کہ مجھے اگر تم یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کا سر لا کر دو تو میں اپنی ذات پر تمہیں قدرت دے سکتی ہوں۔ آپس کے اس سودہ کی تکمیل حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کی شہادت پر منتج ہوئی کہ اس بدبخت شقی ملعون نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر لا کر اس زانیہ کی گود میں ڈال دیا۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کس درجہ کی صبر اور رضا کے مقام کو پایا تھا کہ جواب میں فرماتی ہیں کہ 'وَقَدْ اُهْدِىَ رَأْسُ يَحْيىٰ بْنِ زَكَرِيَّا اِلىٰ بَغِيٍّ مِنْ بَغَايَا بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ'۔ یہ صبر و رضاء کی پیکر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے امت کو ایک سبق دیا اپنے اس جواب سے۔

حضرت شیخ قدس سرہ

ایسے ہی کسی موقعہ پر حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں ابا جان کا انتقال ہوا تھا اس موقعہ پر یا کسی اور تعزیت کے موقعہ پر چچا جان حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیکھ رہے ہیں کہ صاحبزادہ ہونے کے ناطے یا گھر میں میت ہونے کے موقعہ پر جس حال اور انداز میں اپنے بھتیجے کو وہ دیکھ رہے تھے، انہیں ناگوار ہوا۔ حضرت شیخ قدس سرہ بار بار اپنے متعلق فرماتے تھے کہ میں تو چکنا گھڑا ہوں کہ مجھ پر اثر نہیں ہوتا۔ سچ مچ ایسا ہی تھا۔

بڑے بڑے واقعات میں ہم حضرت شیخ قدس سرہ کو دیکھتے تھے کہ رضاء بالقضاء میں کتنا اونچا منصب انہیں حاصل ہوگا کہ گھر میں میت کو ابھی دفن کر کے آئے اور چچا جان حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیکھ رہے ہیں کہ آدمی بھیجے جا رہے ہیں کہ بازار سے فلاں چیز لاؤ اور ان مہمانوں کو کھلاؤ۔ چپکے سے کان میں ڈانٹا۔ چچا جان نے اپنی جگہ بالکل درست کیا اور ان کی یہ

نصیحت بھی بالکل صحیح موقعہ پر تھی۔ اور حضرت شیخ قدس سرہ جو مزہ لے رہے ہوں گے تقدیر کے فیصلوں کا، ان کی دسترخوان اس دن بڑھانے کی سوچ یہ بھی اپنی جگہ درست تھی۔

صلہ بن اشیم رضی اللہ عنہ

حضرت نے صلہ بن اشیم رضی اللہ عنہ کا قصہ ضرور پڑھا ہوگا۔ ایک شخص ان کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور اس حال میں پہنچتا ہے کہ حضرت صلہ بن اشیم کھانا کھا رہے ہوتے ہیں۔ ان کے کھانے کے درمیان ہی میں وہ ایک وحشت ناک خبر سناتا ہے کہ آپ کے بھائی کا انتقال ہوگیا۔

خبرسن کرکسی اورکلمہ سے پہلے حضرت صلہ بن اشیم فرماتے ہیں کہ 'اُدْنُ فَکُلْ'۔ آجاؤ بھائی کھالو۔ تم نے بے شک میرے بھائی کے انتقال کی خبر دی لیکن مجھے تو میرے مالک نے خالق نے، اوراس کے خالق نے بہت پہلے اس کی اطلاع دے دی تھی۔ جب قرآن میں اس نے فرمایا تھا کہ 'اِنَّکَ مَیِّتٌ وَاِنَّھُمْ مَیِّتُوْنَ' کہ اے صلہ! تمہیں بھی مرنا ہے اور تیرے سوا تمام انسانوں کو ان سب کو مرنا ہے۔ یہ ہے رضا بالقضاء۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ

جیسے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی تعزیت فرمارہے تھے، ایسے ربیع بن صالح فرماتے ہیں کہ میں سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے موقعہ پر موجود تھا۔ جب آپ رضی اللہ عنہ کو حجاج بن یوسف کے سامنے لایا گیا، دو جماعتیں تھیں۔ ایک جماعت کی سسکیاں آسمانوں تک پہنچ رہی تھیں۔ اوراس کے برعکس حجاج کے ظالموں کی جماعت اپنی اس حرکت پر خوش ہو رہی تھی۔

اس حال میں بھی حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے سسکیاں لینے والوں اور رونے والوں میں سے ایک شخص کو خطاب کرکے فرمایا کہ تم کاہے پر روتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا

کہ حضرت یہ جو آپ پر مصیبت اتری، ہم اس کو کیسے دیکھ پائیں گے۔ فرمایا کہ نہیں۔ روؤ نہیں۔ 'کَانَ فِیْ عِلْمِ اللّٰہِ اَنْ یَکُوْنَ ھٰذَا' ۔اللہ تعالیٰ کے علم میں پہلے سے یہ واقعہ تھا۔ پھر اپنے متعلق انہوں نے یہ آیت پڑھی 'مَا أَصَابَکُمْ مِنْ مُصِیْبَۃٍ فِی الْاَرْضِ وَلاَ فِیْ أَنْفُسِکُمْ اِلاَّ فِیْ کِتَابٍ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَبْرَأَ ھَا' ۔تمام چیزوں کے پیدا کرنے سے پہلے ہم نے تمام واقعات لوح محفوظ میں لکھ دیئے تھے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے سارے ائمہ اربعہ اور ان کے منصب سے قریب تر جن لوگوں کا منصب اور مرتبہ تھا ان سب کی سوچ ایک جیسی تھی۔ وہ سب آزمائے گئے اور یہ سب کچھ جو ہم دنیا میں دیکھ رہے ہیں، ان سے کئی گنا بڑی آزمائشوں میں ان ائمہ کو ڈالا گیا۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سالہا سال ان مصائب کو جھیلتے رہے لیکن وہ کیا فرماتے ہیں 'لَیْسَ بِفَقِیْہٍ مَنْ لَمْ یَعُدَّ الْبَلاَءَ نِعْمَۃً وَالرَّخَاءَ مُصِیْبَۃً' ۔الٹی ہی سوچ۔ وہ فرماتے ہیں کہ جو آزمائش اور مصیبت اور بلاء سے دوچار ہے، اور مظلوم بن رہا ہے اسے تو چاہئے کہ اپنی اس مصیبت کو نعمت سمجھے اور جو عیش وعشرت اور آرام میں ہے تو اسے سمجھنا چاہئے کہ میں مصیبت میں ہوں۔ یہ میرے اردگرد جتنی تمام نعمتیں ہیں یہ نعمتیں نہیں بلکہ میری ہلاکت اور بربادی کا سامان ہے۔ 'لَیْسَ بِفَقِیْہٍ مَنْ لَمْ یَعُدَّ الْبَلاَءَ نِعْمَۃً وَالرَّخَاءَ مُصِیْبَۃً' کس درجہ کا رضا کا مرتبہ سفیان ثوری کا۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ

حضرت فضیل دو آدمیوں کی گفتگو کو سن رہے تھے۔ ایک شخص اپنی تکلیف اور مصیبت دوسرے کو بیان کر رہا تھا کہ میں اس مصیبت میں ہوں، تکلیف میں ہوں۔ حضرت فضیل نے اسے ڈانٹتے ہوئے کہا کہ یہ جس سے تو شکایت کر رہا ہے اس کے پاس رحمتوں اور نعمتوں کے

خزانے ہیں جو تجھے نجات دلوا دے گا اس کی ڈالی ہوئی مصیبتوں سے جس نے ڈالیں؟ کس نے ڈالیں؟ ڈالنے والا اوراس کی تقدیر لکھنے والا تو خالق اور مالک اللہ عزوجل ہے۔اس سے تم نجات پاسکتے ہو؟

حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو کسی بھی مصیبت کا اظہار کرے اور شکایت اپنی بیان کرے اللہ کے علاوہ کسی بھی مخلوق کے سامنے، کسی بھی انسان کے سامنے، یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ 'لَم یَجِدُ حَلاوَۃَ الطَّاعَۃِ'۔ وہ فرماتے ہیں 'مَنُ شَکَا مُصِیُبَۃً اِلیٰ غَیُرِ اللّٰہِ لَمُ یَجِدُ حَلاوَۃَ الطَّاعَۃِ' ۔ مالک کوغصہ آتا ہے کہ اس کا عقیدہ تو یہ ہے کہ 'خَیُرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ' ۔ یہ اس کومعلوم ہے، اقرار کیا ہے اپنے ایمان کے اظہار کے وقت۔اس نے یہ عہد دہرایا ہے اور اب پھر میری اس ڈالی ہوئی چیز کو یہ بلاوآفت اور مصیبت کہہ کر دوسرے کے سامنے یہ میری شکایت کرتا ہے؟

اس کی پاداش میں جو مالک سے مناجات کی حلاوت ہے، نماز کا مزہ، روزہ میں بھوکے رہنے کا مزہ، سر درد کا مزہ۔تمام مزے یہ مالک اس سے چھین لیتا ہے۔روزہ بھاری معلوم ہوتا ہے، نمازیں مصیبت معلوم ہوتی ہیں۔ چوبیس گھنٹے زبان چلتی رہے گی، چلتی رہے گی۔اس کا موازنہ کرو، اس کا کوئی لکھوکھا کلمات میں سے ایک کلمہ بھی یاد الٰہی کا اور درود شریف کا اور استغفار کا نظر نہیں آئے گا۔ اس جرم کی پاداش میں اس کو یہ حور بعد الکور کی طرح سے 'ضِغُثًا عَلیٰ اِبَّالَۃٍ' گٹھڑ پر گٹھڑ اس کے لیے بڑھا دیئے گئے۔لہذا شقیق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ 'مَنُ شَکَا مُصِیُبَۃً اِلیٰ غَیُرِ اللّٰہِ لَمُ یَجِدُ حَلاوَۃَ الطَّاعَۃِ'۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کو بھی بہت ستایا گیا بہت تکالیف دی گئیں۔ یونس بن عبد

الاعلیٰ کا بیان ہے کہ میں دیکھتا تھا کہ ان کے جیسے مصائب اور مظالم کسی پر ہوتے ہوئے ہم نے نہیں دیکھے۔ میں ایک دفعہ ان کی خدمت میں پہنچا 'فَدَخَلْتُ عَلَیْہِ' اور میں نے اپنے رنج و افسوس اور اپنا رونا ان کے سامنے بیان کیا۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایسا کرو قرآن شریف لو اور سورۂ آل عمران کی اکیسویں آیت سے لے کر پڑھنا شروع کرو۔

یونس فرماتے ہیں کہ میں نے پڑھا، مطالعہ کیا قرآن کریم کا۔ کائنات جن کے لیے سجائی گئی، بنائی گئی، ملأ اعلی سے لے کر اسفل السافلین تک کا سارا کارخانہ جن کی خاطر بنایا گیا، تمام انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے سرتاج اور محبوبِ رب العالمین، رب جل جلالہ وعز اسمہ کے سب سے محبوب ترین آپ کی بنائی ساری مخلوق میں آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی۔ لیکن اکیسویں آیت سے آپ پڑھنا شروع کریں اخیر تک، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تکالیف اور مصیبتیں گذریں اسی کا ذکر ایک کے بعد ایک کیا گیا ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو کس درجہ اللہ نے رضا بالقضا کا مقام عطا فرمایا تھا۔ اس لئے آج کے دن میں جو جوشیلے اور جذباتی اور کیسے کیسے انداز اور بناوٹ اور فلمی سینمائی انداز میں یہ منافقین، مسلمانوں کے مجامع میں آج کے دن کا ذکر کریں گے یہ سب مصیبت بالائے مصیبت ہے مسلمانوں کے لیے۔ یہ ان مظالم ڈھانے والے جو پس پردہ ہیں ان سے بدتر ہیں، جو اسٹیج پر اس طرح مظلوموں کے دلوں پر مرہم رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس امت مظلومہ کے حال پر رحم فرمائے۔

آج کے دن ہمیں بدر واحد، خندق وحدیبیہ اور تمام غزوات مبارکہ میں جتنے شہداء ہوئے اور اس کے بعد سے لے کر آج تک جو دین کے خاطر ستائے گئے، مارے گئے ان کے لیے پڑھ کر ایصالِ ثواب کی ہمیں توفیق دے اور ان کو ہماری طرف سے بے حد جزائے خیر عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ اس امت مرحومہ کے حال پر رحم فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

اَللّٰھُمَّ اصْلِحْ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

اَللّٰھُمَّ تَجَاوَزْ عَنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

وَاٰخِرُ دَعْوانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلانَا مُحَمّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

۱۸ر رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتنے خوش نصیب اللہ کے منتخب برگزیدہ اور کتنے پیارے مالک کے محبوب بندوں کا ذکر ہورہا تھا کہ جنہیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکل وصورت میں شباہت حاصل ہوگئی۔ کتنی بڑی نعمت! اسی طرح وہ شیرخوار بچے جنہیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مبارک میسر آئی۔ انتہائی درجہ کی یہ سعادت ان کے حصہ میں آئی۔ عربی شعراء نے ان تمام ناموں کو ضبط کیا ہے۔ وہ بھی کہیں محفوظ ہے۔ اس سے معلوم ہوگا کہ جتنے حضرات کے اسمائے گرامی اب تک ہم نے ذکر کئے ان کے علاوہ اور حضرات بھی اس نعمت اور سعادت میں شریک ہیں۔

کُتّابِ وحی

یہ شباہت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مبارک کا میسر آنا اور لعاب مبارک اور زبان مبارک کا ان کے منہ میں پہنچنا، یہ تو سب مالک کی طرف سے انتخاب اور اجتباء ہوتا ہے کہ جنہیں مالک چن لے انہی کو یہ سعادت میسر آسکتی ہے۔ اسی طرح کی ایک اور جماعت وہ ہے کہ جنہیں بہت خصوصی اور تنہائی اور تخلیہ کے وقت میں آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت کا موقعہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب ملا ہے۔وہ ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کُتَّاب وحی ۔کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے قریب ہوتے تھے جس وقت وحی نازل ہوتی تھی ۔اور جیسے ہی فارغ ہوئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں قرآن کریم کی وہ آیات لکھوا دیا کرتے تھے۔

یہ تو حاضر باشوں میں سے تھے جنہیں منتخب کیا گیا لیکن ایک بڑی جماعت وہ بھی ہے کہ وہ دور دراز ملک کے، دور دراز علاقوں کے باشندے تھے اور ان پر رحمت للعالمین کی رحمت کی بارش ان کے کفر اور شرک کے باوجود جا کر گرتی ہے۔ اور جیسے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کے متعلق احادیث میں آیا ہے،اسی طرح اس بارش کے گرتے ہی وہ زندہ ہو گئے۔

بارشِ حیات

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث پاک میں بارش کا ذکر فرمایا کہ وہ بارش برسے گی اور جس جاندار کے ذرات، جو ہواؤں میں اڑ کر اور بکھر کر کہاں سے کہاں پہنچیں گے، کسی ذرہ پر بارش کا ایک چھینٹا پہنچا اور وہ انسان بن کر کھڑے ہو جائیں گے۔

اونٹ، ہاتھی، کتے ، بلیاں، سانپ اور بچھو، یہ تمام جاندار بھی اٹھ کھڑے ہوں گے۔ جیسے ہی بارش کا چھینٹا پہنچا کہ وہ زندہ ہو گئے ۔ان کا معاملہ تو انسانوں سے مختلف ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ان جانوروں میں سے جس جانور نے دوسرے کو ستایا ہے اس پر ظلم کیا ہے، تکلیف پہنچائی ہے، مالک انسانوں سے پہلے ان سے حساب لے گا۔

انسان تو کتنا بڑا پاپی ہے اور کتنا بڑا ظالم کہ اسے ظلم ہی سے چسکا۔ اللہ تعالیٰ ایسے بدخو انسانوں سے زمین کو پاک فرمادے۔ایسے بدخصلت ، بدطینت اور پاپیوں کے وجود سے ہر زمانے میں حق اور اہل حق کو بہت زبردست نقصان پہنچا ہے۔ ان جانوروں کا مالک حساب لے گا اور جس نے دوسرے پر ظلم کیا ہے اس سے بدلہ دلوائے گا۔

اگر ایک بکری نے دوسری بکری کو سینگ مارا تھا، اس کا بھی بدلہ لیا جائے گا اور بدلہ لے کر مالک فرمادے گا ان تمام جانوروں اور کیڑوں مکوڑون سے کہ 'کُونُوْا تُرَابًا' مٹی بن جاؤ۔ چنانچہ وہ مٹی بن جائیں گے۔ اس وقت پھر کافر تمنا کرے گا 'یَالَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابًا' کہ میں بھی جانور ہوتا اور اس طرح مٹی بنا دیا جاتا۔

یہ نظر انتخاب کہاں کہاں پہنچی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت للعالمین ذات بابرکت کے صدقہ میں دور دراز بسنے والے انسانوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے۔ بے شمار واقعات ہیں۔ سیدنا امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو حق کی طرف رہنمائی کرنے والا مالک نے اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے ایک بت کو منتخب فرمایا، جس سے آواز سنی یَاجَلِیْحُ اَمْرٌ نَجِیْحٌ رَجُلٌ فَصِیْحٌ یَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ

اسی طرح کسی جماعت کے ایک بہت بڑے شاعر جنہیں دور سے بلایا گیا، وہ حضرت سواد بن قارب ہیں۔ قبیلہ دوس سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہیں خواب میں بشارت ہوتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں اترے۔ سعادت مقدر تھی، اٹھتے ہی فوراً مکہ مکرمہ کا سفر فرمایا۔ رستہ ہی میں آپ کو اطلاع مل گئی کہ وہ رحمۃ للعالمین ذات صلی اللہ علیہ وسلم تو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرما چکے ہیں، رستہ بدل لیا۔ بجائے مکہ مکرمہ کے اب مدینہ منورہ کا رخ ہے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر معلوم کیا، بتایا گیا کہ مسجد میں تشریف رکھتے ہیں۔

اپنی سواری کو بٹھایا اور مسجد میں پہنچے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد عشاق صحابہ کرام کا مجمع تھا۔ پکار کر اپنی عرض داشت پیش کرتے ہیں کہ اے اللہ کے پیغمبر! میری داستان بھی سن لی جائے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جواب دیتے ہیں کہ قریب آ کر بیان کرو۔ انہوں نے

قریب پہنچ کر بارگاہِ رسالت میں اپنی ساری سرگذشت سنائی اور اسی وقت نعمت اسلام سے اپنا دامن بھرلیا۔

ہر کسی کے اسلام میں داخل ہونے سے صحابہ کرام کو خوشی ہوتی تھی، مگر کچھ حضرات ایسے ہیں کہ بے پناہ مسرت اور شادمانی ان کے اسلام سے حاصل ہوئی۔ ان میں سے ایک یہ سواد بن قارب رضی اللہ عنہ بھی ہیں اور وجہ اس کی یہ تھی کہ عربوں میں اس وقت کہانت بہت زوروں پر تھی اور یہ بہت بڑے کاہن مشہور تھے۔ گویا کہ مذہب کہانت کے وہ اس وقت امام تھے اور ایسے ہی اماموں کا ہر جگہ راج تھا۔ اس لئے کہانت کے اتنے بڑے امام کے اسلام میں داخل ہونے کی وجہ سے صحابۂ کرام بے حد خوش ہوئے۔

حضرت سواد رضی اللہ عنہ کی سرگزشت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تو اس کے بعد بھی بار باران کی زبانی ان کی داستان سنی اور ان کا خواب سنا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان پر بڑی شفقت فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے، امیر المؤمنین نے ان سے سوال کرلیا کہ اب بھی تم کو کہانت میں کچھ دخل ہے؟ چونکہ اسلام کہانت کا سخت مخالف ہے اور ادھر حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے کہانت کی ظلمت اور تاریکی سے اپنے دل دماغ کو بالکل صاف کردیا تھا۔ اس لئے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس سوال سے انہیں سخت تکلیف ہوئی اور برہم ہوگئے۔ اور جواب میں فرمایا 'سبحان اللہ! خدا کی قسم اس وقت جیسا آپ نے میرا استقبال کیا ایسا میرے کسی ساتھی نے نہیں کیا'۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے تیور دیکھ کر فرمایا 'سبحان اللہ! اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ آپ اتنے برہم کیوں ہیں؟ ہم سبھی پہلے کفر وشرک میں مبتلا تھے۔ یہ کفر وشرکت تو تمہاری کہانت سے بھی بڑھ کر تھا اس لئے کہانت کے سوال پر تمہیں اتنا بگڑنا نہیں چاہئے۔ میں نے

تمہارا واقعہ سنا، بہت پیارا معلوم ہوا، بہت عجیب وغریب معلوم ہوا اس لئے وہ تمہاری زبان سے میں خود سننا چاہتا ہوں۔

چنانچہ آپ نے وہ خواب بھی سنایا، اپنی ساری سرگذشت بھی سنائی۔ بلکہ حاکم نے اپنی مستدرک میں ان کے واقعات کے ذیل میں بیان فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس سوال کے جواب میں انہوں نے اپنی داستان اور سرگذشت اور اپنا وہ خواب نظم میں سنایا، اس کے اشعار بھی حاکم نے بیان کئے ہیں۔ انہیں تو براہ راست آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خواب کے ذریعہ ترغیب دے کر اللہ عزوجل نے انتظام فرمایا کہ تمہیں فوراً ان کی خدمت میں حاضر ہونا چاہئے، اور یہ خدمت اقدس میں پہنچے۔ مگر مالک کی دَین کے انداز بڑے نرالے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

اس کے برعکس ایک پوری جماعت ہے جس کو آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مالک نے دوسرے انداز میں متوجہ فرمایا ان میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ جیسے **یَا جَلِیْحُ اَمْرٌ نَجِیْحٌ** پتھر کے بت سے سن کر بیج تو پڑ چکا تھا مگر وہ ابھی بارآور نہیں ہو رہا تھا۔ اس لئے مالک نے دوسرا انتظام فرمایا۔ نفرت اتنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں بھر دی گئی کہ اب تلوار لے کر یہ کہتے ہوئے نکلے کہ آج میں ان کا کام تمام کرتا ہوں۔

پھر آپ نے سورۂ طٰہٰ کی تفسیر میں یہ واقعہ سنا ہوگا کہ جو قتل کے ارادہ سے چلے تھے، کس طرح اللہ تعالیٰ انہیں اسلام کی خلعت سے سرفراز کرتا ہے۔ کیا شعراء کے واقعات، کیا ان کے واقعات جو کھلم کھلا دشمن کی شکل میں پہنچتے ہیں اور آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے ساتھ ہی ان کے دل کی دنیا بدل جاتی ہے اور اسلام لے آتے ہیں۔

حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ

ہمارے نانا جان رحمۃ اللہ علیہ کے رشتہ کے ماموں، حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی اس طرح کے واقعات بے شمار ملتے ہیں۔ حضرت مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پر کرامات موسویہ نامی کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ آپ نے اس رسالہ کے شروع میں تحریر فرمایا 'ایک عربی قصیدہ جناب مولوی محمد صاحب سامرودی نے تصنیف فرمایا جس کا اشتیاق سب کو تھا، مگر کہیں سے اس کا صحیح نسخہ دستیاب نہیں ہوتا تھا۔ صاحبزادہ حضرت میاں غلام حسین صاحب نے وہ کہیں سے حاصل کرکے بہم پہنچایا'۔

اس قصیدہ کے مؤلف جناب مولانا محمد صاحب سامرودی کا کچھ تعارف حضرت نے کروایا۔ علاقہ کا تعارف حضرت نے کروایا۔ بارہا بیانات میں میں نے قصہ سنایا کہ ہر رمضان المبارک کے شروع ہونے سے پہلے ہی اشتہار سامرود سے نکلنا شروع ہو جاتے۔ حضرت مفتی عبد الرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف، ڈابھیل کے علمائے کرام کے خلاف اشتہار نکلتا تھا، جس میں چیلنج ہوتا تھا کہ تراویح بیس رکعت نہیں آٹھ رکعت ہیں۔

ہمارے جامعہ حسینیہ میں تعلیم کے دوران مولانا عبدالجلیل سامرودی اس خاندان کے مشہور تھے اور ان کی طرف سے یہ اشتہار نکلا کرتے تھے، یوپی اور دور دور سے لوگ ان کی خدمت میں پہنچتے اور ان کے پاس قیام کرکے اس مذہب کی تعلیم حاصل کرتے۔

ایک غیر مقلد کا واقعہ

اسی ذیل کا واقعہ سنایا تھا کہ جس سال بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ دورۂ حدیث میں تھے کہ ایک نو وارد مسافر کو مغرب کی نماز کے بعد کسی طالب علم نے دیکھا۔ آگے بڑھ کر طالب علم نے استقبال کرتے ہوئے دو ہاتھ سے مصافحہ کرنے کے لیے دونوں ہاتھ بڑھائے۔ مصافحہ کے

بجائے وہ مہمان گویا ہوتے ہیں کہ ایک ہاتھ سے مصافحہ سنت ہے۔ پھر کیا تھا۔ طلبہ کی جماعت کے تیور انہوں نے دیکھے نہیں ہوں گے۔ منٹوں سیکنڈوں میں مطالعہ کے دوران ایک شور ہوگیا کہ ایک غیر مقلد آیا ہے۔

قصہ مختصر دورہ والے حضرات صحن کے بیچ لے کر بیٹھ گئے۔ چاروں طرف طلبہ کا مجمع ہے، بھائی جان نے سیدھا سیدھا ان سے سوال فرمایا کہ آپ کا عمل ہر چیز میں حدیث پاک پر ہے۔ انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ فرمایا حدیث کے ظاہر پر آپ کا عمل ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ قصہ سمیٹنے کے لیے بھائی جان نے فوراً ایک طالب علم کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا بھئی ان کے لیے باہر کہیں گائے کھڑی ہوگی اس کے پیشاب کے چند قطرے ایک گلاس میں لے آؤ اور اس میں پانی لاکر ان کی خدمت میں پیش کردو کہ یہ پی جائیں گے، کیوں کہ ان کے نزدیک حدیث پر عمل کرنا چاہئے۔ ان کا مسلک یہ ہے کہ حدیث پر عمل کرنا ہے اور حدیث کے ظاہر پر عمل کرنا ہے اور حدیث کہتی ہے 'اِنَّ الْمَآءَ طَهُوْرٌ لَا یُنَجِّسُهُ شَيْءٌ'۔

یہ تو استقبال جھگڑے والا تھا، بعد میں انہیں کھلایا پلایا انہیں سلایا۔ صبح اساتذہ کی درس گاہوں میں انہیں لے جاتے رہے اور بالآخر حضرت مولانا شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں جب پہنچے اور غصہ میں اور جلال میں حضرت مولانا شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی ڈیڑھ دو گھنٹہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مناقب اور ان کے دشمنوں کے مثالب میں حوالوں کے ساتھ جو بیان فرمایا ہے، شاید عمر بھر کے لے کسی ائمہ اربعہ کے عشاق کی محفل میں جانے کی تمنا اور خواہش ختم ہوگئی ہوگی۔

حضرت مولانا محمد سورتی

یہی سامرود ہے جہاں کے مولانا عبدالجلیل سامرودی تھے اور انہی کے آباء میں حضرت مولانا محمد سورتی تھے۔ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب اپنی کتاب کرامات موسویہ میں تحریر

فرماتے ہیں کہ مصنف قصیدہ پہلے غیر مقلد تھے، وہ عدم تقلید میں نہایت متعصب اور غالی تھے۔ حضرات صوفیہ سے ویسا ہی انکارِ شدید رکھتے تھے جیسا کہ اس فرقہ میں ہوتا ہے۔

مولانا محمد سورتی اپنی جماعت کے امام اور ان کے مقتدیٰ اور مرجع تھے۔ مگر ولی مرشد حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل اور کمالات کا غلغلہ جو ان کے کان میں پہنچا اور سعادتِ ازلی نے ان کی دستگیری کی تو دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اپنی آنکھوں سے خود جا کر دیکھیں کہ اس شور اور شہرت اور غلغلہ کی اصلیت کہاں تک ہے۔ جس چیز کو اب تک وہ بہت بعید اور مکروہ اور برا سمجھتے تھے، اس کی حقیقت معلوم کی جائے کہ کیا ہے۔

قصیدۂ مدح

چنانچہ حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پھر کیا تھا کہ ان کو ایک ہی مجلس میں حضرت والا موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر اس قدر محبت ہوگئی کہ آپ کے دامن اقدس کو ہمیشہ کے لیے تھام لیا اور ایسا عظیم الشان قصیدہ حضرت کی شان میں نظم فرمایا کہ بہت کم اس شان کے قصائد مدح اور منقبت میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

اس میں ایک شعر میں فرماتے ہیں:

قَدْ كُنْتُ مِنْ بُعدٍ سَمِعْتُ صِفَاتَهُ   فَوَجَدْتُهَا اَضْعَافَ وَصْفٍ فِخَامِ

وَرَأَيْتُهُ عَلَمًا دَلِيْلاً حُجَّةً   وَلِسَالِكِ الْمِنْهَاجِ خَيْرَ اِمَامِ

کہ دور سے میں آپ کے حالات سنتا تھا۔ جب میں حاضر ہوا تو اوہو! وہ جو سنا تھا وہ تو کچھ بھی نہیں تھا۔ بلکہ میں نے دیکھا کہ حق کا بہت بڑا نشان، حجۃ اللہ فی الارض اور مولائے حق کی طرف، رب عز اسمہ کی طرف رہنمائی کرنے والے اگر کوئی دلیل اور ہادی ہمیں نظر آئے۔ وہ حضرت موسیٰ جی، آپ کی ذات عالی ہے۔ اسی لئے فرمایا 'وَلِسَالِكِ الْمِنْهَاجِ خَيْرَ اِمَامِ' ۔ کہ آپ بہترین پیر، بہترین پیشوا، بہترین مقتدیٰ ہیں جو منہاج نبوی پر ہمیں چلا سکتا

ہے۔

کشف قبور

حضرت کی توجہاتِ عالیہ بھی ان کی طرف زبردست رہیں۔ بہت سارے خوارقِ عادات کا وہاں مشاہدہ ہوا۔ اپنے ساتھ قبرستان لے گئے اور بغیر کسی مجاہدہ کے دل سے ظلمتوں کے پردے اٹھادیئے۔ دل کی حقیقی آنکھ ان کی کھول دی گئی اور اپنے دل کی آنکھ سے وہ دیکھ رہے ہیں اور کشف ہورہا ہے کہ قبرستان والے کس حال میں ہیں۔ اس لئے لکھا کہ 'حضرت ولی مرشد نے ان کو کشف قبور کروایا'۔

لکھتے ہیں کہ وہ انکار اور نفرت جو حضرات اولیاء اللہ سے ان کے قلب میں مدتوں سے جمی ہوئی تھی وہ ارادت اور محبت سے بدل گئی۔ مرید ہوگئے، محبّ اور دوست اور عاشقِ زار ہوگئے اور حضرت اقدس کے دست مبارک میں ہاتھ دے کر حضرت سے بیعت ہوئے، داخل سلسلہ ہوئے اور پھر جوش وخروش میں یہ قصیدہ آپ نے نظم فرمایا ہے۔ حالانکہ انہیں اس کے بعد آزمائش سے گذرنا پڑا۔

وفات

لکھا ہے کہ اس انقلاب عظیم کی وجہ سے ان کی تمام جماعت ان سے متنفر ہوگئی اور ان کی جماعت میں جو ان کی ریاست اور سرداری تھی وہ ختم ہوگئی۔ مولوی صاحب موصوف اس نتیجہ سے بے خبر نہیں تھے۔ انہوں نے ان تمام چیزوں کا حل پہلے سے سوچ لیا تھا۔ اس لئے حقیقتاً یہ ایک بڑا مردانہ کام تھا جو ان سے ظاہر ہوا۔ بلکہ حضرت مرشد پاک موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کا ایک تصرف تھا جس نے ان کے قلب کو ان خطرات سے خالی کردیا اور ان حالات کے باوجود مرتے دم تک حضرت کے دامن سے وابستہ رہے اور ۲۸ شعبان ۱۳۱۴ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

حضرت مولانا محمد سورتی اس قصیدہ کے ناظم اور شاعر ان کے حالات ان کے بھانجے جوان کے ہم نام ہیں محمد سورتی انہوں نے حضرت مولانا عبد الشکور صاحب کی خدمت میں لکھ کر پیش کئے۔ انہوں نے لکھا کہ یہ قصیدہ ہمارے ماموں صاحب مولوی محمد بن حافظ بن احمد سامرودی کا ہے جو ۱۳۱۴ھ میں طاعون اور پلیگ میں اپنے گاؤں میں فوت ہوئے۔ اور وہیں کے قبرستان میں مدفون ہیں۔ مرحوم کی پانچ چھ اولاد نرینہ تھی جن میں بڑے مولوی محمود اور علی اور ہاشم تھے۔ ان میں جو بڑے مولوی محمود تھے ان کا بھی اپنے ماموں کی طرح سے بیعت اور ارادت کا تعلق حضرت موسیٰ جی مہتر سے رہا۔

لعابِ مبارک

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب مبارک بڑوں اور بچوں کو ملا ہے مختلف انداز میں۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حصہ ہر چیز میں سب سے زیادہ تھا۔ فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہڈی مبارک چوس رہے ہوتے تھے، میں جھپٹ کر لے لیتی اور جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہونٹ مبارک رکھے ہوتے اور جہاں سے چوسا ہوتا وہیں سے میں منہ لگا کر لطف لیا کرتی تھی۔

حضرت مولانا فیض الحسن صاحب کشمیری دار العلوم دیو بند کے استاذ حدیث نے جو حالات لکھ کر مجھے ارسال فرمائے تھے تقریباً بیس پچیس صفحات میں ایک چھوٹے سے رسالہ کی شکل میں تھے۔ اس میں انہوں نے ایک تخلیہ حضرت شیخ قدس سرہ سے جو سوالات کئے ان سب کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نواں امر یہ ہے کہ ایک دفعہ لعاب دہن کے لیے میں نے درخواست کی تھی۔ حضرت شیخ نے فرمادیا تھا کہ ابھی موقعہ نہیں۔ مجھے وہ درخواست یاد ہے۔ اپنے آپ کو ابھی بھی اس سے مستغنی نہیں پاتا۔ بلکہ اس وقت محتاج تھا اب اس سے زیادہ محتاج ہوں۔ اپنی عدم اہلیت کی وجہ سے اور آپ کی عظمت کی وجہ سے ہمت نہیں ہورہی۔ چنانچہ اسی

مجلس میں جو معلق وعدہ تھا کہ ابھی موقعہ نہیں وہ حضرت شیخ قدس سرہ نے پورا فرمادیا۔

یہی سب حالات پڑھ کر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ سے دار العلوم بنوریہ کے شیخ الحدیث صاحب کو جب انہوں نے حضرت شیخ اور ان کے خلفاء کی دوسری جلد پیش کی تو دو تین دن کے بعد وہ حضرت شیخ الحدیث مولانا یوسف صاحب سے فرماتے ہیں کہ میں عمر بھر اتنا نہیں رویا ہوں جتنا کہ اس کتاب کو پڑھ کر رویا کہ حضرت شیخ قدس سرہ کے لوگوں کو حضرت شیخ سے کس درجہ عشق اور محبت اور کتنا تعلق تھا۔ انہوں نے حضرت کے ایک خادم مسترشد، شاگرد حضرت مولانا فقیر محمد صاحب جزیرۂ انڈمان کے رہنے والے، ان کا بطور خاص ذکر فرمایا کہ وہ کیسے حضرت کا پیک دان پی گئے۔ کہتے ہیں کہ میں دیر تک ان واقعات کو پڑھ کر روتا رہا رہوں۔

زبانِ مبارک کا اثر

حضرت مولانا محمد سورتی ناظم قصیدہ کے بھانجے مولانا محمود صاحب سورتی کے متعلق کرامات موسویہ میں حضرت مولانا عبد الشکور صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ یہ مولوی محمود صاحب سورتی حضرت موسیٰ جی مہتر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آخری وقت وفات کے قریب حاضر ہوئے۔ حضرت اس وقت آنکھیں بند کئے ہوئے لیٹے ہوئے تھے۔

جیسے ہی مغرب کے بعد انہوں نے آ کر حضرت کو آواز دی کہ حضرت نے آنکھیں کھول دیں اور فرمایا کہ مولوی صاحب کچھ آپ کو چاہئے؟ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت یہی تو وقت ہے۔ حضرت نے اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں دے دی۔ کتنے خوش قسمت! پھر کیا تھا۔ ابھی یہاں سے واپس گھر جانے کے لیے نکلے۔ ریل کے اسٹیشن پر پہنچتے ہی وہ اپنے قلب سے اللہ، اللہ کی آواز سن رہے ہیں۔ اور آواز بھی اس قدر بلند کہ ہر شخص سن سکتا تھا۔ یہ ایک قسم کا عکس تھا جو ان کے قلب پر پڑا۔

اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کی ہرطرف سے ، اوپر سے نیچے سے ،دائیں سے بائیں سے، ہر طرح کے مصائب اور آفات سے امت کی حفاظت فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ

اَللّٰھُمَّ اصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ

اَللّٰھُمَّ تَجَاوَزْ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلیٰ اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

۱۹؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

بسم الله الرحمن الرحیم

حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر خیر ہورہا تھا اور آپ کی خدمت میں جانچنے اور تحقیق کرنے اور صرف دیکھنے کی غرض سے حضرت مولانا محمد سورتی پہنچتے ہیں اور دامِ الفت میں گرفتار ہوجاتے ہیں۔ ایک ہی نظر نے سب کچھ دھوکر رکھ دیا جس طرح سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بڑے بڑے پاپی، بڑے بڑے مشرک اور بڑے بڑے ظالم پہنچتے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے پتہ نہیں کتنے خدمت اقدس میں تلوار لے کر پہنچتے ہیں اور ایک نظر میں دامِ الفت میں گرفتار ہوکر سچے عاشق، سچے محبّ، سچے خادم بن کر عمر بھر کے لیے اپنے آپ کو وقف کردیتے ہیں۔

یہی حال آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام کا ہے۔ آپ کے محبوبوں کا ہے کہ جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بنالیا جیسا کہ وہاں اشارہ فرمایا تھا 'بِسْمِ اللّٰہِ تُرْبَۃِ اَرْضِنَا بِرِیْقَۃِ بَعْضِنَا'، ان بعض میں جن کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شامل فرمالیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ان کے دم درود میں اثر پیدا ہوگیا۔ ان کی دعاؤں میں اثر پیدا ہوگیا، ان کی نظر میں اثر پیدا ہوگیا۔ اب کہاں اس تصوف کو یہی مولانا محمد سورتی بدعت، کفر اور شرک کسی زمانہ میں کہتے ہوں گے اور دَم کے دَم میں اللہ نے ان کی کایا پلٹ دی۔

ایک وقت وہ بھی آیا کہ جب حضرت کا وصال ہوتا ہے تو ان کے سامنے اپنی دنیا تاریک

ہو جاتی ہے۔ کہیں سکون نہیں، چین نہیں۔ مارے مارے پھر رہے ہیں اور اپنے دل کی تسلی کے لیے قصیدہ عربیہ کے نام سے قصیدہ کہا

بسم الله الرحمن الرحيم

حَمْدًا لِمَوْلَى الْحَمْدِ وَالْإِنْعَامِ ۔۔۔ وَعَلَى النَّبِيِّ مُصَلِّيًا بِسَلَامِ

يَا حَبَّذَا فِيْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ ۔۔۔ هَبَّتْ نَسِيْمُ صَبَاهُبُوْبَ اَيَّامِ

وَنَسِيْمُهَا رِيْحٌ مُبَارَكَةٌ بِهَا ۔۔۔ قَدْ نِيْطَ نُصْرَةُ مِلَّةِ الْإِسْلَامِ

قَالَ النَّبِيُّ بِهَا نُصِرْتُ عَلَيْهِ مِنْ ۔۔۔ اَزْكىٰ صَلٰوةِ صَلَاتِنَا وَسَلَامِ

مِنْ مَطْلَعِ الشَّمْسِ الْمُزِيْلِ ظِلَالُهَا ۔۔۔ عَنْ وَجْهِ كُلِّ الْاَرْضِ ظِلَّ ظَلَامِ

بِرِيَاضِهَا وَحِيَاضِهَاوَنُهُوْضِهَا ۔۔۔ وَخُفُوْضِهَا وَاِكَامِهَا وِرُكَامِ

وَرِمَادِهَا وَعِمَادِهَا وَجَمَادِهَا ۔۔۔ وَجَمَالِهَا وَجِمَارِهَاوَجِمَامِ

وَجِبَالِهَا وَقِلَالِهَا وَطُلُوْلِهَا ۔۔۔ وَطُلُوْلِهَا وَسِلَامِهَا وَسَلَامِ

وَنُجُوْدِهَا وَنُهُوْدِهَا وَوُهُوْدِهَا ۔۔۔ وَرَكَامِهَا وَ رُخَامِهَا وَوِخَامِ

وَجِبَابِهَا وَقِبَابِهَاوَغُرُوْبِهَا ۔۔۔ وَسُرُوْبِهَاوَخِبَائِهَا وَخِيَامِ

وَحِفَارِهَا وَقِفَارِهَا وَصُعُوْدِهَا ۔۔۔ وَقُعُوْدِهَا وَاِجَامِهَا وَرِجَامِ

وَشُرُوْقِهَا وَغُرُوْبِهَاوَشِمَالِهَا ۔۔۔ وَجَنُوْبِهَا وَحِجَازِهَا وَتِهَامِ

وَبِنَجْدِهَا وَعِرَاقِهَا وَبِهِنْدِهَا ۔۔۔ وَبِسِنْدِهَا وَبِرُوْمِهَا وَالشَّامِ

فَتَوَرَّدَتْ بُسْتَانُهَاوَتَنَوَّرَتْ ۔۔۔ وَجِنَانُهَا اِلْتَفَّتْ بِصَوْبِ غَمَامِ

وَتَوَرَّقَتِ الْاَزْهَارُمِنْ اَشْجَارِهَا ۔۔۔ وَتَوَرَّقَ الْاَنْهَارُ بِالْمِسْجَامِ

مَاءُ الْحَيٰوةِ زُلَالِهَا السَلْسَالِ مِنْ ۔۔۔ بَرْدَيْهِ يُطْفِئُ اُوَامُ هَيَّامِ

فَتَغَرَّدَ تُ فَوْقَ الْغُصُوْنِ عَنَادِلُ ۔۔۔ وَتَرَنَّمَتْ بِاللَّحْنِ وَالْاَنْغَامِ

وَتَسَجَّعَتْ وُرْقُ الْجَنَادِ بِمِثْلِ مَا ۔۔۔ غَنَّتْ عَلَى الْاَوْرَاقِ وُرْقُ حَمَامِ

لَــمَّـــا رَأَتْ رِیَّ الـرِّیَــاضِ وَزَهْرَةَ الْاَنْهارِ   وَالْاَوْرَاقِ وَالْاَکْمَامِ

پھر چند اشعار کے بعد فرماتے ہیں اپنے شیخ کے متعلق:

اَیْ شَیْـخُـنَـا مُوْسٰی جَمَالُ الدِّیْنِ   وَالـدُّنْیَـا تَـقَـدَّسَ سِـرُّهُ الْمُتَسَـامِ

اِنْ قُلْتَهُ شَمْسًا فَشَمْسُ الشُّمُوْسِ   وَاِنْ خِـلْـتَـهُ بَـدْرًا فَبَـدْرُ التَّـمَـامِ

کَافِ الْوَرَیٰ غَوْثُ الْبَرِیَّةِ کُلِّهَا   هَـادِی اُوْلِی الْاَلْبَـابِ وَالْاَحْلَامِ

کتنی اونچی نسبت ہوگی حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کی۔ سلفی غیر مقلد جانچنے کے لیے پہنچتا ہے خدمت اقدس میں اور کس طرح اس کی دنیا بدل گئی کہ شریعت کی احتیاط کے ساتھ جتنے القاب ہو سکتے تھے سارے اپنے شیخ کے لیے تجویز کر دیئے۔ اور سارے قصیدہ کے ترجمہ کو بھی چھوڑتے ہیں صرف یہ اسم گرامی کے ساتھ جو اشعار شروع کئے، ان تین چار اشعار کا ترجمہ کر دیتا ہوں۔

اَیْ شَیْـخُـنَـا مُوْسٰی جَمَالُ الدِّیْنِ   وَالـدُّنْیَـا تَـقَـدَّسَ سِـرُّهُ الْمُتَسَـامِ

اِنْ قُلْتَهُ شَمْسًا فَشَمْسُ الشُّمُوْسِ   وَاِنْ خِـلْـتَـهُ بَـدْرًا فَبَـدْرُ التَّـمَـامِ

کَافِ الْوَرَیٰ غَوْثُ الْبَرِیَّةِ کُلِّهَا   هَـادِی اُوْلِی الْاَلْبَـابِ وَالْاَحْلَامِ

یعنی ہمارے شیخ حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ یہ دین اور دنیا کے جمال ہیں۔ دین اور دنیا کی خوبصورتی ان سے قائم ہے۔ پاک ہے ان کی روح عالی۔ اگر تم انہیں آفتاب کہو تو وہ آفتابوں کے بھی آفتاب ہیں۔ یا چاند خیال کرو تو وہ ماہِ بدرِ کامل ہیں۔ مخلوق کے وہ جائے پناہ ہے اور ان کے فریاد رس، اور تمام دنیا کے وہ مددگار اور تمام دنیا کے رہنما اور تمام اہلِ عقول اور اربابِ عقول کے وہ رہنما ہیں۔

حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کے اوصاف

پھر آگے شیخ کے بلند و بالا اوصاف بیان فرماتے ہیں:

يَتَذَكَّرُوا لنَّاسِىُ بِرُؤْيَتِهِ الْإِلٰهَ   الْخَالِقَ الْاَرْوَاحِ وَالْاَجْسَامِ

کہ جو اپنے جسم اور روح کے پیدا کرنے والے کو اللہ کو بھلا بیٹھے ہیں وہ ان کو دیکھیں، ایک نظر دیکھتے ہی ان کی صحبت ملتے ہی خدا ان کو یاد آجاتا ہے۔

قَدْ صَانَهُ مَوْلَاهُ عَمَّا شَانَهُ   اِذْ زَانَهُ بِفَضَائِلِ الْعُظَّامِ

کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام رذائل سے ان کو پاک وصاف بنا کر کے اونچے اونچے بلند فضائل ان میں ودیعت فرما دیئے اور رکھ دیئے۔

وَثَبَاتِ نُوحٍ ثُمَّ عِفَّةِ يُوسُفَ   وَصِيَامِ دَاوُدَ اَحَبّ صِيَامِ

بَشُّ الْكَلِيْمِ وَزُهْدِ عِيسىٰ ثُمَّ مِن   خُلُقِ النَّبِيِّ الْخَاتَمِ الْخَتَّامِ

وَصَدَاقَةِ الصِّدِّيْقِ صَاحِبِ غَارِهِ   وَعَدَالَةِ الْفَارُوْقِ قَاطِعِ هَامٍ

وَحَيَاءِ ذِى النُّوْرَيْنِ ثُمَّ شُجَاعَةِ   الْكَرَّارِ اَسَدِ اللّٰهِ كَظِّ الْغَامِ

پھر آگے وہ پہنچ کر ہتھیار ڈال دیتے ہیں:

لَا اَسْتَطِيْعُ لَهُ كَمَا هُوَ حَقُّهُ   اِفْصَاحِ مَدْحٍ غَيْرَ بغمّ بِهَامِ

کہ میں تو ان کی سچ مچ جس کے وہ مستحق ہیں ایسی تعریف بیان کر ہی نہیں سکتا۔

فَدُعَاؤُهُ لِرَمِيَّةِ الْحَاجَاتِ   وَالرَّغَبَاتِ سَهْمٌ صَائِبٌ لِلرَّامِ

کہ ضرورت مندوں کے لیے ان کی دعاؤں کا تیر ایسے چلتا ہے کہ سیدھے اپنے ہدف پر جا کر گرتا ہے۔

كَمْ اَذْكَرَتْ كَمْ اَنَّثَتْ كَمْ زَوَّجَتْ   دَعْوَاتُهُ لِاَكَائِمَ وَعِقَامِ

کتنی خواتین کو بیٹے مل گئے، کتنی بے اولاد کو بیٹیاں ملیں، آپ کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ کئی دفعہ کھانوں میں برکت ہوگئی۔

هَلَكُوا بِاَنْوَاعِ الْبَلَاءِ لِمَا   رَمَوْهُ بِعَيْبٍ اَوْنَقْصٍ لَهُ بِتَعَامِيْ

کتنے حاسدوں کو، ظالموں کو، کمینوں کو، اللہ نے ٹھکانے لگا دیا۔ اپنے دل کی بصیرت

کھوئے ہوئے دل کے اندھے اور کور، دل کی آنکھیں جن کی بند انہوں نے آپ پر کوئی عیب اور نقص لگایا، انواع واقسام کی بلاؤں میں گرفتار ہوئے۔

كَمْ اَبرَأَ الشَّافِيْ بِلَمْسِ يَمِيْنِهٖ   وَبِنَفْثِهِ الْمَرْضیٰ مِنَ الآلاَمِ

پھر آگے تمام کرامتیں بیان فرمائیں۔

ہمارے بھائی شبیر ڈیسائی صاحب کراچی سے ہمیشہ یہ کرامات موسویہ چھاپتے رہے۔ جب ہم نے اس کا انگریزی میں ترجمہ کروایا، تب بھی انہوں نے اس کو چھاپا۔ ہم سب کی طرف سے اللہ انہیں بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائے۔

اخیری استدعا

پھر حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تک شجرۂ نقشبندیہ عربی میں اسی قصیدہ میں انہوں نے بیان فرمایا۔ اس کے اخیر میں فرماتے ہیں:

عَنْ شَيْخِهٖ سَلْمَانَ فَارِسٍ عَنْ اَبِیْ بَكْرٍ   رَفِيْقِ الْغَارِ ذِی الْاَقْدَامِ
عَنْ اَفْضَلِ الْاَكْوَانِ خَتْمِ الْمُرْسَلِيْنَ   وَالْاَنْبِيَاءِ السَّيِّدِ الْمِخْتَامِ
صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللّٰهُ الَّذِيْ   قَدْ خَصَّنَا بِالْبَيْتِ وَالْاِحْرَامِ
وَعَلیٰ جَمِيْعِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاٰلِهِمْ   وَالصَّحْبِ وَالْاَتْبَاعِ مِنْ اَقْوَامِ
وَعَلیٰ اَئِمَّةِ دِيْنِنَا وَطَرِيْقِنَا   فَصَلُوْا فُصُوْلَ حَلاَلِهٖ وَحَرَامِ
يَارَبِّ فَاغْفِرْ لِلْفَقِيْرِ مُحَمَّدٍ   بِمُحَمَّدٍ وَبِهِمْ بِعَفْوٍ لِزَامِ

ان کے مناقب اور فضائل اور ان کی خوبیاں حضرت علامہ سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے انتقال کے بعد جو معارف میں لکھی ہیں، اتنے بڑے علامہ اور اپنی سلفیت کو کیسے پسِ پشت پھینک کر ہاتھ میں ہاتھ دیا اور کیسے پاک صاف ہوگئے کہ دل دماغ سے ہر چیز حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ نے دھوکر رکھ دی کہ یہاں فرماتے ہیں:

يَارَبِّ فَاغْفِرْ لِلْفَقِيْرِ مُحَمَّدٍ　　بِمُحَمَّدٍ وَبِهِمْ بِعَفْوٍ لِزَامِ

کہ یارب فقیر محمد کو تو بخش دے۔ میں فقیر ہوں، محتاج ہوں، جس طرح موسیٰ کا میں بھکاری ہوں، اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ اور ان کے وسیلہ اور ان کے طفیل سے بخش دے۔ اور اس شجرہ میں جن کا میں نے ذکر کیا ان سب کا میں وسیلہ لاتا ہوں۔ دیکھئے کہ کہاں تو وسیلہ کو شرک سے کم بتایا ہی نہیں جاتا اور یہاں فرماتے ہیں:

يَارَبِّ فَاغْفِرْ لِلْفَقِيْرِ مُحَمَّدٍ　　بِمُحَمَّدٍ وَبِهِمْ بِعَفْوٍ لِزَامِ

وَاصْفَحْ وَجَاوِزْ عَنْهُ مِمَّا قَدْ جَنىٰ　　فِي الْعُمْرِ بِالْاَجْرَامِ وَالْاٰثَامِ

مِنْ اَيِّ عُضْوٍ كَانَ كَالْاَقْدَامِ　　بِالْاِقْدَامِ اَوْمِنْ زَلَّةِ الْاَقْلَامِ

اٰمِيْنَ ثُمَّ فَثُمَّ رَبَّ الْعَالَمِيْنَ　　مُحَمِّدًا فِي الْبَدْءِ وَالْاِتْمَامِ

یا اللہ! اس دعا کو قبول کر۔ دوبارہ سہ بارہ عرض کرتا ہوں کہ قبول کر اے رب العالمین۔ شروع اور اخیر میں تیری میں حمد لا رہا ہوں۔ شروع میں جیسے لایا ہوں، اخیر میں بھی لا رہا ہوں۔ الٰہی تیری حمد ہو اور حمد للہ رب العالمین۔

حضرت مولانا نور جمال صاحب

جیسے شروع میں عرض کیا تھا کہ بھائی خالد صاحب منیار آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا اشتیاق اور طلب ظاہر فرماتے ہیں اور یہ طلب ایسی سچی ہوگی کہ منٹوں سیکنڈوں میں جمالِ جہاں آراء کو دیکھ لیتے ہیں۔ اسی طرح حضرت کے مسترشدین میں ایک مولوی نور جمال تھے۔

انہوں نے ایک مرتبہ حضرت سے عرض کیا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا مجھے بہت اشتیاق ہے اور بہت کچھ اس کے لیے پڑھ کر سوتا ہوں مگر کبھی زیارت نہیں ہوئی۔ حضرت نے فرمایا کہ ان چیزوں میں تو اثر ہے مگر زبان میں اثر کہاں۔ اتنا جواب حضرت کی طرف

سے ملا اس کے بعد اسی دن ، یا اس کے کچھ عرصہ بعد مولوی نور جمال حضرت کی خدمت میں مراقبہ کی ہیئت پر بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک کیا دیکھا۔

دیکھا کہ ایک بیابان ہے اور اس میں ایک عالی شان مکان ہے۔ اس مکان کے اندر دنیا بھر کے قطب اور غوث جمع ہیں اور درمیان میں ایک تخت ہے جس پر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں۔ خواب دیکھنے والے مولوی نور جمال پٹھان آدمی، خان صاحب ولایتی آدمی، بڑے جری اور دلآور، لیکن تخت اقدس پر زیارت ہو رہی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی، مگر قریب پہنچنے کی ہمت نہیں۔ بلکہ رعب اور جلال کی یہ کیفیت کہ مولوی نور جمال کے جسم پر لرزہ پڑ گیا۔ کپکپی طاری ہوگئی۔

اس مراقبہ سے آنکھیں کھولنے کے بعد مدت تک یہ حالت رہی کہ جب بھی کوئی آقائے نامدار، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی ان کے سامنے لیتا، کانپ اٹھتے۔ اب یہ تو عمر بھر کی تمنا حضرت کے سامنے مراقبہ میں بیٹھے ہیں وہاں پوری ہوگئی اور زیارت ہوگئی۔

جناب دیوان صاحب

جیسے حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے خادم ، دیوان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اسی ہیئت پر ہوئی۔ انہوں نے دیکھا کہ تخت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ چاروں کونوں پر خلفائے اربعہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بٹھا رکھا ہے، ان کو جو زیارت ہوئی تھی اپنے پیر و مرشد حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی برکت سے کہ ادھر یہ دیوان صاحب اپنے ذکر میں مشغول تھے۔ اسی میں یہ دیکھ رہے ہیں اور ادھر ان کے پیر و مرشد حضرت نانوتوی مراقبہ میں سر جھکائے ہوئے۔

نظر نیچے کئے گردن جھکائے بیٹھے ہیں یہی تو ہیں جو دل مِرا چرائے بیٹھے ہیں

ہمارے حضرت مولانا عبد المنان صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جب حضرت شیخ قدس سرہ کو

مراقبہ کی حالت میں دیکھتے، یہ شعر پڑھتے اور مغرب کے بعد مجلس کے لیے جیسے ہی معتکف کا پردہ ہٹایا جاتا، پردہ ہٹا اور انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

اس طرف سے پردہ اٹھا اور ادھر آگ لگی   برق چمکی تھی کدھر اور کدھر آگ لگی

یہاں بھی مولوی نور جمال کی عمر بھر کی تمنا پوری ہوئی اپنے پیر و مرشد کی برکت سے، ان کی صحبت اور ان کی مجلس کی برکت سے، کہ حضرت کچھ فاصلہ پر مراقب تھے اور زیارت ہونے کے بعد ان کا حال یہ ہے کہ کپکپی طاری ہے اور لرزہ اور کپکپی سے بے جان ہو رہے ہیں۔

حضرت نے ان کی روح کو اوپر لے جا کر زیارت تو کرادی۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت نے ان کو ان کے مقام پر موجود کر دیا اور فرمایا کہ 'دیکھا! یہ ہمارے آقا ہیں'۔ ان کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی 'لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُوْفٌ رَحِيْمٌ'۔ پھر فرمایا کہ میں تمہیں لے گیا تھا اور اس کے لیے آگے فرمایا حضرت نے کہ 'تم ابھی اپنی طاقت سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچ سکتے۔ ہاں جب میرے مثل ہو جاؤ گے تو البتہ پہنچ سکو گے'۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے دلوں کا زنگ دور فرما دے۔ ہم سب کے دلوں کو پاک اور صاف بنا دے۔

ابلیس

حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے آخری واقعات میں یہ واقعہ بھی لکھا ہے کہ میاں غلام حسین صاحب صاحبزادہ سلمہ نے دیکھا کہ آپ نے دو مرتبہ گھونسا اور مکہ اٹھا کر کسی کو مارا۔ کہ آپ نے ابلیس کو گھونسہ مارا۔

جیسے حضرت شیخ قدس سرہ کے متعلق میں نے آخری واقعات میں لکھا ہے کہ ہم نے دیکھا حضرت کی خدمت میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ کوئی خط لکھوا رہے ہیں یا کتاب سن رہے ہیں۔ حضرت تو لیٹے ہوئے تھے مگر اچانک اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش فرما رہے ہیں اور داہنی طرف مڑ کر

بہت غضب ناک آواز فرمارہے ہیں 'ماروا س کو'۔ ہم سن کر ہکا بکا رہ گئے۔ پھر لیٹ گئے اور تھوڑی دیر کے بعد اٹھ کر اسی طرح فرمایا 'ماروا س کو'۔اب دوسری مرتبہ جب حضرت پھر لیٹ گئے تب ہم نے پوچھا کہ 'حضرت! کس کو ماریں؟ مسکراتے ہوئے فرمایا کہ 'ابلیس آیا ہوا ہے'۔

جب وہ آخری گھڑی ایمان چھیننے کے لیے پہنچے اللہ ہمارے ایمان کو سلامت رکھے، ایمان پرہمیں موت دے۔**فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیِّیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصَّالِحِیْنَ**'۔

یہ تمام اللہ والوں کے حالات ایک جیسے ہیں۔اور ایک جیسے اس لئے اللہ تعالیٰ بناتے ہیں تاکہ ان کے حالات پڑھیں۔اس میں بھی آخری وقت میں ابلیس کو وہ مار رہے ہیں۔ابلیس کو بھگا رہے ہیں تاکہ ہم کمزوروں کا جو ایمان ڈانواں ڈول ہے غیب کی خبروں پر وہ محفوظ رہے اور اس میں تزلزل نہ آئے۔اس کے لیے اللہ تعالیٰ آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی غیب کی خبروں کو ان اولیائے کرام کی کرامات کے نام سے دنیا میں دکھاتے رہتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد حنیف صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

صاحب قصیدہ کے حالات حضرت مولانا محمد حنیف صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب حالاتِ مصنفین درس نظامی میں ایک سو بارہ نمبر پر بعنوان صاحب ازھار العرب تحریر فرمائے ہیں۔ان حضرت مولانا محمد حنیف صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں بارہا دیکھا۔کتنا حسن و جمال حق تعالیٰ شانہ نے عطا فرمایا تھا۔گورے چٹے۔ اور اسی وقت سے انہیں طالب علمی ہی سے بڑی لگن تھی۔ چنانچہ ماشاء اللہ بہت مفید کتابیں آپ نے تصنیف فرمائیں۔ان کی یہ تصنیف بھی بڑی مبارک ہے۔

مولانا محمد سورتی رحمۃ اللہ علیہ

اس میں وہ تحریر فرماتے ہیں کہ 'ابوعبداللہ محمد بن یوسف ضلع سورت کے ایک گاؤں سامرود

میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گاؤں میں ہوئی۔ سات برس کی عمر میں قرآن مجید ختم کیا پھر فارسی عربی پڑھی۔ تعلیم کی خاطر ممبئی میں بھی رہے۔ اعلیٰ تعلیم کے لیے دہلی پہنچے اور ۱۳۳۶ھ میں علامہ محمد طیب مکی سے استفادہ کے لیے دہلی سے حیدرآباد پہنچے۔

وہ رام پور گئے، یہ بھی ان کے ہمراہ رام پور گئے۔ پھر ندوۃ العلماء لکھنو میں ان کے ساتھ رہے۔ بلکہ پانچ برس ان کی رفاقت رہی۔ جس میں منطق، فلسفہ، ادب، اصولِ فقہ، علمِ کلام، تفسیر اور صحیح بخاری شریف مکمل پڑھی۔ ۱۳۳۵ھ میں ٹونک کے ایک معزز گھرانے میں شادی ہوئی۔ جن کی کتابوں کی تجارت تھی اور مولانا محمد کتابوں ہی کے سلسلہ میں وہاں کا سفر کیا کرتے تھے'۔

وسعتِ مطالعہ

آگے لکھتے ہیں کہ 'علوم عربیہ دینیہ خاص طور پر لغت عربی شاعری، تاریخ، انساب، اسماء الرجال حدیث وتفسیر میں ان کا مطالعہ نہایت وسیع تھا۔ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے معارف ۱۹۴۲ء کے شذرات میں ان کے متعلق لکھا ہے کہ پچھلے مہینہ کا سب سے اندوہناک علمی حادثہ مولانا محمد سورتی کی وفات تھے۔ مرحوم اس عہد کے زبردست حافظہ والے صاحب علم تھے۔ لکھا ہے کہ جہاں تک میرا علم ہے اس وقت اتنا وسیع النظر، وسیع المطالعہ، کثیر الحافظہ کوئی دوسرا عالم موجود نہیں۔ صرف نحو ولغت وادب، اخبار، انساب، اسماء الرجال کے وہ اس زمانہ میں درحقیقت امام تھے۔ یہ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ ہیں۔

آگے چل کر لکھتے ہیں کہ مرحوم کا پایہ علمی علم وادب اور رجال وانساب واخبار میں اتنا اونچا تھا کہ اس عہد میں اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ جو کتاب دیکھتے ان کے حافظہ میں قید ہو جاتی۔ سینکڑوں عربی قصائد، ہزاروں عربی اشعار، لغت اور انساب ان کی نوکِ زبان رہتے تھے۔

ان کو دیکھ کر یقین ہوتا تھا ابتدائی صدیوں میں جو محدثین کے حافظے کی حکایات ہم سنتے ہیں ان کو دیکھ کر یقین آتا تھا کہ بالکل صحیح ہیں۔ بڑی عمر میں انہوں نے صرف تین ماہ میں قرآن کریم حفظ کیا تھا۔ علامہ خلیل ابن محمد عرب نے بھی ان کا مرثیہ لکھا ہے

یَـــا جَـــاهِـــرًا بِـــالْـحَـقِّ غَیْـرَ مُـرَوَّعِ

وفات

آپ جامعہ ملیہ اسلامیہ کے شعبہ عربی کے بھی صدر رہے جہاں ڈاکٹر عبد العلیم صاحب احراری اور ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب نے بھی آپ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا اور ہونہار شاگردوں میں سے بنے۔ اخیر میں لکھا ہے کہ موصوف نے اپنی بیماری کا اخیری زمانہ علی گڑھ میں گذارا اور یہیں ۲۳ شعبان ۱۳۶۱ھ میں جمعہ کے دن ۷/اگست ۱۹۴۲ء میں راہی ملک بقاء ہوئے۔ اس پر تاریخ وفات کسی شاعر نے اس مصرعہ سے کہی:

یک آفتاب علم و عمل زیرِ خاک شد

محمد سورتی حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کے مسترشد بنے اور کتنا بڑا انقلاب آیا اور کیسی جگہ سوچئے! کہ کہاں تو وہ تقلید و تصوف کے منکر اور انتہائی مخالف اور حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نظر نے کیسے ان کو اپنے دامِ شکار میں پھنسا لیا۔ حضرت موسیٰ جی مہتر رحمۃ اللہ علیہ نے کیسے اپنے دامن میں ان کو لے لیا۔

حضرت مولانا وصی احمد سورتی رحمۃ اللہ علیہ

اسی طرح سورت کے ایک اور بزرگ ہیں حضرت مولانا وصی احمد سورتی۔ پہلے بھی میں نے ایک بیان میں کہا ہے کہیں کہ حضرت شیخ قدس سرہ نے گجرات کے بڑے اداروں اور ممتاز شخصیتوں کو ایک کارڈ ایک ہی مضمون کا لکھ کر بھجوایا تھا کہ مولانا وصی احمد سورتی کے حالات کہیں سے مل سکیں تو مجھے ارسال فرما دیجئے۔

ان کے حالات بھی اسی طرح بڑے عجیب ہیں۔ ان کے خاندان کی عراق سے آمد اور راندیر میں قیام فرمانا، پھر حالات نے پلٹا کھایا اور کتنے زمانوں کے بعد اپنے وطن واپسی کی کوشش فرمائی۔ کبھی موقعہ ہوا ان شاء اللہ ان کے حالات بھی پڑھنے اور سننے کے قابل ہیں۔

اس ماہِ مبارک کی برکت سے اللہ تعالیٰ ہمارا حال بدل دے اور ہم اپنے مقصدِ زندگی کو پہچانے اور ہم اس دھوکے کی دنیا میں، مادیت کے اندر، مادیت کے جال میں جو ہم پھنس چکے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں اس جال سے نکالے اور ہمیں آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کا سامان بنائے۔ ہم سے وہ فعل سرزد ہوں جس سے سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے خوش ہوں اور ان افعال سے اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے جن سے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے ناراض ہوتے ہوں۔

Kensington Tower London کے حادثے کا جو شکار ہوئے اللہ تعالیٰ انہیں صبر عطا فرمائے۔ جن کا جانی مالی نقصان ہوا اللہ تعالیٰ ان سب کو نعم البدل عطا فرمائے۔ ملک کے کونوں کونوں میں ہر جگہ اللہ تعالیٰ امن وامان قائم فرمائے اور ہر قسم کے زمینی آسمانی حوادث سے یہاں کے بسنے والے ہر شخص کو محفوظ رکھے۔ واقعی یہ بہت بڑا حادثہ ہے۔ ہر انسان جس کے دل میں انسان کا دل ہے وہ ضرور اس کا دکھ محسوس کرے گا۔

اللہ تعالیٰ تمام متاثرین کو، جو اس حادثہ سے متاثر ہوئے، اس کے اثرات اللہ تعالیٰ جلد زائل فرمائے اور ان کے لیے خوشیاں مقدر فرمائے۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کی ہر طرف سے اوپر سے نیچے سے دائیں سے بائیں سے ہر طرح کے مصائب اور آفات سے حفاظت فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ
اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ

اَللّٰهُمَّ اصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ
اَللّٰهُمَّ تَجَاوَزْ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ علىٰ خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهِ وَصَحْبِهِ اَجْمَعِيْنَ
بِرَحْمَتِکَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

۲۰ر رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

ماہِ مبارک اب علی وشک الرحیل ہے۔آج مغرب سے پہلے معتکفین اپنے اعتکاف شروع کریں گے۔سرکارِدوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت مؤکدہ کواللہ تعالیٰ ہم سب کےنفوس کی پاکیزگی اور دھلائی کا ذریعہ بنائے۔ہم میں سے ہر شخص کواپنے ہی گریبان میں ہروقت دیکھتے رہنے کی ضرورت ہے۔چھوٹے بڑے جتنے حالات واقعات پیش آرہے ہیں دنیا بھرمیں، ان تمام کا ذمہ دار ہم میں سے ہر شخص ہے۔

ہر شخص کا فریضہ

روئے زمین ایک گھر کی طرح ہے۔جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مثال دی ایک کشتی کی طرح ہے کہ مالک کو ناراض کرنے والی کوئی حرکت ایک فرد کر رہا ہو،ہم ایک کشتی کے سوار ہیں، ہم میں سے ہر شخص کا یہ فرض ہے کہ اس کا ہاتھ پکڑے، اسے روکے۔ اسی لئے شروع رمضان سےنفوس کی پاکیزگی کیسے حاصل ہواس کے متعلق عرض کرنا شروع کیا تھا۔

ہم سب ایک ابلیس شیطان اور دوسرے اپنے ہوائے نفس کے غلام اور تابعدار بنے ہوئے ہیں۔ہم کیسے اس غلامی سے نجات پائیں اس کے لیے مثالیں دیں کہ ہمارے اکابرنور

اللہ مراقد ہم نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کو دیکھا اوراس کا اتباع کیا کہ ہم سب مامور ہیں تقلید کے اور اتباع کے۔ روزِ اول سے ہمیں اس کا حکم دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا، ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔

اتباعِ صحابہ

یہ فوز عظیم ہم کیسے حاصل کریں؟ احسان کے ذریعہ۔ کہ ہمیں زندگی گذارنے کا ڈھنگ آجائے اور ہماری اس زندگی کو ہم کیسے عبادت ہی عبادت بنالیں، اس احسان کو حاصل کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کو مالک نے یہ صفت عطا فرمائی۔ آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اقدس ان پر پڑی ہو نہ پڑی ہو۔ جنھوں نے آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت فرمالی صحابی بن گئے ، ان تمام صحابہ کرام کا اتباع ان کی تقلید، ان کے پیچھے چلنا ہم پر واجب قرار دیا گیا۔

ہمارے آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر دینے والے یہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، جن کے متعلق ارشاد ہے 'اَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ بِاَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ'۔ کہ صحابہ ستاروں کی مانند ہیں جیسے آج ہم میں سے ہر شخص اپنا رستہ بھول گیا، بھٹک گیا۔ ہویٰ وہوس کے سمندروں میں ہم غوطے کھارہے ہیں، ڈوبنے کے قریب ہیں۔ کیسے ہم نجات پاجائیں؟ کسی بھی صحابی کا دامن پکڑ لیں، جن کو صفت احسان پر مالک نے تمغہ دیا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ کا، کہ مالک ان سے راضی ہیں وہ مالک سے راضی ہیں۔

گمراہ کی رہنمائی

اسی کو حاصل کرنے کے لیے ہم روز پڑھتے رہیں۔ آنکھ کھلے اور پڑھیں 'رَضِيْتُ بِاللّٰهِ

رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا۔ جو کشتی اپنا ساحل بھول جائے کہ کس طرف ہم نے جانا ہے، آسمان کی طرف دیکھے۔ ستاروں کو دیکھ کر اپنی سمت متعین کرے کہ کس طرف ہمیں چلنا ہے۔ جنگل میں کوئی بھٹک گیا، رات کا وقت ہے۔ ستاروں کو دیکھ کر اپنی سمت متعین کرے کہ کس طرف ہمیں چلنا ہے۔

ہمارے تو دن بھی رات بن گئے ہیں۔ چاروں طرف ہمارے تاریکی ہی تاریکی ہے۔ ظلمت ہی ظلمت ہے۔ کہیں روشنی اور نور کا نام ونشان نہیں۔ مالک سے بغاوت نے ہم سب کو مالک سے اتنا دور کر دیا کہ ہم سے ظلمتوں اور تاریکیوں اور بدبو کے سوا کوئی چیز نہیں پھیل سکتی۔ نہ ہمارے کلام سے، نہ ہماری عبادتوں سے، نہ ہمارے قول سے، نہ ہمارے علم سے۔ یہ تمام چیزیں جو کسی وقت روشنی اور نور اور خوشبو کے لیے مشہور تھیں اس کے ذریعہ بھی تاریکی ہی تاریکی، ظلمت ہی ظلمت پھیل رہی ہے۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْھُمْ۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

صحابہ کرام میں سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ 'اِقْتَدُوْا...' کہ تم میرے بعد ابوبکر اور عمر کا اتباع کرو۔ کاش کہ ہم اس فرمان نبوی کو پورا کرنے کے لیے پڑھنا شروع کریں۔ پڑھیں کہ کون ہیں ابوبکر، کیا تھی ان کی زندگی۔ عمر کون ہیں، ان کی زندگی کیا ہے۔ جیسا حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ کا قصہ بیان کیا تھا کہ مفتی اعظم انہیں بنا دیا گیا۔ شوریٰ نے دار العلوم دیوبند کے صدر مفتی آپ کو بنایا۔ آپ نے اپنے ماتحت مفتی کے حوالہ چابی بھی فرما دی اور وہ بھی اصرار سے کہ تم اس کو قبول نہیں کرتے تو میں دار العلوم دیوبند چھوڑ کر چلا جاتا ہوں۔

یوپی میں سارے صدیقی خاندان والے ہیں۔ کیوں انصاری اور صدیقی خاندانوں کے ذریعہ یہ صفات ان میں منتقل نہ ہوتیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جب خلیفہ بنا دیا گیا، آپ

فرماتے ہیں کہ لوگو! میری یہ خواہش تھی کہ اس بوجھ کو کوئی دوسرا شخص اٹھاتا۔ اب تمہاری خواہش میرے متعلق ہوگی کہ میں میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چلتا رہوں۔ اس کی میرے متعلق تم آرزو اور تمنا رکھو گے جو بجا ہے۔ لیکن فرماتے ہیں کہ میں اس کا متحمل نہیں ہو سکوں گا۔ کیوں؟ کہ آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم تو شیطان سے مأمون اور محفوظ تھے اور ان پر آسمان سے وحی نازل ہوتی تھی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اسی کو سیکھا، وہ بھی ان کو جب خلیفہ بنا دیا گیا، اسی کو دہرا رہے ہیں کہ کوئی دوسرا شخص اس بار کو اٹھانے کی قوت رکھتا، مجھ پر یہ بہت آسان تھا کہ کوئی اس کو دوسرا اٹھا لے لیکن آپ نے پھر اس بوجھ کو اٹھایا اور کیسا اٹھایا۔ ڈیڑھ ہزار برس گذر چکے اور روئے زمین کے فرماں روا اور حکام کیا مسلم کیا غیر مسلم کسی کی کوئی مثال نہیں دی جا سکتی جس نے اپنی رعیت کی خاطر اس قدر دکھ سہے ہوں اور تکلیف اٹھائی ہو۔

ایک دفعہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ دو اونٹ ہانکے جا رہے ہیں اور گرمی اور لو کا یہ حال ہے کہ زمین کا ذرہ ذرہ، ایک ایک پتھر انگارہ بنا ہوا ہے۔ اور اس میں اونٹوں کو ہانکے جا رہے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پوچھتے ہیں کہ اس وقت کیوں گھر سے نکلے؟ بولے صدقہ کے دو اونٹ چھوٹ گئے تھے۔ میں نے خیال کیا کہ ان کو چراگاہ تک پہنچا دوں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ایک موقعہ پر بلایا اور صدقہ کے اونٹ آئے ہوئے تھے، گرمی سے بچنے کے لیے سر پر چھتری کی جگہ چادر ڈال لی اور تپتی ہوئی زمین پر کھڑے ہوئے ہیں۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ایک ایک اونٹ کا حلیہ اس کی عمر، اس کے دانت، اس کی ساری ہسٹری قلمبند کروا رہے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ حضرت علی نے ان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی لڑکی نے حضرت موسیٰ علیہ

السلام کی نسبت کہا تھا 'اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِیْنُ' ۔ لیکن وہ قوی اور امین کون ہیں؟ یہ ہیں۔ کہ بیت المال کی امانت ہیں یہ اونٹ ان کی حفاظت، امانت کی حفاظت کس طرح کی جارہی ہے۔

ایک دن صدقہ کے اونٹوں کو خود تیل مالش کر رہے ہیں۔ کسی نے عرض کیا اے امیر المؤمنین! کسی غلام کے متعلق یہ کام کر دیا ہوتا۔ فرمایا مجھ سے بڑھ کر کون غلام ہوسکتا ہے۔ جو مسلمانوں کا والی ہے وہ مسلمانوں کا غلام ہے۔ جب حضرت امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے قویٰ نے جواب دے دیا، مالک سے موت مانگ رہے ہیں۔ 'اَللّٰھُمَّ کَبُرَتْ سِنِّيْ وَضَعُفَتْ قُوَّتِيْ وَانْتَشَرَتْ رَعِیَّتِيْ' کہ اے خدا! میری عمر اب زیادہ ہوگئی۔ قویٰ نے جواب دے دیا۔ رعایا دور دور تک پھیل گئی۔ مجھے اسی حال میں اٹھالے۔

موت مانگ رہے ہیں۔ کہ جب میں کام نہیں کرسکتا، اس کا اہل نہیں رہا، کام کے لائق نہیں رہا، اپنے لئے مالک سے موت مانگ لی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اس قدر فکر رہتا تھا اپنی رعیت کا کہ منبر پر ہیں، مؤذن اقامت کہہ رہا ہے اور کسی اور سے امیر المؤمنین بازاروں کا بھاؤ پوچھ رہے ہیں کہ کسی پر کوئی ظلم نہ ہو۔ ہمارے بازار میں کسی کو دھوکہ اور تکلیف نہ پہنچے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ بازار کا گشت فرما رہے ہیں۔ کھجور کی دکان پر ایک باندی کو دیکھا کہ وہ رو رہی ہے۔ پوچھا 'کیا بات ہے؟ کیوں روئی؟'۔ وہ کہنے لگی کہ ایک درہم کی کھجور اس دکاندار نے مجھے فروخت کی لیکن میرے مالک نے مجھے واپس کرنے کے لیے بھیجا کہ درہم واپس لے آؤ اور یہ کھجور انہیں واپس کردو اور یہ لینے کے لیے تیار نہیں ہے۔ امیر المؤمنین خود سفارش فرما رہے ہیں دکاندار سے کہ بھئی یہ کھجور واپس لے لو درہم واپس کردو۔

جواب میں دکاندار دھکا دیتا ہے 'پرے ہٹ!' کہ دو کے جھگڑے میں جھگڑا چکانے کے لیے آپ کہاں سے آگئے۔ کسی نے دکاندار کو اشاروں سے دبی زبان میں سمجھایا کہ ارے یہ تو امیر المؤمنین ہیں، اس نے جھٹ سے درہم واپس دے دیا۔ کھجور واپس رکھ لی اور ان سے معافی مانگتے ہوئے دکاندار کہتا ہے کہ آپ مجھ سے راضی ہو جایئے۔ خوش ہو جایئے۔ میں نے آپ کو ناراض کیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ لوگوں کا حق پورا پورا دو گے، تم لوگوں سے مجھ سے زیادہ خوش اور کون ہوگا۔ امیر المؤمنین کی کوئی ادنی علامت بھی، نہ کپڑوں سے، نہ لہجہ سے، نہ زبان سے، نہ کلام سے، کسی بھی چیز سے وہ احساس نہیں کر پایا۔ اس طرح رہتے ہوئے ہمارے اکابر اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے زندگیاں گذاریں کہ وہ نہیں پہچان پایا کہ یہ امیر المؤمنین ہیں۔

اعتکاف

اسی لئے یہ جو اعتکاف ہوتا ہے وہ ہوتا ہی اس لئے کہ ہم ابلیس کو ایک کک ماردیں اور ہم اپنے ہوائے نفس کے اوپر پیر رکھ دیں۔ انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے یہ اعتکاف۔ رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت سے پہلے یہ اعتکاف جاری ہے۔ اور وہ اعتکاف کتنا نرالا ہے کہ آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ کی بستی سے جتنے دور جاسکتے تھے وہاں جبل نور پر تشریف لے جاتے ہیں۔ غارِ حراء میں اعتکاف فرماتے ہیں اور یہ اعتکاف تو چند دنوں کا ہے۔ حالانکہ اعتکاف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کئی کئی مہینوں کا ہوتا۔

اسی لئے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب جنگ جمل سے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے انتظام کے تحت واپس آرہی ہیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے پوچھا کہ آپ کے لیے واپسی کا انتظام کہاں کے لیے میں کروں؟ ارشاد فرمایا کہ مجھے مکہ شریف جانا

ہے۔ مکہ شریف پہنچ کر مکہ مکرمہ سے باہر کوہِ ثبیر پر ٹھہر گئیں۔ جس کو دیکھ کر قربانی کے گوشت کے لیے اہلِ مکہ کہا کرتے تھے 'اَشْرِقْ ثَبِیْرُ، اَشْرِقْ ثَبِیْرُ کَیْ مَا نُغِیْرُ'۔ کہ کب صبح کا تڑکا ہو اور سورج روشن ہو کہ ہمیں قربانی کا گوشت ملے۔ اس کے انتظار میں 'اَشْرِقْ ثَبِیْرُ، اَشْرِقْ ثَبِیْرُ'۔ ثبیر پہاڑ پر سورج کی کرنیں کب پڑتی ہیں، اس کا نظارہ کرنے کے لیے اہلِ مکہ دیکھا کرتے تھے۔ وہاں آپ معتکف ہو گئیں۔

اللہ تعالیٰ اس اعتکاف کو ہماری زندگی کی تبدیلی کا ذریعہ بنائے کہ ہم نے اب تک ساری زندگی نفس کی غلامی میں گذاری۔ اب ہم صحابہ کرام کے غلام بن کر ان کا اتباع کریں۔ ان کے جیسے بننے کی کوشش کریں۔ ان کے حالات پڑھیں۔ انہی حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے نفس کشی کے طریقے ہمارے اکابر نے سیکھے۔ اور اپنے اندر ان صفات کو پیدا فرمایا اور پھر یہ رذائل اور گندی صفات کیسے دور کی جائیں اس، کے لیے ہمیں رستہ بتایا کہ کیسے ہم اپنے اند رسے ان صفاتِ رذیلہ کو زائل کریں۔

انانیت

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی اس پر بہترین کتاب 'تبلیغِ دین' ہے۔ تصوف کی کوئی کتاب اگر طالب علمی کے زمانے میں بیعت ہونے سے پہلے میں نے پڑھی ہے، یہ تبلیغ دین ہے۔ اللہ تعالیٰ نفوس کی غلامی سے ہمیں نجات دے۔ ہمارا تو اٹھنا بیٹھنا اقوال و اعمال، حرکت و سکون ہر چیز سے نحوست ٹپکتی ہے، بدبو پھیلتی ہے۔ جیسا کہ جھوٹ کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جھوٹ کے کلمے کی وجہ سے فرشتہ میلوں دور بھاگ جاتا ہے۔

زبان سے وہ جھوٹ نکلا اور فرشتہ نے بدبو محسوس کی جو ہر وقت ہمارے ساتھ رہنے کے پابند ہیں فرشتے وہ اس کی بدبو کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ میلوں دور بھاگ جاتے ہیں۔ ہم ایک ایک اپنے رذیلے کو اپنے اندر محسوس کریں کہ ہمارے اندر انانیت ہے۔ نام ہی رکھا گیا

’انانیت‘۔ انا یعنی میں۔ ہر جگہ میں۔ بس، اس انانیت سے اللہ ہمیں نکالے اور ہمیں آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا طوق ڈالنے کی کوشش کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

ورنہ جیسا میں نے عرض کیا کہ یہ جو کچھ دنیا میں اس وقت ہو رہا ہے کسی خاص ملک کے لوگ کوئی خاص طبقہ پر ذمہ داری ڈال کر ہم سبک دوش نہیں ہوسکتے۔ ہم میں سے ہر ایک اس کا ذمہ دار ہے۔ ہم میں سے ہر ایک سوچے، ان غضب کے اسباب اور لعنت کے اسباب ہم اپنے اندر سے دور کریں۔ سب سے پہلے ان اکابر نے اس کے گر کو سوچا کہ سب سے پہلے ہم اپنے آپ سے نکلیں۔ ہماری ہر ہر وقت توجہ اور خدمت صرف اپنے نفس کی ہے۔

حضرت مولانا وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ

حضرت مولانا وصیع اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کا قصہ میں نے سنایا تھا۔ جمعہ کے دن تشریف لا رہے ہیں۔ معمول تھا خطبہ سے پہلے اردو میں کچھ بیان فرماتے تھے۔ منبر پر تشریف لا کر فرمانے لگے کہ آج میں سوچ رہا تھا کیا بیان کروں۔ حکیم صاحب صحن میں ملے۔ پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فرما رہے تھے کہ ہوا نے بہت پریشان کر رکھا ہے۔

فرماتے ہیں کہ مجھے ان سے موضوع مل گیا کہ ساری ہلاکت اور بربادی ہماری صرف ہوائے نفس کی وجہ سے ہے۔ اس ہوائے نفس کی وجہ سے ہم عجب میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اپنے آپ ہی کو پسند کرتے ہیں کہ سب دنیا گندی، بدعمل اور میں فرشتہ ہوں۔ فلاں میں یہ برائی ہے، فلاں میں یہ برائی ہے۔ سب کی نظر آئیں گی اور اپنے آپ کو بھول جائیں گے۔ اس عجب سے نجات عطا فرمائے۔

عجب

سب سے پہلا گناہ جو ابلیس نے کیا مالک کی بارگاہ میں وہ عجب ہے۔ اس نے یہ ہی تو دعویٰ کیا کہ میں آدم سے اچھا ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا، اسے مٹی سے پیدا کیا۔ مٹی

تو پیروں میں روندی جانے والی ذلیل چیز ہے۔ اس عجب کے نتیجہ میں پھر آیا کبر، بڑائی۔ اس بڑائی کی وجہ سے وہ راندہ ہوا۔ اس کبر کے نتیجہ میں جو آتا ہے وہ حسد ہے۔ اس سے وہ ملعون و مطرود ٹھہرا۔ کہ یہ آدم کو سجدہ کروایا؟ میں رہ گیا؟ یہ اتباعِ ہویٰ ہے۔ ہویٰ پرستی، نفس پرستی سے اللہ ہمیں نجات دے۔ اللہ عجب اور خود پسندی سے ہمیں نجات دے۔ اللہ تعالیٰ کبر سے ہمیں پاک وصاف فرمائے۔

رمضان المبارک کے پہلے بیان سے میں نے اسی موضوع پر شروع کیا کہ ہمارے اکابر نے ہمیں تواضع سکھائی۔ ان کے واقعات ہم دہراتے رہے۔ یہی ایک بیماری اس سے ہم نجات پالیں۔ کاش کہ ہم اس سے نجات پالیں۔ یہ اعتکاف ہوتا ہی اسی لئے ہے کہ اپنے نفس پر پیر رکھ دے، کہ نہ کھانے کی طرف ہمیں بلا سکے، نہ پینے کی طرف بلا سکے، نہ راحت کی طرف ہمیں بلا سکے۔

جنہوں نے غارِ حراء کی زیارت کی ہے، انہوں نے دیکھا ہوگا کہ پتھر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے مصروف عبادت رہتے تھے۔ اسی لئے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک پوری جماعت کی جماعت انہوں نے اپنے اوپر لیٹنا ہی حرام کرلیا۔ بیٹھے ہی رہتے تھے۔ مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق بھی ایسا ہی منقول ہے۔ ہمیں تو اتنے گھنٹے کے لیے، جتنے گھنٹے راحت کے لیے بتائے جاتے ہیں، اس سے بھی زیادہ عیش سے ہمیں فرصت نہیں۔ جیسے یہ ہمارے اکابر نور اللہ مراقدہم اپنے آپ کو جانوروں سے بدتر سمجھتے تھے۔

حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا تھا مدینہ پاک میں، سڑک پر بیٹھتے ہوئے کہ مدینہ کے کتے اسی طرح ہی بیٹھتے ہیں۔ کتنا اچھا تصور، کتنا اچھا مراقبہ، کتنے اونچے پہنچ گئے ہوں گے اس دن۔ مالکِ مدینہ کی طرف سے کتنا پیار ملا ہوگا۔ صوفی جی کی وصیت تھی کہ میں مرجاؤں، چھوٹی چھوٹی بوٹیاں میرے جسم کی کرکے مدینہ کی بلیاں اور کتوں کی خوراک بنادینا۔ اس کے

نتیجہ میں اللہ عز وجل نے ہمارے اکابر کی زندگیاں ان کے لیے جنت بنادیں۔ان سے ہر جگہ خوشبو ہی خوشبو پھیلی۔مرنے کے بعد بھی پھیلی۔

قبر سے خوشبو

حضرت شیخ قدس سرہ کا بارہا قصہ سنایا کہ حضرت کو دفن کر کے لوٹے، جن کے کپڑوں میں مٹی قبر کی لگی، خوشبو ہی خوشبو پائی گئی۔حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی قبر سے مشک کی خوشبو آتی رہی۔حضرت مولانا موسیٰ بازی روحانی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی مٹی سے خوشبو آتی رہی۔کیوں کہ انہوں نے اپنے بڑوں کا اتباع کیا ان اوصافِ حمیدہ میں اور ان کو دیکھ کر رذائل کو چھوڑا۔اوصافِ حمیدہ کو اپنے اندر پیدا کیا۔

جیسا کہ بغداد کے ایک بزرگ بربہاری ان کی قبر کو زمانے کے بعد کھولا گیا۔لکھا ہے کہ 'فَاحَتْ بِبَغْدَادَ رَائِحَةٌ طَيِّبَةٌ حَتّٰى مَلأَتِ الْمَدِيْنَةِ' کہ قبر کو جیسا ہی کھولا تو سونگھنے کے لیے وہاں کسی کو بھیجنا نہیں پڑتا تھا، پورا شہر بغداد خوشبو سے بھر گیا۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ کے متعلق ایک شخص خواب دیکھتا ہے کہ عائشہ سے جا کر کہو کہ اس جگہ سے مجھے ہٹا دے، جہاں میری قبر ہے۔کہتے ہیں کہ مدتوں کے بعد قبر کو کھولا گیا، جیسا رکھا گیا تھا، اسی حال میں تھے۔اور جو خوشبو انہیں لگائی گئی تھی، اب وہ جنت کی خوشبو کے ساتھ مل کر اَضْعَافاً مُّضَاعَفَةً مہک رہی ہے۔

شہدائے احد

شہدائے احد میں سے حضرت عمرو بن الجموح اور حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ جو دونوں انصاری ہیں سلّمی ہیں، غزوۂ احد کے چھیالیس برس کے بعد ان کی قبر کو کھولا گیا۔جس طرح ابھی دفن کیا ہو، تازہ خون ان کے جسم سے بہہ رہا ہے اور وہ اپنے زخم پر، شہادت کے وقت جہاں زخم لگا تھا، وہاں ہاتھ رکھے ہوئے ہیں۔

جہاں سے خون پھوٹ رہا ہوگا ، ان قبر کھولنے والوں نے ذرا سا ان کا ہاتھ اٹھایا، دوبارہ اپنے آپ وہ ہاتھ وہاں پہنچ گیا جہاں زخم کے اوپر رکھا ہوا تھا اور خون جس سے بند تھا۔لکھا ہے کہ 'فَأُمِيطَتْ يَدُهُ عَنْ جَرْحِهِ فَرَجَعَتْ كَمَا كَانَتْ'۔کیا کیا آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے احوال ہیں کیا ان کی زندگی میں، کیا ان کے مرنے کے بعد۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں اپنے عامل کو لکھ رہے ہیں کہ احد کی طرف پانی کا چشمہ لے جانا ہے۔ عامل نے لکھا کہ شہدائے احد کی قبروں سے گذر کر یہ پانی کا چشمہ پہنچایا جاسکتا ہے۔ چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا کہ بالکل ایسا کرلو۔لکھا ہے روایت میں کہ 'سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُولُ رَأَيْتُهُمْ يُخْرَجُونَ عَلَىٰ رِقَابِ الرِّجَالِ كَأَنَّهُمْ رِجَالٌ نُوَّامٌ'۔

کہ ایک ایک قبر سے قبر والے کو اٹھا کر نکالا جارہا ہے کندھوں پر اس طرح کہ جیسے سوئے ہوئے آدمی کو ہم اٹھا رہے ہیں، اس کیفیت میں تھے۔ یہاں تک کہ ایک قبر کھولتے وقت کوئی پھاوڑا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پیر مبارک میں لگ گیا، 'فَانْبَعَثَتْ دَمًا'، وہاں سے خون جاری ہوگیا۔ برسہا برس کے بعد خون بھی اسی طرح جسموں میں موجود۔

روضہ پاک

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ کے گورنر رہے ہیں بنو امیہ کی طرف سے۔ وہ تہجد کے وقت سب سے پہلے مسجد نبوی کی طرف بڑھے۔ انہوں نے خوشبو ہی خوشبو سونگھی۔ سارا علاقہ معطر تھا اور خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ جیسے مسجد نبوی کی طرف بڑھ رہے ہیں، خوشبو اور زیادہ ہوتی چلی جارہی ہے۔ جب مواجہہ شریف کے قریب پہنچے، دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ شریفہ، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ شریفہ کی ایک دیوار گرگئی ہے۔ اس سے یہ سارا مدینہ معطر ہے اور خوشبو پھیل رہی ہے۔ دیوار گری اور

ایک سوراخ نظر آیا جس میں سے پیر مبارک، قدم مبارک سب دیکھ رہے ہیں۔
پہلے سمجھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک ہے۔ پھر بعد میں غور سے دیکھا گیا، بتایا گیا کہ یہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پیر کا انگوٹھا نظر آ رہا تھا۔ 'فَأَصَابَهَا شَيْءٌ فَدَمِيَتْ'، دیوار کے گرتے وقت کوئی جھٹکا پیر مبارک پر لگا، پیر بھی خون آلود ہو گیا، خون رسنے لگا۔ فَدَخَلَ عُرْوَةُ الْبَيْتَ فَاِذَا الْقَدَمُ قَدَمُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَقَالَ لِعُمَرَ لاَ تَفْزَعْ هِيَ قَدَمُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ. فَأُمِرَ بِالْجِدَارِ فَبُنِيَ وَرُدَّ عَلىٰ حَالِهِ۔

مشک کی خوشبو

عبداللہ بن غالب الحرانی رضی اللہ عنہ کے دفن کا قصہ لکھا ہے۔ لَمَّا دُفِنَ اَصَابُوْا مِنْ قَبْرِهِ رَائِحَةَ الْمِسْکِ ۔ کہ ان کی قبر کی مٹی سے مشک کی خوشبو سب نے پائی۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو بقیع میں دفن کیا گیا، دفن کے وقت سب نے محسوس کیا 'وَكَانَ يَفُوْحُ عَلَيْنَا الْمِسْکُ' ۔ یہ محسوس فرما کر انہوں نے دیکھا کہ اس میں تو مشک کی خوشبو ہے۔ اَخَذَ اِنْسَانٌ قُبْضَةَ تُرَابٍ مِنْ تُرَابِ سَعْدٍ ۔ حضرت سعد کی قبر کی مٹی سے ایک مٹھی بھر لی اور لے آئے۔ اور مدت کے بعد جب دیکھتے ہیں ' فَاِذَا هِيَ مِسْکٌ' ۔ اس میں مسک کی خوشبو پائی گئی۔

ابن الجزری نے اپنی تاریخ میں ۲۷۶ھ کا قصہ لکھا ہے کہ بصرہ میں کہیں قبریں کھل گئیں۔ دیکھا کہ سات اللہ والوں کی قبریں ہیں اور ان تمام کے کفنوں سے مشک کی خوشبو مہک رہی ہے، 'وَاَكْفَانُهُمْ يَفُوْحُ مِنْهَا رَائِحَةَ الْمِسْکِ' ۔ وہ بالکل اسی طرح ہیں، جس طرح وہ سوئے ہوئے ہیں۔ کسی کی تو آنکھ بھی کھلی ہوئی ہے ۔ دیکھا کہ وہ نوجوان ہیں۔ بال بھی خوبصورت ان کے اسی طرح ہیں اور ان کی سرمگیں آنکھیں اسی طرح ہیں، جس طرح سرمہ لگایا ہوا ہے۔ اللہ اکبر۔ ان ساتوں قبروں والوں سے وَاَكْفَانُهُمْ يَفُوْحُ مِنْهَا رَائِحَةَ

الْمِسْکِ‘۔

پھولوں کا ہار

ابوبکر بن الخطیب اپنی سند سے بیان کرتے ہیں محمد بن مخلد دُوری جو حافظ حدیث ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ میری ماں کا انتقال ہوگیا میں انہیں دفن کرنے لگا۔ جو قبر ہم کھود رہے تھے، برابر میں ذرہ سی مٹی ہٹی۔ نظر آنے لگا کہ یہ بھی پڑوس میں کوئی قبر ہے۔ وہاں دیکھا گیا ’فَاِذَا رَجُلٌ عَلَیْهِ اَكْفَانٌ جُدَدٌ‘، جو سوراخ کھل گیا، اس میں سے ہم نے دیکھا کہ بالکل نیا کفن پہنے ہوئے کوئی بزرگ ہیں ’وَعَلٰی صَدْرِهِ طَاقَةُ یَاسِمِیْنَ طَرِیًّا‘۔

اوہو! پھولوں کا ایک گچھ ان کے سینے پر رکھا ہوا ہے۔ کہتے ہیں ’فَأَخَذْتُهَا فَشَمَمْتُهَا فَاِذَا هِيَ اَزْكٰی مِنَ الْمِسْكِ‘۔ کہ میں نے لیا اور سونگھا، مشک سے بھی زیادہ خوشبودار ہے۔ کہتے ہیں کہ میرے ساتھ رفقاء تھے ان سب نے اس کو سونگھا۔ پھر ہم نے اس کو واپس قبر میں رکھا اور قبر کو بند کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے رذائل کو دور فرمائے، گندگیوں سے ہمیں پاک صاف ہونے کی توفیق دے۔

یہ اعتکاف کی توفیق مل جانا اللہ عز وجل کی بڑی نعمت ہے۔ مردوں کو بھی مساجد میں اعتکاف کرنا چاہئے، خواتین کو بھی اپنے گھروں کے کسی کونے میں اعتکاف کرنا چاہئے کہ اسی ایک جگہ کھانا، پینا، سونا، نماز، سحری افطار سب وہیں پر ہو۔ اور چوبیس گھنٹے جتنا زیادہ سے زیادہ ہو سکے اس اخیر عشرہ کے دن اور راتوں میں اپنے آپ کو عبادت میں مشغول رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ان مبارک ایام کی برکت اور مبارک ایام کی دعاؤں اور رونے دھونے سے اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کے حال پر رحم فرمائے۔

Kensington Tower کے متاثرین کے لیے دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کو صبر دے، حوصلہ دے۔ اگرچہ وہاں کے ساکنین اور رہائش پذیر حضرات کے بارے میں بہت مایوس کن

حد تک کی خبریں ہیں۔ کتنے اپنی جانیں کھو بیٹھے۔ کتنے مجروح ہیں اور زخمی ہیں۔ اور بہت تعجب ہے کہ منٹوں میں ایسا عظیم الشان ٹاور جل کر خاک ہو جاتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ رحم فرمائے۔ انسانی یا آسمانی ان تمام حوادث سے دنیا بھر میں انسانوں کو محفوظ رکھے اور جو لٹے پٹے بچے ہوں اور کہیں اسکولوں میں اور دوسری پناہ گاہوں میں محفوظ ہیں، ملک کے تمام باشندوں پر فرض ہے کہ ہر طرح ان کی جانی مالی امداد کی جائے۔

اور جیسا کہ چیرٹی کمیشنر نے خطرہ ظاہر کیا کہ اس موقعہ پر بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ بہت جعلی قسم کی امدادی جماعتیں بھی اپنے آپ کو امدادی ظاہر کر کے اپنا کام کر رہی ہیں۔ اس سے نجات کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ خود ذاتی طور پر وہاں پہنچنے کی کوشش کی جائے تاکہ امداد صحیح مستحقین کے ہاتھوں میں ہاتھ پہنچائی جائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان مجروحوں مظلوموں کی مدد فرمائے اور روئے زمین پر اپنی رحمت کی بارشیں برسائے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ

اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ

اَللّٰهُمَّ تَجَاوَزْ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ

اَللّٰهُمَّ فَرِّجْ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ

اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ

۲۱/رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

بسم الله الرحمن الرحیم

بشارت صادقہ

ہم لوگ ہر ختم بخاری کے جلسے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں ایک قصہ سنتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ خواب میں دیکھتی ہیں وہ بشارت سناتے ہیں کہ آپ کے نابینا بیٹے کو اللہ تعالیٰ نے بینائی عطا فرمادی اور وہ بیدار ہوتے ہی اپنے بیٹے کو ٹٹولتی ہیں۔ یہ بشارت صادقہ تھی اور سچ مچ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بینائی واپس آچکی تھی۔

حضرت مولانا ابراہیم ڈیسائی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جیسے ہمارے ایکسیڈنٹ کے شہید علمائے کرام میں سے حضرت مولانا ابراہیم ڈیسائی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ سنایا تھا کہ سرطان کی، کینسر کی بیماری اور تکلیف کی وجہ سے گھر والے مایوس ہو چکے ہیں اور وہ خواب دیکھتے ہیں کہ حکیم الامۃ حضرت تھانوی قدس سرہ تشریف لائے اور ان کے پیٹ پر اپنا دست مبارک پھیرتے ہوئے پڑھتے رہے اور دم فرمایا۔ آنکھ کھلی، وہ کینسر سارا کافور ہو چکا تھا۔ جب بدعت، کفر اور شرک جیسی ظلمتیں ہمارے اکابر کے

دم سے کافور ہو جاتی تھیں، پھر بے چاری یہ بیماری کی حیثیت کیا ہوتی ہے۔

حکیم الامۃ حضرت تھانوی قدس سرہ

حضرت تھانوی قدس سرہ خواب میں دم فرماتے ہیں، خواب کے دم میں اتنا دَم ہے کہ کینسر جیسا مرض کافور ہو جاتا ہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ حکیم الامہ حضرت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبین اور عشاق میں سے ہیں اور عاشق ہر چیز میں اپنے معشوق جیسا بننے کی کوشش اور تمنا کرتا ہے۔ پھر مالک اور خالق معشوق کے اوصاف اس عاشق میں منتقل فرماتا رہتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیماروں کو شفایاب فرماتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور حیات طیبہ میں بھی اور حیات طیبہ کے بعد خواب کے ذریعہ بھی۔ اسی سے ملتا جلتا حضرت تھانوی قدس سرہ کا یہ قصہ ہے اور یہ عظیم کرامت ہے کہ حضرت مولانا ابراہیم ڈیسائی صاحب کو اللہ نے شفا عطاء فرمادی۔ یہ امت میں منتقل ہوتا ہے۔ صدیوں پہلے اسی طرح کے واقعات آپ کو ملتے چلے جائیں گے۔

یعقوب بن یوسف الفسوی رحمۃ اللہ علیہ

ایک بہت بڑے محدث ہیں، حافظ حدیث ہیں یعقوب بن یوسف الفسوی۔ مِمَّنْ جَمَعَ وَصَنَّفَ مَعَ الْوَرْعِ وَالنُّسُکِ وَالصَّلَابَۃِ فِی التَّمَسُّکِ بِالسُّنَّۃِ۔ طریق نبوی کو مضبوطی سے پکڑنے والے اور انتہائی متورع اور زاہد اور عابد مانے جاتے تھے۔ اتنے بڑے طالب حدیث کہ ایک ہزار سے زیادہ مشائخ کی خدمت میں پہنچے، حاضری دی اور ان سے احادیث سنیں اور کتابوں میں جمع کیں۔

عبدان بن محمد مروزی ان کے انتقال کے بعد انہیں خواب میں دیکھتے ہیں تو پوچھتے ہیں کہ 'مَافَعَلَ اللّٰہُ بِکَ؟' کہ اللہ نے تمہارے ساتھ کیا کیا؟ یعقوب بن سفیان جواب دیتے

ہیں کہ 'غَفَرَ لِیْ وَ أَمَرَنِیْ اَنْ أُحَدِّثَ فِی السَّمَاءِ كَمَا كُنْتُ أُحَدِّثُ فِی الْاَرْضِ'۔ کہ اللہ نے میری مغفرت فرمادی اور مجھے حکم دیا کہ جیسے تم دنیا میں مسند حدیث پر بیٹھ کر درسِ حدیث دیتے تھے، اب یہاں آسمان میں یہ سلسلہ جاری رکھو۔

مالک کی طرف سے یہ اعزاز عطا ہوا کہ جیسا درسِ حدیث تمہارا دنیا میں تھا آسمان میں بھی ہم تمہارے لئے درس گاہِ حدیث بناتے ہیں۔ اور یہ کیوں نہ ہو جب کہ خالق کائنات، رب الارباب، خالق اور مالک عز اسمہ جل شانہ کے محبوب آقائے نامدار سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ان پر نظرِ عنایت تھی طالب علمی کے زمانہ میں۔

کیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ عنایت تھی؟ وہ خود اپنا حال بیان فرماتے ہیں کہ میں بہت سفر کرتا تھا۔ یہاں جارہا ہوں، وہاں جارہا ہوں۔ یہاں محدث سے ملا۔ کسی نے بتایا کہ اتنے میل دور دوسری بستی میں فلاں ہیں وہاں پہنچتا۔ 'فَكُنْتُ اُدْمِنُ الْكِتَابَ لَيْلاً وَ أَقْرأُ نَهَارًا' کہ رات دن لکھنا پڑھنا یہی میرا مشغلہ تھا۔

ایک دفعہ جب کہ سردیوں کی راتیں تھیں۔ رات کا وقت تھا۔ میں چراغ کے سامنے بیٹھ کر لکھ رہا تھا۔ اچانک اٹیک ہوا نزولِ ماء کا۔ آنکھ میں پانی اتر آیا۔ اب نہ میں دیکھ سکتا ہوں، نہ پڑھ سکتا ہوں، نہ لکھ سکتا ہوں۔ اس کا رونا ایک طرف۔ دوسرا میں مسافر ہوں۔ اپنے وطن سے، اہل سے دور ہوں۔ 'فَبَكَيْتُ عَلٰى نَفْسِیْ لِاِنْقِطَاعِیْ عَنْ بَلَدِیْ وَعَلٰى مَا فَاتَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ'۔ کہ میں مسلسل روئے جارہا ہوں۔

اسی میں، یا تو ان کا مکاشفہ ہوگا، بیداری میں دیکھا ہوگا بھائی خالد منیار کی طرح سے، یا سچ مچ تھکے ہارے آنکھ لگ گئی ہوگی۔ فرماتے ہیں کہ 'فَغَلَبَتْنِیْ عَيْنَایَ' میری آنکھ لگ گئی۔ فَنُمْتُ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِی النَّومِ، فَنَادَانِیْ يَا يَعْقُوْبُ!'۔ کتنے بڑے خوش قسمت کہ ابھی تو رونا شروع کیا ہے، بینائی ابھی چلی گئی ہے، ابھی رو رہے ہیں اور مشاہدہ میں یا خواب میں دیکھتے ہیں، آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پکار رہے ہیں۔ 'یَا یَعْقُوبُ !' ۔اللہ کرے کہ ہمارے نام کی بھی پکار دربارِ نبوت سے ہم سن پائیں۔

'فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ، فَنَادَانِيْ' ۔کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پکارا۔ 'یَا یَعْقُوبُ! لِمَا اَنْتَ بَكَيْتَ؟' یعقوب! تم روتے کیوں ہو؟ 'فَقُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ ذَهَبَ بَصَرِيْ فَتَحَسَّرْتُ عَلىٰ مَافَاتَنِيْ' ۔کہ یارسول اللہ! میری بنائی چلی گئی میرا تو سب کچھ چلا گیا۔اس حسرت میں میں رو رہا ہوں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ 'اُدْنُ مِنِّيْ'۔

حضرت شیخ قدس سرہ

جیسے میں نے حضرت شیخ قدس سرہ کو دیکھا تھا جس زمانہ میں میری گردن ٹوٹی ہوئی تھی۔ ڈاکٹروں نے بتایا کہ یہ ٹوٹی ہوئی ہے اس کا فلاں منکا اپنی جگہ سے ہٹا ہوا ہے، فلاں ٹوٹ گیا ہے۔ پہلے گردن کا پٹہ سپنج والا دیا۔اس سے کام نہیں چلا پھر پلاسٹک والا ہمیشہ کے لیے مستقل ڈاکٹروں نے دے دیا۔اسی میں میں سبق پڑھا رہا ہوں۔

ایک دفعہ رات کو خواب دیکھتا ہوں۔کوئی کار دار العلوم کے گیٹ سے، آگے مکان کے سامنے آکر رکی۔ میں بھاگا ہوا گیا، حضرت شیخ قدس سرہ ڈرائیور کے برابر والی سیٹ پر سوار ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت میں بھی چلتا ہوں۔حضرت شیخ نے اس طرح محبوبوں کے انداز میں جواب دیا 'نہیں'۔اس سوال وجواب سے ہٹ کر کے پھر حضرت میری گردن پر جو پٹہ بندھا ہوا تھا پلاسٹک کا، اس کے متعلق پوچھتے ہیں کہ 'یہ کیا؟' میں نے عرض کیا کہ یہ میری گردن میں تکلیف ہے۔اتنا سنتے ہی اشارہ ہوگیا 'اُدْنُ مِنِّيْ'۔

زبان سے نہیں، گردن نیچے کی طرف فرما کر اشارہ فرمایا 'اُدْنُ مِنِّيْ'۔ مجھ سے قریب ہوجاؤ۔ اور تھوڑی دیر پڑھتے رہے پھر دَم فرمادیا۔ جب میں اٹھا ہوں خواب سے، ساری

تکلیف کافور۔ اگلے دن بغیر پٹے کے میں نے جا کر پڑھایا طلبہ کو۔ اور تھوڑی دیر پڑھا کر میں نے طلبہ سے پوچھا کہ آپ پوچھتے کیوں نہیں کہ آپ کا پٹہ کدھر گیا۔ کہنے لگے ہاں ہم سوچ تو رہے تھے کہ شاید آپ بھول گئے؟ میں نے پوچھا نہیں میں بھولا نہیں۔ پھر میں نے ان کو یہ خواب سنایا۔

اسی طرح یہ یعقوب محدث کی بینائی چلی جاتی ہے۔ رو رہے ہیں۔ 'فَنُمْتُ فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ النَّومِ، فَنَادَانِيْ يَا يَعْقُوْبُ! لِمَا اَنْتَ بَكَيْتَ؟' تم کیوں رو رہے ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری بینائی چلی گئی ہے۔ جو کچھ مجھ سے فوت ہو گیا تو یہ نقصان مجھے رلا رہا ہے۔ 'فَقَالَ لِيْ' مجھ سے ارشاد فرمایا 'أُدْنُ مِنِّيْ'۔ مجھ سے قریب ہو جاؤ۔ 'فَدَنَوْتُ مِنْهُ'۔

میں جب قریب ہو گیا، 'فَأَمَرَّ يَدَهُ عَلىٰ عَيْنَيَّ كَأَنَّهُ يَقْرَأُ عَلَيْهِمَا' کہ دست مبارک، پیارے پیارے ہاتھ مبارک میری آنکھوں پر پھیر رہے ہیں۔ میں سمجھ رہا ہوں کہ کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ بھی رہے ہیں۔ 'ثُمَّ اسْتَيْقَظْتُ فَأَبْصَرْتُ'۔ جب میری آنکھ کھلی، میری بینائی واپس آ چکی تھی۔ ہم نے اپنے دل کی آنکھیں کور کر رکھی ہیں۔ ان پر سلائیاں پھیر کر خود ہی ہم نے ان آنکھوں کو پھوڑ دیا ہے گناہ کرتے کرتے۔ یہ روشن آنکھیں اللہ نے دی تھیں ہم نے اپنے ہاتھوں پھوڑ دیں۔

ترک آداب ومستحبات

شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں 'مَنْ تَهَاوَنَ بِالآدَابِ عُوْقِبَ بِحِرْمَانِ السُّنَّةِ، وَمَنْ تَهَاوَنَ بِالسُّنَّةِ عُوْقِبَ بِحِرْمَانِ الْوَاجِبَاتِ، وَمَنْ تَهَاوَنَ بِالْوَاجِبَاتِ عُوْقِبَ بِحِرْمَانِ الْفَرَائِضِ، وَمَنْ تَهَاوَنَ بِالْفَرَائِضِ خِيْفَ عَلَيْهِ' ۔ کہ آخری فرائض کے چھوٹنے کے بعد تو وہ دیا ایمان کا کب بجھ جائے اس کا خطرہ رہتا

ہے۔ اللہ ساری امت کی اس سے حفاظت فرمائے۔

جو آداب اور مستحبات کو چھوڑتا ہے، 'عُوقِبَ بِحِرْمَانِ السُّنَّةِ'۔ یہ ہم نے چھوڑا، مالکِ بے نیاز کی طرف سے فرشتہ ایک عقاب اور عذاب ہم پر مسلط کرتا ہے کہ اس سے اوپر والی چیز چھین لی جاتی ہے۔ مستحب کو ہم نے چھوڑا، مالک کہتا ہے میرے محبوب کی سنت پر میں تجھے اب عمل نہیں کرنے دوں گا، وہ چھین لوں گا۔ اور سچ مچ ہر شخص اپنے گریبان میں غور کرے، یہی پائے گا۔

یہ ہمارے اکابر کے بنائے ہوئے ملفوظات نہیں ہوتے وہ الہامی ہوتے ہیں۔ شاہ عبد الرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کیسا زبردست الہامی ارشاد ہے کہ جو مستحبات اور آداب میں سے کسی ادب کو چھوڑتا ہے، ایک مستحب کو چھوڑے گا، اسے سزا ملے گی اور سزا میں سنت اس سے چھین لی جائے گی۔

آج کل ان تمام آداب اور مستحبات اور سنتوں کو لغو کہا جاتا ہے کہ اس کی یہ حدیث ہے لیکن! یہ ہماری تحقیق کے مطابق یہ ثابت نہیں ہے۔ کیا سمجھ رکھا ہے۔ کتنے بڑے بڑے جلیل القدر ائمہ ان پر عمل پیرا رہے۔ ایسے مستحبات اور آداب اور ایسی سنتیں جن پر اب تک اجماع رہا، ان میں سے کسی کو 'محض مستحب' کا نام دے کر، کسی کو 'سنن زوائد' کا نام دے کر ان تمام دولتوں سے امت کو محروم کیا جارہا ہے۔ دینِ اسلام کو ڈھانے کی، گرانے کی سازش ہے۔

حضرت شاہ عبد العزیز صاحب فرماتے ہیں کہ جو کسی ادب کو چھوڑے گا، خدا اسے سزا دے گا سنت اس سے چھین لی جائے گی اور جو سنت کو چھوڑے گا، اس سے اوپر کی دولت، واجبات اس سے چھین لئے جائیں گے۔ اور جو واجب میں سستی کرے گا اور چھوڑے گا اس سے فرائض میں کوتاہی اور تہاون شروع ہوجائے گا اور اس کو چھوڑنا شروع کرے گا۔ پھر فرائض اور ارکان کے چھوٹ جانے کے بعد رہ کیا جاتا ہے۔ ایک ایمان کا دیا ہے وہ پھر بجھ جاتا ہے۔ **اللھم احفظنا منه**۔

اب یہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیسے نبض پر ہاتھ رکھا کہ آداب چھوٹتے ہیں پھر اس کی سزا میں سنتیں چھڑا دی جاتی ہیں پھر اس کی سزا میں واجبات کا ترک ہونے لگتا ہے۔ پھر واجبات کے بعد فرائض کا ترک ہونے لگتا ہے۔ نہ نماز کی پابندی، نہ وقت کی پابندی، نہ قضا، نہ ادا کا کچھ خیال۔ یہاں تک پہنچنے کے بعد تو پھر ایمان کی رسی ہے وہ بھی ہاتھ سے چھوٹ جاتی ہے۔

اکابرین کی قدردانی

اللہ تعالیٰ ہمیں عقل دے کہ ہم اپنے اکابر کو پہچانیں کہ وہ کیا تھے۔ جب ہم ہمارے اکابر کو جن کو ہم نے دیکھا ان کو نہیں پہچان سکے، پھر خیرالقرون کے لوگوں کو اور صحابہ کرام کے مرتبہ کو کیسے پہچانیں گے کہ وہ کیا تھے۔ پھر نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا پہچان پائیں گے۔ جو اس سے محروم وہ معرفت کے حصول کے لیے سر پھوڑتا رہے غاروں میں اور پتھروں میں۔ کہاں کی معرفت، کیسی معرفت۔ نیچے سے یہاں سے پہلی سیڑھی سے مسئلہ خراب ہونے لگتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اکابر کی ہمیں قدر عطا فرمائے۔ ہمارے خلفائے اربعہ، ائمہ اربعہ، سلاسلِ اربعہ، ان کے ائمہ، ائمہ شریعت، ائمہ طریقت سب کی قدردانی کی ہمیں توفیق دے۔ میں عرض کرتا رہتا ہوں کہ ہمارے اکابر کے حالات ایک جیسے ہیں۔ ایک واقعہ ابھی ہمارے اکابر کا ہم سنتے ہیں کتابوں میں پڑھتے ہیں، پیچھے چلے جائیے۔ ایک صدی پہلے اس طرح کا واقعہ آپ کو ضرور ملے گا۔ دو صدی پہلے ضرور ملے گا۔ ایک تسلسل ملے گا آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر اب تک۔ کیوں کہ یہ دین قیامت تک کے لیے مسلسل ہے۔

حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ

بڑے حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے وفات کے حالات میں لکھا

ہے کہ آپ نے وفات سے قبل اپنا سارا سامان حتی کہ بدن کے کپڑے تک وصیت اور ہبہ کے ذریعہ دوسروں کی ملک بنادیئے تھے کہ میرے مرنے کے بعد میری وصیت ہے کہ یہ فلاں کو دے دیا جائے، یہ فلاں کے لیے ہدیہ ہے۔حتی کہ اپنا اور اپنے خادم حضرت شاہ عبد القادر صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کے حج کے لئے تیرہ سو کی بڑی رقم جو متعین فرمائی تھی، جب مرض الوصال کا آپ کو احساس ہو گیا ہوگا، وہ رقم بھی تقسیم کروادی۔

نہ گھر کا فکر نہ گھر کے ساز وسامان کا فکر بلکہ بیت اور گھر سے نظر ہٹا کر کے گھر والے اور بیت اللہ گھر کے مالک رب البیت اور خالق البیت اور خالق الخلق کے مراقبہ میں رات دن کے لیے مشغول رہتی تھی۔ اس زمانہ میں یہاں سب جانے کی تیاری ہورہی ہے اور یہ مرض الوصال ہے اس کا اندازہ حضرت کو تو خود ہوگا لیکن خدام کو نہیں تھا کہ اطراف وجوانب میں اطلاع کردیتے کہ اب حضرت کے جانے کا وقت قریب آ گیا۔لیکن اللہ عزوجل اپنے منتخب بندوں کو اس کی اطلاع فرمادیتے ہیں۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ

چنانچہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے خواب دیکھا کہ سورج ڈوب گیا اور دنیا میں اندھیرا چھا گیا۔خواب کے بعد حضرت کی آنکھ کھلی، تہجد کی نماز ادا فرمائی اور فکر مند تشریف فرما ہیں۔ اہلیہ نے پوچھا کہ معمول کے مطابق آپ لیٹتے کیوں نہیں؟ کہ تہجد کے بعد تو آپ کا لیٹنے کا عام معمول تھا۔ معلوم ہوتا ہے آپ کچھ فکر مند ہیں۔

تب خواب بیان کیا اور اس کی تعبیر کے طور پر فرمایا کہ اس کی ایک تعبیر تو یہ ہے کہ حضرت مولانا محمود الحسن مالٹا میں جیل میں ہیں۔ اس آفتاب سے مراد وہ ہے۔ یا دوسرا مجھے اندیشہ یہ بھی ہے کہ کہیں حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری رحمۃ اللہ علیہ کی حالت نازک نہ ہو۔

صبح ہوتے ہی جہاں حضرت رائپوری کا قیام تھا پیلوں۔تبدیلی آب وہوا کے لیے حضرت

کا وہاں قیام تھا، وہاں کے ارادہ سے حضرت سہارنپوری چل پڑے۔ حضرت سہارنپوری کا قیام دوسرے کمرہ میں تھا۔ وہاں لیٹے ہوئے تھے کچھ اندازہ ہوا، حضرت رائپوری کی طبیعت میں کچھ تغیر محسوس فرمایا۔

اپنے کمرہ سے لپک کر حضرت رائپوری کے کمرہ میں پہنچے۔ حضرت رائپوری نے حضرت سہارنپوری کا ہاتھ لے کر اپنے سینہ پر رکھ لیا اور حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ برابر تلاوت میں مصروف ہوگئے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے رائپور اور ہندوستان اور طریقت کا یہ آفتاب وماہتاب اپنے محبوب حضرت سہارنپوری کا ہاتھ اپنی چھاتی پر رکھے ہوئے منٹوں میں غروب ہوگیا۔

حضرت مولانا عبدالرحیم حوالدار صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جیسے یہاں حضرت سہارنپوری نے خواب دیکھا کہ سورج غروب ہوگیا اور فوراً جو تعبیر سوچی اور تشریف لے گئے پیلوں، وفات کے وقت موجود ہیں۔ جنازہ میں موجود ہیں۔ اسی طرح شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ کے ایک مسترشد اور مرید تھے مولانا عبدالرحیم حوالدار تو انہوں نے خواب دیکھا کٹھور میں سورت میں۔

وہ دیکھ رہے ہیں کہ سورج ڈوب گیا۔ ایک کارڈ لیا اور شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہ کی خدمت میں بھیجا۔ یہ کارڈ اس طرف سے سفر کرتا ہوا دیوبند کی طرف بڑھ رہا ہے اور وہاں دیوبند سے حضرت شیخ الاسلام کی وفات کا خط دیوبند سے چل پڑا اور دونوں رستہ میں کراس ہوتے ہیں۔ یہ بزرگوں کے حالات ایک جیسے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ تڑپ اور تمنا اور آرزو کی دعا کی توفیق دے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان جیسا بنائے، ہمارے اکابر طریقت کے رستے پر رکھے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی سنت کی اتباع کی توفیق دے۔ ائمہ اربعہ کے رستہ پر ہمیں زندہ رکھے۔ اللہ ہمارے روزوں کو قبول

فرمائے، اعتکاف کو قبول فرمائے، ذکر و اذکار تلاوت کو قبول فرمائے۔ اکابر کی طرح سے اپنے روزہ کی حفاظت کی ہمیں توفیق دے کہ ہم دینی اور دنیوی کسی منفعت اور فائدہ کے بغیر ہی غیبتیں کر کے اپنی ساری متاع مٹا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی سمجھ دے۔

زبان کی کاٹی ہوئی کھیت

اکابر کے یہاں تو روزہ کی حالت ہوتی تھی کہ انتہائی ضروری کلام کے سوا بولتے ہی نہیں۔ اگرچہ پچھلی شریعتوں میں جو چپ کا روزہ تھا ہمارے یہاں منسوخ ہے۔ لیکن پھر بھی صمت اور سکوت اور چپ رہنے پر رسالے اور کتابیں لکھی گئی ہیں۔ آخر کوئی تو بات ہے کہ اس زبان کی کاٹی ہوئی کھیتیوں کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان سب سے زیادہ اوندھے منہ جہنم میں ڈالے جاتے ہیں اپنی زبانوں کی کاٹی ہوئی کھیتیوں کی وجہ سے۔

قرآن کریم نے 'أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ اَن يَّأْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ' جو ارشاد فرمایا یہ ہر جگہ کے لیے ہے۔ روئے زمین پر کہیں بھی تم ہو، کسی کی غیبت یہ اپنے مردہ بھائی کے گوشت کھانے کے مترادف ہے۔ اور حقیقتاً گویا اتنا بڑا گناہ اور پاپ ہے کہ اس نے اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھایا۔ مالک نے اس گناہ کی کیسی تفسیر بیان فرمائی الامان الحفیظ۔ اور اگر ہم روزہ سے ہوں، روزہ اور غیبت اللہ! اور مسجد اور غیبت اللہ! اعتکاف اور غیبت اللہ!

عام جگہوں پر رہ کر جب ہم اس میں مبتلا ہوں گے، فرشتہ ایک جھوٹ کو سن نہیں پاتا کہ میلوں دور بھاگ جاتا ہے۔ غیبت سن کر فرشتوں کا اور دوسری مخلوق کا کیا حال ہوتا ہوگا اور غیبت کی وجہ سے جو مسجد کی بے احترامی ہوئی کہ حکم کو ہم نے توڑا اور وہ بھی بھائی اور وہ بھی مرا ہوا بھائی اس کا گوشت مسجد میں کھایا اور وہ بھی اعتکاف میں، روزہ میں۔ کتنا المضاعف ہوتا چلا گیا ہمارا یہ گناہ۔

کاش کہ ہم حضرت شیخ قدس سرہ کے اس ارشاد کی قدر کریں کہ میرے پیارو! بات کسی

سے ہرگز نہ کرو۔ ذکر میں مشغول رہو، تلاوت میں مشغول رہو۔ نہ کرسکو تو سو جاؤ۔ کاش ہم اپنے روزوں کو خراب نہ کریں، اپنے اعتکاف کو خراب نہ کریں، مسجد میں خدا کے گھر میں۔

اس کے دربار میں، باری تعالیٰ کے دربار کے آداب کی ہم رعایت کریں، وہاں ثواب کی نعمتیں لوٹنے کی بجائے ہم اپنی نیکیاں بھی کھو رہے ہیں۔ آئے تو تھے کچھ دامن بھرنے کے لیے، کچھ لینے کے لیے اور یہاں جو کچھ پاس تھا وہ بھی لٹ گیا، وہ بھی ہم نے کھودیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ دے، عقل دے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ،

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ،

اَللّٰھُمَّ تَجَاوَزْ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

اَللّٰھُمَّ فَرِّجْ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ،

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلیٰ اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

۲۲؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کی ہماری تمام دعائیں قبول فرمائے، امت کے ہر فرد کی دعائیں قبول فرمائے۔ بالخصوص امت کے حق میں جو دعائیں مانگی گئیں اللہ تعالیٰ تمام دعاؤں کو شرف قبول عطا فرمائے۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ، اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ، اَللّٰهُمَّ تَجَاوَزْ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ، اَللّٰهُمَّ اَكْرِمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم، اَللّٰهُمَّ فَرِّجْ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم۔

حصنِ حصین

دعا کی قبولیت کا مہینہ ہے۔ دن اور رات میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ ہمارے سلاسل میں کہیں حزب البحر، کہیں حزب الاعظم، کہیں مناجات مقبول، کہیں دلائل الخیرات وغیرہ کتابیں اکابر نے تجویز فرمائی ہیں۔ میں جب دورۂ حدیث سے فارغ ہوا، آخری سبق حضرت شیخ قدس سرہ نے بخاری شریف کا پڑھایا اور حضرت سے مکمل بخاری شریف پڑھنے کی سعادت میسر آئی۔ بھائی جان نور اللہ مرقدہ نے اس تقریب کی خوشی میں حصنِ حصین مجھے ہدیہ

فرمائی۔

پھر ہم نے حضرت شیخ قدس سرہ سے اجازت لی جیسا کہ حضرت حکیم الامۃ حضرت تھانوی قدس سرہ نے حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی سے حصنِ حصین کی اجازت لی۔اسی طرح محدث سورتی حضرت مولانا وصی احمد صاحب نے بھی حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب سے اس کی اجازت لی ہے۔اور بھی متعدد اکابر نے جنہیں حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور انہوں نے حضرت سے اس کتاب کی اجازت لی۔

روزہ دار کی دعا

رمضان المبارک میں تو روزہ دار کی دعا قبول ہوتی ہی ہے عام دنوں میں بھی جو مالک کے لیے روزہ رکھے، بہت بڑی عبادت ہے۔ کتنی لمبی عبادت ہے، ماشاء اللہ کہ اس نے مالک کی خاطر کھانا پینا، عیش سب قربان کر دیا، چھوڑ رکھا ہے۔

جس طرح خشوع سے نماز پڑھنی چاہئے ، اللہ تعالیٰ نماز میں خشوع عطا فرمائے۔ ہر عبادت کے وقت خشوع مطلوب ہے۔نماز کی طرح سے روزہ میں بھی خشوع مطلوب ہے۔ چاہے نفل روزہ ہو، فرض روزہ ہو، کسی طرح کا بھی روزہ رکھا ہو، اس میں ہم پورا دن مراقبہ میں رہیں کہ مالک! میں نے تیرے لئے کھانا پینا چھوڑ رکھا ہے۔

کبھی اولاد روٹھتی ہے، ماں کو کتنا فکر ہوتا ہے کہ میرا بیٹا کب کھالے۔ مالک کی رحمت متوجہ ہوتی ہے ہر روزہ دار کی طرف، چاہے رمضان کا روزہ ہو، چاہے غیر رمضان کا روزہ ہو۔ **اَلصَّائِمُ حِیْنَ یُفْطِرُ** کہ روزہ دار جب افطار کرے۔ **حِیْنَ یُفْطِرُ** کا ترجمہ یہ ہے کہ افطار کے وقت کی دعا قبول ہوتی ہے۔مگر دوسری روایت کے الفاظ ہیں ' **اَلصَّائِمُ حَتّٰی یُفْطِرَ**'۔

الفاظ کی یہ تبدیلی اختلافِ روایات پر محمول ہوگی کہ کبھی تو فرمایا '**اَلصَّائِمُ حِیْنَ یُفْطِرُ**'۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے افطاری کے وقت کی فضیلت بیان فرمائی کہ وہ قبولیت کی

گھڑی۔ جو مانگو اس وقت قبول ہو جائے گا اور دوسری روایت میں 'حَتّٰی یُفْطِرَ' ہے۔ اس میں مالک کی رحمتوں کی وسعت کی مثال نہ سمندروں سے دی جا سکتی ہے نہ افلاک کی وسعتوں سے دی جا سکتی ہے۔ مالک کی رحمتوں کے دریا کی وسعت کا کیا کہنا کہ روزہ رکھا اس وقت سے لے کر افطار تک یہ صائم کہلائے گا۔ ہر گھڑی کی دعا قبول ہوتی ہے۔ جو مانگے اللہ اسے دیتا ہے۔

روزہ کی لذت اور اس کا لطف کب ہے جب ہم مراقبہ سے رہیں پورا دن کہ مالک میں نے کھایا نہیں تیری خاطر۔ میں نے تیری ہی وجہ سے کھانا پینا چھوڑ رکھا ہے۔ اسی طرح جب صدقہ کرے، اس وقت کے بارہ میں تصور رہے کہ یہ کتنی مبارک گھڑی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کہتا ہے کہ 'اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّھُمْ' اللہ! کہ اس وقت آپ ان کے لیے دعا فرمایئے کہ آپ کی دعا اور یہ صدقہ دونوں مل کر ان کے لیے باعث سکینہ رہے گا عمر بھر کیلئے، دارین کے لیے، دنیا کے لیے اور آخرت کے لیے۔

حاجی کی دعا

اسی لئے حاجی کے بارہ میں بھی فرمایا کہ 'دَعْوَۃُ الْحَاجِّ حَتّٰی یَصْدُرَ'۔ کہ جب سے اپنے گھر سے نکلا، اس وقت سے دل دماغ میں یہ تصور رہے کہ الٰہی میں نے اپنے وطن کو چھوڑا، بیوی بچوں کو چھوڑا، تیرے گھر کا میں رخ کر رہا ہوں، تیری ذات مجھے چاہئے میں تیری طرف متوجہ ہو رہا ہوں۔ چاہے ابھی احرام باندھا ہو نہ باندھا ہو، لبیک پڑھی ہو نہ پڑھی ہو، بس حج کا سفر شروع ہو گیا، اس کی ہر قدم پر دعا قبول۔

اللہ تعالیٰ نے ہم گناہگاروں کے لیے چھوٹنے کے کتنے سارے رستے رکھے۔ مالک سے مانگ کر ہم فوراً چھوٹ سکتے ہیں۔ کتنے سارے اوقات، کتنی ساری جگہیں، اللہ تعالیٰ مالک کی وسعتوں کے صدقہ امت کی تمام دعاؤں کو قبول فرمائے۔

دعاؤں کی کتابوں میں سے بڑی مشہور کتاب ہے حصن حصین جو علامہ جزری کی تصنیف ہے۔جس دن میرا آخری درس ہوا، درس حدیث حضرت شیخ قدس سرہ نے بخاری شریف ختم کرائی اور ہماری بخاری شریف ختم ہوئی، بھائی جان نور اللہ مرقدہ نے اس فراغت کی خوشی میں مجھے کتاب ہدیہ فرمائی۔ جس پر بھائی جان تحریر فرماتے ہیں 'ہدیہ بتقریب فراغ از دورہ حدیث برائے عزیز یوسف گرامی قدر مولوی حافظ یوسف عافاکم اللہ وسلم۔۲۲ شعبان ۸۷ھ'۔

یہ فراغت کے دن جو کتاب بھائی جان نے عنایت فرمائی پھر اس کے بعد ہم موقعہ کی تلاش میں رہے کہ حضرت فارغ ہوں اور میں کتاب لے کر پہنچوں۔ پھر حضرت کے سامنے میں نے حصنِ حصین کا ابتدائی حصہ حضرت کو پڑھ کر سنایا۔حضرت نے اس کتاب کی اور جمیع مرویات کی اجازت ہم دونوں بھائیوں کو عطا فرمائی۔ اور حضرت کو پھر دلائل الخیرات اور بزرگوں کے سلاسل میں جو جو کتابیں ایسی معروف ہیں ان تمام مرویات کی حضرت نے اجازت ہم دونوں بھائیوں کو عطا فرمائی۔

دعواتِ مستجابہ

اس میں علامہ جزری نے اس کا اہتمام فرمایا ہے کہ آپ نے مستند دعاؤں کو جمع فرمایا ہے اوراس میں وہ تحریر فرماتے ہیں 'اَلَّذِیْنَ یُسْتَجَابُ لَهُمْ دُعَاؤُهُمْ' کہ جن کی دعائیں قبول ہوتی ہیں 'مُضْطَرٌّ' یعنی بے چین ،غمزدہ۔ 'وَالْمَظْلُوْمُ' ستم رسیدہ،جس پر ظلم کیا گیا ہو۔اگر چہ یہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔اس کی دعا بھی مالک قبول کرتا ہے جو بھی مظلوم ہو۔فرماتے ہیں

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دعا کردن　　　اجابت از درِحق بہرِ استقبال می آید

کہ مظلوم کی بد دعا سے بچو کہ دعا کی قبولیت کے لیے اسے اوپر چڑھنا نہیں پڑتا۔ مالک کی طرف سے اجابت اور قبولیت اس کیلئے فوراً اتر کر آتی ہے۔

اسی طرح باپ کی دعا اولاد کے لیے۔ یہاں بھی 'حِیْنَ یُفْطِرُ'، 'حَتّٰی یُفْطِرَ' کی طرح

سے 'الـوالـد'۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلمات جامع ہوتے ہیں اور 'أُوتِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ' کہ جس سے یہ پیدا ہوا، اس کے پیدا کرنے والے۔ پیدا کرنے والے ماں بھی ہے اور باپ بھی ہے، ان دونوں کی دعا اولاد کے حق میں قبول ہوتی ہے۔ اور نیک آدمی کی دعا۔ اور جو اولاد ماں باپ کی فرمانبردار ہو ان کی دعائیں بھی ہر گھڑی کی قبول ہوتی ہے۔ کہ والدین خوش تو ہم بھی خوش، والدین ناراض تو مالک بھی ناراض۔ اللہ تعالیٰ والدین کو ہر وقت خوش رکھنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے، ان کے سایہ سے مستفید ہونا ہمارے لئے آسان فرمائے۔

اسی طرح مسافر کی دعا، روزہ دار کی دعا، کہ جس وقت وہ افطار کرے یا روزہ دار یہاں تک کہ وہ افطار کر لے۔ اور جو ایک مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے لیے اس کی پیٹھ پیچھے دعا کرے وہ بھی قبول ہی ہوتی ہے۔ اور خود مسلمان کا درجہ بیان فرمایا اس روایت میں کہ 'مسلمان جب تک ظلم اور قطع رحمی کی دعا نہ کرے'۔ ہر گھڑی مالک سے جو مانگے گا اسے عطا کیا جائے گا جب تک وہ ظلم کی دعا نہ کرے اور قطع رحمی کی دعا نہ کرے یا یہ نہ کہے کہ 'میں نے دعا کی میری دعا تو قبول نہیں ہوئی'۔

یہ تین چیزیں ہر مسلمان کو مستجاب الدعوات ہونے سے روکنے والی ہیں۔ جب تک ان تین میں سے کوئی حرکت اس سے سرزد نہ ہو وہاں تک وہ مستجاب الدعوات کی فہرست میں شامل رہے گا اور جن حضرات کو سٹیفکیٹ مل گیا عتیق اللہ ہونے کا کہ مالک نے ان کو اپنے عتقاء میں شامل فرمالیا ان کو آزاد بندوں میں شامل فرمالیا، دن بھر میں، رات اور دن میں ان کی ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ اس ایک دعا میں جو چاہیں وہ مانگ لیں مالک قبول کرتا ہے۔ نیز حاجی کی دعا، جب تک وہ حج سے واپس نہ ہو۔

تیمورلنگ کا محاصرہ

علامہ جزری نے یہ کتاب حصن حصین ایسے موقعہ پر تصنیف فرمائی کہ جب تیمورلنگ کے محاصرہ میں مسلمان پھنسے ہوئے تھے۔ چنانچہ جزری لکھتے ہیں 'وَلَمّا اَكْمَلْتُ تَرْتِيْبَهُ وَتَهْذِيْبَهُ طَلَبَنِىْ عَدُوٌّ لاَ يُمْكِنُ اَنْ يَدْفَعَهُ اِلَّا اللّٰهُ' ۔کہ جب میں نے یہ کتاب مکمل کرلی، ایک دشمن میرا پیچھا کررہا تھا جسے سوائے اللہ کے کوئی دفعہ نہیں کرسکتا تھا۔ 'فَهَرَبْتُ مِنْهُ مُخْتَفِيًا وَتَحَصَّنْتُ بِهٰذَا الْحِصْنِ' ، میں چھپ چھپا کر وہاں سے بھاگا اور میں نے اس کو پڑھنا شروع کیا۔ پھر کیا تھا؟

'فَرَأَيْتُ سَيِّدَ الْمُرْسَلِيْنَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا جَالِسٌ عَلٰى يَسَارِهِ وَكَأَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا تُرِيْدُ؟ فَقُلْتُ لَهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُدْعُ اللّٰهَ لِىْ وَلِلْمُسْلِمِيْنَ. فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم يَدَيْهِ الْكَرِيْمَتَيْنِ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهِمَا فَدَعَا ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهُ الْكَرِيْمَ. وَكَانَ ذٰلِكَ لَيْلَةَ الْخَمِيْسِ فَهَرَبَ الْعَدُوُّ لَيْلَةَ الْاَحَدِ فَفَرَّجَ اللّٰهُ عَنِّىْ وَعَنِ الْمُسْلِمِيْنَ بِبَرَكَةِ مَا فِىْ هٰذَا الْكِتَابِ' .

وہ کہتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجھے زیارت ہوئی گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں جانب میں بیٹھا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم کیا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ آپ میرے اور تمام مسلمانوں کے واسطے دعا فرمائیں۔ فوراً آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری درخواست پر اپنے ہاتھ مبارک اٹھائے۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں کی طرف دیکھتا رہا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا سے فارغ ہوکر اپنے چہرۂ انور پر دست مبارک پھیر لئے۔ یہ میں نے جمعرات کی رات دیکھا اور اتوار کی رات دشمن خود بھاگ گیا۔ ان احادیث نبویہ کی برکت سے جو اس کتاب کی جمع کی گئی ہیں اللہ تعالیٰ نے میری اور تمام مسلمانوں کی

مصیبت دور فرمائی۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کی ہر جگہ ہر حال میں حفاظت فرمائے۔

والدِ علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ

علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ کے والدین کے متعلق لکھا ہے کہ چالیس برس نکاح کو ہوگئے ان کے والدین کے یہاں مگر کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ جزری کے والدین حج پر جاتے ہیں، مکہ معظّمہ پہنچتے ہیں، طواف کرتے ہیں، زم زم کے کنویں پر پہنچ کر زمزم پیتے ہیں اور ہاتھ اٹھا کر چالیس برس کی تمنا پوری ہو اس کے لیے دعا کرتے ہیں کہ الٰہی نیک اولاد عطا فرما۔ کتنی دل کی گہرائیوں سے یہ دعا نکلی ہوگی کہ عرش تک پہنچی۔ فرشتوں نے اس کا استقبال کیا بارگاہِ الٰہی سے شرف قبول عطا ہوا اور پچیس رمضان المبارک ۷۵۱ھ میں دمشق میں علامہ جزری رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ہوئی۔

پندرہ مواضعِ استجابہ

جن جگہوں میں دعائیں قبول ہوتی ہیں علامہ جزری ان کو بیان فرماتے ہوئے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے جو اہلِ مکہ کو مکہ مکرمہ سے بصرہ کی طرف روانگی کے وقت گرامی نامہ تحریر فرمایا تھا، اس کو نقل کر کے فرماتے ہیں 'قَالَ الْحَسَنُ الْبَصْرِیّ فِیْ رِسَالَتِهٖ اِلٰی اَهْلِ مَكَّةَ اَنَّ الدُّعَاءَ یُسْتَجَابُ هُنَاكَ فِیْ خَمْسَةَ عَشَرَ مَوْضِعًا' کہ حسن بصری نے اہل مکہ کو جو خط لکھا اس میں تحریر فرمایا کہ دعا وہاں پندرہ جگہوں میں قبول ہوتی ہے۔

'فِی الطَّوَافِ' ۔طواف کرتے ہوئے، 'وَعِنْدَ الْمُلْتَزَمِ' ملتزم کے پاس۔ 'وَتَحْتَ الْمِیْزَابِ'، پرنالے کے نیچے، 'وَفِی الْبَیْتِ' بیت اللہ کے اندر، 'وَعِنْدَ الزَّمْزَمِ'، زمزم کے کنویں کے پاس۔ 'وَعَلَی الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ ' ۔صفا پہاڑ پر اور مروہ پہاڑ پر۔ 'وَفِی الْمَسْعیٰ' اور صفا اور مروہ کی درمیانی جگہ مسعیٰ میں۔ 'وَخَلْفَ الْمَقَامِ' اور مقامِ ابراہیم کے پیچھے۔ اور حاجی کے لیے اور جگہوں میں بھی اس کے ساتھ دعا قبول ہوتی ہے۔ 'وَفِـــــی

الْعَرَفَاتِ وَفِی الْمُزْدَلِفَةِ وَفِی مِنیٰ وَعِنْدَ الْجَمَرَاتِ الثَّلاَثِ' ۔کہ عرفات میں مزدلفہ میں اور منی میں اور تینوں جمرات کے پاس۔

اس خط کے اخیر میں جزری فرماتے ہیں 'قُلْتُ' کہ میں یہ کہتا ہوں 'وَاِنْ لَمْ یُجَبِ الدُّعَاءُ عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَفِیْ اَیِّ مَوْضِعٍ یُسْتَجَابُ' ۔فرماتے ہیں کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کے پاس، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ہماری دعا قبول نہیں ہوگی، پھر کون سی جگہ میں دعا قبول ہوگی؟ وہاں رمضان المبارک میں جو سعادت مند پہنچے ہیں، ان کی دعائیں اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

حضرت مولانا وصی احمد صاحب سورتی رحمۃ اللہ علیہ

جزری کی اس کتاب حصن حصین کو فقہاء محدثین، علماء اور تمام سلاسل کے صوفیائے کرام میں اہمیت حاصل رہی ہے۔ جب حصن حصین عظیم آباد میں کسی پریس میں چھپی ہے، حضرت مولانا وصی احمد صاحب سورتی نے اس کے شروع میں 'تحفۂ حنفیہ' کے نام سے ایک مقالہ تحریر فرمایا۔ جس میں آپ نے اپنا ایک واقعہ لکھا کہ حصن حصین کے واسطے سے میری ایک بہت بڑی مشکل حل ہوئی۔

لکھتے ہیں کہ جب میری کتاب 'اَلتَّعْلِیْقُ الْمُجَلّٰی' کا مسودہ گم ہوگیا تھا اور میں اس کی تلاش اور فکر میں بھوک و پیاس سے بے گانہ ہو چکا تھا کہ اچانک خیال آیا اور میں حصن حصین کو ہاتھوں میں اٹھا کر دعا میں مصروف ہوگیا۔ صبح مسجد کی نماز کے لیے مسجد میں گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ محراب میں 'اَلتَّعْلِیْقُ الْمُجَلّٰی' کتاب کا مسودہ کپڑے میں لپٹا ہوا رکھا ہے۔ میں نے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں سجدہ شکر ادا کیا اور اس کے بعد سے اپنا معمول بنالیا کہ جب بھی کوئی پریشانی آتی، میں اس مبارک کتاب کو واسطہ بناتا۔

حصن حصین کا ورد

پھر آگے اس کتاب کی اجازت اور سند کے متعلق تحریر فرمایا کہ میرے پیر ومرشد حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے حصن حصین کے ورد کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ جو شخص جمعہ کی نماز کے بعد حصنِ حصین کو شروع کرے، اور جمعرات کے دن عصر کے بعد ختم کرے، وہ ہمیشہ ہر قسم کی آفات اور بلیات سے محفوظ رہے گا۔ مخلوق میں اللہ کا وہ محبوب بن کر رہے گا اور اس کی جملہ حاجات پوری ہوتی رہیں گی۔ اور حضرت نے فرمایا تھا کہ یہ مبارک اور مجرب طریقہ ہے جس کی تلقین واجازت مجھے میرے مربی ومرشد شاہ آفاق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے عطا فرمائی تھی۔

حضرت مولانا محمد ابراہیم شاہ جہان رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا وصی احمد سورتی کے خاندان کے پہلے بزرگ حضرت مولانا محمد ابراہیم شاہ جہان کے زمانہ میں عراق سے کشتی کے ذریعہ سورت بندرگاہ پر اترے تھے۔ اس وقت ہندوستان کی سب سے بڑی بندرگاہ سورت کی بندرگاہ تھی۔ اور عرب وعجم کے علماء اور مشائخ کی ایک بہت بڑی تعداد اپنے وطنوں کو چھوڑ کر یہاں سکونت پذیر تھی۔ مولانا ابراہیم صاحب نے سورت پہنچنے پر شیخ المشائخ حضرت مولانا فضل اللہ کا ذکر سنا جو بڑے عارف باللہ اور صوفی مشہور تھے۔ ملاقات ہوتے ہی ان سے تعلق پڑا۔

اس زمانہ میں مولانا محبّ اللہ سمرقندی سندھی برہان پوری بھی شیخ فضل اللہ کی خدمت میں موجود تھے۔ مولانا ابراہیم صاحب کے صاحبزادہ مولانا محمد قاسم تھے جن کی شادی سورت سے متصل راندیر کے ایک تاجر خاندان میں ہوئی تھی اور آپ نے اپنے والد مولانا ابراہیم کی رحلت کے بعد راندیر ہی میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ مولانا محمد قاسم صاحب نے اسلامی علوم کی تکمیل شیخ فضل اللہ کی خانقاہ میں کی۔ آپ کے صاحبزادہ مولانا محمد طاہر شیخ محمد بن عبد

الرزاق حسینی اچی سے اور مولانا خیر الدین محدث سورتی سے علم حاصل کیا۔

حضرت مولانا خیر الدین محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا خیر الدین محدث سورتی کے درس حدیث کے حلقہ میں مولانا رفیع الدین مراد آبادی بھی شریک ہوئے ہیں۔ اور آپ نے سند حاصل کی اور اپنے سفر نامہ میں اپنے استاذ محترم مولانا خیر الدین محدث سورتی کا آپ نے ذکر فرمایا کہ 'آپ کی ذات بڑی متبرک اور مغتنم ہے اور سب کے لیے آپ کا وجود مسعود باعث افتخار ہے اور حرمین شریفین کے مسافرین کے لیے آپ کی ذات عالی ملجاء اور ماویٰ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس قدر آپ کو قبولیت عطا فرمائی کہ شریف مکہ کی طرف سے دعا کے لیے عریضے پہنچ رہے ہیں۔ اطراف کے تمام حکام تعظیم و توقیر کے ساتھ ان کو خطوط بھیجتے ہیں'۔

لکھا ہے کہ 'باوجود ان تمام فضائل کے، تواضع اور انکسار اس قدر غالب ہے کہ بارہا دیکھا گیا کہ مہمانوں اور فقراء کے لیے کھانا خود لاتے ہیں اور تمام محتاجوں کی تمام حاجات کو پورا کرنے میں مقدور بھر کوشش فرماتے ہیں۔ بلکہ جو بھی ضرورت مند معلوم ہوتا ہے، اس کے گھر تک خود پہنچ کر حالات معلوم کر کے ان کی ضرورتیں پوری فرماتے ہیں'۔

مولانا خیر الدین محدث سورتی کے دو صاحبزادے مولانا محمد صالح اور مولانا نظام الدین اور ایک بیٹی آمنہ تھی۔ مولانا محمد صالح قاضی میاں کے نام سے معروف تھے۔ انہوں نے اپنے تمام علوم و فنون اپنے والد محترم سے حاصل کئے اور والد صاحب کے انتقال کے بعد خود اس سلسلہ کو آگے بڑھایا۔ مولانا محمد صالح سورت کے امراء میں تھے کہ سورت سے جدہ تک آپ کی کشتیاں چلتی تھیں۔

مولانا رفیع الدین مراد آبادی نے اپنے سفر نامہ میں آپ کی ایک کشتی کا نام سفینۃ الرسول بھی لکھا ہے۔ مولانا محمد صالح کے ساتھ مولانا رفیع الدین اس سفینۃ الرسول نامی کشتی میں

سورت سے جدہ پہنچے اور وہاں حضرت شیخ محمد حیات سندھی اور شیخ محمد عابد سندھی کے درس میں شامل ہوئے۔

دوسرے صاحبزادہ مولانا نظام الدین درس و تدریس کے علاوہ جہاز رانی کو ذریعہ معاش بنائے ہوئے تھے اور اپنے والد کے انتقال کے بعد مدرسہ میں وہ بھی درس دینے لگے تھے۔ مولانا خیر الدین کی بیٹی آمنہ کی شادی سورت کے مولانا ولی اللہ محدث سورتی کے خاندان میں ہوئی تھی اور آمنہ بی بی کی لڑکی حلیمہ کا عقد مولانا ابراہیم صاحب کے پوتے مولانا محمد طاہر کے صاحبزادہ مولانا محمد طیب سے ہوا تھا جن کے صاحبزادہ مولانا وصی احمد محدث سورتی اور ان کے بھائی تھے۔ اس طرح مولانا ابراہیم صاحب کی تین پشتیں سورت اور راندیر میں مقیم رہیں۔

جہاز رانی کے علاوہ اس خاندان کی کپڑوں کی بھی بڑی ایک تجارت تھی۔ مولانا ابراہیم صاحب کی تین پشتیں سورت اور راندیر میں مقیم رہیں۔ راندیر میں اس خاندان کو اس نسب کے علمی تبحر کی بنا پر قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ حضرت مولانا خیر الدین صاحب محدث سورتی کی نواسی سے مولانا طیب صاحب کا عقد بھی دراصل اسی علم وفضل کا نتیجہ تھا، جو اس خاندان کو راندیر میں حاصل تھی۔

حضرت مولانا طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مولانا طیب صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے والد مولانا طاہر سے حاصل کی جب کہ حدیث مولانا خیر الدین محدث سورتی کے صاحبزادہ مولانا محمد صالح جن کو عرف میں قاضی میاں سے پکارا جاتا تھا ان سے پڑھی تھی۔ نیز جب حج کے لیے حاضری ہوئی، مکہ معظّمہ میں علامہ سید زین العابدین کے درس حدیث میں بھی آپ نے شرکت کی تھی جو خواجہ ابو یوسف ہمدانی کی اولاد میں سے تھے اور مکہ معظّمہ میں درس حدیث دیتے تھے۔ اس طرح مولانا طیب کی علوم فقہ

اور حدیث پر بڑی گہری نظر تھی۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر بڑی سختی سے کاربند تھے اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مذہبی تحریک سے بہت متاثر تھے۔

راندیر سورت کے قیام میں آپ نے مسلمانوں میں عقائد اور اعتقادات کے اصلاح کی بھی خوب کوشش فرمائی اور عوام میں جو تصور امامت کا عقیدہ عام تھا، اس کی نفی کرتے ہوئے آپ نے تصور خلافت، ائمہ اربعہ کی خلافت پر مسلمانوں کو مجتمع کیا اور ان کی اصلاح اس طرح وہ برابر فرماتے رہے۔ راندیر میں آپ کا قیام سپاہی واڑہ میں تھا اور اسی محلّہ کی جامع مسجد میں آپ درس اور جمعہ کا خطبہ بھی دیتے تھے۔

وطن واپسی

۱۸۵۷ء میں مولانا طیب کے دو بیٹے شہید ہوگئے تھے، اس لئے یہ خاندان جو عراق سے چلا تھا وہ وطن واپسی کا سوچتے ہوئے سفر کا انتظام ہونے تک مولانا خیر الدین محدث سورتی کی خانقاہ میں مقیم رہے۔ اتفاق سے انہی دنوں حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی بھی کیرانہ سے حجازِ مقدس اور جدہ کے ارادہ سے سورت پہنچے۔

کیوں کہ مولانا رحمت اللہ صاحب کے حضرت مولانا خیر الدین محدث سورتی کے خاندان سے بڑے دیرینہ مراسم تھے اور متعدد بار سفرِ حج کے دوران سورت میں اس سے پہلے بھی مولانا خیر الدین صاحب محدث سورتی کی خانقاہ میں وہ قیام فرما چکے تھے۔ اس مرتبہ جب وہ پہنچے، مولانا محمد طیب صاحب سے ملاقات ہوئی جو اپنے خاندان کے ساتھ خانقاہ میں مقیم تھے اور ان کا مقصد بھی حجازِ مقدس کے سفر کا تھا۔

مدرسہ صولتیہ

چنانچہ حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی اس خاندان کے ساتھ بادبانی کشتی سے حجازِ مقدس کے لیے روانہ ہوگئے۔ حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی نے حجازِ مقدس

پہنچ کر مکہ معظّمہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی اور بنگال کی ایک مخیّر خاتون صولت النساء بیگم کی اعانت سے ۱۸۷۲ء میں ایک مدرسہ قائم کیا۔

اس مدرسہ کا نام بعد میں مدرسہ صولتیہ سے مشہور ہوا اور اس مدرسہ کے ذریعہ آپ نے دینی علوم کی ترویج و اشاعت حجازِ مقدس میں رہتے ہوئے سارے عرب میں کی۔ بالخصوص اطراف کے ملکوں میں، یمن وغیرہ دور دور تک آپ کا فیض پہنچا۔ آپ کی عمر کا اکثر حصہ ردِ عیسائیت میں صرف ہوا جس میں آپ کی متعدد تالیفات بھی ہیں۔

وفات

۲۴؍رمضان المبارک ۱۳۰۸ھ مطابق ۲؍مئی ۱۸۹۱ء مکہ مکرمہ میں ۷۵ سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی۔ مولانا رحمت اللہ صاحب کے ساتھ ہی مولانا طیب اور ان کی اہلیہ اور دو صاحبزادے مولانا وصی احمد اور مولانا عبداللطیف صاحب بھی تھے جن کی عمریں اس وقت بیس اور اٹھارہ سال کے درمیان تھیں۔ ۱۲۷۳ھ کی آخری تاریخوں میں جدہ پہنچے اور یہاں سے آپ مدینہ منورہ روانہ ہوگئے اور آپ کے ہم سفر مولانا رحمت اللہ صاحب مکہ معظّمہ تشریف لے گئے۔

مولانا محمد طیب صاحب نے ربیع الاول کا مہینہ مدینہ طیبہ میں گذارا اور پھر ایک ماہ یہاں قیام کے بعد عراق روانگی کا قصد کیا، جہاں سے آپ کے آباؤ اجداد ہندوستان پہنچے تھے۔ تقریباً تین سال عراق میں مقیم رہے اور ۱۲۷۶ھ میں مکہ مکرمہ حج بیت اللہ کے لیے حاضر ہوئے۔ اور حج سے فراغت کے بعد پھر عازمِ ہندوستان ہوئے لیکن دوران سفر ہی جدہ پہنچ کر مولانا محمد طیب صاحب اللہ کو پیارے ہوگئے اور جدہ ہی میں آپ کا وصال ہوا۔

مولانا محمد طیب صاحب کی بیوہ اور آپ کے صاحبزادگان مولانا وصی احمد اور مولانا عبد اللطیف صاحب تین افراد پر مشتمل یہ قافلہ سورت کی بندرگاہ پر اترا۔ سورت کو جب چھوڑا تھا

اس وقت کا حال مختلف تھا اور اس تین چار سال کی مختصر مدت میں سب کچھ بدل چکا تھا۔ ابھی سفر در سفر کئی ملکوں کا کر کے یہ قافلہ ادھر پہنچا ہی تھا، کہ ان سفروں سے نڈھال مولانا محمد طیب صاحب کی بیوہ اچانک سورت میں انتقال کر گئیں۔ یکے بعد دیگرے خاندان مختصر ہوتا چلا گیا۔ اب دونوں بھائیوں کے لیے یہ سانحہ بڑا دلدوز ناقابل برداشت تھا۔ اس لیے والدہ کی تجہیز وتکفین سے فارغ ہوتے ہی یہ حضرات دہلی کے لیے روانہ ہو گئے۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدٍ وَعَلیٰ اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

۲۳؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

بسم الله الرحمن الرحیم

خوش قسمت ہیں جنہوں نے ماہِ مبارک کو وصول کیا، اس کی قدر کی اور مالک سے اس کو منوالیا۔ رَضِیتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا جب وہ پڑھتے ہوں گے، کیا جواب ملتا ہوگا ان کو۔ جیسا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جواب ملا 'رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ' کہ وہ مجھ سے راضی میں ان سے راضی۔

شکایت ہی شکایت

ہم تو راضی ہوتے ہی نہیں اس سے۔ ہر وقت شکایت ہی شکایت۔ ہماری دعائیں کیا ہیں؟ مالک سے شکایت ہے۔ وہ میرا پڑوسی اس کو اتنا دیا؟ اب اس میں حسد کی آگ میں جل رہے ہیں اور مالک سے مانگ رہے ہیں۔ کیا دے گا مالک! کیوں دے گا! جب تمہیں اعتراض ہے اس کی قضا اور قدر پر اور تم پوچھتے ہو مالک سے، مانگتے ہو مالک سے، کیوں دے گا۔

جو اعتراض کرتے ہیں، اشکال کرتے ہیں کہ مجھے نہیں دیا اس کو دیا۔ ہر مدرسے میں تنخواہوں پر یہی جھگڑا، کتابوں پر یہی جھگڑا۔ انواع و اقسام کے جھگڑے۔ کیا مساجد، کیا

مدارس، کیا دینی مراکز، کیا دینی جمعیتیں، جماعتیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری ابتری ختم فرمائے۔ مالک سے ہمیں ہر حال میں راضی رہنے کی توفیق دے۔

دوستو! یہ بہت بڑا جرم ہے کہ جس سے ہمارا کوئی سروکار نہیں، ہم خالق کائنات پر دل میں اعتراض قائم کریں اور پھر وہ زبان پر لاکر غیبتیں، حسد، کینہ، بغض، عداوت، پلاننگ کریں۔ کیا کیا نہیں کیا جاتا۔ کاش! کہ مہینہ بھر سے ہم جن ہستیوں کے نام سن رہے ہیں، ان کو دیکھیں، ان کے خدام کو دیکھیں، ان کے سلاسل کو دیکھیں، ان کی تصانیف کو دیکھیں۔

شروع میں میں نے عرض کیا تھا امام الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس اللہ سرہ کے متعلق۔ پھر چلتے چلاتے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر شروع ہوا۔ ان کے مسترشدین، ان کے فیض یافتگان کا ذکر آپ نے سنا۔ کتنی بڑی بڑی ہستیاں یہ دونوں! کیا مقام تھا ان حضرات کا۔

نازنین حضرتِ حق

جج صاحب حضرت مولانا بدرعالم صاحب نور اللہ مرقدہ کے خادم خاص مریدِ خاص، مسترشدِ خاص جو مدرسہ علوم شرعیہ کے حجرہ میں مقیم تھے اور اب بقیع شریف میں دائمی راحت کی ابدی نیند سو رہے ہیں، رحمہ اللہ۔ آپ نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اشعار کہے ہوں گے، ایک مرتبہ میں حاضر ہوا تو فرمایا کہ 'آپ کو کچھ نعتیہ کلام سناتے ہیں ہمارا'۔ خود ان کا اپنا۔ فرمایا:

نازنین حضرتِ حق صدر و بدرِ کائنات   مصطفیٰ و مجتبیٰ و سید اعلیٰ توئی

حضرت حق جل مجدہ وعز اسمہ وجل شانہ کے نازنین سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم

اسی لئے تو اسی ناز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے عریش میں چھپر کے نیچے تہجد کے وقت، پچھلے پہر ہاتھ اٹھائے اور روئے جارہے ہیں۔ پھر اللہ کو قسم دیتے ہیں کہ الٰہی اگر یہ مٹھی

بھر جن کو میں مدینہ منورہ سے یہاں تک لے کر آیا ہوں۔ یہ نہتے ہیں۔ ان کے پاس کچھ نہیں، ڈنڈے لے کر آئے ہیں وہاں سے۔

تھے جن کے پاس دو گھوڑے، چھ زرہیں، آٹھ شمشیریں

ان کو لے کر آیا ہوں۔ فرمایا کہ اگر یہ چھوٹی سی جماعت آج اگر بدر کے اس میدان میں کٹ گئی اور مر گئی اور ہلاک ہوگئی تو 'لَنْ تُعْبَدَ اَبَدًا'۔ الٰہی تو قیامت کے دن تک روئے زمین پر پھر تیرا نام لیوا کوئی نہیں ہوگا اگر یہ کٹ مرے اور تو نے ان کو آج بچایا نہیں۔

اوہو! یہ ناز ہی تو تھا۔ ایک کمزور مخلوق اتنے عظیم خلاقِ عظیم کے سامنے۔ مالک کے لئے کیا مشکل تھا۔ ایسے ہزاروں اربوں کھربوں آسمان اور زمین اور اس کی مخلوقات پیدا فرمائے اور آن کی آن میں پیدا فرمادے۔ اس کے لیے کیا مشکل لیکن یہ ناز کا کلیم ؎

ناز نین حضرتِ حق صدر و بدرِ کائنات

اللہ عزوجل نے بھی پر ناز پورا فرمایا۔ اوہو! کہ دنیائے انسانیت میں ایسا واقعہ نہ کبھی ہوا ہوگا نہ کبھی ہوگا جیسا بدر میں ہوا۔ اور پیچھے سے خادمِ خاص صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر مبارک جو ہاتھ بلند فرماتے فرماتے نیچے گر گئی تھی، اس کو پھر دوبارہ گردن پر، کندھے پر ٹھیک فرما رہے ہیں اور ٹھیک فرماتے ہوئے فرمایا کہ 'کَفَاکَ مُنَاشَدَتُکَ رَبَّکَ' کہ آپ نے اللہ میاں کو بہت بڑی قسم دے دی۔ کافی ہوگیا ہمارے لئے۔ انسانیت کے لیے کافی ہوگیا۔

اس پر عرض کیا کہ آپ نے جو قسم دی مالک کے لیے کافی ہوگیا۔ مالک ضرور قبول کر لے گا۔ کَفَاکَ! آپ کے لیے بس کافی ہوگیا۔ بس بس۔ چنانچہ 'سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرُ' کا منظر پیش آیا اور مالک نے فتح عطا فرمادی۔ یہ جج صاحب کا شعر ہے

ناز نین حضرتِ حق صدر و بدرِ کائنات	مصطفٰی و مجتبٰی و سید اعلیٰ توئی

کہ ساری کائنات میں سے اگر سب سے اعلیٰ تیرا اے مالک، اے خدا تیرا یہ انتخاب ہے، کہ تو نے ہمیں اشرف المخلوقات بنایا، تیرے اس انتخاب پر ہم قربان۔ کتنا پیارا انتخاب!

حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس اللہ سرہ

عشق الٰہی میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ بار بار حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سننے والوں نے سنا کہ عشق الٰہی میں نذر مان بیٹھے۔ نذر کرلی، اپنے اوپر لازم کرلیا۔ کیا لازم کرلیا۔ ہم تو دو رکعت کی نذر نہیں مان سکتے۔ ایک قرآن پڑھنے کی نذر نہیں مان سکتے۔ ایک روزہ کی نذر مانتے ہوئے، یہ چائے پان اور اپنی عادتیں بیچ میں حائل ہوجاتی ہیں۔ ہم کیا نذر مانیں۔ انہوں نے ٹھان لی۔ نذر کیا مانی ٹھان لی کہ الٰہی میں کھاؤں گا نہیں جب تک تو نہیں کھلائے گا۔

اوہو! کیا ناز!۔ کبھی کھانے کی کوئی چیز حضرت شیخ قدس سرہ پیش فرماتے، اصرار فرماتے۔ ادھر سے اصرار ہوتا، ادھر سے انکار ہوتا۔ حضرت پھر شعر پڑھتے ؎

نزاکت نازنینوں کی بنائے سے نہیں بنتی   خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت آہی جاتی ہے

یہ نازنین حضرت حق۔

یہاں ناز میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ مالک سے فرماتے ہیں کہ الٰہی تو مجھے کھلائے گا تو میں کھاؤں گا ورنہ کھاؤں گا نہیں۔ ایک دن نہیں کھایا، دو دن نہیں کھایا، تین دن نہیں کھایا۔ سترہ دن اس حال میں رہے۔ اور قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ڈھائی تین گھنٹہ سے کم بیان ہوتے نہیں تھے۔ اس میں وہ دن وار اس طرح تفصیل بیان فرماتے تھے کہ پہلا دن اس طرح گذرا، دوسرا اس طرح گذرا، تیسرا اس طرح گذرا۔ اور مقفل ہیں چاروں طرف سے دروازے بند ہیں۔ کوئی اب باہر سے لا بھی نہ سکے، کھلا بھی نہ سکے، اصرار بھی نہ کرسکے۔ ہ ٹھوک کر چلا جاتا ہوگا۔

سترہویں دن چھتوں کو اور منزلوں کو پھاڑتا ہوا ایک ناشتہ دان اترتا ہے۔ دسترخوان بھرا ہوا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ پچھلے انبیاء علیہم الصلوات والسلام کے معجزات اللہ عزوجل نے اس امت کی خیر الامم انسانوں کو بتانے اور جتانے کے لیے اس امت کے افراد کو بطور کرامت عطا فرمائے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے بھی ناشتہ دان اترا جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی اور بھرا ہوا دسترخوان اترا تھا 'رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِنَ السَّمَاءِ'۔

اب ناشتہ دان کو دیکھ رہے ہیں اور دل میں یہ اشکال بھی ہے کہ ممکن ہے کہ خبیث ابلیس ہمارے اس محبت اور عشق کی راہ میں حائل ہو کر خبیث وہ اپنا کرشمہ کہیں نہ دکھا جائے۔ اس شش و پنج میں ہیں کہ میرے مالک رحمان کی طرف سے ہے یا شیطان کی طرف سے ہے؟ ساتھ ہی فرشتہ آواز دیتا ہے 'ہم نے تمہارا امتحان لیا تم کامیاب نکلے اور یہ رحمان تعالیٰ کی طرف سے آپ کے لیے ہے'۔

اس تشفی کے بعد سترہ دن تک اپنی ضد پوری کر کے کہ مالک تو کھلائے گا بلا کسی واسطہ تب میں کھاؤں گا، کھانا نوش فرمایا۔ مالک نے اپنی طرف سے خود بھیجا بغیر کسی واسطہ کے تب جا کے سترہ دن کے بعد نوش فرمایا۔ کیا کیا یہ ہستیاں تھیں۔

متفق علیہ ہستیاں

یہ دونوں ہستیاں جنکشن تھیں۔ یہ دیوبندی بریلوی سب تفرقے یہ بعد میں ہوئے۔ ان حضرات کے زمانہ میں سب ایک تھے۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں بھی، حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے سامنے بھی۔ اسی لئے وہاں آپ دیکھتے ہیں کہ حاجی صاحب کے یہاں مولانا عبدالسمیع، حضرت مولانا رشید احمد صاحب بھی آپ کے خادم ہیں اور حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب وہ بھی آپ کے مرید ہیں۔

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں بھی حضرت حکیم الامۃ حضرت تھانوی قدس سرہ تشریف لے جاتے ہیں اور اپنا سفرنامہ تحریر فرماتے ہیں اس کا نام رکھتے ہیں 'نیل المراد من السفر الی گنج مرادآباد' ایسے ہی حضرت مولانا وصی احمد صاحب سورتی پیلی وید والے تشریف لے جاتے ہیں۔ وہ بھی حضرت کے یہاں حاضری دیتے ہیں اور جیسے حضرت تھانوی قدس سرہ 'حصنِ حصین' کی اجازت اور صحاح کی اجازت طلب کرتے ہیں ایسے ہی مولانا وصی احمد صاحب بھی طلب کرتے ہیں۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ

'حصنِ حصین' دعوات کی کتابوں میں امہات الکتب میں سے شمار کی جاتی ہے۔ حزب البحر، حزب الاعظم مناجات مقبول، دلائل الخیرات جتنی اس کے علاوہ دوسری کتابیں ہیں ان میں بڑی اہم کتاب ہے۔ خود حزب الاعظم کے متعلق ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ 'جن احادیث کو میں نے صحیح پایا، صرف ان صحیح روایات میں سے دعائیں اس کتاب میں میں نے جمع کی ہیں'۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے نکلی ہوئی دعائیں اس میں کتنا بڑا امتیاز لیکن یہ ملا علی قاری نے اس وقت لکھی ہوگی جب کہ وہ حرزِ ثمین شرح حصنِ حصین لکھ کر فارغ ہوئے ہوں گے۔ اس کے صدقہ میں انہیں یہ تصنیف ملی اور حصنِ حصین کی شرح کرنے کے نتیجہ میں اللہ نے ان سے یہ کتاب لکھوائی۔ اصل اس سے پہلے حصنِ حصین ہے۔

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ

یہ ہمارے اکابر کتنے بڑے تھے کہ حضرت مولانا گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ہر طبقہ کے لوگ حاضری دیتے تھے۔ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ کسی سلفی غیر مقلد نے جا کر حضرت سے حدیث کی اجازت طلب کی۔ اور وہ اپنی جماعت میں سب سے بڑے محدث،

سب سے بڑے مصنف اور سب سے بڑے صاحبِ علم مشہور تھے۔ حضرت نے ان کی طلب پر فرمایا کہ اچھا، یہ فلاں کتاب میں سے حدیث پڑھ دو مثلاً بخاری میں سے۔

اتنا بڑا انسان جس نے سالہا سال تک پڑھایا اس پر بہت کچھ لکھا اور جب وہ حَدَّثَنَا کہہ کر سند شروع کرتے ہیں اور بچے جس طرح استاذ کے سامنے سبق یاد نہ ہو، پہلے رونا دھونا ہوتا ہے، اسی طرح ان پر وہ گریہ کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے، سسکیاں لینے لگتے ہیں، عبارت پڑھ نہیں سکتے۔ حضرت مزے لے رہے ہیں۔ حضرت کے خدام دیکھ رہے ہیں۔ مشکل سے وہ عبارت پوری کر پائے۔

جب مہمان چلے گئے، کسی نے پوچھا کہ حضرت وہ تو واقعتاً بہت بڑا علم رکھتے ہیں اور یہ کیا ہوگیا حضرت کے سامنے۔ حضرت کا جملہ سنئے! حضرت نے فرمایا کہ 'سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور مبارک کی ایک جھلک ہم نے انہیں دکھا دی تھی'۔ اللہ! کہ تمہیں جس کلام کے پڑھنے کا شوق ہے اور جس کی سند تم لینے کے لیے آئے ہو، آؤ تمہیں صاحبِ کلام کے نور کی ایک جھلک دکھا دیں۔

کیا حضرت حاجی صاحب اور کیا حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب۔ کسی کو لے لیجئے اور ان کے پیچھے چلتے رہئے جیسا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے متعلق فرمایا 'اصحابی کالنجوم'۔ میرے صحابہ ستارے ہیں۔ جن کی کڑیاں ان صحابہ کرام تک پہنچتی ہیں، جن کے سلاسلِ روحانیہ وہاں تک مسلسل ہیں، جو انہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے علوم کی تلاش میں ان سلاسل سے وابستہ ہوئے اور ان سلاسل سے ان تک پہنچے۔ جیسے وہ ستاروں کے مانند ہیں، اسی طرح ان کے فیض یافتگان، ان کے عشاق محبین ان کو بھی اللہ تعالیٰ وہی درجات دیتے ہیں۔

تفضیل کے جھگڑے

چنانچہ اپنے زمانہ میں حضرت حاجی صاحب اپنے علاقہ میں اور پوری دنیا میں اور حرم میں ایک تابندہ ستارہ کی مانند ہیں جن سے مخلوق فیض یاب ہوئی۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب ایک روشن ستارہ کی طرح تھے۔ اللہ نے عمر میں کتنی برکت عطا فرمائی کہ ایک سو سات سال کے قریب حضرت کی عمر ہوئی۔ کتنا فیض پھیلایا ہوگا۔ کسی سے وابستہ ہوجائیں۔ ان کے فیض یافتگان میں بھی ایک سے ایک، دوسرے سے ممتاز ہیں۔ اسی لئے تو جھگڑے ہوئے۔ ان کی علوشان ہمارے اکابر کی اس قدر تھی کہ نگاہیں چکا چوند ہوجاتی تھیں۔ ایک بزرگ کے ماننے والے کہتے ہمارے بزرگ بڑے ہیں۔ وہ کہتے کہ ہمارے بزرگ بڑے ہیں۔

اس جھگڑے سے بھی جھگڑا کھڑا کرنے کے بجائے اس سے لطف لینا چاہئے کہ اوہو! اے خدا تو نے اپنے محبوبوں کو کیسا بنایا کہ جیسے تیرے نبی کے لیے صحابہ کرام چاروں طرف سے کٹنے مرنے کے لیے تیار تھے ان تیرے محبوبوں کی محبوبیت کی بھی کوئی انتہاء ہے؟ کہ تو نے انہیں کس درجہ کی محبوبیت عطا فرمائی۔

اور کیوں نہ ہو کہ آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عشق ومحبت کی آگ جوان کے سینوں میں تھی، اس نے محبوبیت کی جھلک جو آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالی میں مالک نے رکھی تھی، ہمارے حضرات اکابر کے نفوس کو بھی اس کا کچھ پرتَو، اس کا کچھ عکس مل گیا تھا۔ ان تفضیل کے جھگڑوں میں پڑنے کے بجائے ہمیں خوش ہونا چاہئے کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب اتنے بڑے تھے، ہمارے حضرت گنج مراد آبادی کتنے بڑے انسان تھے۔ ہمارے حضرت مدنی قدس سرہ کتنے بڑے انسان تھے۔ حضرت تھانوی قدس سرہ کتنے عظیم انسان تھے۔

جیسا میں نے عرض کیا ان کے یہاں سب چیزیں ایک جیسی تھیں، ملتی جلتی تھیں کہ انسان

اس میں تقابل کرتا رہے اور کرتے کرتے تھک جائے تب بھی سمجھ نہ پائے کہ ان کی حقیقت کیا تھی کہ حضرت مدنی لکھتے تھے اپنے اسم گرامی کے ساتھ ’ننگ اسلاف‘ اور حضرت تھانوی قدس سرہ ’ننگ انام‘۔ ہم تو ان کی، الفاظ میں اور کسی بھی چیز میں، بناوٹی طور پر بھی نقالی نہیں کر سکتے، ہم اس میں بھی اپنی ہتک سمجھیں گے۔ ایک دفعہ زبان پر لانا تو در کنار۔

شَتَّـــانَ بَيْـــنَ مُشَـــرِّ قٍ وَمُـغَـــرِّبٖ

ہم میں اور ان میں کتنا فرق! کتنا فرق!

ابی وسیدی

جیسے میں حضرت شیخ قدس سرہ کو جب بھی عریضہ لکھتا حضرت سے تعارف ہونے اور قریب ہونے سے پہلے، اس میں عام القاب کی طرح حضرت کے القاب بھی لکھتا تھا ’سیدی ومولای‘۔ اور پہلے شروع کے دو چار خط تو ایسے بھی ہوں گے جس میں ’ذوالمجد والکرم مولانا محمد زکریا صاحب‘ ہے، ’سیدی ومولای‘ بھی نہیں۔ پھر جب حضرت سے قریب ہوئے، اسی دن سے لکھنا شروع کیا ’ابی وسیدی وسندی ومولای‘۔

بعض خطوط ایسے بھی ہوتے تھے کہ جب سنانے والے خدام حضرت کو سناتے تھے، خیر خیریت جہاں ختم ہوتی ہے اس کے بعد سے اصل مضمون خط کا جہاں شروع ہوتا ہے، القاب چھوڑ دیتے تھے، بعد سلام مسنون والا کہ آپ خیریت سے ہوں گے ہم خیریت سے ہیں، یہ سب چھوڑ کر کے وہاں سے سناتے تھے۔ اس لئے کہ روز کے پچاسوں خطوط ہوتے تھے اور یہ مبالغہ نہیں ہے بلکہ حقیقت تھی۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی نوراللہ مرقدہ

حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی نوراللہ مرقدہ جب حضرت جی مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح لکھوانے لگے، اسی زمانہ میں اسی مد میں ایک مرتبہ تشریف آوری

ہوئی۔ دوپہر ساڑھے گیارہ کے بعد دستر خوان لگ چکا تھا۔ دستر خوان پر حضرت مولانا علی میاں صاحب بھی تشریف رکھتے ہیں کہ ڈاک پہنچی۔ ڈھیر کا ڈھیر دیکھ کر حضرت مولانا علی میاں صاحب نے حضرت شیخ سے پوچھا کہ 'یہ آج کی ہی ڈاک ہے؟'۔ حضرت نے فرمایا 'جی'۔ پھر دوبارہ فرمایا کہ 'یہ صرف آج ہی کے سارے خطوط ہیں۔ جو آج کی ڈاک سے پہنچے ہیں وہی ہیں؟'۔ پھر دوبارہ حضرت نے فرمایا کہ 'جی'۔ فرمایا کہ 'میں یہ گنوا سکتا ہوں؟' گنے گئے تو چونسٹھ تھے۔

اتنے خطوط کے سنانے میں جواب میں کتنا وقت لگتا ہوگا۔ لیکن حضرت شیخ قدس سرہ بعض خطوط جب نیچے سے شروع کرتے پڑھنا، درمیان سے، فرماتے کہ پہلی سطر سے پڑھو۔ پہلی سطر 'ابی وسیدی وسندی ومولای' اور اخیر میں میں لکھتا تھا 'گدائے آستانۂ عالی'۔ اور بھائی جان نور اللہ مرقدہ اپنے نام 'عبدالرحیم' سے پہلے لکھتے تھے 'سگِ آستانۂ عالی'۔

آج تک انسانوں کی کوئی خوبی میرے اندر نہیں ہے تمام جانوروں کی صفات ہیں، وہی طمع، وہی لالچ، وہی کینہ، وہی بغض، وہی ایذارسانی، وہی تکلیف دہی۔ اپنے لئے دوسروں کے لیے مصیبت، درندہ صفت انسان، وہ اپنے آپ کو لکھ سکتا ہے کہ میں انسان ہوں۔ جس میں درندگی ہو، درندہ کی صفت کو چھوڑا نہ ہو اور پھر دعویٰ ہو کہ 'گدائے آستانہ عالی'، بھائی جان لکھتے تھے اپنے بارہ میں 'سگ آستانۂ عالی' اور 'سگِ آستانۂ خلیلیہ' کبھی کبھی۔

ہمارے حضرت شیخ اسلام قدس سرہ تحریر فرماتے 'ننگ اسلاف' اور حضرت تھانوی قدس سرہ فرماتے 'ننگ انام، اشرف علی نام'۔ کہ میں تو نام کا اشرف علی ہوں۔ میں تو ساری مخلوق کے لیے ننگ و عار کا باعث ہوں۔ کیا تواضع کیا نفس کشی ان حضرات کی۔

حضرت مولانا عبد الماجد دریابادی رحمۃ اللہ علیہ

ایک دوسرے سے کتنی محبت تھی اور عشق اور کس درجہ کی تھی کہ حضرت مولانا عبد الماجد

دریابادی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مدنی قدس سرہ سے بیعت کی درخواست کی۔ ان کو حضرت مدنی تحریر کے ذریعہ متوجہ فرماتے رہے حضرت تھانوی قدس سرہ کی طرف کہ آپ ان سے بیعت ہو جائیں۔ بالآخر خود حضرت مدنی اپنے ساتھ حضرت مولانا دریابادی کو تھانہ بھون لے کر پہنچے۔

پھر وہاں مباحثہ بین الشیخین شروع ہوگیا کہ حضرت مدنی عرض کرتے کہ حضرت آپ بیعت فرمالیں۔ حضرت تھانوی فرماتے کہ نہیں آپ بیعت فرمالیں۔ بالآخر حضرت تھانوی قدس سرہ نے فیصلہ فرمایا اچھا بیعت آپ فرمالیجئے اور ان کی اصلاح وتربیت میرے ذمہ ہیں۔ اصلاح کا تعلق یہ مجھ سے رکھیں۔

حضرت خواجہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ

اصلاح وتربیت حضرت کیسے فرماتے تھے! کہ روز بڑے بڑے مصنف، مدرس، شیخ الحدیث جو اپنے مریدوں کی بڑی جمعیت کے مرشد اور پیر بن چکے ہوتے ان کی اصلاح وتربیت اور ان سے ڈانٹ ڈپٹ ہوتی تھی۔ بے شمار واقعات ہیں۔ خود حضرت کے خادم خاص حضرت کے خلیفہ ارشد حضرت مجذوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر ایک مرتبہ اس طرح کی ڈانٹ پڑی اور اس درجہ کی کہ ان کے لیے حکم ہوا کہ خانقاہ کے دروازہ سے نکل جاؤ۔ چنانچہ حضرت مجذوب صاحب خانقاہ سے نکل گئے۔

کتنا لطف آرہا ہوگا اس رونے میں دھونے میں اور وہاں سے نکالے گئے، وہاں سے ایک ایک قدم پر کتنے ان کے مقامات اور منازل طے ہوتے ہوں گے۔ حکم ہوا کہ خانقاہ سے نکل جاؤ۔ اب خانقاہ سے نکل کر قصبہ میں آگئے، آبادی میں آگئے اور وہاں کسی جگہ ٹھہر گئے۔ وہاں سے کسی کو بھیج رہے ہیں کہ میرا عریضہ لے جا کر پیش کردو۔ ایک عریضہ میں جو اس وقت لکھا حضرت خواجہ صاحب نے، اس میں شعر لکھا:

مجھ کو نکال بھی دیا تب بھی ہوں میں یہیں پڑا جاؤں کہاں میں اے خدا! در کوئی دوسرا نہیں۔

اللہ عزوجل سے گڑگڑا رہے ہیں، فریاد کر رہے ہیں کہ اے خدا! انہوں نے تو مجھے نکال دیا اب میں کدھر جاؤں؟

حکومت اپنی اپنی

ایسے کسی موقعہ پر جہاں خانقاہ سے باہر نکالے نہیں گئے ہوں گے وہیں سہ دری سے یا حجرہ سے نکالا گیا ہوگا، دروازہ پر بیٹھ گئے۔ کہ چلو ہم نے مان لی ہم باہر آگئے اور وہاں سے شعر پڑھ رہے ہیں:

ادھر وہ در نہ کھولیں گے ادھر میں در نہ چھوڑوں گا
حکومت ہے اپنی اپنی، کہیں تیری کہیں میری

حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں بھی عصر کے بعد جو کتابیں سنائی جاتیں، تمام اکابر کی کتابیں حضرت کے یہاں بار بار پڑھی گئیں، سنی گئیں۔ عصر کے بعد کی مجلس میں، مختلف مجالس میں۔ حضرت پیر صاحب مدظلہم العالی، اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں، صحت میں، فیض میں برکت عطا فرمائے کہ وہاں محبت نامے کی تینوں جلدیں متعدد بار پڑھی گئیں۔ تین دفعہ کا تو مجھے علم ہے۔ اسی طرح حضرت کے یہاں یہی قصے بھی مجالس میں ہوتے رہتے تھے۔

اب تو خلوت ہوگئی

ایک مرتبہ حضرت مدرسہ علوم شرعیہ کے صحن میں استنجا سے فارغ ہوئے جہاں باہر کموڈ رکھا ہوا ہوتا تھا، پردہ ڈال دیا جاتا تھا۔ استنجا سے فارغ ہوکر وضو ہم کرانے لگے، وہاں حضرت مجذوب صاحب کو خلافت اور اجازت کس شعر پر ملی تھی اس کے ضمن میں حضرت شیخ قدس سرہ نے فرمایا کہ:

ہر تمنا دل سے رخصت ہوگئی　　　اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

جس کے متعلق حضرت حکیم الامۃ نے خواجہ مجذوب صاحب سے ارشاد فرمایا کہ خواجہ صاحب آپ کا ایک شعر مجھے اتنا پسند ہے کہ میرے پاس اگر ایک لاکھ روپیہ ہوتا، میں آپ کو اس شعر کے انعام کے طور پر دے دیتا۔ جب یہ شعر میری زبان پر آتا ہے، میں اس کو تین دفعہ تو ضرور پڑھتا ہوں۔

ہرتمنا دل سے رخصت ہوگئی　　　اب تو آجا اب تو خلوت ہوگئی

کاش کہ ہم مالک سے اتنے قریب ہوجائیں جتنے قریب حکیم الامۃ نے حضرت خواجہ مجذوب صاحب کو پہنچا دیا تھا۔ کہ ہم پکارتے تو ہیں 'رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا' لیکن دل میں شکایت ہی شکایت ہے، ناراضگی ہی ناراضگی ہے۔ اور ناراضگی تو بہت کم درجہ ہے اس سے آگے انکار ہے اور کن کن حدود کو ہم پھلانگ جاتے ہوں گے۔

حضرت مدنی قدس سرہ کی تواضع

حضرت مدنی قدس سرہ کی تواضع اور کسرِ نفسی اور عبدیت کی مثالیں پہلے بھی بہت دیں۔ یہ حضرت مدنی قدس سرہ کے ایک خلیفہ مجاز حضرت مولانا بایزید صاحب تھے۔ انہوں نے حضرت مدنی کو کچھ ہدیہ بھیجا، حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا:

'آپ کا ان نقود کو اپنی طرف سے اور اپنی ہمشیرہ کی طرف سے پیش کرنا سراسر عقل اور انصاف کے خلاف ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ میری تنخواہ ۴۸۰ روپیہ ماہوار ہے۔ اتنی بڑی تنخواہ کسی دینی مدرس کی ہندوستان بھر میں بھی کہیں نہیں ہے۔ افسوس ہے کہ میں دینیات اور بالخصوص علم حدیث اتنی بڑی تنخواہ لے کر پڑھا رہا ہوں۔

تنخواہ لے کر مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری، مولانا گنگوہی، شاہ عبدالغنی صاحب،

شاہ محمد اسحاق صاحب، شاہ عبدالعزیز صاحب، شاہ ولی اللہ صاحب ، دیگر اسلاف کرام نے نہیں پڑھایا۔ اس زمانہ میں بھی حضرت مولانا عبد القادر صاحب رائپوری، مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث سہارنپوری دینی خدمات کرتے ہیں اور کوئی معاوضہ نہیں لیتے۔ میں اتنا بڑا دنیا دار پیٹ کا کتا ہوں کہ دینی خدمات دنیا کے بدلے میں کرتا ہوں۔

اصل مذہب دینیہ میں معاونت علی الطاعات پر اجارہ درست نہیں۔ متأخرین نے اس کی اجازت ضروریات کی بنا پر دی ہے۔ اسی بنا پر میں نے آپ کو لکھا تھا کہ حضرت رائپوری یا شیخ الحدیث سے تعلق قائم کرنا نہایت صحیح اور مناسب ہے۔ پھر ایسے دنیا دار کے لیے ہدیہ بھیجنا غلط نہیں تو اور کیا ہے۔ آپ کے متعلقین ہیں ان کی ضروریات میں آمدنی خرچ کرنا آپ پر فرض اور واجب ہے۔ اس لئے سوچنا، سمجھنا اور عمل کرنا چاہئے۔

مگر آپ میرے پاس اپنی آمدنی کا اتنا بڑا حصہ ارسال فرماتے ہیں یہ غلط نہیں تو اور کیا ہے۔ مہمانوں کی جو کچھ بھی میں خدمت انجام دیتا ہوں وہ میرا ایک فرض ہے جس میں میرا کسی پر احسان نہیں۔ ان لوگوں کا احسان ہے جو میری سوکھی روکھی روٹی قبول فرماتے اور اپنا رزق میرے دسترخوان پر کھاتے ہیں۔ بہرحال آئندہ آپ کو یہ غلطی نہ کرنا چاہئے۔ احتیاط رکھئے۔ پھر دوسروں سے دلوانا اور بھی بڑی غلطی ہوگی'۔

کمال عبدیت

کسی موقعہ پر حضرت اس عبدیت کے جلال میں یہاں تک پہنچ گئے کہ حضرت نے تحریر فرمایا انہیں، یا اور کسی کو کہ:

'میں حلفیہ کہتا ہوں کہ میں حضرت رائپوری سے اور حضرت شیخ الحدیث صاحب سے نہ کسی قسم کی رقابت رکھتا ہوں اور نہ میں اپنے آپ کو ان سے افضل سمجھتا ہوں۔ مجھ کو یقین ہے اور واقعہ ہے کہ وہ مجھ سے بہت ہی زیادہ بڑھے ہوئے، متقی اور پرہیزگار اور اللہ والے ہیں۔ دنیا

چھوڑ کر اللہ کی عبادت، ذکر فکر اور مراقبات وغیرہ میں مشغول ہیں اور اسلاف کرام کے قدم بہ قدم ہیں۔

تسلیک، سلوک اور معرفت و طریقت کی رہنمائی کے یہ دونوں حضرات مستحق اور قابل ہیں۔ میری طرف لوگوں کا رجوع کرنا محض حسن ظن ہے جس کی واقعیت کوئی نہیں۔ ہاں آئندہ کو اللہ تعالیٰ ان حضرات کے حسن ظن اور اسلاف کی جوتیوں کے طفیل مجھ کو اپنے فضل کرم سے نواز دے تو اس کا کرم ہے، اسی کا امیدوار ہوں۔

يَظُنُّ النَّاسُ بِيْ خَيْرًا وَاِنِّي لَشَرُّ النَّاسِ اِنْ لَمْ يَعْفُ عَنِّيْ

آپ لوگوں کا ایسے ناکارہ کو رہنما بنانا سخت غلطی تھی اور ہے۔ آپ کو چاہئے کہ ان دونوں حضرات میں سے کسی کو اپنا رہنما بناتے اور اب بھی ان سے ہی تعلق رکھنا مناسب اور مفید ہے۔ میں غلط نہیں لکھ رہا ہوں اور آپ سے چاہتا ہوں کہ آپ غلط کاری کو ترک کریں۔ اگر آپ انہی سے بیعت ہوتے اور ان کی بارگاہ میں حاضری کا شرف ہمیشہ رکھتے تو قوی امید تھی کہ بہت زیادہ مستفید ہوتے۔ میں ہرگز یہ گفتگو غصہ میں نہیں لکھ رہا ہوں۔ فقط'

غایتِ انکساری

ایک اور مکتوب میں تحریر فرمایا:

'آپ کو معلوم ہے کہ میں علم حدیث کی تعلیم میں تقریباً پانچ سو روپیہ ماہوار کماتا ہوں۔ اس سے بڑھ کر دنیا داری اور طماعی کیا ہوسکتی ہے۔ مستحق خدمت وہ اکابر ہیں جو کہ خدمت دین شب و روز کرتے ہیں اور کوئی تنخواہ اور معاوضہ نہیں لیتے۔ حضرت مولانا رائپوری، حضرت شیخ الحدیث سہارنپوری اور ان کے اتباع اور امثال'۔

پھر آگے تحریر فرمایا:

'حضرت رائپوری نہایت بزرگ اور ہمارے مقتدیٰ ہیں۔ تارک الدنیا عارف باللہ ذاکر

شاغل ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو بے شمار کمالات دیئے ہیں۔ میں تو ان کے سامنے بالکل ہیچ ہوں۔ میں دنیا کا بندہ، دن اور رات غفلتوں میں ضائع کرنے والا۔ خود مجھ کو چاہے کہ ان کی خدمت میں رہ کر اپنی اصلاح کروں۔ میں تو چاہتا ہوں کہ آپ حضرات ان سے تعلق رکھ کر اپنی اصلاح کے کوشاں ہوں۔ مجھ کو ہرگز نہ ایسا خیال ہو'۔

کبھی دبی زبان سے اپنے آپ کو ناکارہ، حقیر، احقر کہہ دینا اور زبان سے سٹیج پر اقرار کرلینا۔ اس کو ایک طرف سوچئے اور دیکھئے اور حضرت کی یہ لمبی تحریر کتنا اپنے آپ کو حضرت نے ساری دنیا سے بالکل نیچے ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمارے ان اکابر سے محبت دے۔ ان کے علوم کی قدر دانی اور ان کے اتباع کی ہمیں توفیق دے۔ اور جو دن اور راتیں اور جو گھڑیاں باقی رہ گئی ہیں اللہ تعالیٰ غفلت میں گذارنے سے ہماری حفاظت فرمائے۔

دن رات ہم دوستو! روتے ہی رہیں۔ روتے ہی رہیں کہ ہم نے کس طرح اپنی عمریں ضائع کی ہیں۔ کتنے رمضان ہم پر آئے اور چلے گئے۔ کتنی شب قدر ہماری زندگی میں آتی رہیں اور جاتی رہیں۔ کتنی دفعہ ہمیں مالک نے اپنے حرم پاک میں بلایا۔ وہاں کی حاضری ہمارے لئے مقدر فرمائی لیکن ہمارے نفوس، ہویٰ وہوس نے ہمیں وہاں سے کچھ لے کر لوٹنے کے بجائے خالی لوٹایا۔

ان مبارک گھڑیوں اور رمضان جیسے ایام مبارکہ اور لیالی مبارکہ جمعہ اور جمعرات کے ہر ہفتہ آنے جانے سے بجائے فائدہ اٹھانے کے ہم نے نقصان ہی نقصان اٹھایا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے تمام جرائم کو معاف فرمادے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلىٰ خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدٍ وَعَلىٰ اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ

بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

۲۴ر رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

بسم الله الرحمن الرحیم

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب قدس سرہ دونوں بزرگوں کا ذکر خیر چل رہا تھا۔ سیدی ومولای قطب العالم شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ یہ دونوں آبِ حیات کے چشموں سے سیراب ہوئے۔ چشمۂ امدادی سے بھی اور چشمۂ فضل رحمانی سے بھی۔

خاندان کے اسلاف

خود حضرت کے حالات میں ہے، فرماتے ہیں کہ:

’خاندان کے اسلاف اہلِ معرفت وطریقت تھے۔ خاندان میں کوئی شخص باہر کسی دوسرے خاندان سے بیعت نہیں ہوتا تھا۔ والد صاحب مرحوم سب سے پہلے باہر بیعت ہوئے۔ اس کی صورت یہ پیش آئی کہ ان کی شادی نانا اکبر علی مرحوم کی دختر سے ہوئی تھی۔ نانا صاحب مرحوم ۱۸۵۷ء میں تمام جائیداد کے متصرف تھے۔ اور سال بھر کے بعد امن قائم ہونے پر ضلع بستی سے واپس آتے ہوئے دریائے گاگر میں کشتی الٹ جانے سے ڈوب گئے تھے۔ نانی

صاحب نندرولی فیض آباد کی رہنے والی تھیں۔ صاحبِ کشف تھیں، صاحبِ نسبت تھیں انہوں نے اپنے ماموں سے میکے ہی میں سلوک طے کیا تھا۔

ان کے ماموں بڑے صاحبِ نسبت تھے۔ انہوں نے والد صاحب مرحوم کو ہدایت کی تھی کہ تمہارے گھرانے میں مرید کرنے کا طریقہ جاری ہے مگر یہ غلط ہے۔ جب تک کسی کامل سے بیعت ہو کر منازلِ سلوک طے نہ کر لئے جائیں مرید کرنا جائز نہیں۔ قیامت میں سخت وبال ہوگا'۔

نانی صاحبہ کی نصیحت

یہ نانی صاحبہ کی نصیحت ہم جیسوں کے لیے کتنی عبرت ہے۔ پھر اس کو سنئے!

'انہوں نے اپنے ماموں سے میکے ہی میں سلوک طے کیا تھا۔ ان کے ماموں بڑے صاحبِ نسبت تھے۔ انہوں نے والد صاحب مرحوم کو ہدایت کی تھی کہ تمہارے گھرانے میں مرید کرنے کا طریقہ جاری ہے مگر یہ غلط ہے۔ جب تک کسی کامل سے بیعت ہو کر منازلِ سلوک طے نہ کر لئے جائیں مرید کرنا جائز نہیں'۔ منازلِ سلوک کسی نے طے کروائے بھی ہوں پھر گمراہی اور ضلالت اور شیطانی راہ پر چل پڑے ہوں ان کیلئے مرید کرنا کب جائز۔ فرماتی ہیں آگے 'قیامت میں سخت وبال ہوگا'۔

اس لئے والد صاحب مرحوم کو شیخ طریقت کی تلاش تھی۔ خاندان کے دوسرے لوگوں نے بغیر سلوک خاندانی نام پر یہ سلسلہ جاری کر رکھا تھا اور لوگ جو سلسلہ اسلاف میں داخل ہوتے تھے ان سے نذرانہ وغیرہ وصول کرتے تھے اور لوگوں کو مرید بھی کرتے تھے۔

حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ

والد صاحب مرحوم جب صفی پور میں مدرس اور ہیڈ ماسٹر ہو گئے، چونکہ گنج مرادآباد قریب تھا اور اطراف میں حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب کا شہرہ تھا ان کی کرامت اور بزرگی

بہت زیادہ زبان زدِعوام وخواص تھی، اس لئے حضرت مولانا موصوف کی خدمت میں آمد و رفت شروع کی اور وہ کمالات جو اہل اللہ میں ہونے چاہئیں دیکھ کر گرویدہ ہوگئے اور بیعت ہوگئے اور حسب تعلیم ارشاد فرائض سلوک انجام دینے لگے۔

جہاں تک معلوم ہے حضرت مولانا قدس سرہ کا سلوک طریقِ قادریہ کا سلوک تھا۔ حضرت والد صاحب کو یہی تلقین فرمایا تھا۔ جب والد صاحب کی تبدیلی ہوکر مَو کی ہوگئی بانگر مَو تو بہت زیادہ حاضری کا موقعہ مل گیا جو بہت زیادہ قریب ہے دو تین میل کا فاصلہ ہے۔ پھر تو والدہ مرحومہ کو بھی حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب ہی سے بیعت کرادیا۔ والد صاحب کے ارشاد پر مولانا صدیق، مولانا سید احمد اور راقم الحروف کو بھی دیوبند سے بعض اوقات واپسی پر گنج مرادمیں بعض اوقات میں واپسی پر حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ 'بعض اوقات میں' کا مطلب یہ ہے کہ کئی مرتبہ حاضری ہوتی رہی۔

جب بڑے بھائی صاحب مرحوم مولانا صدیق صاحب دیوبند سے فارغ ہوئے تو والد صاحب سے حضرت گنگوہی سے بیعت کی اجازت طلب کی لیکن والد صاحب کا منشاء طبعی طور پر یہی تھا کہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب سے بیعت ہوں اس سلسلہ میں دونوں میں عرصہ تک خط وکتابت رہی۔ اخیر میں والد صاحب نے انہیں گنگوہ بیعت ہونے کی اجازت عطا فرمادی اور وہ بیعت ہوگئے۔

۱۳۱۶ھ میں جب حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوگیا تو حضرت شیخ الاسلام کے والدمحترم حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب کو اس قدر عشق تھا اور فنا فی الشیخ تھے کہ وصال کے بعد ہندوستان میں زندگی بسر کرنا انہیں ناگوار معلوم ہونے لگا، کہ میرے پیر ومرشد چل بسے اب اگر قلبی سکون کی میرے لئے کوئی جگہ ہوسکتی ہے تو مدینہ طیبہ ہے۔ ہر وقت اسی فکر میں اور ہر وقت اسی کے انتظام میں لگے رہے۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ

ادھر جب بڑے بھائی جان مولانا صدیق صاحب شعبان کے مہینہ میں جب دیوبند پہنچے تو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے بھائی صاحب سے فرمایا کہ ’ان دونوں کو (یعنی حضرت شیخ الاسلام کے متعلق اور مولانا سید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرمایا کہ دونوں بھائیوں کو) حضرت گنگوہی سے بیعت کرادو‘۔ اس پر میں نے بھائی صاحب مرحوم سے عرض کیا کہ میں تو حضرت شیخ الہند سے ہی بیعت ہوں گا۔

فرماتے ہیں کہ طالب علمی کے زمانہ میں بار بار گنگوہ شریف حاضری ہوتی رہتی تھی مگر حسنِ عقیدت اور محبت حضرت شیخ الہند ہی سے تھی۔ بچپن سے ان کی خدمت میں رہنا ہوا۔ ابتدائی کتابوں سے لے کر آخری کتابوں تک کا آخری حصہ اکثر ان ہی سے پڑھا۔ مضامین علمیہ، اخلاقِ عالیہ اور اعمالِ صالحہ کا مشاہدہ ہمیشہ رہا اور حضرت شیخ الہند نے بھی اولاد کی طرح انہیں رکھا۔ اس لئے پورے طور پر وابستگی حضرت شیخ الہند سے ہی تھی۔ اگرچہ حضرت گنگوہی کو بڑے عالم ضرور جانتے تھے مگر قریبی تعلق ایسا نہیں تھا۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

اس پر مولانا صدیق صاحب نے سمجھایا کہ ’حضرت شیخ الہند بیعت نہیں کرتے میں نے خود اپنے لئے بہت کوشش کی تھی جب بھی راضی نہیں ہوئے اور حضرت گنگوہی سے بیعت ہونے کا ارشاد فرمایا۔ تب میں وہاں بیعت ہوا۔ تم دونوں کیلئے بھی ان کا یہی ارشاد ہے‘۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ چنانچہ ہم دونوں بھائی مولانا سید احمد اور بندہ گنگوہ حاضر ہوئے۔

ان دنوں میں مولانا حبیب الرحمٰن دیوبندی وہیں خانقاہ میں رہتے تھے اور منازل سلوک طے فرما رہے تھے۔ ہم بھائی جان کا خط لے کر پہنچے تھے جنہوں نے مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کو لکھا تھا کہ ان دونوں بھائیوں کو حضرت سے بیعت کرادیجئے۔ ہم نے وہ خط مولانا

حبیب الرحمٰن صاحب کو پیش کیا انہوں نے حضرت سے گذارش کی کہ مولانا صدیق صاحب نے مولوی سید احمد اور حسین احمد کو بیعت کے لیے بھیجا ہے وہ حاضر ہیں۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ بیعت فرمانے میں بہت زیادہ رد وقدح فرماتے تھے۔ اس کے متعلق حضرت مولانا یحییٰ صاحب نے کسی وقت حضرت سے پوچھا تو فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ کس شخص کو مجھ سے قلبی مناسبت ہے اور کس قدر مناسبت ہے۔ اگر مناسبت نہیں ہوتی تو میں انکار کر دیتا ہوں ورنہ بیعت کر لیتا ہوں۔

بہر حال ہم دونوں پیش ہوئے تو کچھ پس وپیش نہیں فرمایا اور حضرت نے بیعت فرمالیا۔ مگر کچھ تلقین نہیں فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ میں نے بیعت تو کر لیا اب تم مکہ معظّمہ جا رہے ہو وہاں حضرت قطب عالم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ موجود ہیں ان سے عرض کرنا وہ ذکر تلقین فرما دیں گے بس اسی روز ہم دیوبند واپس آ گئے اور پھر وطن کو روانہ ہو گئے۔

قطب عالم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ

دیوبند سے رخصت ہوتے وقت حضرت شیخ الہند پیدل سٹیشن تک تشریف لائے اور وصیت فرمائی کہ 'پڑھانا نہ چھوڑنا خواہ ایک ہی طالب علم پڑھنے والا ہو'۔ بیعت کے بعد برکات کا ظہور محسوس فرماتے رہے چنانچہ بیعت ہونے کے بعد سفر حج میں ذی قعدہ ۱۳۱۶ھ میں مکہ مکرمہ حاضری ہوئی تو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔ اس وقت حضرت حاجی صاحب بہت ضعیف ہو چکے تھے اکثر لیٹے رہتے تھے۔ صبح کو مثنوی شریف پڑھاتے تھے۔ صرف پڑھاتے وقت پلنگ پر کچھ دیر کے لیے بیٹھ جایا کرتے تھے۔

جب ہم حاضر خدمت ہوئے تو حضرت نے بہت توجہ فرمائی۔ حضرت گنگوہی قدس سرہ کا سلام وپیام سن کر بہت خوش ہوئے اور دیر تک محبت سے تذکرہ فرماتے رہے۔ یہاں تک فرمایا

کہ تمنا ہے کہ ایک مرتبہ پھر زندگی میں ان سے ملاقات ہوجاتی۔ جب ہم نے عرض کیا کہ بیعت تو حضرت گنگوہی نے فرمالیا تھا مگر تلقینِ ذکر حضرت سے حاصل کرنے کے لیے فرمایا ہے تو حضرت حاجی صاحب نے پاسِ انفاس کی تلقین فرمائی اور فرمایا کہ روز صبح کو آکر یہاں بیٹھا کرو اور اس ذکر کو کرتے رہو۔ چنانچہ جب تک مکہ معظّمہ میں رہنا ہوا، روز حاضر ہوتے رہے۔

حج سے فراغت کے بعد مدینہ طیبہ روانگی کے موقعہ پر ہم حاضر ہوئے تو حضرت نے بہت شفقت فرمائی۔ سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ 'تم کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں'۔ اس پر ہم نے سکوت کیا تو فرمایا کہ کہو 'ہم نے قبول کیا'۔ ہم نے حسبِ ارشاد اس کو دہرایا۔ پھر حضرت نے دعا فرمائی ہم نے رخصتی مصافحہ کیا اور مدینہ طیبہ روانہ ہوگئے۔ چند ماہ کے بعد ہی حضرت قطب عالم حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا جمادی الاولیٰ میں وصال ہوگیا۔

برکاتِ ذکر

اس تلقینِ ذکر کی برکات کا بھی اب ظہور شروع ہوگیا کہ چوتھے دن راستے ہی میں خواب میں دیکھا آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ میں قدموں میں گرگیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا سر اٹھا کر فرمایا کہ 'کیا مانگتا ہے؟' میں نے عرض کیا کہ جو کتابیں پڑھ چکا ہوں وہ یاد ہوجائیں اور جو نہیں پڑھیں ان کے سمجھنے کی قوت پیدا ہوجائے۔ تو فرمایا کہ 'تجھ کو دیا'۔

جیسا حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے آخری وصیت فرمائی تھی کہ چاہے ایک طالب علم ہو پڑھانا نہ چھوڑنا۔ اس پر حرم نبوی میں درس شروع فرمایا اور درس کے علاوہ باقی اوقات میں اپنی کھجوروں کی دکان پر کام کرتا یا کتابت کا کام انجام دیتا۔ حرم نبوی میں درس شروع فرمایا اور فارغ وقت میں دوکان پر بیٹھتے یا کتابت کا کام انجام دیتے۔ فرماتے ہیں کہ:

’چونکہ روزگار کی کوئی شکل نہیں تھی دوکان پر بیٹھتا جو بڑے بھائی نے بازار میں کھولی تھی جس میں شکر، چائے، چاول، صابون وغیرہ بکتا تھا اور باری باری ہم تینوں اس پر بیٹھا کرتے تھے۔ اس مشغولی کی وجہ سے کچھ عرصہ ذکر پر مداومت نہ ہوسکی۔ پھر جب حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوگیا تب پھر شوق پیدا ہوا کہ ذکر پر مداومت کی جائے‘۔

چنانچہ حرمِ محترم مسجد نبوی میں پاس انفاس میں مشغول رہتے تھے۔ اور قلبی تعلق بھی اب حضرت گنگوہی قدس سرہ کی طرف بڑھنے لگا یہاں تک کہ حضرت شیخ الہند کے تعلق پر ان کا تعلق بڑھ گیا پھر نسبت کے آثار ظاہر ہونے لگے ہر وقت گریہ کی کیفیت روتے رہنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کثرت سے ہونے لگی۔ ذکر کے آثار جسم کے اعضاء پر محسوس ہونے لگے۔ بے اختیار اعضاء متحرک ہوجاتے۔

اب مسجد نبوی میں چونکہ ہر وقت ہجوم رہتا ہے تو اس لئے ایسے وقت میں ذکر وغیرہ میں مشغولی فرماتے کہ جس وقت مجمع کم ہو۔ صبح آفتاب نکلنے کے ایک گھنٹہ بعد کا وقت تجویز فرمایا۔ مگر جب کیفیات ذکر کا زیادہ غلبہ ہونے لگا تو پھر آپ نے مسجد نبوی کے بجائے مسجدِ اجابہ میں ذکر تجویز فرمالیا۔ جیسا کہ حضرت فرماتے ہیں کہ ’بعض دور افتادہ کھجوروں کی جھاڑیوں میں جاکر جب تک جی لگے ذکر کیا کرتا تھا اور جو رویائے صالحہ اور حالات پیش آتے تو گنگوہ شریف حضرت گنگوہی کی خدمت میں تحریر کردیا کرتا‘۔

’ایک مرتبہ گیارہ حضرات اولیاء اللہ تشریف لائے اور فرمایا کہ ہم تم کو اجازت دیتے ہیں۔ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کھجور کا ایک تہائی عنایت فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ باقی دو تہائی دوسرے مشائخ طریقت کے ذریعہ دیئے جائیں گے۔ اس دوران ۱۳۱۸ھ کے رمضان یا شوال میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مہینہ کے لیے ہندوستان طلب فرمایا۔ اس پر حضرت والد صاحب مرحوم نے مجھے ارشاد فرمایا کہ صرف مجھ ہی کو گنگوہ شریف

بھیجیں گے۔

گنگوہ کا سفر

بڑے بھائی صاحب کو بھی حاضری کا بہت زیادہ اشتیاق تھا اس لئے وہ خفیہ طریقہ پر گنگوہ کے ارادہ سے روانہ ہو گئے۔ یہ ذی القعدہ کا مہینہ تھا اور میرے متعلق حضرت والد صاحب کا پروگرام یہ تھا کہ حج کے بعد حجاج کے قافلہ کے ساتھ مجھے بھیجیں گے۔ لیکن جب چپ چاپ بھائی صاحب چلے گئے، مجھے بھی فرمایا کہ تو بھی چلا جا۔ چنانچہ میں نکلا جدہ پہنچ کر معلوم ہوا کہ بھائی صاحب ابھی مکہ شریف میں ہیں۔ مکہ شریف پہنچ کر ہم لوگ حج اور عمرہ سے فارغ ہوئے اور اس کے بعد جدہ واپس آئے۔

اس وقت دو قسم کے جہاز چلتے تھے۔ ایک اسٹیمر جو انجن کے ذریعہ چلتے ہیں اور دوسری عام کشتیاں۔ دخانی جہازوں اور اسٹیمر کا کرایہ بہت زیادہ تھا جس کی استطاعت نہیں تھی۔ اس لئے ہم کپڑہ کے بادبان کے ذریعہ چلنے والے جہاز کے ذریعہ شروع محرم میں جدہ سے روانہ ہوئے جو مسقط جا رہا تھا۔ جدہ سے مسقط کا فاصلہ سوا مہینہ میں طے ہوا'۔ اللہ اکبر۔

'مسقط پہنچ کر اب آگے کا سفر تھا۔ ایک ہفتہ قیام کے بعد کراچی کا جہاز مل گیا اور دو روپیہ فی ٹکٹ پر ہم کراچی پہنچے۔ اور ۱۳۱۹ھ ماہ ربیع الاول کے شروع میں گنگوہ شریف حاضری ہوئی۔ وہ بھی اس طرح کہ بھائی صاحب تو سہارنپور سے سیدھے گنگوہ پہنچے اور میں نے عرض کیا کہ میں پہلے دیوبند جاؤں گا، وہاں سے پھر گنگوہ حاضر ہوں گا'۔

حضرت شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ 'چنانچہ جب میں دیوبند سے نانوتہ کے رستہ سے پیدل چل کر گنگوہ شریف پہنچا'۔ کتنے مجاہدہ کا سفر کہ جدہ سے چھوٹی کشتی میں سوا مہینہ میں صرف مسقط پہنچے جہاں آج کل جدہ سے گھنٹہ میں جہاز پہنچ جاتا ہوگا۔ مگر عشق و محبت میں سب آسان ہو جاتا ہے۔ اسی لئے دیوبند سے جیسے اپنے استادِ محترم حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت

شیخ الاسلام دیکھتے رہے کہ وہ پیدل ہر جمعرات کو روانہ ہو جاتے تھے، اسی طرح خود بھی دیوبند سے نانوتہ کے رستہ سے پیدل گنگوہ شریف پہنچے۔ دونوں بھائیوں کے لئے حضرت گنگوہی قدس سرہ نے کرتہ پائجامہ سلوا کر منتظر تھے۔ وہ دونوں کو عنایت فرمایا۔

دستارِ خلافت

حضرت فرماتے ہیں کہ 'گنگوہ کے قیام میں مبشرات دیکھتا رہا اور حضرت سے عرض کرتا رہا۔ گنگوہ پہنچنے کے پندرہ سولہ دن کے بعد ایک شب میں جب کہ عشاء کے بعد میں حضرت کی پیٹھ دبا رہا تھا تو مابین النوم والیقظۃ کہ کچھ جاگ بھی رہا تھا اور کچھ سو بھی رہا تھا، اسی میں حالت طاری ہوئی اور ایک شخص مجھ سے کہتا ہے کہ 'تجھ کو چالیس دن کے بعد اجازت ہوگی'۔

اس کے ٹھیک چالیس دن کے گذرنے پر حضرت گنگوہی نے ہمیں طلب فرمایا اور فرمایا 'اپنے اپنے عمامے لے آؤ'۔ بھائی صاحب نے دونوں عمامے حاضر کئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ہم دونوں کو اپنے پاس بٹھا کر اپنے دست مبارک سے عمامے باندھے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر حضرت نے پوچھا کہ 'یہ جانتے ہو کیسی دستار تھی؟' بھائی صاحب نے فرمایا کہ دستارِ فضیلت۔ فرمایا کہ 'نہیں یہ دستارِ خلافت تھی۔ تم دونوں کو میری طرف سے اجازت ہے'۔

شروع میں تو میں نے کہا کہ آبِ حیات کے دو چشموں سے سیراب ہوئے۔ لیکن چونکہ آپ کو بشارت مل چکی تھی کہ گیارہ بزرگوں کی طرف سے اجازت آپ کو ملے گی، اس لئے آپ نے دیکھا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فیض یاب ہوئے، حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب سے فیض پایا، اپنے خاندان کے بزرگوں کے فیض سے سیر ہوئے، حضرت شیخ الہند قدس سرہ کے فیوض و برکات کا تو آخر دم تک کیا کہنا اور حضرت گنگوہی قدس سرہ نے تو ابھی باضابطہ ان دونوں بھائیوں کے سر پر دستار اپنے دستِ مبارک سے سجائی اور بیعت کی اجازت عطا فرمائی۔

منازل سلوک

اور یہ کیوں نہ ہو کہ وہاں مسجدِ نبوی میں کس قدر مجاہدات اور خود وہاں کے قیام میں کتنے مجاہدوں سے گذرے۔ یہ سب سلوک طے ہورہا تھا جب مسجدِ نبوی میں آپ نے محسوس فرمایا کہ ذکر کی کیفیات کوئی دیکھ نہ لے، اس وقت مسجدِ اجابہ ایک جنگل بیابان میں تھی، کھجوروں کے باغات کے بیچ، اس کو اپنے ذکر کی جگہ متعین فرمائی۔

جیسے کہ وہاں کسی زمانہ میں پیر ننو میاں فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ الاسلام مدنی قدس سرہ نے یہاں گنگوہ شریف میں چلہ کیا تھا۔ جیسے خود حضرت اپنے متوسلین کو الگ الگ جگہوں پر بھیجا کرتے تھے کسی کو پھلواری میں، کسی کو گنگوہ میں اسی طرح حضرت نے خود ایک چلہ گنگوہ شریف میں تنہائی میں گذارا تھا۔ کس قدر فیض پایا ہوگا!

استاذ کا ادب

ساری عمر حضرت شیخ الہند قدس سرہ کے ساتھ گذری مگر ادب کا عالم یہ تھا کہ طلبہ روز دیکھتے کہ تین گھنٹہ مسلسل خالی چوکی پر بیٹھ کر کے آپ درس دیتے ہیں۔ کسی نے چپکے سے کسی وقت کوئی چٹائی رکھ دی اس کو گوارا فرمالیا لیکن ضعیف العمری اور پیرانہ سالی میں یہ کمزور جسم کیسے اس کو برداشت کرتا ہوگا، طلبہ کا دل دکھتا تھا اس کو دیکھ دیکھ کر کہ مسلسل تین گھنٹہ اس پر بیٹھ کر درس دیتے ہیں۔ انہوں نے اپنی پریشانی حضرت مولانا نصیر احمد صاحب سے ذکر کی جو حضرت مدنی قدس سرہ کے خادم تھے کہ کوئی گدا اس پر بچھا دیا جائے۔

چنانچہ جب مولانا نصیر احمد صاحب نے حضرت کی اہلیہ محترمہ سے جو مولانا نصیر احمد صاحب کی قریبی رشتہ دار تھیں ان سے ذکر کیا، انہوں نے ایک گدا تیار کرایا اور حضرت کے دار الحدیث میں تشریف لانے سے پہلے چوکی پر گدا اور گدے کے اوپر چادر بچھا دی گئی۔ جیسے ہی حضرت تشریف لائے گدا پر نظر پڑی، نہایت ناگواری کے ساتھ چادر اٹھا کر پھینکی اور پھر گدا

اٹھا کر پھینکا اور جو چٹائی بے چاری پہلے گوارا تھی، اب اسے بھی اٹھا کر پھینک دیا اور خالی چوکی پر تشریف فرما ہوئے۔

یہ جملہ یاد رکھنے کے قابل ہے۔ خالی چوکی پر بیٹھنے کے بعد حضرت نے کیا ارشاد فرمایا کہ 'حضرت شیخ الہند صرف چوکی پر بیٹھ کر سبق پڑھایا کرتے تھے۔ اب اس چوکی پر چٹائی بچھ گئی اور چٹائی پر چادر بچھ گئی اور گدے بچھنے لگے ہیں'۔ یہ حضرت شیخ الہند قدس سرہ کا ادب تھا، حضرت کا اتباع تھا۔ جس سے یہ تمام نسبتیں کامل طور پر حضرت ہی کے حصے میں آئیں۔ حضرت گنگوہی قدس سرہ کی نسبت، حضرت شیخ الہند کی نسبت، حضرت مولانا فیض الرحمٰن صاحب کی نسبت، حضرت حاجی صاحب کی نسبت۔ نا معلوم پوری گیارہ کون کون سی نسبتیں منتقل ہوئیں۔ تبھی جا کر ساری دنیا کو آپ للکار سکے۔

مبشرات

یہ برکت تھی اس سب سے پہلے خواب کی جس میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور زیارت ہوتے ہی قدموں میں گر گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دستِ مبارک سے سر پکڑ کر ان کو اٹھایا اور پوچھا 'مانگ! کیا مانگتا ہے'۔ کس قدر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت تھی۔ اسی طرح آپ نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ مسجد نبوی میں منبر کے سامنے میذنہ مکبرہ کے نیچے لیٹے ہوئے ہیں اور جسم پر سبز شال پڑی ہے اور کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ تیرے قدم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم جیسے ہیں۔ ان کی تعبیر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے پھر اتباعِ سنت کی دی۔

یہ سب تیاری تھی زوروں سے کہ آپ کو تیار کیا جا رہا تھا دنیائے انسانیت کی تکریم، تشریف اور ان کی راحت رسانی کے لیے۔ پھر کیسی کیسی جگھوں پر جہاں دم مارنے کی کسی کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے ایسی ایسی قیامتوں میں اللہ نے حضرت شیخ الاسلام کو ثابت قدم رکھا۔ یہ تمام

روحانی طاقتیں آپ میں بھری جارہی تھیں۔

قدم مبارک

یہ بطورِ خاص جو ارشاد فرمایا گیا کہ تیرے قدم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم جیسے ہیں وہ قدم مبارک تو کیسے ہیں؟ سید الانام خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے اربعہ ساتھ ہیں اور عشرۂ مبشرہ میں سے بعض حضرات ہیں۔ اتنے میں جبلِ نور جیسا عظیم پہاڑ ناچنے لگتا ہے۔ کودنے لگتا ہے۔ جو ہستیاں کھڑی ہیں ان کے پیروں میں گدگدی کرنے لگتا ہے۔ اس کی محبت جوش مار رہی ہے۔

جب اس پر یہ حال طاری ہوا، آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے پیر مبارک ٹھوکتے ہوئے ارشاد فرمایا 'اُسْکُنْ حِرَا! فَاِنَّمَا عَلَیْکَ نَبِیٌّ اَوْ صِدِّیْقٌ اَوْ شَھِیْدٌ' ۔ کہ ارے خدا کا پیغمبر اور پیغمبر کا خادم صدیق اور باقی سارے شہداء کھڑے ہیں اور تو اس وقت یہ حرکت کر رہا ہے؟' کہتے ہیں فوراً حرا ساکن ہو گیا۔

ثباتِ قدمی

قدم مبارک کی برکت سے کہ تیرے قدم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم جیسے ہیں، یہ ثباتِ قدمی کی بشارت تھی۔ جیسے آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر مظالم ڈھانے والے مکہ کے ظالم ظلم ڈھاتے ڈھاتے ہار گئے۔ طائف کے ظالم پورا رستہ پیچھا کرتے رہے، لہولہان کر دیا، وہ ہار کر چلے گئے۔ اس طرح کے واقعات اس حسین احمد کے ساتھ پیش آنے والے تھے۔ اس لئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے قدم مبارک عطا کئے گئے تا کہ ثباتِ قدم رہے جس سے دین کو استحکام اور قوت مل سکے۔

اور ثباتِ قدم بھی کس طرح اللہ نے دیا کہ اپنے اعزہ، گھر کے بچوں کی کئی ایک کی شادیاں ایسے حال میں ہوئیں کہ حضرت جیل میں ہیں اور ادھر نکاح ہو رہے ہیں۔ چنانچہ فدائے ملت

حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب نور اللہ مرقدہ کی شادی کے موقعہ پر ۱۹۴۴ء میں میری ولادت سے دو تین سال قبل حضرت شیخ الاسلام نے نینیتال جیل سے قاری اصغر صاحب کو تحریر فرمایا کہ 'میری رہائی کا ہرگز انتظار نہ کیا جائے اور ان کی شادیاں کردی جائیں'۔

چنانچہ تعمیل ارشاد میں حضرت مولانا اسعد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فوراً شادی کردی گئی۔ ورنہ کوئی دنیا میں کوئی باپ، کوئی خاندان، کوئی گھرانہ سوچ سکتا ہے کہ پہلی اولاد کا نکاح اس طرح انجام پائے کہ 'تم اپنے طور پر نکاح جلدی کرلو' اور یہ اس کے متعلق نینیتال جیل سے حضرت قاری اصغر صاحب کو حکم فرمارہے ہیں۔

ڈم ڈم جیل

اور جیل کا حال سنئے! حضرت امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ بنگال کی ڈم ڈم جیل میں ہمیں رکھا گیا تھا۔ بہت سے قومی رضا کار بھی قید تھے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے، شاہ صاحب بھی تھے۔ حضرت شیخ الاسلام دوسرے احاطہ میں تھے کسی نے کہا کہ انسپکٹر جیل خانہ آرہا ہے اور جن رضا کاروں کے سر پر گاندھی ٹوپی دیکھتا ہے، اتار کر پیر کے نیچے مسل دیتا ہے۔ پھر کیا تھا شاہ صاحب نے سنا، اس کے لیے تیار ہوگئے۔

شاہ صاحب ٹہل رہے تھے۔ وہ پہنچا اور دور سے ان سے کہنے لگا کہ ٹوپی اتار دو۔ شاہ صاحب نے جواب دیا نہیں اتاروں گا۔ وہ غصہ میں آگے بڑھا کہ اپنے ہاتھ سے ٹوپی اتارے۔ پھر کیا تھا شاہ صاحب نے جو اس کی کلائی پکڑی ہے کہ اس کے ہواس خطا ہوگئے۔ ایک دم وہ ڈھیلا پڑ گیا۔ داروغہ نے بھی بیچ بچاؤ کرادیا۔ پھر وہ نرم ہوکر کہنے لگا کہ آپ کو اس ٹوپی کا احترام کیوں ہے؟ یہ تو گاندھی ٹوپی کہلاتی ہے۔ شاہ صاحب نے کہا 'یہ غلط ہے۔ یہ تو اجمل کیپ ہے۔ امروہہ مراد آباد اور یوپی کے دیگر مقامات میں شرفائے مسلمان اس کو پہنتے ہیں۔ گاندھی جی نے تو بعد میں اس کو پہننا شروع کیا'۔

اس نے کہا کہ میرے کہنے سے اس کو اتار دیں کیوں کہ میں نے سب کی ٹوپیاں اتار دی ہیں۔ شاہ صاحب نے کہا کہ 'جب تک یہ سر ہے وہاں تک ٹوپی اس پر رہے گی نہیں اترے گی'۔ تب وہ انسپکٹر کہتا ہے کہ میرا حکم نہیں مانو گے تو پھر کس کا؟ کہا کہ 'ایک ہی ہستی ہے دنیا میں وہ ہے حضرت شیخ الاسلام'۔ اس کو امید بن گئی کہ چلئے میں اپنی عزت بچالوں گا۔ سب اسٹاف کے سامنے بے عزتی ہورہی ہے۔

ادھر حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اطلاع مل چکی تھی۔ حضرت کے پاس گاندھی ٹوپی نہیں تھی تو اپنا عمامہ پھاڑا اور جلدی جلدی ٹوپی کی شکل میں ان ٹکڑوں کو جوڑ کر کے ٹوپی بنا کر سر پر سجالی۔ جب حضرت کے پاس وہ پہنچا اور حضرت سے ٹوپی کے متعلق کچھ کہنا چاہا، حضرت نے فرمایا کہ 'میں نے ہمیشہ پگڑی ہی باندھی ہے مگر جب مجھے پتہ چلا کہ تم نے ٹوپیاں اتارنے کی مہم شروع کی ہے، تب میں نے پگڑی کاٹ کر ٹوپی بنائی ہے۔ بے شک یہ اسلام کا نشان تو نہیں ہے۔ مگر قیدیوں کے ساتھ تمہاری زیادتی کا مجھے علم ہوا کہ تم انہیں پریشان کرنا چاہتے ہو اس لئے میرے لیے ضروری ہو گیا اور میں ٹوپی کبھی نہیں اتاروں گا'۔

لاہور کا کانفرنس

کہاں کہاں کے لیے نبوی قدم نے حضرت مدنی کو استقامت اور ثباتِ قدم میں قوت عطا فرمائی، ان کے قدم کو جمایا۔ اور سنئے کہ کہاں کہاں اس بشارت نے اپنا جلوہ دکھایا ہے۔ حضرت شیخ الاسلام جمعیۃ علمائے ہند کی ایک کانفرنس میں لاہور دلی دروازہ پر اسٹیج پر تشریف فرما ہیں۔ حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری بھی تشریف رکھتے ہیں۔ شاعر اسلام سید امین گیلانی اور مولانا انور صابری حضرت کے خادم خاص پنڈال سے باہر ایک کیمپ کے قریب کھڑے ہیں۔

جیسے ہی حضرت تقریر کے لیے کھڑے ہوتے ہیں کہ پہلے سے منظّم پلاننگ کے تحت ایک

ٹولی اسٹیج کی طرف بڑھنے لگی۔ اس کو اسٹیج کی طرف آتا ہوا دیکھ کر امیر شریعت حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بھی ہاتھ میں کلہاڑی لے کر کھڑے ہو گئے اور حضرت مدنی کی حفاظت کی خاطر کبھی دائیں دیکھتے، کبھی بائیں دیکھتے۔ کبھی کھڑے ہو جاتے، ادھر جھکتے اور ادھر جھکتے اور مخالفین کی ہر حرکت پر نگاہ رکھے ہوئے تھے اور چلا چلا کر انہیں اپنی اس حرکت سے باز رکھنے کی کوشش کی۔

جب دیکھا کہ یہ فسادی شیاطین شریر باز نہیں آ رہے، حضرت مدنی قدس سرہ کے سامنے کھڑے ہو کر سینہ سپر ہو گئے اور مائیک پکڑ کر نہایت جوش میں فرمایا 'احرار کے جانبازو! میں جان گیا ہوں کہ ان کی نیت ٹھیک نہیں۔ صبر کا پیمانہ لبریز ہے۔ میں نے تمہیں آج ہی کے دن کے لیے تیار کیا تھا اور جمع کیا تھا۔ دیکھنا شیخ مدنی پر آنچ نہ آنے پائے'۔ پھر کیا تھا کہ اس کلہاڑی بردار احراری فوج کے سامنے یہ فسادی کب تک اپنا ڈانس دکھاتے۔

اس طرح باطل نے حضرت مدنی کو ہلانے کی بہت کوشش کی۔ مگر جہاں پہلے دن مسجد شریف میں منبر شریف کے سامنے مکبرہ کے نیچے، میذنہ کے نیچے اس حال میں اپنے آپ کو حضرت مدنی دیکھ رہے ہیں کہ سبز شال بھی آپ پر پڑی ہوئی ہے اور کہنے والا کہتا ہے کہ تیرے قدم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم جیسے ہیں۔ جیسے نبی کا قدم کبھی نہیں ڈگمگایا، آپ کے لعل کے پیر کون ہلا سکتا ہے!

اس قصہ میں حضرت مولانا انور صابری اور سید امین گیلانی کا بھی ذکر ہے تو ان کے کلام میں سے میں کچھ پڑھنے کی جرأت کرتا اور ہمت کرتا، لیکن فلو کی وجہ سے میرا گلا کئی روز سے اس قدر زخمی ہے کہ اتنا مشکل سے بول پا رہا ہوں۔ اور یہ بھی حضرت مدنی کے نبی جیسے قدم کی برکت اور اس کا صدقہ ہے۔ انہی کے زیر سایہ ہم رہیں۔ انہی کے قدموں میں رہیں۔ دنیا میں بھی آخرت میں بھی۔ زندگی میں بھی، مرنے کے بعد بھی۔ حشر میں بھی۔

بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ

بھائی جان بھی یہی مانگتے رہے کہ جب کبھی حضرت شیخ الاسلام کا ذکر آ جاتا فون پر، وہ بھی روتے رہتے ہم بھی روتے رہتے۔ بالآخر ادھر بھائی جان کا انتقال ہو رہا ہے چپاٹا میں۔ بستر مرگ پر ہیں اور ادھر ان کے مسترشد موز مبیق میں خواب دیکھ رہے ہیں کہ حضرت مدنی قدس سرہ کے ساتھ ایک بہت بڑا قافلہ ہے اولیاء اللہ کا اور سب ایک ہی لباس پہنے ہوئے ہیں، سفید لباس۔

سب کے سر پر سفید عمامے اور معہد کی پرانی مسجد کے پاس یہ مجمع کھڑا ہے اور منتظر ہے ٹکٹکی باندھ کر انتظار میں دیکھ رہا ہے۔ بھائی جان کے گھر کے دروازے کی طرف۔ جیسا ہی دروازہ کھلا بھائی جان بھی اسی طرح کا لباس پہن کر نکلے اور حضرت شیخ الاسلام اپنے ساتھیوں کے ساتھ بھائی جان کو لے کر معہد سے روانہ ہوئے۔ یہ چند منٹوں پہلے انہوں نے خواب دیکھا اور گھنٹی بجی اور اطلاع ملی کہ بھائی جان رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا۔ حضرت مدنی اپنے ساتھ لے گئے۔

جیسا میں نے عرض کیا کہ آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک حضرت شیخ الاسلام کو دیا گیا، آزمائشیں بھی اسی درجہ کی تھی۔ کہ کسی طرح کا مضبوط تر انسان اس کے تحمل کو سوچ بھی نہیں سکتا جن سے حضرت شیخ الاسلام گذر کر راہی جنت ہوئے۔ کیا لاہور کے قصے، کیا جالندھر کے اسٹیشن کا قصہ۔

ایذا رسانی کا نتیجہ

ایک شخص میرے یہاں آتا تھا مانچسٹر سے، ۱۹۶۹ء/۱۹۷۰ء میں۔ بہت پریشان تھا۔ بالآخر کہاں رہے، کس زمانہ میں تھے، کچھ مجھے شبہ ہوا۔ پھر میں نے ان سے صاف پوچھ لیا۔ میں نے کہا کہ یہ جو ہنگامے ہو رہے تھے تقسیم سے پہلے اس وقت آپ کہاں تھے۔ رو پڑے اور

سسکیاں لیتے ہوئے انہوں نے یہی جالندھر کے اسٹیشن کا قصہ بتایا کہ اس وقت میں بھی ان غنڈوں کے ساتھ شریک تھا۔

میں نے کہا کہ بس حضرت مدنی قدس سرہ کے لیے جتنا ایصال ثواب کرسکو، جتنا مالک سے معافی مانگ سکو اور جتنا صدقہ خیرات کر کے حضرت مدنی کو ایصالِ ثواب کی نیت سے صدقہ خیرات کرسکو کرو۔ ورنہ دنیا کی پریشانی تو عارضی ہے ختم ہونے والی ہے، مگر آخرت کی جزا اور سزا وہاں کی دائمی ہے۔

جالندھر کے اسٹیشن کا قصہ

جالندھر والا قصہ جو شورش کاشمیری نے بیان کیا اس کے مطابق چند نوجوان اسٹیشن پر حضرت مدنی کو دیکھتے ہیں اور ڈبے پر چڑھ دوڑتے ہیں، نعرے لگاتے ہیں، سب وشتم کرتے ہیں، داڑھی پکڑ کر کھینچتے ہیں۔ ایک بیان کے مطابق کسی شقی بدبخت نے حضرت کے گال مبارک پر تھپڑ بھی مارا لیکن حضرت نے نہ آہ کی، نہ فریاد، نہ کوئی چیخ، نہ پکار۔ دشمن بتاتے ہیں کہ حضرت مکمل صبر کی تصویر تھے۔ جیسے بچے گڑیا سے کھیلتے ہیں اس طرح دشمن کھیل رہا ہے۔ آہ تک نہ کی۔ لکھا ہے شورش کاشمیری نے 'آہ تک نہ کی'۔

پھر شورش نے تو ایک ایک کا نام لے کر ان کا انجام لکھا ہے۔ لیکن یہ ثباتِ قدمی ہے کہ جس طرح انہوں نے کوئی گندی سے گندی حرکت چھوڑی نہیں، اس کے باوجود حضرت کے ثباتِ قدم میں کوئی تزلزل نہیں آیا دنیا میں۔

اسی طرح کوئی تزلزل نہیں آیا آخرت میں بھی جیسا حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قصہ لکھا کہ دعائے سحر گاہی میں اپنے لئے کیا حضرت مانگ رہے تھے کہ الٰہی! مجھے تو جہنم میں دھکیل دے اور ان کو نجات دے 'مگر دیگراں را رہائی شدے'۔ اوہو، اوہو! 'مگر دیگراں را رہائی شدے' کہ مجھے جہنم میں ڈال دے تاکہ دوسروں کو نجات مل جائے۔ کیا ظرف

تھا اور کیا استقامت تھی۔ نبوی قدم میں کتنی قوت تھی۔

سید پور کے اسٹیشن کا قصہ

اسی طرح کا قصہ سید پور کے اسٹیشن پر پیش آیا کہ سات سو سے ہزار تک کے مجمع نے چاروں طرف سے حضرت کو گھیر لیا۔ نعرے لگا رہے ہیں، سب وشتم کر رہے ہیں۔ جن کے ہاتھوں میں لاٹھیاں ہیں، ڈنڈے ہیں، چھریاں ہیں، بدتمیزی سے نام لے کر ساتھ دھمکیاں دیئے جا رہے ہیں 'قتل کرو، مار ڈالو، ٹکڑے کر دو، یہ غدار ہے'۔ جو منہ میں آرہا تھا بک رہے ہیں۔ پھر ڈھول ساتھ ساتھ ہیں، جوش دلانے کے لیے شیاطین کو۔ یہ سات سو یا ہزار کے قریب تھے اور ڈھول کی آواز پر کوئی تین ہزار کا مجمع جمع ہو جاتا ہے۔ کربلا کے حسین کی طرح یہ حسین بھی ان غنڈوں کے بیچ میں ہے۔

پھر انہوں نے دست درازی بھی شروع کر دی، مار دھاڑ شروع کر دی یہاں تک کہ حضرت کے کئی خدام بھی مجروح ہوئے۔ کئی ایک کو چوٹیں لگیں۔ جو خدام تھے ان کا بیان ہے کہ پتہ نہیں ہم لوگوں میں کیسے قوت آچکی تھی کہ ان فراعنہ شیاطین ابلیسی فوج میں ہم نہتے خالی ہاتھ اور ہمیں ان کی طرف سے کسی چیز کا کوئی اندیشہ نہیں تھا۔

'كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ' کی طرح ہم دس پندرہ آدمی حضرت کے چاروں طرف سب کچھ برداشت کر رہے ہیں۔ اتنے میں ایک ابلیس ان کا سردار اور آگے بڑھا اور بے دردی سے آپ کا گریبان پکڑ کر آپ کو زمین مبارک پر پچھاڑنے کی کوشش کی۔ ٹوپی مبارک کو لے جا کر اس میں آگ لگا دی اور اس کو اپنے پیر کے نیچے مچلتے ہوئے اپنے دل کی اس نے ٹھنڈک محسوس کی۔ ایسی قیامتوں کے بیچ میں آتشِ نمرود والی آگ کا نظارہ تھا لیکن ثباتِ قدم میں تزلزل نہیں آیا کہ وہ نبی کا قدم دیا گیا تھا۔ اسی دن کے لیے دیا گیا۔

بریلی کا قصہ

لیسٹر میں جو بریلی سے حکیم صاحب تشریف لاتے ہیں بشیر بھائی کے یہاں، ان کے دادا جان کا بیان ہے فرماتے ہیں کہ ۱۹۴۵ء کا قیامت خیز زمانہ چل رہا تھا کہ حضرت شیخ الاسلام بریلی تشریف لائے کہ وہاں بریلی موتی پاک میں جلسہ تھا۔ سارا پارک انسانوں سے بھرا ہو تھاا۔ اتنے میں بہت بڑاایک ہجوم مجمع کو پھاڑتا ہوا سٹیج کی طرف بڑھ رہا ہے۔ان کی آمد سے خوف زدہ ہونے کے بجائے حضرت شیخ الاسلام نے جو آیت تلاوت فرمائی 'وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰ نِ وَالْغَوْا فِيْهِ' ۔ یہ آپ نے تلاوت فرمائی اوراسی پر بیان شروع فرمایا۔

کیا ثباتِ قدم اور کیا ہمت مردانہ۔ نبوی قدم کی طاقت اور پاور اور روحانی قوت تو ملاحظہ کیجئے اور ڈھول ڈھپڑے ہر جگہ یہ غنڈے لے کر ہی چلتے تھے۔ پھر ان کی شیطنت اور بڑھی تو منظّم طریقہ سے سنگ باری شروع کردی۔ اینٹیں برسانے لگے۔ مجمع میں سے لوگ مضروب ہورہے ہیں، مجروح ہیں، زخمی ہورہے ہیں۔ حضرت مدنی قدس سرہ کے جاں نثاروں نے چاہا کہ آپ کے اوپر اسٹیج پر کسی چیز سے سایہ کرلیا جائے تا کہ آپ تک کوئی پتھر وغیرہ نہ پہنچ سکے۔ یہ حسین ابن الحسین ان کی اس تیاری کو دیکھ کر گویا ہوتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ 'حسین احمد کا سر آپ حضرات کے سروں سے زیادہ قیمتی نہیں ہے'۔ اور سنگ باری چل رہی ہے اور سینہ سپر ہوکر مجاہدانہ انداز میں تقریر فرمارہے ہیں۔ نبوی قدم زندہ باد۔ یہ تمام قیامتیں نہ ہلاسکیں، نہ رلاسکیں۔ کوئی غم پریشانی نہیں۔ ساری عمر اس کو جھیلتے رہے، جھیلتے رہے۔ لیکن ایک دفعہ ضرور روئے حضرت۔ لیکن ایسی قیامت پر نہیں روئے۔ کب روئے؟ سنئے!

پہلے اور آخری آنسو

حضرت کے حالات میں لکھا ہے کہ 'باب الفہم فی العلم' صحیح بخاری کے باب تک آپ اس سال بخاری شریف پڑھا سکے۔ اور یہ باب الفہم فی العلم کا درس ہی آپ کا آخری درس بخاری تھا۔ اسی طرح صحیح بخاری کی دوسری جلد کے صفحہ ۵۰۷ تک آپ پڑھا سکے۔ بالآخر حضرت مولانا فخر الدین صاحب کے سپرد فرمادی بخاری شریف۔

ایک دن حضرت مولانا فخر الدین صاحب مزاج پرسی کے لیے تشریف لائے۔ حضرت نے اپنے قلبی احساسات ان سے بیان فرمائے۔ کہ اللہ کے سامنے حاضری کا وقت ہے۔ کوئی عمل پاس نہیں۔ نمازیں تیمّم کر کے اور بیٹھ کر پڑھتا ہوں۔ توشہ آخرت بالکل خالی ہے۔ مغفرت کا کوئی سامان نہیں۔ دعا کیجیے کہ حق تعالیٰ کی رحمت کاملہ جوش میں آجائے اور میرا بیڑا پار ہوجائے۔ یہ فرمایا اور دل بھر آیا، آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ زار وقطار رو رہے ہیں۔ اب ہچکیاں شروع ہوجاتی ہیں۔

لکھا ہے کہ بیاسی برس کی زندگی میں یہ پہلا اور آخری موقعہ تھا کہ کسی نے حضرت کی آنکھوں میں آنسو اور آپ پر گریہ اور رونے کا اثر دیکھا۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی اتباع کی ہمیں توفیق دے، حضرت کو ہماری طرف سے بے حد جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور اللہ تعالیٰ حضرت کے خاندان میں، آلِ حسین میں برکت فرمائے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِهِ وَصَحْبِهِ اَجْمَعِيْنَ

بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

۲۵؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دو تین روز قبل عرض کیا تھا کہ ایک خاندان لٹا پٹا عراق سے سورت کے ساحل پر اترتا ہے اور یہاں قیام پذیر ہوتا ہے جس خاندان کا تعلق سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور صحابی حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ہے اور حضرت مولانا شیخ ابراہیم یہاس خاندان کے جدا کبر ہیں۔ پھر مولانا محمد طیب جن کی نسل میں پڑپوتے سے بھی آگے بلکہ خود مولانا وصی احمد صاحب کے پڑپوتے خواجہ حیدر ناظم آباد کراچی میں مقیم ہیں اور انہوں نے ہی اپنے بھیتی ہاؤس میں اپنے جدا کبر حضرت مولانا وصی محدث سورتی کے حالات تحریر فرمائے۔

حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا و وصی احمد صاحب اپنے برادر اصغر کے ساتھ سورت پہنچے۔ آپ کے والد محترم جدہ میں سفر کے دوران انتقال فرما گئے تھے۔ اور سورت پہنچنے کے بعد آپ کی والدہ محترمہ بھی اللہ کی رحمت میں پہنچ گئیں۔ اب یہ دونوں حضرات سورت سے دہلی کا سفر فرماتے ہیں۔ ۱۲۷۷ھ کے شروع میں یہ حضرات دہلی پہنچے جب کہ دہلی بالکل اجڑ چکی تھی۔

خواجہ رضی حیدر صاحب لکھتے ہیں کہ جب یہ دہلی پہنچے، وضع قطع سے مسافرت ٹپک رہی

تھی۔ لمبے چوڑے قد، کھلتا ہوا گندمی رنگ، چھوٹی چمک دار سیاہ آنکھیں، پاؤں میں کھجور کے پتوں کی بنی ہوئی چپل، سر پر خالی سورتی وضع کا عمامہ۔ ہر چیز ان کے عربی النسل ہونے کی گواہی دے رہی تھی۔ اور واقعی عربی النسل ہی تھے کہ حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی کا شجرہ نسب مشہور صحابی حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کے ساتھ ملتا ہے۔ اسی لئے وہ اپنے نام کے ساتھ حنفی اور حنیفی لکھا کرتے تھے۔

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ

حضرت سہل بن حُنیف مدینہ منورہ کے باشندہ تھے۔ بدر واحد اور تمام غزوات میں شریک رہے۔ احد میں ثابت قدم رہے۔ وفات کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھی اور رفیق رہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ کو مدینہ منورہ میں اپنا قائم مقام بنایا ہوا تھا۔ پھر فارس کا گورنر بھی بنایا۔ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے ۳۸ھ میں کوفہ میں انتقال فرمایا۔

مدرسہ حسین بخش

مولانا وصی احمد اور آپ کے برادر خورد دونوں نے دہلی پہنچ کر شروع میں مسجد فتح پوری دہلی میں قیام کیا۔ کچھ دنوں تک حالات کا جائزہ لینے کے بعد مدرسہ حسین بخش دہلی میں داخلہ لیا اور مدرسہ کے حجرہ میں قیام کیا۔ یہ مدرسہ اس اعتبار سے بھی بہت امتیاز رکھتا ہے کہ ۱۸۵۷ء کے واقعات کے دوران بھی اس مدرسہ میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری رہا۔

دہلی میں مٹیا محل سے چتلی قبر تک چلیں، اطراف میں متعدد گلیاں ہیں، داہنے ہاتھ کے طرف بختاور خان کی حویلی ہے جس میں مدرسہ حسین بخش واقع ہے۔ یہ مدرسہ حسین بخش ایک علم دوست پنجابی سوداگر حسین بخش نے ۱۲۶۸ھ میں تعمیر کر کے وقف کیا تھا۔ مدرسہ حسین بخش میں کتبہ لگا ہوا تھا 'دار الہدیٰ والوعظ' جس سے ۱۲۶۸ھ تاریخ نکلتی ہے۔ مدرسہ میں مسجد کے علاوہ مدرسہ کا دالان اور طلبہ و مدرسین کے لیے حجرے بنے ہوئے تھے۔ مولانا وصی احمد

صاحب اور مولانا عبداللطیف صاحب نے اس مدرسہ میں بھی تقریباً ایک سال قیام کیا۔

مدرسہ فیضِ عام

پھر جب مفتی عنایت احمد کاکوروی انڈمان کی اسیری سے رہائی پاکر پانچ سال کے بعد ہندوستان واپس پہنچے، رہائی کے بعد کانپور میں مستقل رہائش اختیار کی اور فیض عام کے نام سے ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی۔ علی گڑھ سے اپنے شاگرد مولانا لطف اللہ علی گڑھی کو بھی مدرسہ میں بلالیا اور درس و تدریس میں مشغول ہوگئے۔

اس مدرسہ کے لیے سرمایہ کانپور کے ایک رئیس عبدالرحمٰن خان جو مطبع نظامی کے مالک تھے انہوں نے فراہم کیا اور اس مدرسہ کے افتتاح کیلئے عبدالرحمٰن خان نے مفتی عنایت احمد صاحب سے مشورہ کرکے مالک مطبع نظامی کے پیر و مرشد حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی کو کانپور آنے کی دعوت دی۔

مولانا وصی احمد اور مولانا عبداللطیف صاحب نے جب مدرسہ فیض عام کا ذکر سنا تو وہ مدرسہ حسین بخش سے کانپور منتقل ہوگئے اور مولانا لطف اللہ علی گڑھی کے درس میں شامل ہوگئے۔ دونوں بھائیوں نے مدرسہ فیض عام میں تقریباً سات سال تک مختلف علوم وفنون کی تعلیم حاصل کی اور مدرسہ فیض عام جن کی خاطر بنایا گیا یعنی مفتی عنایت احمد صاحب کاکوروی، انہوں نے تین سال تک یہاں درس دیا۔

۱۲۷۹ھ میں سفر حج کے دوران مولانا عنایت احمد صاحب کاکوروی جہاز کے ایک چٹان سے ٹکراکر غرق ہونے کی وجہ سے شہید ہوگئے۔ ان کی شہادت کے بعد مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی نے مولانا محمد علی کانپوری مونگیری کو مدرسہ میں نائب مدرس مقرر کیا۔ اس طرح مولانا محمد علی مونگیری اور مولانا وصی احمد صاحب کے درمیان تعلقات کا آغاز ہوا۔

مولانا لطف اللہ علی گڑھی رحمۃ اللہ علیہ

یہ وہ زمانہ تھا کہ برصغیر میں تقلید اور عدم تقلید پر بحث چل رہی تھی۔ طرفین سے رسالے اور فتوے جاری کئے جارہے تھے۔ مولانا لطف اللہ علی گڑھی غالی حنفی تھے اور ائمہ اربعہ کی تقلید کو ملت مسلمہ کے لیے ضروری اور واجب سمجھتے تھے۔ اس لئے انہوں نے تقلید کی حمایت میں کئی رسالے تحریر فرمائے۔ متعدد فتاویٰ پر مہریں ثبت کیں۔ اسی فتنہ کے دوران تسمیم کے ذریعہ آپ کے خاتمہ کی کوشش کی گئی۔ کسی طرح جانبر ہوئے، گوشہ نشین ہوگئے۔ جب نواب حیدرآباد دکن کو اس سانحہ کی اطلاع ملی، اپنے یہاں بلالیا اور ریاست میں آپ کو مفتی کے عہدہ پر فائز کیا۔ وہیں ۸/اکتوبر ۱۹۱۶ء میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

مالک نے آپ کو بے حد مرنج و مرنجاں بنایا تھا۔ اسی لئے علمائے عصر سے بعض فروعی مسائل میں اختلاف کے باوجود آپ نے کبھی تعصب اور تشدد کا اظہار نہیں فرمایا۔ اسی بنا پر بریلوی اور دیوبندی دونوں مکاتب فکر کے علماء آپ کا بے حد احترام فرماتے تھے۔ چنانچہ مولانا لطف اللہ صاحب کی وفات پر ہر طبقہ کے لہگ، بالخصوص دیوبندی اور بریلوی، دونوں طبقوں نے اظہار رنج و غم کیا۔ اخبارات و رسائل نے تعزیتی مضامین شائع کئے۔

علامہ شبلی نعمانی کے جانشین مولانا سید سلیمان ندوی نے جو اس زمانہ میں معارف اعظم گڑھ کے مدیر اعلیٰ تھے، مولانا لطف اللہ علی گڑھی پر ایک تعزیتی نوٹ 'فاجعہ علمیہ' کے عنوان سے لکھا۔ جس میں یہاں تک تحریر فرمایا کہ قدیم عربی مدارس کے در و دیوار اگرچہ ظاہری شان وشوکت کے لحاظ سے روز بروز بلند ہوتے جارہے ہیں لیکن جھک کر دیکھتے ہیں، سنگ بنیاد متزلزل نظر آتا ہے۔ ہماری قدیم تعلیم و تربیت کی جو یادگاریں ان مدارس کی اساس تھیں ایک ایک کر کے مٹ گئیں۔ ایک مولوی لطف اللہ علی گڑھی رہ گئے تھے۔ لیکن صرصرِ فنا نے ہماری انجمن کے اس چراغ کو بھی گل کر دیا۔

مولانا لطف اللہ میں قدیم تعلیم و تربیت کی تمام خصوصیات بالکمل وجوہ موجود تھیں۔اور وہ اپنے اقران میں ممتاز خیال کئے جاتے تھے۔مولانا لطف اللہ علی گڑھی نے ندوۃ العلماء کے قیام میں بھی ضعیف العمری کے باوجود حصہ لیااور جب ندوہ میں غیر حنفی افراد کی شمولیت پر علماء کے درمیان تنازعہ پیدا ہوا،آپ نے اس تنازعہ کو رفع کرنے کی حتی الوسع کوشش کی۔

زمانۂ طالب علمی

مفتی لطف اللہ علی گڑھی کی توجہ خاص طالب علمی کے زمانہ میں مولانا وصی احمد صاحب پر رہی جن کی ذہانت اور ذکاوت اور فراست زبان زد خاص و عام تھی۔اور سنجیدگی اور بردباری مزاج میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔سادگی اور قناعت شیوہ تھا۔ہر معاملہ میں علمی نقطے نکالنا اور ہر مسئلہ کو ایک خاص نکتہ نظر سے پرکھنا آپ کا معمول تھا۔مطالعہ کے اس قدر شوقین کہ ایک کتاب کو کئی کئی مرتبہ پڑھتے حتی کہ وہ حفظ ہو جاتی۔اسی بنا پر حدیث وفقہ کی اکثر کتابیں،اکثر کتب درسیہ آپ کو زبانی یاد تھیں۔محدثین کے اسناد اور سلسلے ازبر تھے۔

مولانا وصی احمد صاحب نے مفتی لطف اللہ علی گڑھی سے درسیات کی تکمیل تین سال میں کر لی تھی لیکن بعد میں مولانا محمد علی مونگیری کے درس میں شامل ہو گئے اور ادبیات کی تکمیل کی۔طالب علمی میں مولانا وصی احمد صاحب عمر کے اعتبار سے دیگر طلبہ سے بڑے تھے۔اس لئے آپ کا زیادہ تر وقت اپنے استاذ مولانا محمد علی مونگیری اور مولانا احمد حسن کی صحبت میں گذرتا تھا۔

حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ

جب مولانا وصی احمد صاحب نے مدرسہ فیض عام سے ۱۸۸۶ء میں تمام علوم وفنون سے فراغت پالی، اب گنج مرادآباد کا سفر اختیار فرمایا جہاں قطب الاقطاب اویس زمانہ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی قیام پذیر تھے۔ان کے کرامات،توجہ،تاثیر،عشق ومحبت،

اتباع سنت اور رشد وہدایت کے تذکرے اور چرچے ہندوستان کی دینی علمی مجلسوں میں عام تھے۔ کانپور میں بالخصوص حضرت کے مریدین معتقدین کا بڑا وسیع حلقہ تھا۔ اسی لئے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کانپور تشریف لایا کرتے تھے۔

مولانا وصی احمد صاحب نے کانپور ہی میں حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب کی پہلی مرتبہ زیارت مطبع نظامی کے مالک عبدالرحمٰن خان کے مکان پہ کی تھی جن کے مطبع نظامی میں ایک کمرہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے لیے مخصوص تھا۔ نیز اپنے استاذ مولانا محمد علی مونگیری کی زبانی بھی مولانا وصی احمد صاحب حضرت گنج مرادآبادی کا بارہا ذکر خیر سنتے رہتے تھے۔

چنانچہ جب ملاقات ہوئی، زہد وتوکل، رشد وہدایت، انوار الٰہی کے تمام خزانے اس ذات گرامی میں آپ نے موجود پائے۔ آپ نے طے کرلیا کہ تعلیم سے فارغ ہوکر کچھ عرصہ تک شاہ فضل الرحمٰن کے قدموں میں زندگی گذاریں۔ چنانچہ مولانا وصی احمد صاحب نے حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب کی خدمت میں پہنچ کر آپ کے دست مبارک پر سلسلہ نقشبندیہ قادریہ میں بیعت کی اور سلوک کی تکمیل کے لیے خدمت میں مستقل قیام فرمالیا۔

نبیرۂ حضرت مولانا وصی احمد سورتی اپنی کتاب سوانح حیات اعلیٰ حضرت بریلوی میں لکھتے ہیں کہ اعلی حضرت ۱۳۱۱ھ میں پہلی مرتبہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ اس سفر میں آپ کے ہمراہ مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی، حکیم خلیل الرحمٰن خان جو مولانا لطف اللہ علی گڑھی کے تلمیذ ہیں وغیرہ علماء بھی ہم رکاب تھے۔ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب کو آمد کی اطلاع مل چکی تھی اس لئے مریدین کے ساتھ آپ نے قصبہ سے باہر تشریف لاکر اعلیٰ حضرت کو خوش آمدید کہا۔ اور تین دن سے زائد اعلی حضرت گنج مرادآباد میں مقیم رہے۔

درسِ حصن حصین

حضرت شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی نے مولانا وصی احمد صاحب کی غیر معمولی لیاقت خصوصاً علم حدیث اور اصولِ فقہ پر دسترس کے پیشِ نظر آپ کو اپنے درس میں شامل فرمالیا بلکہ نئے طلبہ کو پڑھانے کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد فرمائی۔ مولانا وصی احمد صاحب نے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب سے حصنِ حصین پڑھنا شروع کی۔ کیوں کہ پہلے تو باقاعدہ صحاح ستہ اور مؤطا تمام کتب حدیث کا درس حضرت شاہ صاحب کے یہاں ہوتا تھا۔ لیکن ۱۸۵۷ء کے بعد آپ کی صحت تک گوشہ نشین ہو گئے تھے۔

اس زمانہ میں جو طلبہ زیارت اور اکتسابِ فیض کے لیے حاضر ہوتے ان کو حصنِ حصین کے اسباق اور اوراد و وظائف عطا فرما کر رخصت فرمادیتے تھے۔ مگر مولانا وصی احمد صاحب کو آپ نے تمام حصنِ حصین کی دعائیں پڑھائیں اور پڑھانے کی اجازت بھی عطا فرمائی اور طلبہ کے سامنے حضرت شاہ صاحب مولانا وصی احمد صاحب کے متعلق اونچے کلمات ارشاد فرماتے۔ جب حصنِ حصین کے درس سے فارغ ہوئے، شاہ فضل الرحمٰن صاحب نے آپ کو خلافت عطا فرمائی۔

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی کا حال حضرت حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرح سے تھا کہ ایک طرف حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ کے بھی پیر و مرشد ہیں اور دوسری طرف مولانا عبدالسمیع صاحب سے بھی تعلق ہے۔ یہاں بھی جیسا آپ نے سنا کہ مولانا احمد رضا خان صاحب بھی گنج مراد آباد حاضری دیا کرتے تھے، اسی طرح حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بھی حاضر خدمت ہوئے اور اس سفر پر جو مضمون تحریر فرمایا اس کا نام رکھا گیا 'نیل المراد فی السفر الی گنج مراد آباد'۔

وَصَلَّى اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلیٰ اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ

اَجْمَعِیْنَ

بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

۲۶/رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

التزام صمت

حضرت شیخ قدس سرہ کے یہاں بار بار ہر مجلس میں ایک ہی تاکید تھی۔ فرماتے کہ میرے ہاں کسی چیز کی پابندی نہیں۔ کھانے کی، سونے کی۔ جو یہاں پسند نہ آئے باہر کھانے پینے کے ہوٹل بھی ہیں۔ لیکن یہاں مسجد میں ایک ہی چیز کی پابندی ہے کہ کسی سے بات نہ کرو۔ ذرا سی آواز کان میں پڑتی، فوراً تحقیق کے لیے بھیجتے کہ کون بات کر رہا ہے۔ اور ہر مجلس کے ختم پر اس کلمہ کو دہراتے۔ میرے پیارو! بات ہر گز کسی سے نہ کرو۔ جتنا ذکر تلاوت میں اپنے آپ کو مشغول رکھ سکو، مشغول رہو۔ جب نہ ہو سکے، پڑے رہو، سوئے رہو لیکن بات نہ کرو۔

کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا 'مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَـلَا يُـؤْذِ جَـارَهٗ' کہ جو اللہ پر اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہے، وہ اپنے پڑوسی کو نہ ستائے۔ 'وَمَـنْ كَـانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهٗ'۔ جو اللہ پر اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔ 'وَمَـنْ كَـانَ يُـؤْمِـنُ بِـاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْـرًا اَوْ لِيَصْمُتْ'۔ کہ جو اللہ پر اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہے تو اسے چاہئے کہ بھلی بات

زبان سے نکالے یا چپ رہے۔

اسی پر عمل فرماتے ہوئے حضرت بار بار فرماتے کہ میرے پیارو! بات ہرگز نہ کرو۔ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو عام زندگی میں، چلتے پھرتے، گھر میں بازار میں اس کے متعلق ایک عام ہدایت فرمائی جہاں کہیں بھی تم ہو، 'فَلْیَقُلْ خَیْرًا اَوْ لِیَصْمُتْ'۔ بولو تو بھلی بات خیر ہی خیر اپنے لئے یا دوسروں کے لیے، یا پھر چپ رہو، زبان کو بند رکھو۔

تقلیل کلام

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس چیز میں نجات ہے۔ ارشاد فرمایا کہ 'اِحْفَظْ عَلَیْکَ لِسَانَکَ'۔ اپنی زبان کو قابو میں رکھو۔ 'وَلْیَسَعْکَ بَیْتُکَ'۔ تمہارے گھر کا حجرہ، تمہارا بیڈ روم تمہارے لئے وسیع معلوم ہو۔ اس سے باہر مت نکلو۔ اور وہاں اندر کیا کام کرو 'وَابْکِ عَلٰی خَطِیْئَتِکَ'۔ وہاں تنہائی میں بیٹھ کر اپنی خطاؤں پر، گناہوں پر ندامت کے آنسو بہاتے رہو۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نصیحت فرما رہے ہیں 'کَلِّمِ النَّاسَ قَلِیْلاً وَ کَلِّمْ رَبَّکَ کَثِیْرًا، لَعَلَّ قَلْبَکَ یَرٰی اللّٰہَ'۔ کہ لوگوں سے بات کم اور مالک سے ہر وقت ہم کلام رہو۔ کیوں کہ ہم مالک کی تسبیح، ذکر اور استغفار میں مشغول رہیں گے، مالک ہمیں اس کے بدلے میں کیا دے گا۔ ارشاد فرمایا 'فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ'۔ تم مجھے یاد کرو، میرا ذکر کرو، میں تمہارا ذکر کروں گا۔

اس لئے فرمایا کہ 'کَلِّمْ رَبَّکَ کَثِیْرًا' اور کتنا عظیم انعام اس کے بدلے میں ارشاد فرمایا کہ 'لَعَلَّ قَلْبَکَ یَرٰی اللّٰہَ'۔ شاید اللہ کو تمہارا دل دیکھ پائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں اپنی ذات عالی کو بسائے۔ مالک کو ہمارے دلوں میں بسانے کی ہمیں توفیق دے۔ یہ ہمارے لئے آسان فرمائے۔ کتنا آسان علاج فرمایا کہ بس بولنا کم کردو۔ لوگوں سے بات کم کرو اور

مالک سے ہر وقت ہم کلام رہو۔لَعَلَّ قَلْبَکَ یَریٰ اللّٰہ‘۔

زبان

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ اپنی ذات کو بچانے والا، سب سے زیادہ اپنے آپ کی حفاظت کرنے والا کون ہے؟ فرمایا کہ جو لوگوں میں سب سے زیادہ اپنی زبان پر قابو رکھنے والا ہے۔علی بن بکار فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے دو دروازے بنائے ہیں۔لیکن زبان کے اللہ تعالیٰ نے چار دروازے بنائے۔ دو ہونٹ اور دانتوں کے دو جبڑے۔

چار دروازوں میں اس کو مقفل بند اس لئے کیا کہ ہم کم سے کم اس کو کھولیں اور کم سے کم اس کو استعمال کریں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ زبان بند رکھنے کے لیے پتھر رکھ لیتے تھے منہ میں۔ منہ میں پتھر ہے بول نہیں سکتے۔ یہ اپنا علاج حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے زبان کے شر سے بچنے کے لیے فرمایا تاکہ کم سے کم وہ بول پائیں۔

ابوحمزہ البغدادی

ابوحمزہ البغدادی کے متعلق قشیری لکھتے ہیں کہ ’کَانَ حَسَنَ الْکَلَامِ‘۔ کہ ان کی باتیں بہت عمدہ ہوتی تھیں۔ لوگوں کو بہت پسند آتیں، مجلس لگی رہتی۔ ’فَھَتَفَ بِہِ ھَاتِفٌ‘۔ ایک آواز آئی۔ کون ہے بولنے والا یہ معلوم نہیں۔ ہاتف غیبی نے پکارا ’تَکَلَّمْتَ وَاَحْسَنْتَ وَبَقِیَ اَنْ تَسْکُتَ وَتَحْسُنَ‘۔ کہ آپ بولتے بولتے بہت اچھے بن گئے، لیکن اب یہ باقی رہ گیا ہے کہ اسی طرح چپ رہ کر دکھاؤ تاکہ اور زیادہ اچھے بن جاؤ۔ فَمَا تَکَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِکَ حَتّٰی مَاتَ۔

اوہو! ہم تو قرآن پاک کی آیات سنتے ہیں، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا میں نے ارشاد ذکر کیا اسے سنتے ہیں کہ امر فرمایا۔ آرڈر فرمایا۔ پھر اس کے بعد آخری درجہ کون سا رہ جاتا ہے

کہ 'مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ' کتنا بڑا واسطہ دیا۔ اللہ! اس ارشاد کی اہمیت جتانے کے لیے بتانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے خبردار کیا کہ 'مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ' کہ جو اللہ پر اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہے 'فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ' کہ بولے تو بھلی بات یا پھر چپ رہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر عمل کی توفیق دے اور ہمارے لئے زبان کو بند رکھنا، چپ رہنا آسان فرمادے۔

داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے شاگرد داؤد طائی نیند اپنی کیسے پوری فرماتے تھے؟ بیٹھے بیٹھے۔ جو اس میں نفس کا حق تھا ادا کردیا۔ پیر لمبے کرنا بھی اپنے لئے گناہ سمجھتے تھے۔ اوہ! مالک کی بے ادبی، مالک کے سامنے۔ مالک دیکھ رہا ہے اور رب الارباب کے سامنے میں پیر پھیلاؤں؟ ساری زندگی اسی طرح بیٹھے بیٹھے۔

شاگرد کو بھی ایسا ہی بنادیا۔ اب وہ پارہ چڑھتا گیا داؤد طائی کا اپنے استاذ محترم کی صحبت سے، انہوں نے پھر سوچا کہ میں تنہائی میں چلا جاتا ہوں۔ کسی سے ملتا ہی نہیں۔ اس تنہائی میں جانے سے پہلے، خلوت اختیار کرنے سے پہلے انہوں نے ایک سال تک اپنا علاج کیا۔

اس کو قشیری بیان فرماتے ہیں کہ 'اِنَّ دَاوٗدَ الطَّائِیَ لَمَّا اَرَادَ اَنْ يَقْعُدَ فِیْ بَيْتِهٖ اِعْتَقَدَ اَنْ يَحْضُرَ مَجَالِسَ اَبِیْ حَنِيْفَةَ اِذْ كَانَ تِلْمِيْذًا لَهٗ وَيَقْعُدَ بَيْنَ اَضْرَابِهٖ مِنَ الْعُلَمَآءِ وَلَا يَتَكَلَّمُ فِیْ مَسْئَلَةٍ'۔ کہ انہوں نے اپنے اوپر لازم کرلیا جب انہوں نے سوچا کہ اب مجھے اپنے حجرے میں خلوت میں بیٹھ جانا ہے۔ اس کی تیاری کے لیے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی درس گاہ کی مجالس میں برابر شریک ہوتے رہے اور اپنے ہم عمر علماء طلبہ کے درمیان بیٹھتے رہے لیکن وَلَا يَتَكَلَّمُ فِیْ مَسْئَلَةٍ۔ زبان بالکل بند رہی۔ پورا ایک سال اس کی مشق کرتے رہے۔

فَلَـمَّـا قَـوِیَ نَـفُسَـهُ عَلٰی مُمَارَسَةِ هٰذِهِ الْخَصْلَةِ سَنَةً کَامِلَةً قَعَدَ فِیْ بَیْتِهٖ عِنْدَ ذٰلِکَ وَاٰثَـرَ الْعُزْلَةَ۔ جب ایک سال تک اس کی مشق کر لی کہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھ کر بھی اپنی زبان پر قابو رکھا۔ اس میں کامیاب ہوگئے تب جا کر انہوں نے گھر کے بیڈ روم کے ایک کونے کو پکڑ لیا اور ساری عمر کے لیے تنہائی اختیار کر لی۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا علاج منہ میں پتھر رکھ کر کیا۔ جیسے حضرت ابوحمزہ البغدادی کو ہاتف غیبی نے تنبیہ کی کہ جتنا اب تک تم بولتے رہے بہت اچھا کام تھا۔ اب چپ کی مجلس قائم کرو۔ بَقِیَ اَنْ تَسْکُتَ ۔ ابھی اور زیادہ تم سکوت لازم کرلو تا کہ اور زیادہ اچھے بن جاؤ۔ فَمَا تَکَلَّمَ بَعْدَ ذٰلِکَ حَتّٰی مَاتَ ۔ پھر مرتے دم تک بولے ہی نہیں۔ کیسا اپنی ذات پر قابو!

ابوعلی دقاق رحمۃ اللہ علیہ

جیسے انہیں چپ رہنے کی رغبت دی گئی اور سکوت کی ترغیب دی گئی، اس کے برعکس ابوعلی دقاق فرماتے ہیں کہ میں مرو میں رہ کر بیمار ہوگیا۔ آرزو ہوئی کہ میں نیشا پور چلا جاتا ہوں کہ بیماری میں وطن یاد آیا۔ 'فَرَأَیْتُ فِی الْمَنَامِ کَأَنَّ قَائِلاً یَقُوْلُ لِیْ'، کسی کہنے والے نے نیند میں آپ سے کہا کہ یہ ممکن نہیں کہ آپ اس شہر کو چھوڑ کر چلے جائیں 'فَاِنَّ جَمَاعَةَ مِنَ الْجِنِّ' اس لئے کہ جنات کی ایک جماعت کو آپ کے کلام کی شیرینی سے محبت ہوگئی ہے۔ وہ آپ کی مجالس میں پابندی سے حاضر ہوتے ہیں، ان کی خاطر آپ کے لیے یہیں رہنا اچھا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی زبانوں پر قدرت عطا فرمائے اور چپ رہنا ہمارے لئے آسان فرمائے ۔ مالک کی یاد ذکر تلاوت میں زبان کا ہر وقت مشغول رہنا ہمارے لئے آسان فرمادے۔ جیسا حضرت شیخ قدس سرہ ائمہ اربعہ اور ہمارے اکابرین دن رات میں ایک ایک قرآن شریف پڑھتے تھے، یہ ذکر تلاوت اللہ تعالیٰ ہمارے لئے آسان فرمادے۔ بالخصوص

زبان کی آفتوں سے اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔ اور آفات زبان کی یہی ہیں کہ بے ضرورت بیہودہ لغو کلام زبان سے نکلتا رہے اور اس سے آگے بڑھ کر پھر حرام نکلتا رہے، غیبت۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابراہیم بن ادہم ایک دعوت میں شریک تھے، سنتے رہے کہ شرکائے دعوت غیبت میں مشغول ہیں اور اس سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے یہاں تو گوشت اور روٹی رکھی جاتی ہے۔ پہلے تو روٹی لی جاتی ہے اس کے لقمے بنا کر کھائے جاتے ہیں اور گوشت اس کے ساتھ بعد میں لگایا جاتا ہے۔ اور تم نے تو پہلے ہی گوشت کھانا شروع کر دیا۔ یعنی قرآن کریم کی آیت کی طرف اشارہ فرمایا 'أَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّأْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ' ۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟

ان کی غیبت بھائی کا گوشت کھانا تھا۔ اس لے فرمایا کہ اَنْتُمْ اِبْتَدَأْتُمْ بِأَكْلِ اللَّحْمِ؟ کہ دستور تو یہ ہے کہ روٹی کے ٹکڑے انسان توڑے اور پھر گوشت کے ساتھ اس کو لقمہ بنا کر منہ میں ڈالے۔ تم نے تو گوشت کھانا ہی شروع کر دیا اس دعوت میں پہنچ کر کے۔ یعنی غیبت میں مشغول ہو گئے۔

اس گناہ بے لذت سے اللہ تعالیٰ ہماری زبانوں کو سلامت رکھے۔ جن کی ہم نے غیبتیں عمر بھر کیں ان کا آخرت میں ہم کیا جواب دیں گے۔ اللہ تعالیٰ زندگی میں اس سے معافی تلافی کی ہمیں توفیق عطا فرمائے اور اس عظیم آفت سے ہمیں اپنی حفاظت میں رکھے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ

اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ

اَللّٰھُمَّ اصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ
اَللّٰھُمَّ تَجَاوَزْ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ
وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ علیٰ خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدٍ وَعلیٰ اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ
اَجْمَعِیْنَ
بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

۲۷؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رمضان المبارک کے ختم میں چند گھنٹے رہ گئے ہیں دو دن رہ گئے۔ اللہ تعالیٰ ہماری کوتاہیاں جو ہوئیں، جو ہم نے ماہِ مبارک میں رب کو اپنی مغفرت کے لیے منوانے کی کما حقہ کوشش نہیں کی اللہ تعالیٰ ہمارے اس جرم کو معاف فرمادے اور مراحم خسروانہ سے اللہ تعالیٰ ساری امت محمدیہ کی مغفرت کا فیصلہ فرمادے۔

حضرت شیخ قدس سرہ

حضرت شیخ قدس سرہ عشاء کے بعد کبھی فرماتے لا پیارے! موت کا قصیدہ سنا۔ حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قصائد سنایا کرتا تھا۔ کبھی فرماتے حضرت کہ لا پیارے! قصیدہ قاسمیہ قصیدۂ جامی سنا۔ جب جوش ہوتا تھا مدینہ طیبہ میں فرماتے یہاں ہندوستان کے مفتیوں کا فتویٰ نہیں چلتا۔ لا پیارے یہاں سنادے۔

سوچا کہ موت کے متعلق اشعار جو حضرت کو سینکڑوں نہیں اس سے زیادہ مرتبہ حضرت کو سنائے ہوں گے۔ اس وقت تو شاید حضرت محبت کی بنا پر ہماری دلجوئی کے لیے پسندیدگی کا اظہار فرماتے ہوں گے۔ یہی حال سننے والے دوستوں کا بھی ہے۔ لیکن اب تو واقعہ یہی ہے

کہ عمرِ نبوی سے آگے بڑھ کر کے دہائی کے ختم ہونے کے قریب پہنچ رہے ہیں۔ اور موت کے لیے تو ہر آن تیار رہنے کی تعلیم ہے۔ 'اَکْثِرُوْا ذِکْرَ ھَاذِمِ اللَّذَّاتِ' بکثرت اس موت کو، جو لذتوں کو ختم کرنے والے، ھَاذِمُ اللَّذّاتِ ہے، اس کو کثرت سے یاد کیا کرو۔

درسِ عبرت

حضرت مجذوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

جہاں میں ہیں عبرت کے ہر سو نمونے　　مگر تجھ کو اندھا کیا رنگ و بو نے
کبھی غور سے بھی یہ دیکھا ہے تو نے　　جو معمور تھے وہ محل اب ہیں سونے

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

ملے خاک میں اہل شاں کیسے کیسے　　مکیں ہوگئے بے مکاں کیسے کیسے
ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے　　زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

زمیں کے ہوئے لوگ پیوند کیا کیا　　ملوک و حضور خداوند کیا کیا
دکھائے گا تو زور تا چند کیا کیا　　اجل نے پچھاڑے تنو مند کیا کیا

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

اجل نے نہ کسریٰ ہی چھوڑا نہ دارا　　اسی سے سکندر سا فاتح بھی ہارا
ہر ایک لے کے کیا کیا نہ حسرت سدھارا　　پڑا رہ گیا سب یونہی ٹھاٹھ سارا

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

یہاں پر خوشی ہے مبدل بہ صد غم
جہاں شادیاں تھیں وہیں اب ہے ماتم
یہ سب بر طرف انقلابات عالم
تیری ذات ہی میں تغیر ہیں ہردم

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

تجھے پہلے بچپن نے برسوں کھلایا
جوانی نے پھر تجھ کو مجنوں بنایا
بڑھاپے نے پھر آ کے کیا کیا ستایا
اجل تیرا کردے گی بالکل صفایا

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

یہی تجھ کو دھن ہے رہوں سب سے بالا
ہو زینت نرالی ہو فیشن نرالا
جیا کرتا ہے کیا یونہی مرنے والا
تجھے حسنِ ظاہر نے دھوکے میں ڈالا

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

وہ ہے عیش و عشرت کا کوئی محل بھی
جہاں تاک میں ہر گھڑی ہو اجل بھی
بس اپنے اس جہل سے تو نکل بھی
یہ طرزِ معیشت اپنا اب بدل بھی

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

نہ دلدادۂ شعر گوئی رہے گا
نہ گرویدۂ شہرہ جوئی رہے گا
رہا ہے نہ کوئی نہ کوئی رہے گا
رہے گا جو ذکر نکوئی رہے گا

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے

یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

جہاں میں کہیں شورِ ماتم بپا ہے کہیں فقر و فاقہ سے آہ و بکا ہے
کہیں شکوۂ جور و مکر و دغا ہے غرض ہر طرف سے یہی صدا ہے

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

بڑھاپے سے پاکر پیامِ قضا بھی نہ چوکا نہ چیتا نہ سنبھال ذرا بھی
کوئی تیری غفلت کی ہے انتہاء بھی جنوں تابکہ ہوش میں اپنے آ بھی

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

جب اس بزم سے اٹھ گئے دوست اکثر اور اٹھتے چلے جا رہے ہیں برابر
یہ ہر وقت پیشِ نظر جب ہے منظر یہاں پھر تیرا دل بہلتا ہے کیوں کر

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

یہ دنیائے فانی ہے محبوب تجھ کو ہوئی واہ کیا چیز مرغوب تجھ کو
نہیں عقل اتنی بھی مجذوب تجھ کو سمجھ لینا اب چاہیئے خوب تجھ کو

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

مراقبۂ موت

حضرت مجذوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیں کتنا جھنجھوڑا۔ فرماتے ہیں۔

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

تو برائے بندگی ہے یاد رکھ　　بہرِ سر افگندگی ہے یاد رکھ
ورنہ پھر شرمندگی ہے یاد رکھ　　چند روزہ زندگی ہے یاد رکھ

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

تو نے منصب بھی کوئی پایا بھی تو کیا　　گنج و سیم وزر بھی ہاتھ آیا تو کیا
قصر عالی شاں بھی بنوایا تو کیا　　دبدبہ بھی اپنا دکھایا تو کیا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

قیصر و اسکندر وجم چل بسے　　زار و سہراب ورستم چل بسے

کیسے کیسے شیر و ضیغم چل بسے　　سب دکھا کے اپنا دم خم چل بسے
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

زور یہ تیرا نہ بل کام آئے گا　　اور نہ یہ طول امل کام آئے گا
کچھ نہ ہنگامِ اجل کام آئے گا　　ہاں مگر اچھا عمل کام آئے گا
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

کیسے کیسے گھر اجاڑے موت نے　　کھیل کتنوں کے بگاڑے موت نے
پیل تن کیا کیا پچھاڑے موت نے　　سرو قد قبروں میں گاڑے موت نے
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

کوچ ہاں اے بے خبر ہونے کو ہے　　تا بکے غفلت سحر ہونے کو ہے
باندھ لے توشہ سفر ہونے کو ہے　　ختم ہر فردِ بشر ہونے کو ہے
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

نفس اور شیطاں ہیں خنجر در بغل　　وار ہونے کو ہے اے غافل سنبھل!
آ نہ جائے دین و ایماں میں خلل　　باز آ ہاں باز آ اے بد عمل!
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

دفعۃً سر پر جو آ پہنچی اجل　　پھر کہاں تو اور کہاں دار العمل
جائے گا یہ بے بہا موقعہ نکل　　پھر نہ ہاتھ آئے گی عمرِ بے بدل

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے
تجھ کو غافل فکر عقبیٰ کچھ نہیں کھا نہ دھوکہ عیشِ دنیا کچھ نہیں
زندگی چند روزہ کچھ نہیں کچھ نہیں اس کا بھروسہ کچھ نہیں
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے
ہے یہاں سے تجھ کو جانا ایک دن قبر میں ہوگا ٹھکانہ ایک دن
منہ خدا کو ہے دکھانا ایک دن اب نہ غفلت میں گنوا ایک دن
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے
سب کے سب ہیں رہروِ کوئے فنا جا رہا ہے ہر کوئی سوئے فنا
بہہ رہی ہے ہر طرف جوئے فنا آتی ہے ہر چیز سے بوئے فنا
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے
چند روزہ ہے یہ دنیا کی بہار دل لگا اس سے نہ غافل زینہار
عمر اپنی یوں نہ غفلت میں گذار ہوشیار اے محو غفلت ہوشیار!
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے
ہے یہ لطف و عیشِ دنیا چند روز ہے یہ دورِ جام و مینا چند روز
دارِ فانی میں ہے رہنا چند روز اب تو کر لے کارِ عقبیٰ چند روز
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے

کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

عشرت دنیائے فانی ہیچ ہے پیشِ عیشِ جاودانی ہیچ ہے
مٹنے والی شادمانی ہیچ ہے چند روزہ زندگانی ہیچ ہے

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

ہو رہی ہے عمر مثلِ برف کم چپکے چپکے رفتہ رفتہ دم بہ دم
سانس ہے اک رہروِ ملکِ عدم دفعتاً ایک روز یہ جائے گا تھم

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

آخرت کی فکر کرنی ہے ضرور جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور
زندگی ایک دن گذرنی ہے ضرور قبر میں میت اترنی ہے ضرور

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

آنے والی کس سے ٹالی جائے گی جان ٹھہری جانے والی جائے گی
روح رگ رگ سے نکالی جائے گی تجھ پہ اک دن خاک ڈالی جائے گی

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

بزمِ عالم میں فنا کا دور ہے جائے عبرت ہے مقامِ غور ہے
تو ہے غافل یہ تیرا کیا طور ہے بس کوئی دن زندگانی اور ہے

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

سخت سخت امراض گو تو سہہ گیا　　چارہ گر گو سخت جاں بھی کہہ گیا
کیا ہوا کچھ دن جو زندہ رہ گیا　　ایک جہاں سیلِ فنا میں بہہ گیا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

لاکھ ہو قبضہ میں تیرے سیم وزر　　لاکھ ہوں بالیں پہ تیرے چارہ گر
لاکھ تو قلعوں کے اندر چھپ مگر　　موت سے ہرگز نہیں کوئی مفر

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

سر کشی زیرِ فلک زیبا نہیں　　دیکھ جانا ہے تجھے زیرِ زمیں
جب تجھے مرنا ہے ایک دن بالیقیں　　چھوڑ فکرِاین و آں کر فکرِ دیں

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

بہرِ غفلت یہ تیری ہستی نہیں　　دیکھ جنت اس قدر سستی نہیں
رہ گذر دنیا ہے یہ بستی نہیں　　جائے عیش و عشرت و مستی نہیں

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

عیش کر غافل نہ تو آرام کر　　مال حاصل کر نہ پیدا نام کر
یادِ حق دنیا میں صبح و شام کر　　جس لئے آیا ہے دنیا میں تو وہ کام کر

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

مال و دولت کا بڑھانا ہے عبث　　زائد از حاجت کمانا ہے عبث

دل سے لگانا ہے عبث رہ گذر کو گھر بنانا ہے عبث

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

عیش و عشرت کے لیے انساں نہیں یاد رکھ تو بندہ ہے مہماں نہیں
غفلت و مستی تجھے شایاں نہیں بندگی کر تو اگر ناداں نہیں

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

کج رؤوں کی یہ چٹک اور یہ مٹک دیکھ کر ہرگز نہ رستے سے بھٹک
ساتھ ان کا چھوڑ ہاتھ اپنا جھٹک بھول کر بھی نہ پاس ان کے پھٹک

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

حسنِ ظاہر پر اگر تو جائے گا عالمِ فانی سے دھوکہ کھائے گا
یہ منقش سانپ ہے ڈس جائے گا رہ نہ غافل یاد رکھ پچھتائے گا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

دارِ فانی کی سجاوٹ پر نہ جا نیکیوں سے اپنا اصلی گھر سجا
پھر وہاں بس چین کی بنسی بجا انہ قد فاز فوزاً من نجا

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

خانۂ رنگیں ہے یہ دارِ جہاں طفلِ ناداں بن کے دیکھ اس پر نہ ہاں
واہ تو نے دل لگایا ہے کہاں تجھ کو رہنا ہی ہے کتنے دن یہاں

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے
تو ہے اس عبرت کدہ میں مگن گو ہے یہ دار المحن بیت الحزن
عقل سے خارج ہے یہ تیرا چلن چھوڑ غفلت عاقبت اندیش بن
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے
یہ تیری غفلت ہے بے عقلی بڑی مسکراتی ہے قضا سر پر کھڑی
موت کو پیشِ نظر رکھ ہر گھڑی پیش آنے کو ہے یہ منزل کڑی
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے
گرتا ہے دنیا پہ تو پروانہ وار گو تجھے جینا پڑے انجامِ کار
پھر یہ دعویٰ ہے کہ ہم ہیں ہوشیار کیا یہی ہے ہوشیاروں کا شعار
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے
حیف! دنیا کا تو ہو پروانہ تو اور کرے عقبیٰ کی کچھ پروا نہ تو
کس قدر ہے عقل سے بیگانہ تو اس پہ بنتا ہے بڑا فرزانہ تو
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے
دفن خود صدہا کئے زیرِ زمیں پھر بھی مرنے کا نہیں حق الیقیں
تجھ سے بڑھ کر بھی کوئی غافل نہیں کچھ تو عبرت چاہئے نفس لعیں
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے

کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

یوں نہ اپنے آپ کو بے کار رکھ آخرت کے واسطے تیار رکھ
غیرِ حق سے قلب کو بیزار رکھ موت کا ہر وقت استحضار رکھ

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

تو سمجھ ہرگز نہ قاتل موت کو زندگی کا حاصل جان موت کو
رکھتے ہیں محبوب عاقل موت کو یاد رکھ ہر وقت غافل موت کو

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

ترک اب ساری فضولیات کر یوں نہ ضائع اپنی تو اوقات کر
رہ نہ غافل یاد حق دن رات کر ذکر و فکر ہاذم اللذات کر

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

یہ تیری مجذوب حالت اور یہ سِن ہوش میں آ! یہ نہیں غفلت کے دن
اب تو بس مرنے کے دن ہر وقت گن کس کمر درپیش ہے منزل کٹھن

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

یہ تیری پیرانہ مستی تابہ کہ یہ تیری شہوت پرستی تابہ کہ
یہ تیرا گھر اور یہ مستی تابہ کہ تابہ کہ یہ تیری ہستی تابہ کہ

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

کر نہ پیری میں تو غفلت اختیار زندگی کا اب نہیں کچھ اعتبار
حلق پر ہے موت کے خنجر کی دھار کر بس اپنے کو مردوں میں شمار

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

اللہ تعالیٰ رمضان المبارک میں ہمیں معافی دے دے اور ہمارے لئے آخرت میں بہتری کا فیصلہ فرما دے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

۲۸؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

بسم الله الرحمن الرحیم

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی جلالت شان کا کچھ آپ کو اندازہ ہوا ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ یہ فضل خاص رب تعالیٰ کا حضرت امام اعظم پر تھا۔ میں اکثر جگہ اس پر تنبیہ کرتا ہوں کہ یہ نہ کہہ دیا جائے کہ یہ تو وہبی چیز ہے، موہوب ہے کہ وہ دن اور رات میں ایک ایک قرآن رمضان المبارک میں پڑھتے تھے۔

یہ تو شیطان اور ہمارا نفس اس نعمت کے حصول کی طلب اور رغبت سے ہمیں روکنے کے لیے یہ حیلے بہانے ہمیں بتاتا ہے کہ یہ چیز موہوب ہے۔ یہ نہیں دیکھتے کہ کس طرح انہوں نے تکالیف اٹھائیں اور کسب کر کے اس کے لیے جدو جہد کی۔ رب تعالیٰ مسبب الاسباب ہے، اسی مالک نے یہ اسباب پیدا فرمائے۔ انہوں نے طلب کی تو رب تعالیٰ نے یہ توفیق ارزاں فرمائی اور یہ انعامات فرمائے۔ اس لئے ہمیں بھی ان کی طرح سے کسب کر کے کوشش کرنا چاہئے۔

حضرت شیخ قدس سرہ

جیسا کہ بار بار عرض کیا گیا کہ اس زمانہ میں بھی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین، ان

کے متبعین، ان کے ماننے والے، ان کے فتوے پر عمل کرنے والے کوشش کرتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم تین نے طے کیا کہ ہم امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرح اس رمضان میں ساٹھ قرآن شریف پڑھنے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ پڑھے حضرت نے بھی پڑھے۔ ساٹھ سے زیادہ بھی کسی نے پڑھے۔

یہی سب پڑھ کر اور سن کر یہاں بھی، میں نے معتکفین سے پوچھا، ایک بڑی تعداد ایک ختم کرنے والوں کی ہے۔ کچھ حضرات تو وہ ہیں جو دو ختم کرنے والے ہیں۔ اور کچھ ساتھی ایسے ہیں جنہوں نے کہا کہ میں نے آج تین قرآن شریف ختم کئے۔ روزمرہ کا معمول تو ان کا تین ختم کرنے کا نہیں ہے۔ ایک یا دو پڑھتے تھے، لیکن کسی دن اور آگے بڑھے اور ایک دن میں تین قرآن شریف ختم کئے۔ پھر دو ساتھیوں نے بتایا کہ آج ہم نے چار چار قرآن شریف پڑھے۔

یہ سبکی کرامت ہے اور ان کے نام لینے کی برکت ہے۔ اتنے بڑے امام جن کا فیض آج تک جاری ہے، جب حضرت امام تھے اور مشرق سے لے کر مغرب تک کوئی پچاس سے زیادہ سنٹر بنے ہوئے تھے کہ جس میں ایک طرف آپ کی تجارت کا سامان اور مال بھی جارہا ہے، کپڑے بھی جارہے ہیں اور ساتھ ساتھ علم بھی جارہا ہے۔ آپ کے وہاں خلفاء، آپ کے جانشین، آپ کی جگہ کام کرنے والے وہاں موجود ہیں اور وہ کام کررہے ہیں۔ کون دیکھ سکتا ہے؟ ملوک وسلاطین نہیں دیکھ سکے، ان کے ساتھی اور اہل علم کب دیکھ سکتے ہیں جن کی یہ خاص بیماری ہے۔

اہل علم کی بیماری

جو اہل علم ہیں ان کی یہ خاص بیماری ہے۔ حضرات محدثین، فقہائے کرام اور رجال کے ماہرین ائمہ جرح والتعدیل سب نے اس بیماری کو ذکر کیا کہ ان علماء کے طقبہ میں ایک بڑی

بیماری ہے۔اور یہ کہاں سے چلا؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ انہوں نے اس کو بیان فرمایا۔اور کیا ارشاد فرماتے ہیں 'اِستَمِعُوا مِنَ الْعُلَمَآءِ وَلاتُصَدِّقُوْا بَعْضَهُمْ عَلیٰ بَعْضٍ، فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَهُمْ اَشَدُّ تَغَایُرًا مِنَ التُّیُوْسِ'۔

کیسی مثال دی انہوں نے کہ سانڈھ کو جس طرح غیرت ہوتی ہے اس سے زیادہ غیرت والے یہ علماء ہیں۔ اسی لئے آپس میں وہ حسد کرتے ہیں۔ اس لئے فرماتے ہیں کہ ان کی بات مت سنو۔ان کی بات مت مانو۔اِستَمِعُوا مِنَ الْعُلَمَآءِ وَلاتُصَدِّقُوْا بَعْضَهُمْ عَلیٰ بَعْضٍ'۔ایک عالم دوسرے کے خلاف جو کچھ بولتا ہے، بکواس کرتا ہے اس کو شیطانی حرکت قرار دو اور ان کا بکواس قرار دو۔

حسد کی آگ

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اس بیماری کو سرعام بیان کیا اور کتنی قوت سے بیان فرمایا کہ 'وَلاتُصَدِّقُوْا بَعْضَهُمْ عَلیٰ بَعْضٍ'۔وہ ایک دوسرے کے خلاف جو بولیں کبھی اس کو سچ مت جانو۔یہی آگے چلا کہ مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ 'یُؤْخَذُ بِقَوْلِ الْعُلَمَآءِ فِیْ کُلِّ شَیْءٍ' کہ وہ جو فتویٰ دیں، جو علم بیان کریں، ان سے لیا جا سکتا ہے اور لینا چاہئے۔

کون سی چیز ان سے مت لو، مت سنو اور مت مانو؟ اور ان کی تصدیق مت کرو۔ 'لاتُصَدِّقُوْا' ان کو سچا مت جانو۔ان کو سچا مت جانو کہ وہ جھوٹ ہے۔کہ حسد کی آگ ایسی بھڑکتی ہے کہ وہ جھوٹ سے بھی باز نہیں آتے۔اس لئے فرمایا کہ 'لاتُصَدِّقُوْا بَعْضَهُمْ عَلیٰ بَعْضٍ'۔اسی کو مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ 'یُؤْخَذُ بِقَوْلِ الْعُلَمَآءِ فِیْ کُلِّ شَیْءٍ اِلَّا قَوْلَ بَعْضِهِمْ فِیْ بَعْضٍ'۔کہ جو ایک دوسرے کے خلاف جو زبان کھولتا ہے، یہ بالکل نہیں لینا چاہئے۔کبھی مت لو۔فَلَهُمْ اَشَدُّ تَحَاسُدًا مِنَ التُّیُوْسِ۔وہی لفظ ارشاد فرمایا جو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ 'وَلَهُمْ اَشَدُّ تَغَایُرًا مِنَ التُّیُوْس'۔

ماضی کے علماء

اسی لئے ابوحازم فرماتے ہیں کہ **اَلْعُلَمَآءُ کَانُوْا فِیْ مَا مَضٰی مِنَ الزَّمَانِ اِذَا لَقِیَ الْعَالِمَ مَنْ هُوَ فَوْقَهُ فِی الْعِلْمِ کَانَ ذٰلِکَ یَوْمًا غَنِیْمًا**' کہ پچھلے زمانے میں تو ایسا تھا کہ ایک عالم جب دوسرے سے ملتا ہے، اگر وہ دیکھتا ہے کہ یہ مجھ سے زیادہ علم رکھتے ہیں، ان کے لیے تو وہ عید کا دن ہوجاتا تھا۔ کہ خوشی سے اور مسرت سے پھولے نہیں سماتے تھے اور اس کو یوم غنیمت جانتے تھے اگر اپنے سے کوئی بڑا مل گیا۔ کبھی ان کا نفس اور شیطان انہیں اس پر نہیں ابھارتا تھا کہ اوہ! اس کے پاس علم مجھ سے زیادہ کیوں ہے۔ بلکہ انہیں خوشی ہوتی تھی کہ اللہ نے آج مجھے ان سے ملایا۔

وَاِذَا لَقِیَ مَنْ هُوَ مِثْلُهُ ذَاکَرَهُ۔ اور اگر علم میں اپنی برابری کا کوئی ملا، ان کے ساتھ مذاکراہ کرتے۔ جو اپنا علم ہے وہ ان کے ساتھ شیئر کررہے ہیں، وہ ان کے ساتھ اپنا علم شیئر کر رہے ہیں۔ '**وَاِذَا لَقِیَ مَنْ هُوَ دُوْنَهُ لَمْ یَزْهُوْ عَلَیْهِ**'۔ اور اپنے سے چھوٹے کو دیکھا جو علمی مرتبہ میں ان کی برابری کا نہیں ہے،ان سے ملتے، اور وہ بھی تواضع سے، عاجزی سے، مسکنت سے۔ ان کے ذہن میں یہ نہیں آتا تھا کہ اوہو! مرتبہ میں میں ان سے بڑھ کر ہوں اور یہ کم تر ہیں۔

موجودہ صورتِ حال

اب آگے کیا فرماتے ہیں وہ غور سے سنئے کہ '**حَتّٰی اَتٰی هٰذَا الزَّمَانُ فَصَارَ الرَّجُلُ یُعِیْبُ مَنْ هُوَ فَوْقَهُ**' ۔ کہتے ہیں اب زمانہ ایسا آ گیا کہ وہ اپنے سے اوپر والے کو، اپنے سے علم میں مرتبہ میں جو بڑھا ہوا ہے، اس میں بھی وہ عیب نکالنے کی کوشش کرتا ہے۔ '**حَتّٰی یُرِیَ النَّاسَ اَنَّهُ لَیْسَ بِهِ حَاجَةٌ اِلَیْهِ**'۔ لوگوں کو بتانے کے لیے کہ مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں۔ جب اوپر والے کو نہیں مانے گا ، اپنے سے برابری والے کے لیے کیا رویہ ہوگا۔ '**وَلَا**

یُذَاکِرُ مَنْ ھُوَ مِثْلُہٗ'۔ اور جواُن سے کم تر ہیں تو ان کو تو غلام اور خدام کے درجے میں بھی سمجھنا اپنی ہتک شان سمجھے گا۔ 'وَیَزْھُوْ عَلیٰ مَنْ ھُوَ دُوْنَہٗ فَھَلَکَ النَّاسُ'۔ کہتے ہیں کہ یہ زمانہ آیا اور یہ حالات اور بربادی ہمارے لئے لے کر آیا۔ یہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت مالک بن دینار، ابوحازم ان سب کے یہ اقوال حافظ ابن عبد البر نے نقل کئے ہیں۔

حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ

اور یہ تو ائمہ کرام میں بھی چلتا رہا۔ حضرات ائمہ اربعہ کو جو جیلوں میں ڈلوایا۔ اور آخری ان کی وفات تک اور موت تک اپنی حرکتوں سے وہ باز نہیں آئے۔ وہ برابر اس میں بڑھتے چلے گئے اور اس پر انہیں خوشی ہوئی ہوگی کہ ہم نے امام ابوحنیفہ کو قبر تک پہنچایا، شیخ الاسلام ابن تیمیہ کو قبر تک پہنچایا۔

سنایا تھا قصہ کہ جنہوں نے حضرت امام ابن تیمیہ کو جیل بھجوایا، تکالیف پہنچائیں اور مصر میں رہ کر یہ سب حرکتیں کیں۔ جب انہوں نے آنے کی کوشش کی کہ دمشق کی قضا مجھے مل جائے، میں پھر امام ابن تیمیہ کی خبر لیتا ہوں۔ لیکن اللہ کی شان کہ ابھی مصر سے باہر نکلے پروانہ لے کر چل رہے ہیں اور رستہ ہی میں اچانک موت واقع ہوگئی۔ حضرت امام ابن قیم نے جب اس پر خوشی کا اظہار فرمایا تو بڑے زور کی امام ابن تیمیہ کی طرف سے ان پر ڈانٹ پڑی کہ تم اس پر خوشی مناتے ہو؟

حضرت شیخ قدس سرہ

مجھے حضرت شیخ قدس سرہ کا وہ قصہ یاد آیا کہ جب میں نے لکھا کہ زکریا مسجد میں جنہوں نے آگ لگائی تھی اور چوری کی تھی وہ چور پکڑے گئے۔ حضرت نے فرمایا اوہو! 'چوروں کے پکڑے جانے پر خوشی اور مسرت نہیں ہونی چاہئے۔ یہ امور بہت باریک ہوتے

ہیں۔ یہ جملہ پڑھ کر حضرت مولانا یوسف لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر حال طاری ہوگیا۔ وہ رو رہے ہیں۔ ایک ہاتھ میں چشمہ اور ایک ہاتھ میں قلم۔ پڑھ کر رو رہے ہیں چلا رہے کہ یہ بات قطب ہی کہہ سکتا ہے، قطب ہی کہہ سکتا ہے۔

کیوں؟ حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ہم چوروں کی پارٹی میں ہیں، زانیوں کی پارٹی میں ہیں۔ ہم سے یہ زانی، جوا کھیلنے والے، شرابی اور کبابی بہتر ہیں۔ کاش کہ یہ مراقبہ ہمیں نصیب ہو جائے۔ یہ مخالفتیں بھی ہوتی تھیں۔ لیکن اس کی ایک حد ہوتی ہے کہ ابن تیمیہ کو قبر تک پہنچانے کی ٹھان لی، امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو مارنے کی ٹھان لی۔ ورنہ مخالفت تو ہوتی ہے۔

حضرت لیث بن سعد

لیث بن سعد نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ستر مسائل میں نے اکٹھے کئے اور میں نے انہیں لکھا کہ آپ کے یہ تمام مسائل سنت کے اور احادیث کے خلاف ہیں۔ 'اُحْصِیْتُ عَلٰی مَالِکِ بْنِ اَنَسٍ سَبْعِیْنَ مَسْئَلَۃً کُلَّهَا مُخَالِفَۃٌ لِسُنَّۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِمَّا قَالَ مَالِکٌ فِیْهَا بِرَأْیِہٖ. قَالَ وَلَقَدْ کَتَبْتُ اِلَیْہِ فِیْ ذٰلِکَ'۔ یہ اس حد تک تو کوئی گنجائش تھی۔ لیکن یہ حسد یہاں تک ان کو بھڑکائے اور یہاں تک ان کو آمادہ کرے کہ ان کی جان کے درپے، ان کے علم کے درپے، ان کی ہتک کے درپے ہو جائے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

چٹان سے ٹکّر

اور یہ ان کی خوشیاں کب تک رہے گی۔ آنکھ بند ہوگی تب پتہ چلا ہوگا ان کو بھی جنہوں نے ائمہ کے ساتھ یہ حرکتیں کیں۔ کیوں؟ اسی لئے اعشیٰ کہتا ہے، کتنا پیارا شعر ہے ؎

کَنَاطِحٍ صَخْرَۃً یَوْمًا لِیُوْهِنَهَا   فَلَمْ یَدِرْهَا وَأَوْهیٰ قَرْنَهَا الْوَعِلُ

کہتے ہیں کہ ایک پہاڑی بکرا غصہ میں اپنے سینگ چٹان پر مار رہا ہے جس طرح کبھی بچے غصے ہو جاتے ہیں دیوار سے سر مارتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ وہ مار رہا ہے اور چٹان کو کمزور کرنا چاہتا ہے کہ یہ چٹان سخت کیوں ہے؟ امام مالک کی عظمت کیوں ہے؟ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت کیوں ہے؟ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی اتنی شہرت اور عظمت کیوں ہے؟

وہ چٹانیں تو اپنی جگہ اسی طرح رہیں اور آخرت میں حق تعالیٰ شانہ نے کیا کیا مراتب عطا فرمائے۔ وہاں جا کر انہیں پتہ چلے گا اپنے سینگ مارنے والوں کو کہ چٹان تو ٹوٹی نہیں اور ہمیں اللہ نے کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ قرآن وحدیث کے نام لیوا کہاں سے کہاں پہنچیں گے۔

یہی مضمون جو اعشیٰ نے کہا حسین بھی حمید نے اسی کو بیان کیا۔

يَا نَاطِحَ الْجَبَلِ الْعَالِیْ لِيَكْلِمَهُ　　اَشْفِقْ عَلَى الرَّأْسِ لَا تُشْفِقْ عَلَى الْجَبَلِ

وہ کہتے ہیں، پہاڑ سے سر مارنے والے کو خطاب کرتے ہیں۔ کہ تو اس کو زخمی کرنا چاہتا ہے اس پہاڑ کو اور پتھر کو، تو اپنے سر کا خیال رکھنا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا قصہ تو بخاری میں ہے کہ ایک کوفی نے کہا تھا کہ 'اِنَّهُ لَایَعْدِلُ فِی الرَّعِیَّةِ وَلَایَغْزُوْ فِي السَّرِيَّةِ وَلَا يَقْسِمُ بِالسَّوِيَّةِ' حالانکہ وہ تو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے دعا کی 'يَا رَبِّ اِدْفَعْ عَنِّیْ اَلْسُنَ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ' کہ مجھے بہت ستاتے ہیں یہ بنی اسرائیل۔ الٰہی ان کی زبانیں روک دے مجھ سے۔ تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی۔ 'فَاَوْحَی اللّٰهُ اِلَيْهِ يَا مُوْسٰی لَنْ اَقْطَعَهَا عَنْ نَفْسِیْ فَكَيْفَ اَقْطَعُهَا عَنْكَ'۔ کہ میں اپنے سے ان کی زبانیں نہیں کاٹتا، بند نہیں کرتا، تیرے خلاف کھلتی ہیں تو میں کیوں بند کروں۔ یہ زبانیں تو ان کی اسی طرح کھلی رہیں گے۔

اسی لئے ابوعمر فرماتے ہیں کہ 'لَقَدْ تَجَاوَزَ النَّاسُ الْحَدَّ فِی الْغِیْبَةِ وَالذَّمِّ' ۔آگے پھر اس کی وجہ بتاتے ہیں کہ 'هٰذَا کُلُّهُ یَحْمِلُ عَلَیْهِ الْجَهْلُ وَالْحَسَدُ'۔ کچھ جو جہالت کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں کہ ان کا علم ان مشائخ اور ائمہ کے علم تک نہیں پہنچا، اس کو کیا وہ سمجھ پائیں گے۔ اگر اس وجہ سے کرتے ہیں تب تو غنیمت ہے کہ کوئی امید کی جاسکتی ہے کہ وہ چھوٹ پائیں گے۔لیکن جس کو حسد نے ابھارا ہو، اس کی خیر نہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر سب وشتم

عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ 'فُلَانٌ یَتَکَلَّمُ فِیْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ'۔ کہ حضرت فلاں آدمی حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر سب وشتم کرتا ہے، ان کی برائی کرتا ہے۔سن کر حضرت امیر المؤمنین فی الحدیث عبد اللہ بن مبارک نے یہ شعر پڑھا جو ابن الرُّقَیَّات کا شعر ہے ؎

حَسَدُوْکَ اَنْ رَأَوْکَ فَضَّلَکَ　　　اللّٰهُ بِمَا فُضِّلَ بِهِ النُّجَبَآءُ

کہ یہ تو اللہ نے جو تجھے فضیلت دی جس کے ذریعہ مالک اپنے منتخب اور چنندہ ومنتخب کردہ افراد کو فضیلت دیتا ہے، اس پر انہیں آپ سے حسد ہے۔

یہی سوال کیا گیا ابو عاصم النبیل سے کہ 'فُلَانٌ یَتَکَلَّمُ فِیْ اَبِیْ حَنِیْفَةَ'۔ انہوں نے نُصَیب کا مصرعہ پڑھا ؎

سَلِمْتُ وَهَلْ حَیٌّ عَلَی النَّاسِ یَسْلَمُ

ابوالاسود دوئلی فرماتے ہیں

حَسَدُوا الْفَتٰی اِذْ لَمْ یَنَالُوْا سَعْیَهُ　　　فَالْقَوْمُ اَعْدَآءٌ لَهُ وَخُصُوْمُ

جو مرتبہ نہیں پاسکے تو اس پر انہیں حسد ہے۔ اسی وجہ سے ان کے دشمن نہیں بلکہ اپنی جان کے وہ دشمن بنے ہوئے ہیں، اپنی آخرت کی بربادی کا سامان تیار کررہے ہیں۔

یہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں بھی ہوتا رہا۔ امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں ان کے ساتھ ان کے زمانے والوں نے جو کچھ کیا، وہ شیطان کی تمام حرکتوں کا تسلسل چلتا ہے۔ ہر زمانہ میں ایسے افراد رہے ہیں، جو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق وہی چیزیں جو اُس زمانہ میں چلائی گئیں اس کو برابر چلاتے رہے۔

امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث رحمۃ اللہ علیہ

اسی لئے ان تمام مشائخ کے خلاف داستانیں سن کر جب شکایتیں لائی جاتی تھیں کہ فلاں برائی کرتا ہے، فلاں حسد کرتا ہے، فلاں یہ کہتا ہے، امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث نے ایک ایک کا نام لے کر گنوایا۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ ' رَحِمَ اللّٰہُ مَالِکًا کَانَ اِمَامًا ، رَحِمَ اللّٰہُ الشَّافِعِیَّ کَانَ اِمَامًا، رَحِمَ اللّٰہُ اَبَا حَنِیُفَۃَ کَانَ اِمَامًا' ۔ ان کے کہنے سے کیا ہوتا ہے۔

حق تعالیٰ شانہ نے انہیں امامت عطا فرمادی، قیامت تک وہ امام رہیں گے اور ماننے والے ہر چیز میں اتباع کریں گے، جس طرح انہوں نے کرنے کی کوشش کی، ان کی طرح بننے کی وہ کوشش کریں گے۔ ان کی طرح بننے کی کوشش کرتے ہیں جو انہوں نے اپنے ائمہ کو کرتے دیکھا، ان کے متعلق سنا اور پڑھا۔

شیخ شریف الدین المقدسی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں فرمایا

حُبُّ الصَّحَابَۃِ کُلُّھُمُ لِیْ مَذْھَبُ   وَمَوَدَّۃُ الْقُرْبٰی بِھَا أَتَوَسَّلُ

کہ میں اہلِ بیت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کی محبت کے ذریعہ میں وسیلہ طلب کرتا ہوں۔ اسی انداز میں شیخ شرف الدین ابو العباس احمد بن حسن بن قاضی ابن قدامہ مقدسی فرماتے ہیں، کتنا پیارا شعر ہے ؎

نَبِیِّــیْ اَحْــمَـدُ وَ کَـذَا اِمَـامِــیْ　　　　　وَشَیْـخِـیْ اَحْـمَـدُ کَـالْبَحْـرِ طَامٖ
وَاِسْــمِـیْ اَحْـمَـدُ أَرْجُـوْا بِهٰـذَا　　　　　شَـفَـاعَةَ سَیِّـد الـرُّسُلِ الْکِـرَامِ

کہ میرے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی احمد ہے، میرے امام حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی احمد ہے اور میرے شیخ، میرے استاذ، میرے مرشد حضرت امام احمد بن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی بھی احمد ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ میرا بھی نام احمد ہے اور سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اس کے وسیلہ سے میں مانگتا ہوں۔ اس کے ذریعہ میں حق تعالیٰ شانہ اس کا مطالبہ اور اس کا سوال کرتا ہوں کہ دیکھئے میرا نام بھی احمد ہے، میرے نبی کا نام بھی احمد ہے، میرے امام کا نام بھی احمد ہے، میرے شیخ اور میرے استاذ ابن تیمیہ کا نام بھی احمد ہے۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام ابن تیمیہ نے آگے جا کے فرمایا:

هٰذَا اِعْتِقَـادُ الشَّافِعِیِّ وَمَالِکٍ　　　　　وَاَبِـیْ حَنِیْـفَةَ ثُـمَّ اَحْـمَـدَ یُنْقَلُ

امام ابن تیمیہ نے فرمایا کہ میرا جو عقیدہ ہے وہ میری طرف سے نہیں بلکہ میرے ائمہ اربعہ کا عقیدہ ہے۔ اسی پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں علامہ ذہبی۔ اگرچہ زندگی میں بڑے تیز طرار خطوط بھی لکھتے رہے حضرت امام ابن تیمیہ کو۔

مگر ان کا وفات کے بعد جو قصیدہ ہے وہ پڑھئے۔ اوہو! کہ اے موت تو نے کس کو لیا! تو نے شیخ الاسلام کو لیا ہے۔ ایک پہاڑ تھا، ایک سمندر تھا تفسیر کا جس کو تو نے غائب کر دیا ہے۔ بڑا پیارا قصیدہ ہے۔ جن کی جود وسخا ان کے افتاء اور فقہ کا یہ حال تھا، یہ تمام اپنے مرثیہ میں بیان فرما کر آگے پھر مالک سے یہ دعا کرتے ہیں۔

أَسْـکَـنَــهُ الـلّٰــهُ فِی الْجَنَانِ وَلاَ　　　　　یَـزَالُ عَـلِیًّـا فِـیْ اَجْمَلِ الْخَلاَئِقِ

کہ اللہ انہیں جنت نصیب فرمائے اور اونچے درجہ میں رکھے۔ کہاں رکھے اونچے درجہ میں؟

مَعَ مَالِكٍ وَالْإِمَامِ اَحْمَدَ   وَالنُّعْمَانِ وَالشَّافِعِيِّ وَالنَّخَعِيِّ

کہ وہاں جنت میں بھی یہ ائمہ اربعہ کے ساتھ ہوں گے۔ **مَعَ مَالِكٍ وَالْإِمَامِ اَحْمَدَ وَالنُّعْمَانِ وَالشَّافِعِيِّ وَالنَّخَعِيِّ۔**

وہ ابراہیم نخعی جن پر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ کی اصل ہے، سارا دار و مدار جن پر ہے ان کے اور ائمہ اربعہ کے متعلق ان کی یہ تمنا اور دعا ہے حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے کہ اے خدا تو ائمہ اربعہ کے ساتھ اور ابراہیم نخعی کے ساتھ انہیں رکھیو۔

ملک فہد نور اللہ مرقدہ

اب بھی جو بھی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف زبان کھولتے ہیں۔ اسی لئے تو خادم الحرمین الشریفین حضرت ملک فہد کو ایک آرڈر ہر جگہ بھجوانا پڑا۔ آپ نے امر ملکی بھیجا اور تعلیم گاہوں میں پڑھوایا گیا کہ خبردار ائمہ اربعہ کی شان میں جو زبان کھولی۔ یہ کتاب جہود علماء الاحناف کے بعد کا واقعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ امت کی طرف سے حضرت ملک فہد نور اللہ مرقدہ کو بے حد جزائے خیر عطا فرمائے۔ لیکن جو یہ ابلیسی کاروائیاں کر رہیں ہیں ان کا حال کیا ہوگا۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ:

مَضَى ابْنُ تَيْمِيَّةَ وَمَوْعِدُهُ   مَعَ خَصْمِهِ يَوْمَ نَفْخَةِ الْفَزْعِ

کہ تیار رہو اے حریفو! جب صور پھونکے جانے کا دن آئے گا، تب تمہیں پتہ چلے گا کہ تمہاری حرکتیں تمہیں کہاں پہنچاتی ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان تمام قیامتوں سے امت کو محفوظ رکھے اور ہمیں ائمہ اربعہ کی تعلیمات

پرعمل کرنے کی توفیق دے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ

بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

۲۹؍رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گنج مرادآباد کا سفر

حکیم الامۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت مولانا فضل الرحمٰن کی حاضرِ خدمت ہوئے اور اس سفر پر جو مضمون تحریر فرمایا اس کا نام رکھا گیا ’نیل المراد فی السفر الی گنج مرادآباد‘۔ جس میں تحریر فرماتے ہیں کہ ’پہلی مرتبہ غالب گمان ہے کہ ۱۳۰۱ھ ربیع الثانی یا جمادی الاولیٰ میں حاضری ہوئی تھی۔

ایک طالب علم مہدی حسن جو قرآن شریف پڑھا کرتے تھے، ان کو ہمراہ لے کر مرادآباد ہم روانہ ہوئے۔ کئی جگہ راستہ بھولے، کئی جگہ شبہ ہوا۔ اسی شبہ اور دھوکہ میں سارا دن سفر میں ختم ہوگیا اور رستہ میں غروب آفتاب ہوگیا۔ خدا خدا کر کے عشاء کی نماز ہوچکی تھی اور مولانا فضل الرحمٰن صاحب مسجد سے حجرہ میں تشریف لے جاچکے تھے کہ ہم وہاں پہنچ پائے۔

خادم کے ذریعہ اطلاع کرائی گئی۔ حضرت نے بلالیا اور میں نے اپنے رفیق کو سامان کے پاس چھوڑا اور میں حضرت کے خادم کے ہمراہ حاضر ہوگیا اور سامنے جا کر کھڑا ہوگیا۔ سلام عرض کیا۔ جواب دینے کے بعد مخصوص لہجہ میں تیزی کے ساتھ تین سوال کئے۔ ’کون ہو؟

کہاں سے آئے ہو؟ کیوں آئے ہو؟' میں نے بھی علی الترتیب ادب کے ساتھ تینوں کے جواب عرض کئے۔ کہ ایک طالب علم ہوں، کانپور سے آیا ہوں، زیارت کو حاضر ہوا ہوں۔

یہ سن کر اور تیز ہوئے۔ اور فرمایا 'بڑے آئے زیارت والے! ارے یہ کوئی زیارت کا وقت ہے! ایسے وقت میں کسی کی زیارت کو آیا کرتے ہیں۔ آدمی کو چاہئے کہ ذرا سویرے آئے۔ دوسرا کچھ روٹی وغیرہ کا انتظام تو کر سکے۔ اب بتلاؤ کہ تمہارے لئے کھانا کہاں سے لاؤں؟ تمہیں خدا کا خوف نہ آیا؟ تم کو زمین نہ نگل گئی'۔ لیکن میں نے اس وقت عرض کرنا خلاف ادب سمجھا۔ یہ ایک تنبیہ تھی سو اس کا کیا جواب دیتا۔ چپ کھڑا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد فرمایا 'تمہارے پاس کچھ پیسے ہیں؟' میں نے عرض کیا جی ہیں۔ فرمایا کہ اچھا جاؤ بازار سے لے کر کھا لو اور صبح چلے جاؤ۔ میں نے عرض کیا 'بہت اچھا'۔ پھر خادم سے فرمایا کہ 'فلاں مکان میں ٹھہرا دو'۔ ہم لوگ ساتھ ہو لئے۔ اس نے لے جا کر ایک جگہ دکھا دی۔ میں رفیق کے ہمراہ جس ٹٹو پر ہم گئے تھے، اس کو لے کر وہاں سامان اتارنے لگے۔ لیکن تھوڑی دیر میں ایک خادم آیا کہ حضرت نے یاد فرمایا ہے۔ اور تخت کے پاس جو چٹائی بچھی ہوئی تھی اس پر بیٹھ گیا۔ فرمایا 'اجی یہاں آجاؤ۔ تخت پر بیٹھو'۔ میں حسب ارشاد اٹھ کر تخت پر بیٹھ گیا۔

ارہر کی دال

خادم سے فرمایا کہ ان کے لیے ہماری بیٹی کے یہاں سے کھانا لاؤ۔ چنانچہ خادم اسی وقت جا کر کھانا لایا۔ ایک پیالہ میں سالن تھا ارہر کی دال تھی۔ اسی پر روٹیاں رکھی ہوئی تھیں۔ فرمایا 'کیا کھانا ہے؟' میں نے عرض کیا کہ ارہر کی دال ہے اور روٹی ہے۔

فرمایا 'سبحان اللہ! یہ تو بڑی نعمت ہے۔ تم تو پڑھے لکھے آدمی ہو۔ تم نے مولوی محمد یعقوب صاحب سے پڑھا ہے'۔ یہ مولانا کو کشف ہوا۔ پھر فرمایا 'بہت اچھے آدمی تھے'۔ اتنا فرمانا کہ

بہت اچھے آدمی تھے بہت بڑی تعریف ہے۔ پھر فرمایا 'تم تو پڑھے لکھے آدمی ہو تم کو معلوم ہے کہ صحابہ کی کیا حالت تھی۔ ایک ایک چھوہارا کھا کر جہاد کرتے تھے اور دن بھر لڑتے تھے'۔

حضرات صحابہ کا تذکرہ بڑھا، جوش میں آکر کھڑے ہوگئے تھے۔ عادت یہی تھی کہ بزرگان دین کے تذکرہ کے وقت جوش میں آجایا کرتے تھے۔ جوش میں کھڑے ہوگئے۔ پاس آکر میرے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھ لیا اور دیر تک حضرات صحابہ کا تذکرہ فرماتے رہے۔ خیال پڑتا ہے شاید ایک آدھ شعر بھی پڑھا۔ اس کے بعد فرمایا 'بیر کھاؤ گے؟' میں نے عرض کیا حضرت کا تبرک ہے۔

فرمایا کہ 'اجی تبرک وبرک کو چھوڑو۔ یہ بتاؤ کہ بیر کھانے سے تمہارے پیٹ میں درد تو نہیں ہوتا؟' میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ پھر وہاں سے چلے۔ ایک بدھنہ اٹھا کر لائے جس میں بڑے بڑے بیر تھے۔ میرے سامنے لاکر الٹ دیا اور کہا 'کھاؤ'۔ کھانے سے فارغ ہوا تو فرمایا 'جاؤ۔ عشاء پڑھ کے سو رہنا۔ صبح ملاقات ہوگی'۔

صبح کی نماز حضرت مولانا کے پیچھے پڑھی۔ مولانا نے اسفار میں نماز پڑھی تھی۔ خود امامت فرمائی۔ چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھیں پھر ہم لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے، یہاں تک کہ آفتاب اچھا اونچا ہوگیا۔ پھر جب میں نے رخصتی مصافحہ کیا عرض کیا کہ میرے لئے دعا کیجئے۔ فرمایا 'ہم نے تمہارے لئے دعا کی ہے'۔ پھر میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھ کو کچھ پڑھنے کو بتلا دیجئے۔ فرمایا 'قل ھو اللہ شریف اور سبحان اللہ وبحمدہ دوسو بار پڑھ لیا کرو'۔ اوروں سے بھی سنا کہ حضرت طالبین کو اکثر یہی پڑھنے کو بتاتے تھے کیوں کہ حدیث شریف میں ان چیزوں کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

وہاں سے آجانے کے بعد ہی مدرسہ جامع العلوم کی بنیاد پڑ گئی اور مجھ کو بہ اصرار روک لیا گیا۔ ورنہ پہلے تو یہ خیال تھا کہ کانپور چھوڑ رہا ہوں، حضرت سے مل آنا چاہئے، ممکن ہے کہ پھر حاضری نہ ہو۔ غرض میرا کانپور میں قیام ہوگیا۔ پہلی مرتبہ کی زیارت کے تو یہ واقعات

تھے،دوسری مرتبہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا اور سنہ تو تقریباً یاد نہیں ۔ مولانا کبھی کبھی آنے والوں کے ذریعہ سلام بھیجتے تھے۔ نہ معلوم یہ کیسے یاد رہ گیا۔

رمضان میں حاضری

پھر دوبارہ کئی سال کے بعد پھر حاضر ہوا۔ اس بار چند ہمراہی بھی تھے۔ ہدیہ کے طور پر میں کچھ پیڑے لے گیا تھا۔ کانپور میں اس زمانہ میں بہت اچھے پیڑے بنتے تھے جنہیں بنگالی پیڑے کہتے تھے۔ بہت خوبصورت، خوشبودار تھے۔ مجھے پسند تھے۔ رمضان کا مہینہ تھا، مدرسہ کی تعطیل تھی اس لئے حضرت کی خدمت میں کچھ دن رہنے کی گنجائش تھی۔ اس خیال سے ایک بوتل شربت انار کی بھی اپنے افطار کے واسطہ ہمراہ لے لی تھی۔

جب مرادآباد قریب ہوا تو مجھے خیال ہوا کہ ہم لوگوں کے اعمال اچھے نہیں ۔ اکثر بزرگوں کو قلب کی تاریکی کا احساس ہوجاتا ہے ۔ اس لئے شاید ڈانٹ ڈپٹ فرماتے ہوں۔ لہذا اپنے قلب کو پاک صاف کر کے حاضر خدمت ہونا چاہئے۔ چنانچہ وضو کیا، استغفار کی کثرت کی۔ ادب کے لحاظ سے سواری چھوڑ کر پیادہ چلے۔

اس حالت سے جا رہے تھے دوپہر کا وقت تھا۔ ایک بوڑھے شخص رستہ میں ملے۔ معلوم ہوا وہ بھی زیارت کو جا رہے ہیں۔ وہاں پہنچ کر اول وہ پیش ہوئے۔ مولانا نے ان سے پوچھا کہ روزہ ہے؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں روزہ ہے۔ اس پر بہت خفا ہوئے۔ فرمایا کہ کس نے کہا تھا کہ سفر میں روزہ رکھو۔ ان بے چاروں کو حکم ہوا کہ بس ابھی چلے جاؤ۔

ہمارا بھی روزہ تھا۔ ہم نے کہا بھائی خدا خیر کرے ہم سے بھی یہی سوال ہوگا۔ چنانچہ واقعی پیش ہوتے ہی یہ سوال فرمایا کہ روزہ ہے؟ ہم نے سچی بات عرض کر دی کہ حضرت ہے۔ مگر بجائے خفگی کے حضرت نے فرمایا 'اچھا کیا۔ جوان آدمی ہو۔ روزہ رکھنا ہی مناسب تھا'۔ یوں بظاہر مولانا ذرا مغلوب سے تھے۔ ورنہ بڑے عالم، بڑے متقی تھے ۔ حدود شریعت سے خوب

واقف تھے۔ پورے متبع سنت تھے۔ دیکھئے چونکہ وہ صاحب بوڑھے تھے انہیں سفر میں روزہ کا تحمل دشوار تھا ان پر خفگی کا اظہار فرمایا۔ ہم لوگوں کے روزہ پر اظہار مسرت فرمایا۔ یہی حدیث کا محمل ہے 'لَيُسَ مِنَ الْبِرِّ الصِّيَامُ فِي السَّفَرِ'۔ اس کا محمل یہی ہے۔

ہدایا کی پیش کش

ہم نے اپنے ہدایا پیش کئے۔ میں نے پیڑے پیش کردیئے۔ اوروں کی چیزیں لے لیں مگر کچھ فرمایا نہیں۔ میں نے جو پیڑے پیش کئے تو خوش ہوکر فرمایا کہ ہم تو اس کا شربت پیا کرتے ہیں۔ اور خادم سے فرمایا کہ انہیں اٹھا کر رکھو ہم ان کا شربت پیا کریں گے۔ پھر از خود فرمایا کیا تمہارے پاس کوئی دوا بھی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت دوا تو میرے ساتھ کوئی نہیں ہے۔

اس پر ساتھیوں نے مجھ سے آہستہ کہا شربت انار تو ہے۔ میں نے مکرر عرض کیا کہ حضرت شربت انار تو البتہ ہے۔ فرمایا وہ تو تم نے افطار کے لیے اپنے ساتھ لیا ہے۔ میں نے کہا کہ لایا تو تھا افطار ہی کی نیت سے، مگر اب جی چاہتا ہے کہ حضرت قبول فرمالیں۔ فرمایا بہت اچھا۔ چنانچہ میں نے پیش کیا اور حضرت نے قبول فرمالیا۔

نماز کی لذت

ہدیوں سے فارغ ہونے کے بعد مختلف باتیں فرماتے رہے۔ مثلاً فرمایا کہنے کی بات تو نہیں، لیکن تم سے کہتا ہوں کہ جب میں سجدہ کرتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اللہ نے پیار کرلیا۔ دوسری بات فرمائی کہ بھئی! جنت کا مزہ برحق، حوضِ کوثر کا مزہ برحق، مگر نماز میں جو مزہ ہے کسی چیز میں نہیں۔ ایک یہ فرمایا کہ بھئی! ہم تو قبر میں بس نماز پڑھا کریں گے۔ دعا ہے کہ ہمیں تو اللہ میاں قبر میں یہ اجازت دے دیں کہ بس نماز پڑھے جاؤ۔

چوتھی بات یہ فرمائی کہ جب ہم جنت میں جائیں گے، اور یہ ایسے طور پر فرمایا جیسے یقین ہو

جنت میں ضرور جائیں گے۔ حق تعالیٰ سے ایسی قوی امید تھی کہ کچھ شبہ ہی نہیں تھا، کچھ شک نہیں تھا۔ جب ہم جنت میں جائیں گے اور حوریں آئیں گی، ہم صاف صاف کہہ دیں گے کہ بی! اگر قرآن سنانا ہو تو سناؤ ورنہ جاؤ اپنا راستہ لو۔ اس قسم کی مولانا کی شان تھی۔

اکرام

جب یہ باتیں ہو چکیں تو ارشاد ہوا کہ مسجد میں بھی ٹھہرنے کی جگہ ہے اور مکان بھی موجود ہے۔ کہاں ٹھہرو گے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت جہاں آپ کا قرب ہو۔ فرمایا کہ مسجد میں ٹھہر جاؤ۔ ہم لوگ مسجد میں ٹھہر گئے۔ ظہر کا وقت آیا نماز پڑھی۔ شام کو افطار کے بعد بہت پر تکلف کھانا آیا۔ کئی طرح کا۔ چار پانچ قسم کا تھا۔ جیسے امراء کی عادت ہے یا متوسط لوگوں میں بھی۔ بہت ہی عنایت تھی ورنہ مولانا کی وضع بالکل آزادانہ تھی۔ وہاں تکلفات کی گنجائش کہاں۔ اسی طرح سحری میں بھی کئی قسم کا کھانا آیا۔

غرض ایک آدھ دن جب گذارا میں نے واپسی کی اجازت چاہی۔ اس درمیان میں مختلف مجلسوں میں مختلف باتیں کرتے رہے جو اَب یاد نہیں۔ جب میں نے اجازت چاہی فرمایا 'اجی جلدی کیا ہے؟ مدرسہ کی تعطیل ہے، رمضان شریف کا زمانہ ہے۔ اور ٹھہرو' ہم تو یہ چاہتے ہی تھے۔ حضرت کے ارشاد کو غنیمت سمجھا اور واپسی کے ارادہ کو ملتوی کر دیا۔

حصنِ حصین

جب میں نے دیکھا کہ رہنا تو ہو ہی گیا لاؤ حضرت سے حصنِ حصین ہی پڑھ لیں۔ چنانچہ میں نے عرض کیا۔ حضرت نے بڑی خوشی سے فرمایا۔ بہت اچھا۔ میں نے شروع کی۔ حضرت کہیں کہیں تحقیق بھی فرماتے رہے۔ چنانچہ ایک جگہ 'شَوْقاً اِلیٰ لِقَائِکَ' آیا تو فرمایا۔ اچھا بتاؤ شوق کا کیا ترجمہ ہے۔ میں نے عرض کیا حضرت ہی ارشاد فرمائیں۔ فرمایا 'تڑپ'۔

درمیان میں مختلف وقتوں میں نعرے بھی لگاتے تھے ذوق و شوق میں۔ کھانا برابر تکلف کا

آتا رہا۔ لطیف اور کئی قسم کا۔ جب حصنِ حصین ختم ہوگئی اور ہم لوگ رخصت ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ حضرت تبرکاً حدیث شریف کی بھی اجازت دے دیجئے۔ فرمایا ہاں جی اجازت ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ 'اجی آیا کرو اور کبھی کبھی کچھ سنا جایا کرو'۔ لیکن پھر اتفاق حاضری کا نہیں ہوا۔

ایک عریضہ

جب مکہ جانے کا ارادہ کیا، میں نے عریضہ لکھا کہ حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں جارہا ہوں اور دعا کیجئے کہ جس مقصود کے لیے جاتا ہوں اللہ تعالیٰ اس میں کامیابی عطا فرمائے۔ حضرت نے میرے ہی عریضہ کے ایک گوشہ پر اپنے قلم سے جواب تحریر فرمایا 'از فضلِ رحمٰن، سلام علیکم۔ دعائے خیر نمودم'۔ بہت دن تک وہ خطوط میرے پاس تبرکاً رہا۔

پھر میں نے ایک شخص کو دے دیا لیکن جواب کے الفاظ بجنسہ اب تک ذہن میں محفوظ ہیں۔ مولانا کا خط بہت اچھا تھا۔ نام میں 'ال' تحریر نہیں فرمایا۔ فضل الرحمٰن نہیں بلکہ فضل رحمٰن تحریر فرمایا۔ سنا ہے کہ یہ تاریخی نام ہے۔ فضل رحمٰن کے عدد ۱۲۰۸ ہوتے ہیں۔ رحمٰن کو بھی بلا الف کے تحریر فرمایا اور السلام علیکم بھی بلا الف کے۔ حرف تنوین کے ساتھ تحریر فرمایا 'سلامُ علیکم'۔

پٹاخہ

دوسری حاضری کے وقت ایک روز مکان میں سے پٹ پٹ کی آواز آئی۔ مولانا کے پوتے پٹاخے چھڑا رہے تھے۔ مولانا نے فرمایا 'ارے یہ کیا ہو رہا ہے؟' خادم نے عرض کیا کہ پوتے صاحب پٹاخے چھڑا رہے ہیں۔ فرمایا 'ارے پٹاخہ کیا ہوتا ہے؟' سبحان اللہ کیسے بے تعلق تھے دنیا سے کہ اتنی عمر ہوگئی اور یہ خبر بھی نہیں کہ پٹاخہ کیا ہوتا ہے۔

خدام نے عرض کیا کہ حضرت بارود کو کاغذ میں لپیٹ دیتے ہیں اوپر سے جوڑ دیتے ہیں۔

اندر دھاگا لگا کر ایک سرا باندھ دیتے ہیں، پھر اس کو آگ لگا دیتے ہیں جس سے زور کی آواز ہوتی ہے۔ فرمایا 'اچھا۔ ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔ ہم بھی دیکھیں گے۔ منگاؤ'۔

میاں صاحب بلائے گئے۔ انہوں نے کہا کہ وہ تو ختم ہو چکے۔ یہ سن کر حضرت نے بہت افسوس کے ساتھ فرمایا کہ پھر ہم کس طرح دیکھیں گے۔ عرض کیا گیا حضرت بازار میں بہت ملتے ہیں۔ فرمایا 'اچھا۔ تو ہمارے لئے لاؤ'۔ اور تکیہ کے نیچے سے خود پیسے نکال کر خادم کے حوالے کئے۔ جب وہ لے آیا تو میاں رحمت اللہ بلائے گئے اور ان سے کہا گیا کہ چھڑاؤ۔ چنانچہ انہوں نے ایک پٹاخہ چلایا تو پھٹ سے آواز ہوئی۔ مولانا ڈر گئے اور زور سے فرمایا 'ہائے رے!' اور یہ فرما کر پیچھے کو ہٹ گئے۔ دو تین پٹاخوں کے بعد فرمایا 'بس بھئی بس۔ بس بھئی بس۔ جاؤ اب ہمیں ڈر لگتا ہے'۔

دل کی نگاہ

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے حکیم الامۃ حضرت تھانوی قدس سرہ نے جس طرح نقل فرمایا کہ حضرت نے پٹاخے کیسے پھوڑے جاتے ہیں، کیسے چھوڑے جاتے ہیں، کیسے اڑائے جاتے ہیں اس کا نظارہ فرما کر دوسرے تیسرے ہی پر فرما دیا بس بھائی بس، ہمیں تو ڈر لگتا ہے۔ عمر بھر میں حضرت نے پہلے ہی دفعہ اس کو ملاحظہ فرمایا حالانکہ ساری عمر دیوالی وغیرہ کے موقعہ پر آوازیں سنتے رہتے ہوں گے۔ مگر جو وہ حضرات سنتے تھے دیکھتے تھے اس سے انہیں کوئی سروکار نہیں ہوتا تھا۔

ان کے دل کی نگاہ اور ٹکٹکی صرف اپنے خالق اور مالک کی رضا پر لگی رہتی تھی کہ میرا محبوب مجھ سے خوش ہے یا ناراض ہے۔ اپنی طرف سے تو 'رَضِيتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولًا'۔ عاشق کا کام تو یہی ہے۔ وہ کہہ دے کہ میں راضی ہوں۔ اب آپ کا راضی ہونا یہ آپ پر موقوف ہے۔ میں اس قابل تو نہیں ہوں کہ آپ مجھ سے راضی ہو جائیں

لیکن میں تو یہی تسبیح عمر بھر پڑھتا رہوں گا۔ رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلاً۔

ساری عمر گذری ہندوستان ہی میں ایک دیہی علاقہ میں اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کو یہ نہیں معلوم کہ یہ پٹاخے کیا ہوتے ہیں۔ کاش کہ اس زہد اور ترک دنیا کا کوئی حصہ اللہ ان حضرات کی برکت سے ہمیں بھی عطا فرمادے۔ اور جیسے ہی حضرت نے فرمایا کہ ہمیں تو ڈر لگتا ہے۔

سچ مچ ڈرنے کی چیز ہے جب یہ پٹاخوں کا موسم آجاتا ہے، دیوالی کا موسم ہوا ہندوستان میں یا یہاں کرسمس کا موسم ہوا۔ اب تو ہر چیز میں اتباع ہوتا ہے۔ اگر کوئی دیکھتا ہے کہ فلاں نے اپنے یہاں شادی کے موقعہ پر اتنے پٹاخے چھوڑے تھے، اس کو بھی ایک فخر سمجھا جاتا ہے کہ ہم اس سے زیادہ چھوڑیں گے۔ شیطان کہاں کہاں لے جا کر گمراہ کرتا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شیخ محمد العثمونی الازہری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت نے فرمایا کہ ہمیں تو ڈر لگتا ہے اور میں نے عرض کیا کہ ہے ڈرنے کی چیز کیوں ہے کہ شیوخ ازہر میں سے شیخ محمد العثمونی بڑے معروف ہیں۔ بالخصوص بلاغت اور ادب میں بہت فائق اور بہت آگے تھے۔ جب شیخ الازہر بیلاوی نے نمازِ جنازہ پڑھائی، نمازِ جنازہ کے ساتھ مصلیوں کو ایک تازہ قصیدہ جو انہوں نے ان کی وفات کی خبر سنتے ہی بنایا تھا وہ بھی وہاں سنادیا۔ نمازِ جنازہ بعد میں پڑھائی اور مرثیہ پہلے سنایا۔

لَاقَلْبَ لِلْاِسْلَامِ غَیْرُ حَزِیْنٍ ۔۔۔ فَالْیَوْمَ فِیْہِ اِنْھَدَمَ رُکْنُ الدِّیْنِ

کہ اہل اسلام کا ہر فرد آج غمگین ہے کہ دین کا ایک بہت بڑا رکن، بہت بڑا عالمِ جلیل ازہر کا چل بسا۔

یہ شیخ عثمونی کسی تقریب میں تھے اور پٹاخے اڑانے والے، پھینکنے والے پھینک رہے تھے۔ ’وَرَمَوْا بِالسِّهَامِ النَّارِيَّةِ كَعَادَتِهِمْ‘ انہوں نے یہ پٹاخے پھینکے، جس سمت میں وہ پھینکنا چاہتے ہوں گے، نشانہ غلط ہوکر حاضرین پر گرا اور ان شیخ عثمونی کی ایک آنکھ چلی گئی۔ اس طرح کے واقعات بے شمار ہوتے ہیں، اسی لئے ہر جگہ فائر بریگیڈ کو الرٹ رہنا پڑتا ہے کہ یہاں حادثہ ہوگیا، وہاں حادثہ ہوگیا۔

قرب قیامت میں کیا کیا نہیں ہوگا۔ اور ہر چیز میں اتباع کرنے لگتے ہیں، چل پڑتے ہیں۔ یہ دنیا تو ہے ہی ایسی۔ اس کا تو کوئی کنارہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں مسابقہ کی توفیق عطا فرمائے دینی امور میں۔ کہ وہ دس ہزار درود شریف پڑھتا ہے، میں بیس ہزار پڑھوں۔ وہ کلمہ طیبہ کا ورد لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، ہزار دفعہ کرتا ہے میں دو ہزار دفعہ پڑھوں۔ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ۔ قرآن نے ترغیب دی۔ اللہ تعالیٰ خیرات اور نیک کاموں میں ہمیں ایک دوسرے سے بڑھنے کی توفیق عطا فرمائے جس کے متعلق قرآن نے ترغیب دیتے ہوئے فرمایا ’وَفِي ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ‘۔

شعر

ایک بار حدیث شریف کا سبق پڑھا کر حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شعر پڑھا تھا:

ما ہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم الا حدیث یار کہ تکرار می کنیم

کہ سب کچھ بھول بھلیاں ہیں۔ یار کی باتیں دہرا رہے ہیں۔ سنا ہے کہ ایک دفعہ مولوی شفیع بجنودی نے حج کے سفر کا ارادہ ظاہر کیا۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ شرائط حج کی بھی خبر ہے یا ویسے ہی حج کا ارادہ کرلیا؟ مولوی شفیع نے عرض کیا جی ہاں حضرت شرائط کی خبر ہے۔ فرمایا کیا خبر ہے؟ انہوں نے جواب میں خواجہ حافظ کا یہ شعر پڑھ دیا۔

در رہِ منزل لیلیٰ خطرہاست بجاں　　　شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی

حضرت مولانا نے یہ شعر سن کر ایک پر جوش نعرہ لگایا، لیکن فوراً ہی سنبھل گئے۔ فرمایا یہ سب واہیات ہے۔ جو شریعت نے فیصلہ دیا وہی برحق اور درست ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے

برکفِ جامِ شریعت برکفِ سندان عشق　　　ہر ہوس نا کہ داند جام وسنداں باختن

یہ دعا کی کتاب حصنِ حصین حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی نے بھی پڑھی اور اجازت لی۔ حضرت نے اجازت عطا فرمائی۔ اور اسی طرح حکیم الامۃ حضرت تھانوی قدس سرہ نے بھی حضرت مولانا گنج مراد آبادی سے حصنِ حصین پڑھی اور اجازت ملی۔

حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ یہ دونوں جنکشن کی حیثیت رکھتے تھے۔ یہ سب گاڑیاں یہاں آ کر جمع ہوتی تھیں اور لوگ فیض یاب ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان ہمارے مشائخ کو ہماری طرف سے بے حد جزائے خیر عطا فرمائے۔

جیسے ان دو حضرات کے متعلق میں نے جنکشن کا لفظ استعمال کیا تو اسی طرح حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض و برکات کا دسترخوان وسیع تھا۔ اللہ تعالیٰ ان اکابر ثلثہ حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری، حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی اور حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مراقدہم کے فیوض و برکات کو تا قیامِ قیامت باقی رکھے۔

جیسے طویل عرصہ حضرت گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے درس حدیث میں گذارا اور جیسا حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے کتبِ حدیث پر حواشی اور ان کی

طباعت اوران کی تصنیف کتب حدیث پرحواشی تحریرفرمائے پھران کی طباعت کا انتظام فرمایا۔ حدیث پاک کی تدریس، تصنیف، طباعت انواع و اقسام کی خدمت اللہ تعالیٰ نے ان سے لی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی آقائے پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کی خدمت میں ہمیشہ رکھے۔

ابھی رمضان المبارک کی تو آخری گھڑیاں ہیں اور حج کے مہینوں کی اب آمد ہے۔ اللہ تعالیٰ حرمین شریفین کی حفاظت فرمائے۔ امت مسلمہ انواع واقسام کے فتنوں کا شکار ہے۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کے حال پر رحم فرمائے۔ اپنی ہر دعا کا جزو بنالیں۔ ہر وقت اسی کی کڑھن ہو اور اپنی ہر دعا میں اس کی یاد ہو۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

اَللّٰھُمَّ اصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

اَللّٰھُمَّ تَجَاوَزْ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

بیعت

مولانا خلیل صاحب نے بیعت کے لیے بھی ارشاد فرمایا تھا۔

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ، اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ

وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ أَعْمَالِنَا

مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُضْلِلْ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ

وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَشَرِیْکَ لَہٗ

وَنَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَنَبِیَّنا وَمَوْلانَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا

کہیے! **لا الہ الا اللہ۔ محمد رسول اللہ۔**

نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا۔ اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سچے رسول ہیں۔

ایمان لائے ہم اللہ پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، اس کے فرشتوں پر اور

آخرت کے دن پر اور تقدیر پر، بھلا ہو یا برا سب اللہ کی طرف سے ہے۔

اور توبہ کی ہم نے کفر سے، شرک سے، بدعت سے، نماز چھوڑنے سے، زنا کرنے سے، چوری کرنے سے، جھوٹ بولنے سے، کسی کا مال ناحق کھانے سے، کسی پر بہتان باندھنے سے، کسی کی غیبت سے اور ہر گناہ سے چھوٹا ہو یا بڑا۔

اور عہد کیا ہم نے ان شاء اللہ کوئی گناہ نہیں کریں گے اور اگر ہو گیا تو توبہ کریں گے۔

یا اللہ! ہماری توبہ قبول فرما۔ ہمیں اپنے سچے بندوں میں شامل فرما۔

ہمیں توفیق عطا فرما اپنی رضامندی کی اور بیعت کی ہم نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یوسف کے ہاتھ پر۔